15101

تاریخ صحافت اردو

جلد اوّل

منو کے دور سے ۱۸۵۷ء کے قبل تک کی خبر رسانی کے طریقے،

اخبارات کی تاریخ اور ایڈیٹروں کے حالات زندگی

نظر ثانی کے بعد ترمیم و تنسیخ و ایزادی کے ساتھ

امداد صابری

قیمت سات روپے پچاس پیسے

میں تاریخ صحافت اردو کی پہلی جلد کو اپنے خاندان کے بزرگ اور اپنے خسر

جناب حافظ حاجی عبدالحکیم صاحب سے

معنون کرتا ہوں

جن کی تمام زندگی اعمالِ صالحہ میں گزری اور موت بھی شاندار پائی، ان کی شہادت کا واقعہ، موت کو لبیک کہنا، موت کا خوش و خرم استقبال کرنا، وقت نزع پامردی و استقلال سے جان دینا بنی نوع انسان کے لئے سبق آموز ہے۔

اللہ رب العزت ہم کو بھی ایسے اعمال صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم بھی اسی پامردی سے موت کا استقبال کریں اور شہادت کا درجہ پائیں۔ آمین ثم آمین۔

890.9.4
13 T

امداد صابری
چوڑیوالان، دہلی

یکم جنوری ۱۹۵۳ء



حافظ حاجی عبدالحکیم صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ

جناب حاجی عبدالحکیم صاحب کے

مختصر حالات زندگی

بقول حافظ محمد رحیم صاحب شیخ بڈھن کے صاحبزادے شیخ قاری حافظ احمد صاحب حاجی عبدالحکیم صاحب کے دادا[1] تھے، جو خانم کے بازار میں جامع مسجد کے قریب رہتے تھے جہاں اب جامع مسجد کے نزد سول ہسپتال بنا ہوا ہے۔ سول ہسپتال کے بائیں جانب ٹریوے لائن کے قریب ہسپتال کا جو باغیچہ ہے خاص اسی جگہ ان کی رہائش تھی۔ یہ مکان انہوں نے حکومت کو ہسپتال کے لئے دیدیا تھا۔ جہاں ہسپتال بنائی گئی۔

قاری احمد صاحب کا اس زمانہ کے مشہور قاریوں میں شمار تھا چنانچہ سر سید مرحوم نے اپنی کتاب آثار الصنادید باب چہارم "دہلی اور اہل دہلی کے حال میں" ان کا ذکر کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"ایسے عامل علم قرأت ہیں کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور زبان اس کی اوصاف سے قاصر ہے۔ دین داری اور اتباع شریعت اور اکل حلال اور کتساب خیرات اور اجتناب از نواہی سب ایک ذات ستو دہ صفات میں جمع ہیں۔ اس جامعیت کے ساتھ افراد بشر سے کم نظر میں گذرا ہے۔"

[1] رسالہ فٹ ویر کراچی ستمبر ۱۹۵۲ء۔

قاری احمد صاحب کے بھائی قاری عبدالرحیم صاحب تھے۔ یہ دونوں بھائی اونچے پائے کے آرٹسٹ تھے اور چمڑے پر سونے کے نقش و نگار بنانے میں ماہر کامل تھے۔ بہادر شاہ نے میر پنجہ کش کے لکھے ہوئے قلمی قرآن شریف اور قلمی گلستاں کی ایک ایک جلد ان دونوں بھائیوں کو دی تھی۔ انہوں نے ان کو منقش کرکے بہادر شاہ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور انعام و اکرام سے نوازے گئے تھے۔

حاجی عبدالحکیم صاحب کے والد حافظ عبدالحمید صاحب تھے جو اصول کے پابند کم گو، مستغنی المزاج، متوکل، قانع بزرگ تھے۔ ہوس و حرص سے پاک صاف تھے۔ اپنی برادری اور دہلی میں ممتاز لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کی چاندنی چوک دہلی میں وہ دکان تھی جس میں شیخ محمد تقی صاحب برش والے کاروبار کرتے تھے۔ ان کی دکانداری کی عجب شان تھی۔ دکان کھلنے کے دو تین گھنٹے کے بعد ایک یا دو پاپوش جس وقت فروخت کر لیتے اور ایک روپیہ کا نفع ہو جاتا تو شاگردوں سے کہتے دکان بند کر دو۔ دکان بند کر کے قرآن مجید کی تلاوت کرتے، بارہ ایک بجے کے قریب اگر گھر سے کھانا آیا وہ کھالیتے ورنہ بازار سے منگا کر تناول کر لیا کرتے تھے۔ قیلولہ اور نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد پھر تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد صبح کی فروختگی کی اصل رقم سے کاریگروں سے ایک یا دو پاپوش خرید کر دکان بند کر دیتے تھے اور نفع کے پیسوں سے گھر کا سامان خرید کرے جاتے تھے۔ یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

اس منافع کی رقم سے جب پانچسو روپے جمع ہو گئے تو انہوں نے گلی حکیم جی والی میں گوندنی والا گھر اسی رقم سے خریدا جو چار گھروں میں تقسیم ہوا۔ ایک چھوٹا دالان حاجی عبدالحکیم صاحب کے گھر میں، دوسرا چھوٹا دالان حاجی عبدالعلیم صاحب کے گھر میں ملا، کچھ حصہ میں حاجی عبدالعظیم صاحب کا گھر بنا۔ بقایا حصہ انہوں نے اپنی بہنوں

کو دے دیا تھا۔

حافظ صاحب امیر قافلہ کے نام سے مشہور تھے۔ وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جس قافلہ کے ساتھ یہ قطب صاحب جاتے تھے وہ لوگ ان کو اپنا امیر بنالیتے تھے۔ ان کو حضرت بختیار کاکی ؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ ان کا انتقال اس وقت ہوا جب ان کے صاحبزادے حاجی عبدالحکیم صاحب بارہ سال اور حاجی عبدالعظیم صاحب آٹھ سال اور حاجی عبدالعلیم صاحب چار برس کی عمر کے تھے۔ ان کا مزار درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ میں ہے جو نصف حجرے کے اندر اور نصف باہر ہے۔ ملا جیون کے مزار کے قریب ہے جو عالمگیر بادشاہ کے استاد تھے تھوڑے سے فاصلہ پر ان کی اہلیہ سعادت النساء کی قبر ہے۔

حافظ صاحب کی شادی سعادت النساء سے ہوئی جن سے مذکورہ تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی قیوم النساء زوجہ محبوب بخش والدہ حاجی اخلاق احمد صاحب ہوئیں۔ [1]

حاجی عبدالحکیم صاحب ۱۸۷۶ء کو محلہ چوڑیوالان دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے اساتذہ حافظ حسین اشرف، حافظ درزی، حافظ عبدالرحمٰن اور پیر حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ تھے جنہوں نے ان کو اپنے علوم ظاہری و باطنی سے مستفیض کیا۔

حافظ حسین اشرف صاحب، امام حافظ سید محمد اشرف جائسی ضلع رائے بریلی کے فرزند تھے اور حافظ قاری محمد یوسف صاحب دہلوی کے شاگرد تھے۔ منکسر المزاج، خوش اخلاق، عابد و زاہد بافیض شخص تھے۔ ہزاروں دہلی والوں کو حافظ قرآن کیا۔ ساٹھ برس کی عمر میں ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ میں انتقال فرمایا۔ [2]

---

[1] رسالہ صدیقی گزٹ دہلی جون ۱۹۶۳ء۔ [2] وصال الجمیل صد ۱۲۔

حافظ درزی بڑے مشہور و معروف استاد تھے۔ سینکڑوں ہزاروں ان کے شاگرد تھے۔ اب مسجد کا حوض جس جگہ ہے اس کے اوپر والے کمرے میں حافظ درزی کا مدرسہ تھا۔ حافظ عبدالحکیم نے قرآن شریف وہیں پڑھا۔ پہلے حوض کی جگہ دکانیں تھیں۔ ان میں سے ایک میں کمہار اور ایک دکان میں مستیا قصائی تھا۔ بعد میں ان دکانوں کو توڑ کر مسجد کا حوض بنا دیا گیا۔

حافظ درزی قرآن شریف پڑھانے کو آخرت کا توشہ سمجھتے تھے۔ وہ سیدھے سادھے آدمی تھے۔ چاند تارے کی چوگوشیہ ٹوپی پہنتے تھے۔ ان کے بھائی مدینہ شریف میں جھاڑو دیا کرتے تھے۔ جب ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو حافظ درزی اپنا مدرسہ چھوڑ کر اپنے بھائی کی جگہ مدینہ شریف چلے گئے۔

حاجی صاحب جس وقت حضرت شاہ ابوالخیر صاحب کے مرید ہوئے پیر روشن ضمیر نے سمجھ لیا کہ عبدالحکیم صاحب پاک نفس معاملہ فہم اور دیانت دار آدمی ہیں اس لئے کچھ عرصے کے بعد ہی آپ کا شاہ صاحب کے با اعتماد لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ شاہ صاحب آپ سے خاندانی معاملات میں مشورہ لیتے اور خاص کاموں کے علاوہ جائداد کے سلسلے اور دوسری مدوں کی مکمل ذمہ داری حاجی صاحب کو سونپ دیتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحیم صاحب دہلوی جو شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، ان کے علاج معالجہ کے لئے شاہ صاحب نے آپ ہی کو منتخب کیا۔ حتیٰ کہ شاہ صاحب نے اپنے وصال سے چھ ماہ پہلے شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں اپنے مزار کی اجازت طلب کرنے کے لئے بھی آپ کو مامور کیا۔ حضرت شاہ ابوالخیر فرمایا کرتے تھے۔

"عبدالحکیم بدرالسلام اور بخش اللہ مثل اپنے انصار بلکہ بچوں کے ہیں جو آرام خلفائے اربعہ نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کو پہنچایا تھا، ویسا ہی

آرام ہمیں اپنے ان خدام سے پہنچا ہے۔"
حاجی صاحب کو قرآن پاک سے عشق تھا۔ وہ چوڑی دالان کی حوض والی مسجد میں رمضان شریف میں محراب سنایا کرتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کا انداز اس قدر دلکش تھا کہ ان کے پیر حضرت شاہ ابوالخیرؒ قرآن شریف سننے کے لئے گرمیوں کے رمضان میں انہیں کوئٹہ بلوچستان بلایا کرتے تھے۔
حافظ عبدالحکیم صاحب تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہوئے اور نور بخش صاحب کے شاگرد ہوئے۔ نور بخش صاحب، حاجی اخلاق احمد، اقبال احمد کے دادا تھے اور ان کی پاپوش کی دکان چاندنی چوک میں چھنامل والوں کی کوٹھی کے سامنے اور چاچا اسماعیل تارگیٹی والوں کی دکان کے برابر تھی۔
نور بخش صاحب کے صاحبزادے محمود بخش کی شادی عبدالحکیم صاحب کی بہن سے ہوئی، اور جب نور بخش حج کو جانے لگے تو انہوں نے اپنے کاروبار میں عبدالحکیم صاحب کو شریک کر لیا اور دکان ان کے سپرد کر کے حج کو چلے گئے۔ یہ شراکت عبدالحکیم صاحب کی دیانت داری اور تجارت میں، ان کی سوجھ بوجھ کی دلیل تھی۔
"نور بخش عبدالحکیم" کے نام سے جو کاروبار شروع ہوا تھا وہ خوب چمکا اور بازار میں اس نے بڑی ساکھ قائم کی۔ پندرہ سولہ برس تک یہ شراکت قائم رہی۔ اس کے بعد عبدالحکیم صاحب نے تنہا اپنا کاروبار شروع کیا۔ بازار بلیماران کی سبیل کے پاس سے ملکہ کے باغ کی طرف بڑھیے تو جو تھی دکان وہ ہے جس میں عبدالحکیم صاحب کا کاروبار تھا۔ اسی دکان میں نور بخش عبدالحکیم کی شرکت ہوئی تھی اور شرکت کی علیحدگی کے بعد بھی عبدالحکیم صاحب اسی دکان میں رہے اور نور بخش صاحب نے رٹیل کا کاروبار چھوڑ کر اپنے نواسے حفیظ الدین صاحب کے ساتھ شرکت کر لی۔ ان کی دکان بیچے بندوق کے کوچہ میں تھی اور وہ تھوک کا کاروبار کرتے تھے۔

عبدالحکیم صاحب بڑے صاحب رسوخ اور ہر دل عزیز تاجر تھے، انہوں نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور ان کا کاروبار بڑا پھلا پھولا۔ پھر جب عبدالحکیم صاحب حج کو جانے لگے تو انہوں نے اپنے منجھلے بھائی عبدالعظیم صاحب کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیا، اور انہیں دکان پر بٹھا گئے اور اپنے سب سے چھوٹے بھائی عبدالعلیم صاحب کو نصیر الدین صاحب عرف نصیرو کے ساتھ شریک کرا دیا۔

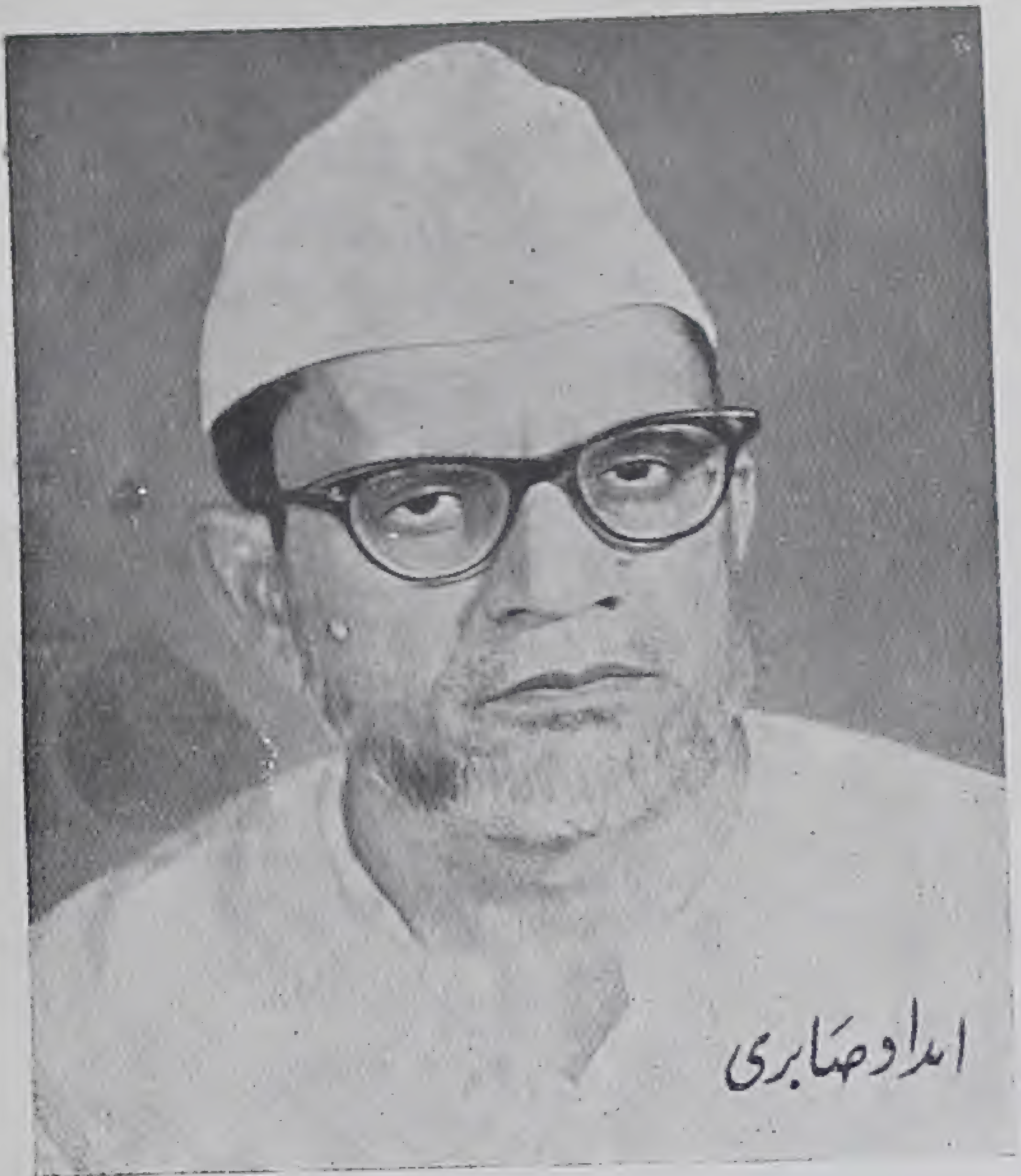
عبدالحکیم صاحب کے کاروبار نے ہندوستان میں اور ہندوستان کے باہر انگلینڈ و امریکہ تک نام پایا۔ ہزاروں لاکھوں کا مال غیر ملکی منڈیوں سے ان کے یہاں آتا تھا۔ ۱۹۱۵ء اور ۱۹۲۵ء کے درمیانی عرصے میں دہلی کے تمام مسلمان تاجروں کے ہاں منشی ہندو ہی ہوتے تھے، مسلمان منشی چراغ لیکر ڈھونڈو تو نہ ملتے تھے۔ چنانچہ حاجی عبدالحکیم صاحب کے ہاں بھی ہندو منشی تھے جن کا نام سکّو لال تھا۔ وہ چھوٹے سے قد کے دبلے پتلے سکڑے سمٹے آدمی تھے اور آخر دم تک حاجی صاحب کے ہاں انہوں نے کام کیا۔ وہ منشی گیری کے علاوہ حاجی صاحب کے بچوں کی دیکھ بھال بھی کرتے تھے اور سیر و تفریح کے لئے بھی لے جاتے تھے۔

حاجی صاحب انگریزی تہذیب اور انگریزی رسم و رواج کے خلاف تھے اور قمیض کو "کافر کرتی" کہا کرتے تھے اور اس کے پہننے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

حاجی حافظ عبدالحکیمؒ سیاسی آدمی نہ تھے، نہ انہوں نے سیاست میں عملی حصہ لیا۔ وہ تاجر تھے اور اپنے وقت کے کامیاب تاجر تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی مرنجاں مرنج آدمی تھے۔ وہ نہ شہرت کے خواہش مند تھے اور نہ ہنگامہ خیز زندگی کے عادی تھے لیکن ملک کے سیاسی رہنماؤں سے ان کے بہت قریبی تعلقات تھے۔ حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مسٹر آصف علی، مولانا عارف ہسوی، مفتی محمد کفایت اللہ وغیرہ وہ چوٹی کے رہنما تھے جن کی آرجاران کی دکان پر کافی سے



مولانا امداد صابری جولائی ۱۹۳۲ء


امداد صابری

زیادہ وقتی۔ ان کے ساتھ ہندوستان گیر شہرت کے ہندو رہنما بھی کبھی کبھی آجایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان پران سیاسی رہنماؤں کے خیالات کا پرتو پڑنا چاہیے تھا، اور وہ پڑ کر رہا۔ وہ پلیٹ فارم پر نہیں آئے۔ انہوں نے جلسوں اور جلوسوں میں بھی شرکت نہیں کی۔ لیکن پس پردہ رہ کر انہوں نے اہم سیاسی خدمات انجام دیں۔ جب کبھی ملک و قوم کو ان کی ضرورت ہوئی اور ملک کے مانے ہوئے رہنماؤں نے ان کی خدمات حاصل کرنی ضروری سمجھیں انہوں نے سرگرمی سے اپنا پارٹ ادا کیا۔

خاص طور پر خلافت کے زمانے میں دہلی میں جتنی بھی ہڑتالیں ہوتی تھیں دکانیں بند کرانے کے لئے مولانا محمد علی صاحب و مولانا شوکت علی صاحب پیش پیش رہتے تھے اور چاندنی چوک کو بند کرانے کے لئے حاجی عبدالحکیم صاحب کے پاس آتے تھے۔ حاجی صاحب ان کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ چاندنی چوک کے مسلمان دکاندار بھی حاجی صاحب کی عزت کرتے تھے۔ ان کے کہنے کی دیر ہوتی کہ فوراً دکانیں بند ہو جایا کرتی تھیں۔

کانگریس کے زمانے میں بھی یہی حالت رہی۔ مولانا عبداللہ آٹے والے، مسٹر آصف علی جب بھی کسی کام کیلئے آئے انہوں نے انکار نہیں کیا اور تعاون کیا۔

حاجی صاحب نے اپنی عمر میں کافی مسجدوں کی مرمت کرائی اور بیواؤں کی شادیاں کرانے میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کے بعد کراچی چلے گئے تھے۔ وہاں بھی الفنسٹن اسٹریٹ کے قریب ایک مسجد کی مرمت کرانی شروع کر دی تھی۔

انتقال سے دو ماہ قبل کا واقعہ ہے کہ حاجی صاحب کے پرانے دوست خلیفہ بشیر الدین صاحب دہلوی آپ کے مکان پر تشریف لائے اور انہوں نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ گاندھی گارڈن (کراچی) پر حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

کے مرید اور خلیفہ مولانا عبداللہ تلی ہوئی مچھلیاں فروخت کرتے ہیں۔ ان سے ملنے چلئے صاحب دل اور بابرکت ہستی ہیں۔ طے ہوا کہ اگلے اتوار کو چلیں گے۔ چنانچہ اتوار آیا تو آپ اپنے چھوٹے بھائی عبدالعظیم صاحب اور خلیفہ بشیرالدین صاحب کے ہمراہ مچھلی والوں سے ملنے گئے۔ خلیفہ بشیرالدین صاحب نے ان سے یہ کہدیا تھا کہ ان کی بے رخی کا اثر نہ لیجئے گا وہ بے توجہی سے بات کرتے ہیں۔ حاجی صاحب دکان پر پہنچے تو مچھلی والے تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا۔ حاجی صاحب نے بھی ان کو پہچان لیا۔ باتیں ہوئیں کراچی کے مزاروں اور ان کے فیوض کا ذکر ہوا۔ منگا پیر عبداللہ شاہ وغیرہ کے تذکرے ہوئے۔ چنانچہ حاجی صاحب ان مزارات پر تشریف لے جانے لگے۔

اور تقریباً ہر ہفتہ مچھلی والوں سے ملتے تھے۔ جب کبھی ان سے ملنے پر کوئی معترض ہوتا کہ آپ مچھلی والوں کے ہاں کیوں جاتے ہیں، ان کے یہاں بیٹھنے اور ان کے کپڑوں کو دیکھنے سے گھن آتی ہے، تو حاجی صاحب فرماتے تھے کہ یہ اپنے وقت کے قطب ہیں، ان کو رات کو جو حکم ملتا ہے وہ صبح کو اس پر عمل کرتے ہیں۔

ملاقات کے پندرہ دن بعد حاجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مچھلی والے مولانا آپ کو موت کی خبر دے رہے ہیں کہ اب آپ کا وقت آگیا ہے۔ حاجی صاحب نے جواب میں تین بار کہا "میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں"، اور یہ شعر پڑھا۔ ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

صبح کو حاجی صاحب بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے خواب کا تذکرہ کیا۔ ان کی اہلیہ رونے لگیں۔ آپ نے کہا روتی کیوں ہو، ایک نہیں دسیوں مرتبہ موت کی گھنٹیاں بج چکی ہیں۔ بڑھاپے کا آنا، قویٰ کا مضمحل ہونا، آنکھوں کا

آپریشن ہوتا، چلنے پھرنے میں دقت، کیا یہ ظاہر نہیں کر رہے ہیں کہ موت کی گھڑی قریب ہے۔ اب بھی موت کے نام سے پریشان ہوتی ہو۔

فرصت کم ہے یاں رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی
آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزم جہاں افسانہ ہے

حاجی صاحب کے صاحبزادے میاں منظر اپنی والدہ کے پاس آئے تو ان کی والدہ نے ان سے خواب کا واقعہ دہرایا۔ وہ بھی زار وقطار رونے لگے۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔ گھر میں رونا دھونا ہو رہا تھا اور حاجی صاحب گھر سے نکل کر پھلی والوں کو خواب کی اطلاع اور منظوری دینے کے لئے پہنچے۔ آپ نے ان سے فرمایا، میں حاضر ہوں، موت کو لبیک کہتا ہوں۔ رات کو آپ نے موت کی جو اطلاع دی تھی اس کے لئے میں ہر وقت تیار ہوں۔ پھلی والے مولانا معنی خیز ہنسی ہنسے اور فرمایا خواب کی باتیں سچ نہیں ہوتیں۔

حاجی صاحب یہاں سے فارغ ہوئے تو بازار پہنچے۔ وہاں سے لٹھے کا ایک تھان ململ کا ایک تھان مسواک، کنگھا، تسبیح، سلیٹی رنگ کا صافہ، جائے نماز، ازار بند اور جوتیاں خریدیں۔ گھر پہنچے اور بیوی سے تھانوں کو پھڑوا کر چار کرتے، چار پائجامے، چار صافے کتروائے۔ چالیس روپے گھر سے لے کر چلے اور مستحق لوگوں کو یہ چیزیں تقسیم کر کے دکان چلے گئے۔

رات کو گھر آئے تو اہلیہ نے پوچھا، ان چیزوں کا کیا کیا، انہوں نے کہا میں نے مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیں، اب تم لوگوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم کرنا یا نہ کرنا۔

چنانچہ انتقال سے دو ہفتے قبل دکان سے آئے۔ کھانسی اٹھی تو بلغم کی جگہ خون آنا شروع ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے علاج کیا کہ خون آنا بند ہو جائے۔ دوسرے

تیسرے روز تک خون آتا رہا۔ ایک دن بہت ہی حالت خراب ہوگئی ہاتھ پاؤں مڑ گئے اور ٹھنڈے پڑ گئے، بے ہوشی کا عالم طاری ہو گیا گھر والے نا امید ہو گئے۔ لیکن پندرہ بیس گھنٹے کے بعد ایسے اٹھ کر بیٹھ گئے جیسے بالکل تندرست ہو گئے ہوں۔ حسب دستور باتیں کرنے لگے گھر والوں نے صحت یابی کا کھانا کھلایا۔ جب یہ کھانا پک رہا تھا تو حاجی صاحب نے اپنی اہلیہ سے فرمایا، تم سمجھتی ہو کہ میں اچھا ہو گیا ہوں۔ نہیں، میں نے سنبھالا لیا ہے۔ ؎

مرگ ایک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء مطابق ۶ رجب ۱۳۷۰ھ کو جمعہ کے روز صبح آٹھ بجے آپ کو ایک دم خون آنا شروع ہوا۔ خون کی تلیاں بہنی شروع ہو گئیں تمام جسم کے کپڑے اور چادر خون سے لت پت ہو گئے۔ حالت نزع میں رحلت سے آٹھ منٹ پہلے ان کے بھائی حاجی عبدالعظیم صاحب نے ان سے پوچھا کہ بھائی معلوم ہے آج کیا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے آج جمعہ کا دن ہے۔ آپ کے صاحبزادے میاں منظر سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے کہ سلام قولا من رب الرحیم، کی آیت پر پہنچے، لام پر زبر کی بجائے پیش پڑھنے لگے تو آپ نے زور سے فرمایا سلام قولاً من رب الرحیم، پڑھو۔

جب خون سے تمام کپڑے لت پت ہو گئے تو آپ کی اہلیہ نے کہا کہ قینچی لاؤ کرتا کترا جائے۔ آپ نے خود اسی نزاعی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ سلسلہ وار اٹھا دیئے اور خود کرتا اتارا۔

وقتِ نزع حاجی صاحب کے چہرے پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ آپ کی زندگی میں خواہش تھی کہ شہید ہوں۔ چنانچہ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور شہیدوں کی موت پائی۔ آپ کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ ؎

دم واپسیں برسرِ راہ ہے عزیزو بس اللہ ہی اللہ ہے

کراچی میں تین سال تک مہاجرین کو میتوں کے دفنانے میں بڑی دقتیں اور پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اس وقت دہلی صدیقی برادری کے لوگوں نے قبرستان کے لئے ایک زمین خریدی جو میوہ شاہ میں تھی۔ اس قبرستان میں پہلی میت آپ کی ہی رکھی گئی اور آپ کا مزار بنا۔ آپ کی میت کی نماز ہزاروں مسلمانوں نے پڑھی۔ دہلی اور آگرے کے علاوہ کراچی میں بیسیوں قرآن مجید ختم ہوئے ہیں۔ تے حاجی صاحب مرحوم و مغفور کی وفات پر حسب ذیل تاریخ کہی۔ ؎[1]

حافظ خوش گلو، محب قدیم راس تجار یعنی عبد حکیم
۱۹۵۱ء
صادق القول، عقیدے کے راسخ خوش مزاج وخلیق اور تھے حلیم
جانشین شہ ابوالخیر تھے آپ ان کی صحبت میں رتبہ پایا عظیم
آرزو تھی، پیا شہادت کا جام ہو گئے داخلِ مکانِ نعیم

کیوں ہوں منظر، رحیم رنجیدہ
ہر بشر رفتہ رفتہ ہو گا یتیم
۱۹۵۱ء

صغرا بی بنت حاجی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی عبدالحکیم صاحب کی پہلی اہلیہ تھیں جن سے حافظ محمد رحیم صاحب اور تین صاحبزادیاں امت الزمانی زوجہ حاجی بدرالزماں صاحب، امت الحسین زوجہ قاری عبدالوہاب صاحب، نور بی زوجہ حاجی عبدالکریم صاحب ہوئیں۔

محمد رحیم صاحب ۱۲ر اکتوبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ؎[2]

محمد رحیم نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں سے بعض حضرات بڑی شہرت

؎[1] اخبار انگار، دہلی ۱۸ر جولائی ۱۹۵۲ء۔ ؎[2] ماہنامہ مشورہ آگرہ۔ آگرہ نمبر ۱۹۳۶ء

کے حامل ہیں۔ مثال کے طور پر قاری وحید بخش پانی پتی (اپنے زمانے کی بے مثال شخصیت تھی)، قاری نور محمد پانی پتی، حافظ محمد سلیمان، حافظ باقر علی (یہ حضرت اخوندجی مرحوم کے منہ بولے بیٹے تھے) ماسٹر یوسف علی (یہ حضرت شاہ ابوالخیر کے مرید تھے) اور ماسٹر رحمت اللہ رحمت میرٹھی ثم الدہلوی (ان کا منظوم کلام شاہجہاں اور ارمغان دہلی میں چھپتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت بیماب اکبر آبادی سے نوک جھونک ہو گئی اور انہوں نے رحمت کے کلام پر اعتراضات کئے تو بیخود دہلوی نے جواب کا فرض اپنے ذمہ لے لیا۔

محمد رحیم کی شادی ۱۹۴۲ء میں رضیہ سلطانہ دہلوی کے ساتھ ہوئی۔ یہ وہی رضیہ سلطانہ ہیں جن کی کتابیں رضیہ کے خطوط، رضیہ کا شاہی دستر خوان، رضیہ کی مشرقی مغربی کشیدہ کاری اور لعل و گوہر مشہور ہیں۔ رضیہ سلطانہ حاجی محبوب الٰہی کی صاحبزادی ہیں۔ وہ صوفی منش رئیس تھے۔ دہلی کی جامع مسجد کی شمالی دیوار کے پاس آپ کا مزار ہے۔

مطالعہ، سیر و سیاحت اور ادب و صحافت محمد رحیم کے پسندیدہ مشغلے ہیں۔

ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور یہ بچپن سے ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ کوئی اچھی کتاب ان سے نہ بچتی تھی۔ پھر ایک لائبریری کی لائبریری تہ بدلی۔ اس طرح لڑکپن ہی میں ان کے پاس ایسی اچھی لائبریری تھی جس میں ہزاروں کتابیں تھیں۔ مطالعہ کا اتنا شوق تھا کہ کھانا کھاتے وقت بھی کتاب سامنے رہتی۔ ہاتھ نوالے بناتا مگر آنکھیں عبارت پر لگی رہتیں۔ راتوں کو آدھی آدھی رات تک جاگتے۔ پھر بھی یہ حسرت رہتی کہ کم از کم ایک باب تو اور پڑھ لیتے۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کرنی پڑی تو کتابیں ساتھ نہ جا سکیں۔ کراچی میں از سر نو کتابیں جمع کرنی شروع کیں اور اب پھر ان کے پاس بہت بڑی لائبریری ہے جس میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو

نایاب ہیں، اور مطالعہ اب بھی ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

ادب سے انہیں دلی لگاؤ ہے، بہت سی کتابوں کے مصنف، مولف اور مرتب ہیں، ان کی جو کتابیں چھپ چکی ہیں ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے۔ ان میں ناول، افسانے، سفرنامے، کہانیاں، تاریخ اور سوانح عمریاں سب ہی عنوانات پر انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے۔ ان میں بعض کتابیں اس قدر مقبول ہیں کہ ان کے چار چار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے کی کتابوں میں فاطمہ کا لال اور زارینہ کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ پاکستان بننے کے بعد جو کتابیں چھپیں ان میں "محمد شیبانی خاں" اور "سلطان احمد تیمنل" بہت مقبول ہیں۔ انہوں نے کراچی ریڈیو کے لئے اور اخبارات و رسائل میں بہت کچھ لکھا ہے۔ سب مسودے چھپ جائیں تو مزید بیس کتابیں چھپ سکتی ہیں، اور انہیں چھاپنے کا پروگرام ہے۔

صحافت کے خارزار میں بھی انہیں شہرت حاصل ہے۔ دہلی میں انہوں نے کافی عرصہ "بچوں کا باغ" مرتب کیا ہے۔ وہ پاکستان بننے کے بعد دو تجارتی رسائل کو ایڈٹ کرتے رہے ہیں۔ اردو بازار دہلی میں مکتبہ حنفیہ ان کا اشاعت و طباعت کا بہت بڑا ادارہ تھا اور اس نے بہت سی قابل تعریف کتابیں چھاپی تھیں۔

رفاہ عامہ کے کاموں میں انہوں نے کافی دلچسپی لی ہے۔ ناظم آباد کراچی میں ۲۲۶ مکانوں پر مشتمل ایک کالونی بنانے میں انہوں نے اپنا رات دن ایک کر دیا تھا۔ یہ مکانات مہاجرین کو ہائر پرچیز سسٹم پر دیئے گئے بیس برس تک وہ لوگ جو کرایہ دیں گے وہ مکانوں کی قیمت کے طور پر جمع ہوگا اور اس کے بعد یہ مکانات ان ہی کی ملکیت ہو جائیں گے۔ ان میں سے ہر کرایہ دار کی زندگی کا بیمہ ہے۔ اس عرصہ میں کسی کرایہ دار کا انتقال ہو جائے تو اس کا مکان فوراً اس کے بال بچوں کی ملکیت ہو جاتا ہے اور پسماندگان کو کوئی پیسہ نہیں دینا پڑتا۔

رحیم صاحب خوش طبع، خوش اخلاق اور خوش فکر ہیں مگر بہت کم آمیز ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ علمی ادبی محفلوں میں دکھائی دیتے تھے بلکہ پیش پیش رہتے تھے اب یہ محفلوں میں جانے سے احتراز کرتے ہیں اسی کے ساتھ۔ بہت کم دوست بناتے ہیں مگر جنہیں دوست بنا لیتے ہیں ان پر جان چھڑکتے ہیں۔ دوست بھی ان کی قدر کرتے ہیں اور ان کے مداح ہیں۔

تجارت وصنعت کے میدان میں انہیں خاص امتیاز حاصل ہے۔ کراچی میں لارنس روڈ پران کی دو عظیم الشان فیکٹریاں ہیں۔ ان میں چمڑے، ربڑ، پلاسٹک، پی وی سی اور دوائیں کا سامان بنتا ہے اور مشرق وسطیٰ افریقہ اور یورپ میں دور دور تک جاتا ہے۔ ان ملکوں میں بہت سی جگہ ان کے ایجنٹ اور اسٹاکسٹ اور نمائندے موجود ہیں۔ ٹھٹھائی کمپونڈ، بندر روڈ پران کا ہول سیل ڈپو ہے۔ کراچی کے مضافات میں کورنگی انڈسٹریل اسٹیٹ میں دو مزید بڑی فیکٹریاں زیر تعمیر ہیں اور ایک اور فیکٹری اسلام آباد میں بن رہی ہے۔

وہ چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے ممبر ہیں۔

سیاحت ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں دور دراز سرحدوں تک گئے ہیں۔ بمبئی، کلکتہ، مدراس، بنگلور، پشاور، مری، سری نگر کے انہوں نے متعدد پھیرے کئے ہیں اور آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔

سمندر پار ملکوں میں انہوں نے ۱۹۶۱ء میں ایران، بیروت، سوئٹزرلینڈ، اسپین، انگلینڈ، فرانس، جرمنی، بلجیم، ہالینڈ، اٹلی اور مصر کا دورہ کیا۔ اس یادگار سفر میں انہیں مشرقی برلن کے کمیونسٹ علاقہ کی سیر کا موقع بھی ملا۔ ان کا سفر نامہ بہت دلچسپ ہے اور معلومات سے بھرپور ہے لیکن یہ ابھی نہیں چھپا۔ ۱۹۶۴ء میں وہ سعودی عرب گئے اور مکہ، مدینہ اور جدہ رہے۔ اب افریقہ جانے کے لئے پر تول رہے ہیں۔

وہ جن بہت سی علمی مجلسوں سے منسلک رہے ان میں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

(جس نے سرسید گرلز کالج بنایا) انجمن اسلامیہ (جس نے جناح کالج بنایا) انجمن حیات الاسلام (جس نے عثمانیہ کالج بنایا) آل پاکستان ہسٹوریکل کانفرنس اور انجمن معین المعارف وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

ان کے چھ بچے ہیں۔ ان میں پانچ لڑکیاں اور ایک صاحبزادے ہیں اور سب کے سب تعلیم وتربیت سے آراستہ ہیں۔ ان میں سے دو لڑکیاں ادیب ہیں اور دو لڑکیاں پی۔ ایچ ڈی (ڈاکٹریٹ) کررہی ہیں۔ ایک لڑکی فرسٹ ایئر میں ہے۔ اور ریاض الرحیم حال ہی میں یورپ کا دورہ کرکے آئے ہیں۔ مانچسٹر میں انہوں نے آئی سی آئی میں ربر کیمیکل کا کورس پورا کیا ہے اور اب کراچی یونیورسٹی میں بی۔ ایس سی میں سیکنڈ ایر میں پڑھتے ہیں۔

ریاض الرحیم تاج محل کی سرزمین آگرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش منگل ۲۰ فروری ۱۹۴۵ء ہے۔

جب حاجی عبدالحکیم صاحب کی پہلی اہلیہ کا انتقال ہوگیا تو حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کی دوسری صاحبزادی ممتاز النساء سے ان کی شادی ہوئی جن سے حافظ منظر احمد صاحب، رونق بی زوجہ محمد میاں صاحب، خاتون بی زوجہ محمد عاقل صاحب، صابرہ خاتون زوجہ امداد صابری، حسن آرا زوجہ نواب حرمل صاحب بنگال ٹینری کلکتہ ہوئیں۔

حافظ منظر احمد صاحب مالک جنرل بوٹ ہاؤس ایک مخیر، ہمدرد خلائق، صوفی منش انسان ہیں۔

انہوں نے قرآن مجید قاری نعیم اللہ صاحب سے حفظ کیا۔ والد صاحب کی دکان جنرل بوٹ ہاؤس میں کام سیکھا اور اسی دکان میں کاروبار کیا۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے بعد کراچی چلے گئے۔ وہاں کے مشہور بازار الفنسٹن سٹریٹ پر جنرل بوٹ ہاؤس کے نام سے تجارت شروع کی۔ خواجہ حسن نظامی سے ان کے گہرے مراسم تھے چنانچہ وہ ان کو اپنے

روزنامچے میں "خوش منظر" لکھا کرتے تھے۔

منظر صاحب کاروباری لحاظ سے کامیاب ترین تاجر ہیں۔ پاپوش کی منڈی میں پاکستان میں باٹا کے بعد آپ کا نمبر آتا ہے۔ آپ نے پاپوش کے کاروبار کو بڑا فروغ دیا ہے۔ ربڑ کے کاروبار کے ساتھ پاپوش سازی کی ایک بڑی فیکٹری کراچی میں بنائی ہے اور اسی سلسلے میں آپ کئی بار یورپ کا دورہ کرچکے ہیں۔ ان کو حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے بے پناہ عقیدت ہے۔ کراچی میں ان کا سالانہ عرس بڑے تزک و احتشام سے کرتے ہیں۔

ان کی شادی فرحت سلطان بنت شیخ معراج احمد صاحب سے ہوئی جس سے ایک صاحبزادے آفتاب منظر صاحب اور ایک صاحبزادی روشن آرا ہوئیں۔ [1]

امداد صابری
محلہ چوڑیوالان، دہلی

[1] دہلی صدیقی برادری کی شخصیتیں ص [illegible]

ضرورتِ تالیف

انگریزی عہدِ حکومت میں اردو ادب کے نثر و نظم کے شعبوں میں جہاں ترقی ہوئی وہاں اسی دور میں اردو ادب میں صحافت کا ایک نیا باب کھلا اور صحافت نے اردو ادب کو چار چاند لگائے اور اس کی ترقی کا باعث بنا۔

اردو ادب میں نثر و نظم پر بہت سی مستند اور جامع تاریخیں لکھی گئی ہیں اور نثار اور شاعروں کی زندگی کے حالات اور ان کے علمی کارنامے تاریخ کے صفحات کی زینت بنے ہیں لیکن صحافت اردو کی آج تک کوئی مستند اور وسیع تاریخ شائع نہیں ہوئی اور کوئی شکل میں تو آئی ہی نہیں۔

اس سلسلے میں کچھ حضرات نے رسائل میں مضامین ضرور لکھے ہیں اور صحافت کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے لیکن وہ ذمہ دارانہ نہیں ہیں۔ ان میں تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیا گیا۔ اس میں بیشتر اسی قسم کے مضامین اور ادھورے تذکرے ہیں، جیسے تاریخ نثر اردو مرتبہ مولانا احسن مارہروی میں کچھ اخبارات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان کی تحقیق کا معیار اس انداز کا ہے کہ انہوں نے اخبار "عام" لاہور کا سنہ اجرا ۱۹۰۱ء لکھا ہے۔ حالانکہ یہ اخبار سنہ ۱۸۷۱ء میں جاری ہوا تھا۔

البتہ بابائے اردو علامہ برجموہن دتاتریہ کیفی مدظلہ کا مضمون جو رسالہ اردو دہلی میں شائع ہوا ہے وہ حقیقتاً ایک مستند و مدلل تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور صحافی شاہکار ہے۔ لیکن اس مضمون میں بہت کم اخبارات کا ذکر اور وہ بھی مختصر ہے۔ رگارسان دتاسی کے خطبات و مقالات سے صحافی مواد ملتا ہے لیکن اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ اخبار کب جاری اور کب بند ہوا، اس کا انداز تحریر کیا تھا۔ اخبارات کی عبارتوں کے اقتباسات اس میں کچھ بھی نظر نہیں آتے۔ اس کے علاوہ ان بزرگوں کی کتابوں اور مضامین میں اور دیگر حضرات کے مضامین میں خاص طور پر یہ کمی پائی گئی ہے کہ انہوں نے اس بات کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی کہ جن صحافیوں نے اپنی زندگی صحافت نگاری میں بتائی ہے، ان کے صحافی کارنامے بھی تاریخی حیثیت حاصل کریں اور ان کی زندگی کے حالات سے علمی طبقہ کو روشناس کرایا جائے۔

اس دور میں صحافت اور اہل صحافت کا درجہ بلند ہے۔ صحیح معنی میں ایک نامہ دار اخبار اپنے زمانے کے حالات کی ایک مستند تاریخ کا مالک ہے اور ایک صحافی مورخ دانشمند کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ مورخ ہی نہیں بلکہ قوم و ملک کے خیالات و حالات و ماحول کو بنانے سدھارنے بدلنے اور بگاڑنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔

اردو ادب کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں کہلائی جا سکتی جس وقت تک صحافت اور اہل صحافت کا اس میں ذکر نہ ہو۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے میں نے "تاریخ صحافت اردو" مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ پانچ چھ سال کی کاوشوں کے بعد اس میں مجھ کو کچھ تھوڑی بہت کامیابی حاصل ہوئی جس کو میں پیش کر رہا ہوں۔

اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان کے قدیم زمانے منو کے دور سے عہد مغلیہ کے آخری بادشاہ ظفر تک کے عہد کی خبر رسانی کے ذرائع اور ہندوستان کی اخباری ابتدائی زندگی کا مختصر خاکہ کھینچنے کے بعد اردو اخبارات کی ابتدائی زندگی سے

شروع کرکے سنہ ۱۹۵۰ء تک کے اخبارات اور ان کے ایڈیٹروں کے حالات زندگی اور علمی و صحافی کارنامے قلم بند کئے جائیں۔

نیز یہ بھی سعی کی گئی ہے کہ اخبارات کے اقتباسات اس قسم کے پیش کئے جائیں جو اپنے دور کے تاریخی ماحول کا پتہ دیں تاکہ اس زمانے کے اہم واقعات سامنے آجائیں۔

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ قدیم ہند کی خبر رسانی اور غدر سے پہلے کے اخبارات و ایڈیٹروں کے حالات

۲۔ غدر کے بعد ۱۸۵۸ء سے ۱۹۰۰ء تک کے اخبارات و ایڈیٹروں کے حالات

۳۔ سنہ ۱۹۰۱ء سے سنہ ۱۹۵۰ء تک کے اخبارات و ایڈیٹروں کے حالات۔

کتب ماخذ

تاریخ صحافت اردو حصہ اول کے مرتب کرنے میں جن کتابوں اور اخباروں اور رسائل و مضامین کا مطالعہ کیا ہے اور جن کے حوالے اور اقتباسات دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مؤسیقی۔
۲۔ تاریخ بہاقی۔
۳۔ انجیل شریف۔
۴۔ تزک تیموری۔
۵۔ تزک جہاں گیری۔
۶۔ قدیم تاریخ ہند عثمانیہ۔
۷۔ ایڈمنسٹریشن آف سلطنت دہلی مصنفہ پروفیسر اشتیاق حسین قریشی۔
۸۔ طبقات اکبری۔
۹۔ تاریخ ہند۔ ذکاءاللہ۔
۱۰۔ ملفوظات خواجگان چشت
۱۱۔ تاریخ الفخری۔
۱۲۔ زمزم نامہ شیر شاہی۔
۱۳۔ واقعات دارالحکومت دہلی مولوی بشیرالدین۔
۱۴۔ مضمون کیفی۔ رسالہ اردو اپریل ۱۹۳۵ء
۱۵۔ ماثرالامرا۔
۱۶۔ سفرنامہ طامس رو۔
۱۷۔ مغلیہ پالیسی، ڈاکٹر سرن
۱۸۔ شیواجی، لالہ لاجپت رائے۔
۱۹۔ انڈین پریس مارگریٹا بارنس۔

۲۰۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔
۲۱ خطبات ومقالات گارسان دتاسی۔
۲۲۔ مدراس میں اردو۔
۲۳۔ حیات جاوید مولانا حالی
۲۴۔ مرحوم دہلی کالج، مولانا عبدالحق
۲۵ تاریخ نثر اردو، مولانا احسن مارہروی
۲۶۔ نادرات غالب
۲۷۔ عود ہندی غالب
۲۸۔ مثنوی پیشوا بے آر چیمبر۔
۲۹۔ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۵۰ء
۳۰۔ جہاں نما کلکتہ۔
۳۱۔ آئینہ سکندر کلکتہ۔
۳۲۔ ماہ عالم افروز کلکتہ۔
۳۳۔ اخبار لدھیانہ
۳۴۔ سلطان الاخبار کلکتہ۔
۳۵۔ دہلی اردو اخبار۔
۳۶۔ سراج الاخبار دہلی۔
۳۷۔ محب ہند دہلی۔
۳۸۔ فوائد الناظرین دہلی۔
۳۹۔ دھرم جیون لاہور۔
۴۰۔ نصرت الاخبار دہلی۔
۴۱۔ اردوئے معلی علی گڑھ ایڈیٹر مولانا حسرت موہانی
۴۲۔ رجسٹر نیوز پیپر ۱۸۴۶ء تا ۱۸۶۲ء
۴۳۔ ہندی جرنلزم، رام ناتھ بھٹناگر
۴۴۔ آب حیات، مولانا محمد حسین آزاد
۴۵۔ تاریخ نظم ونثر اردو۔
۴۶۔ ایسٹ انڈیا کمپنی رباری
۴۷۔ تاج التواریخ مولانا نصرت علی
۴۸۔ غدر دہلی کے اخبار خواجہ حسن نظامی
۴۹۔ مضمون ۵۷ء کے چند اخبار رسالہ برہان دہلی۔

میرا ہرگز یہ دعوٰی نہیں ہے کہ میں نے جو کچھ تحقیق وتلاش کے بعد لکھا ہے وہ سب صحیح ہے۔ تحقیقی میدان بہت وسیع ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے، مجھ سے سہواً غلطیاں ہوسکتی ہیں اور یقیناً ہوئی ہوں گی۔ میں انتہائی ممنون ہوں گا جو اہلِ قلم میری غلطیوں کی طرف توجہ دلائیں گے میں اس کو اپنی اعانت سمجھوں گا اور دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوجائے گی۔

بابائے اردو علامہ دتاتریہ کیفی، شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، مولانا انتظام اللہ

شہابی، سردار دیوان سنگھ ایڈیٹر ریاست دہلی، مولانا اسلم جیراج پوری، پروفیسر جامعہ ملیہ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حسرت موہانی مرحوم، محترم جمنا داس اختر ایڈیٹر تیج دہلی ڈائرکٹر نیشنل آرکائیوز آف انڈیا اور مولانا عبدالرؤف صاحب مہتمم نذیریہ لائبریری دہلی کا شکر گذار ہوں کہ ان حضرات نے تاریخ صحافت اردو مرتب کرنے میں حتی الامکان مدد کی اور بخل سے کام نہیں لیا۔

غدر سے قبل اور بعد کے اخبارات

میرے والد ماجد مولانا شرف الحق صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانے میں حسب ذیل غدر سے قبل اور بعد کے اخبارات کے قابل قدر پرچے ہیں، ان سے مجھ کو تاریخ صحافت اردو مرتب کرنے میں مدد ملی۔

۱۔ جام جہاں نما کلکتہ۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۲۵ء، ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء، ۲۶ دسمبر ۱۸۲۷ء کے پرچے۔
۲۔ دہلی اردو اخبار دہلی۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۴۰ء، ۲ جنوری ۱۸۴۱ء، ۸ اگست ۱۸۴۱ء کے پرچے۔
۳۔ فوائد الشائقین دہلی۔ ۱۸۴۸ء کا پورا فائل۔
۴۔ محب ہند دہلی۔ اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست ۱۸۵۰ء کے پرچے۔
۵۔ مخزن مسیحی الہ آباد۔ ۱۸۶۸ء، ۱۸۶۹ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۲ء، ۱۸۷۴ء، ۱۸۷۵ء کے مکمل فائل۔
۶۔ خیر المواعظ دہلی۔ پنجم صفر ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء کا پرچہ۔
۷۔ نصرت الاخبار دہلی۔ ۱۸۷۶ء کی مکمل جلد۔
۸۔ منشور محمدی بنگلور۔ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۵ء کے مکمل فائل۔
۹۔ تہذیب الاخلاق علی گڑھ۔ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۱ء کے مکمل فائل۔
۱۰۔ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ معہ پروگرس ۱۲ مارچ ۱۸۸۳ء تا ۲۰ مارچ ۱۸۸۳ء تک سات پرچے اور ایک ۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء کا پرچہ۔
۱۱۔ کارنامہ لکھنؤ۔ نومبر ۱۸۸۴ء ایک پرچہ جلد ۲۱ نمبر ۴۴۔

۱۲۔ دھرم جیون لاہور۔ ۱۸۸۶ء اور ۱۸۸۰ء کے مکمل فائل۔

۱۳۔ رسالہ حسن حیدرآباد (دکن) جولائی ۱۸۹۱ء جلد چہارم نمبر ۷۔

۱۴۔ محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج میگزین علی گڈھ۔ یکم اگست ۱۸۹۶ء جلد ۴ نمبر ۸ کا ایک پرچہ، ۱۸۹۹ء کے پانچ پرچے۔

۱۵۔ علی گڈھ منتھلی علی گڈھ۔ ۱۹۰۲ء وغیرہ کے پرچے۔

۱۶۔ رسالہ افسر حیدرآباد دکن۔ یکم جنوری ۱۹۰۱ء کا ایک پرچہ۔ ایڈیٹر مولوی عبدالحق (بابائے اردو)

۱۷۔ معیار الانشار حیدرآباد دکن۔ فروری ۱۹۰۴ء۔ ایڈیٹر حضرت سائل دہلوی۔

۱۸۔ کرزن گزٹ دہلی۔ ۱۹۱۲ء کا مکمل فائل۔

۱۹۔ الہلال دہلی۔ ۱۹۱۳ء کا مکمل فائل۔ ایڈیٹر مولانا آزاد۔

۲۰۔ اردوئے معلی علی گڈھ۔ جولائی ۱۹۱۲ء مئی ۱۹۱۱ء کے دو پرچے۔ ایڈیٹر مولانا حسرت موہانی۔

۲۱۔ ضمیمہ گزٹ ممالک مغربی و شمالی۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۷۳ء اور ۲۴ جنوری ۱۸۷۵ء کے دو پرچے۔

اشاعت کی ذمہ داری

موجودہ کساد بازاری میں میری ہمت نہیں تھی کہ تاریخ صحافت اردو کی اشاعت کا بار اٹھاتا اور اس کو اپنے پیسے سے چھپواتا، میرے قدیم دوست اور ساتھی مولانا محمد ابراہیم جنرل سکریٹری انجمن تحفظ اردو حلقہ جامع مسجد دہلی نے اس تاریخ کو پسند کیا اور ازراہ مہربانی اس کتاب کی اشاعت کا بار خود اٹھانے کی خواہش کی اور اس کو خود ہی طبع کرایا، اور دوسرے علم دوست حضرات نے بھی ان کی مدد کی۔

امداد صابری
چوڑیوالان، دہلی

یکم جنوری ۱۹۵۳ء

قدیم ہند کی خبر رسانی

جب سے آدم کی اولاد نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے خبر رسانی کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ابتدائی دور میں مسافروں، تاجروں اور قافلوں کے سفر پہلا خبر رسانی کا ذریعہ بنے۔ جب کوئی مسافر، تاجر اور قافلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تو وہاں پہنچکر اپنی جگہ، مقام و قصبہ یا شہر کے حالات اور خبریں بیان کرتا تھا اور جب وہاں سے واپس آتا تو ان مقامات کے حالات اور خبروں سے اپنے لوگوں کو آگاہ کرتا تھا۔

جب حضرت انسان نے ترقی کی طرف توجہ دی اور تنظیمی شکل میں آئے اور راجہ پرجا کے پھندوں میں پھنس گئے تو عہد برہمنی میں خبریں پہنچانے اور خبریں حاصل کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ راجہ ملکی نظام چلانے کے لئے تین یا پانچ گاؤں کے درمیان ایک حفاظتی مکان (سرائے) بنواتا تھا جس میں اس کے اہل کار اپنی ڈیوٹی انجام دیتے تھے۔ اور حسب ذیل طریقہ خبر رسانی کا ذریعہ بنتا تھا۔

"گاؤں میں کچھ واردات ہو تو گاؤں کا مالک دس گاؤں کے مالک سے

ا۔ منو ساتواں ادھیائے، ۱۰۴۔

کہے اور وہ بیں گاؤں کے مالک سے کہے بیس گاؤں کا مالک سو گاؤں کے مالک سے کہے اور وہ ہزار گاؤں کے مالک سے کہے" [1]

اسی زمانے میں دوسرے ملکوں کے حالات جاننے کے لئے "دوت یعنی سفیر جایا کرتے تھے جن کی ڈیوٹی منو مہاراج نے یہ مقرر کی تھی۔

"دوت (سفیر) دوسرے راجاؤں کے دل کی بات اپنی حکمت کے لئے معلوم کرے، دوت کے اختیار میں صلح اور جنگ ہے۔ دوت بگڑے کو ملاتا ہے اور ملے ہوئے کو بگاڑتا ہے۔ سب اہل کاروں میں دوت ہی راجہ کی بات اور اشاروں، آثار، قیافے سے راجہ کے کام کرنے کے لائق سب کام جانے" [2]

ملک اور ملکی افسران کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے مخبر بھی مقرر ہوتے تھے منو مہاراج کا ارشاد ہے۔

"وزیر اعظم گاؤں اور نگر وغیرہ کے مالکوں کو بے مطلب بھی وقتاً فوقتاً اپنی قوت سے دیکھتا رہے اور مخبروں کے ذریعہ سب کے دل کی بات جانے۔ کیونکہ اکثر عہدہ دار دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں اس واسطے ان سے رعیت کی حفاظت کرے" [3]

اسی طرح شہروں کے حالات جاننے اور خبریں حاصل کرنے، دوسرے راجاؤں کی سیاسی پوزیشن سے باخبر رہنے [4]۔ دشمنوں کے ملکوں اور ان کی فوجوں کے حالات جاننے [5]۔ رعایا کی خواہشات سے آگاہ ہونے کے لئے جاسوس و مخبر مقرر کئے جاتے تھے

---

[1] منو ۷-۱۰۶۔ [2] منو ۷، ۶۴-۶۸۔ [3] منو ۷، ۱۲۲-۱۲۴۔ [4] منو ۷، ۱۷۵۔ [5] منو ۷، ۲۹۹۔

جو سپاہیوں، کتوؤں، شراب خانوں، غلہ فروشوں، چوراہوں، جنگلوں، باغوں اور کاریگروں کے کارخانوں وغیرہ کی خبریں تک راجہ کو پہنچاتے تھے۔[51]

"چوروں، ڈاکوؤں، جیب کتروں، اٹھائی گیروں غرض ہر قسم کے مجرموں اور تمام جرائم و مقدمات کی تحقیق کے لئے بھی مخبر و جاسوس مقرر ہوتے تھے جن کو چوروں کا جاسوس کہا جاتا تھا جو چوروں اور بدمعاشوں کو اس بہلانے سے پھانستے تھے کہ تم ہمارے گھر چلو تم کو لڈو کھلا کر ایک ایسے برہمن سے ملوائیں گے جو انسانی اکیموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تدبیریں جانتا ہے"[52]

"راجہ وزیر اعظم اور اپنے رشتہ داروں پر بھی جاسوس و مخبر مقرر کرتا تھا جو ان کے ذریعے سے ان کی طاقت اور ارادوں سے باخبر رہتا تھا"[53]

"راجہ سفیروں، جاسوس اور مخبروں کی خبریں شام کو عبادت کے وقت خلوت گاہ میں سنتا تھا"[54]

چندر گپت کے دور میں محکمۂ تفتیش و خبر رسانی نے اور آگے قدم بڑھایا، سلطنت کے تمام محکموں، شاہی درباروں اور بڑے سے بڑے ذمہ داروں اور عوام کی ہر نقل و حرکت پر حادی ہو گیا تھا اور ان کی نگرانی کرتا تھا، بادشاہ کو ان کی خبریں پہنچاتا تھا۔[55] جن کو یونانی اہل قلم نے منتظم او رمہتمم لکھا ہے اور ان کا ذکر اشوک کے فرامین شاہی ملازمین یعنی پلسانی یا اجنبار نویس کے نام سے کیا ہے، جاسوسوں کے متعلق قواعد و ضوابط مقرر تھے جن میں یہ بات تسلیم کی گئی تھی کہ حکومت کے نظام کو درست طریقے سے چلانے کے لئے خفیہ خبریں حاصل کرنا ضروری ہیں۔

ناچنے والی عورتیں بھی جاسوسی کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ یہ ناچنے والی عورتیں دربار کی ملازمہ

---

[51] منو واں ادھیائے ۷، ۲۶۔ [52] منو ۹، ۲۶۰، [53] منو ۹، ۲۹۹۔ [54] منو ۷، ۲۲۱، [55] انڈین اینٹی کویری ۱۹۰۹ء ص ۲۰۸۔

ہوتی تھیں ناظم اور نائب ناظم کے حکم کے مطابق شاہی چتر کے سونے کے آفتابے اور پنکھے اٹھاتی تھیں اور جب کبھی بادشاہ تخت پر بیٹھتے یا رتھ یا پالکی پر سوار ہوتے تو اس کے ہم رکاب رہتی تھیں۔ ان فاحشہ عورتوں کے بارے میں ہمیں خبر رسانی میں ایک مخصوص باب ہے۔

فاحشہ درباری عورتوں پر ہی جاسوسی منحصر نہ تھی بلکہ بازاری پیشہ ور اور چھاؤنی کی فاحشہ عورتوں کو بھی جاسوسی کرنے پر لگایا جاتا تھا جو بازاروں کی چہ میگوئیاں تک افسران بالا تک پہنچاتی تھیں۔

"مخبروں کو کئی کئی زبانیں آتی تھیں وہ بھیس بدل کر مخبری کرتے تھے کمال کا بھیس بدلتے تھے۔ جاسوس خط رموز استعمال کرتے تھے اور خفیہ خبروں کے پہنچانے میں کبوتروں سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ خفیہ پولس محکمہ جاسوسی کی نگرانی میں ہوتی تھی۔ وہ ان کی تمام رپورٹوں کی جانچ اور پڑتال کرتی تھی"[1]

عہد قدیم میں غیر ملکوں یا دور دراز مقاموں سے خبریں حاصل کرنے اور ان میں خبریں پہنچانے کا بار زیادہ تر جانور ہی اٹھاتے تھے، چنانچہ انجیل مقدس کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاک جو صوبہ داروں، ناظموں، منصب داروں کو اور ہر فرقہ کے چودھریوں کو بادشاہ کی طرف سے بھیجی جاتی تھی اس کو گھوڑے، تانگے، خچر، سانڈنی اور اونٹ لے جاتے تھے[2] چنانچہ بادشاہ اخسویرس نے یہودیوں کو قتل کرنے اور اس کے بعد عیسائیوں کے قتل کرنے کے فرمان اسی ڈاک سے روانہ کئے تھے۔ اس فرمان پر بادشاہ کی انگوٹھی کی مہر لگائی جاتی تھی[3] یہ ڈاک سلطنت کے ایک سو ستائیس صوبوں میں روانہ ہوتی تھی۔

"زمانہ جاہلیت میں عرب ممالک اکثر قبیلوں میں تقسیم تھے۔ اسلامی ابتدائی

---

[1] قدیم تاریخ ہند عثمانیہ ص ۱۲۶، [2] آستر (۸-۱۰-۱۱)، [3] آستر (۲) ۱۲۔

دور میں ڈاک کے مذکورہ طریقہ پر باقاعدہ عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ جب حکومت کا نظام مضبوط ہو گیا تو حضرت امیر معاویہ نے پہلے سرکاری ڈاک اور خبر رسانی کا باقاعدہ محکمۂ برید قائم کیا۔ اس کا طریقۂ نظام یہ تھا کہ ملک بھر میں تھوڑی تھوڑی مسافت پر تیز رفتار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ سرکاری ہرکارے منزل بمنزل انہیں بدلتے ہوئے ایک مقام کی خبریں دوسرے مقام پر لاتے اور لے جاتے تھے۔" [1]

"قدیم ایران میں بادشاہ ایچ کے بینڈ کے عہد میں اس قسم کے لوگ خبریں حاصل کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے جن کو بادشاہ کی آنکھ اور کان سمجھا جاتا تھا جو سلطنت کے ہر کونے سے جا کر بادشاہ کو وہاں کے حالات و واقعات سے باخبر کرتے تھے۔" [2]

عباسیوں نے اس طریقہ کو اہم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور اس کو "حکومت کے ستون" سے تعبیر کیا۔ غزنویوں کے ہاں بھی ایسا ہی محکمہ بنا ہوا تھا[3] جس کو غوریوں نے جاری کیا۔ قطب الدین ایبک کے ہاں واقعہ نویسوں کا سٹاف تھا۔ شمسی بادشاہوں کے زمانے میں اس محکمہ کے مخبروں کے علاوہ بادشاہ خود راتوں کو گشت لگا کر رعایا کی حالت حیالات اور ملک کی کیفیت سے آگاہ ہوتا تھا۔ خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"شمس الدین التمش بادشاہ رات کو بھیس بدل کر شہر میں گشت لگاتے تھے۔ غریبوں کے گھر جاتے اور غیر آباد مقامات کے حالات کی خبر گیری کرتے تھے اور دن میں بلا کران کی امداد کرتے تھے۔" [4]

بلبنوں نے بھی اس محکمہ کو بہت اہمیت دی۔ اس محکمہ کا حکم انقطاعی مانا جاتا تھا۔

---

[1] الفخری صفحہ ۹۵۔ [2] پرشین سولائزیشن صفحہ ۲۷۔ [3] بیہقی صفحہ ۴۵۔ [4] ملفوظات خواجگان چشت صفحہ ۱۲۵

برید کی ذمہ داری بہت اہم سمجھی جاتی تھی۔ اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کوئی محکمہ کا آدمی غلط رپورٹ کر دیتا تھا تو اس غیر ذمہ داری کی وجہ سے اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے، چنانچہ غیاث الدین بلبن نے یہی کیا۔

"ملک نعیق بدایوں کا صوبہ دار تھا، اس نے ایک فراش کو مار ڈالا۔ تھوڑے دنوں کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن بدایوں آیا۔ فراش کی بیوی نے فریاد کی، اس نے ملک نعیق کو اس قدر درے لگوائے کہ وہ دوسری دنیا میں سدھار گیا اور جس برید نے اطلاع نہیں دی تھی اس کو دار پر کھنچوا دیا۔" [1]

"علاؤ الدین خلجی کی اصلاحی کامیابی بھی اسی برید اور جاسوسی محکمہ پر منحصر تھی۔ نرخ غلہ اور منڈیوں کے معاملات کی خبر بادشاہ کے پاس پہنچانے کا کام ان تین اہل کاروں کے ذمہ تھا (۱) شحنہ منڈی (۲) برید منڈی (۳) جاسوسان منڈی۔ اگر ان تینوں کی خبروں میں آپس میں کوئی فرق پڑتا تو شحنہ منڈی کی کم بختی آجاتی تھی۔ دارو گیر پرسش ہوتی تھی۔ اس وجہ سے منڈی کا نرخ، منڈی کا حال بادشاہ کے پاس ٹھیک ٹھیک پہنچتا تھا۔" [2]

"بازاروں کے حالات جاننے کے لئے جاسوس مقرر تھے۔ اگر بازار کے متصدی بادشاہ کو غلط خبر و اطلاع دیتے تو جاسوسوں کی رپورٹ پر ان کو سزا ملتی تھی۔" [3]

"نرخوں کی دیکھ بھال کے لئے بادشاہ اس قدر مستعد تھا کہ وہ ان جاسوسوں

---

[1] تاج ص۱۸۱۔ [2] طبقات اکبری ص۱۵۹۔ [3] ضیاء الدین برنی

اور مخبروں اور بریدوں پر بھی اعتماد نہیں کرتا تھا، نوجوان لڑکوں کو روپیہ دیکر فروخت دیکھنے کے لئے بازار میں بھیجتا تھا۔ اگر مقررہ قیمت پر فروخت نہ کرتے تو سزا دی جاتی تھی۔ بہت کم سزا یہ تھی کہ ناک کان کاٹ لئے جاتے تھے۔ جتنا کم تولتا اتنا ہی گوشت اس کے کولھے کا کاٹتے تھے اور اس کے سامنے پھینک دیتے تھے۔[1] "چنانچہ ایک مرتبہ اناج مقررہ نرخ کے خلاف آدمی بنیل زیادہ فروخت کر دیا تھا تو محکمہ برید کی اطلاع پر محتسب کے درے لگوائے گئے۔"[2]

جس مقام اور ملک میں لڑائی ہوتی تھی وہاں بھی بادشاہ ڈاک چوکی بٹھاتا تھا روزانہ کی خبریں اس کو بھیجی جاتی تھیں۔ چنانچہ جب تلنگانہ پر مخالف کی زیادہ فوج کی وجہ سے ڈاک چوکیاں اٹھالی گئیں تو بادشاہ کو خبریں بھیجنا بند ہوگئیں جس کی وجہ سے اس نے سمجھا کہ حالات امید افزا نہیں ہیں تو گھبرا کر حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں دو امیر قاضی غیاث الدین بیانوی اور ملک قرابیگ کو بھیجا اور دعا کے واسطے التجا کی اس وقت بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی۔[2] یہ ہی محکمہ برید تھا جس نے علاؤالدین خلجی کو قتل ہونے سے بچایا اور دشمنوں کی اسکیم سے اس کو مطلع کر دیا تھا۔ اس کی کارگذاری سنئے۔

"علاؤالدین نے جن مغلوں کو موقوف کر دیا تھا اور وہ بے کار رہتے تھے اپنی جان سے عاجز آگئے تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ روزانہ سیر گاہ جاتا ہے اور شکرہ اڑاتا ہے۔ اس وقت سب کی نظریں اوپر ہوتی ہیں کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہوتے دو تین

---

[1] مفتاح التواریخ اول صفحہ۔ [2] ملفوظات خواجگان چشت

آدمی جاکر بادشاہ کاکام تمام کردیں چونکہ مخلوق بادشاہ کے اصلاحی کاموں اور ٹیکسوں سے تنگ اور ناخوش ہے، اس کے ختم ہونے سے وہ خوش ہوگی۔ بادشاہ کو اس اسکیم کی خبر مخبروں نے پہنچائی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سارے ملک میں ایک ہی دن میں نو مسلم مغل قتل کردیئے جائیں اور ان کا نام تک باقی نہ رہے چنانچہ بیس تیس یا سولہ ہزار مغل قتل ہوئے۔"[1]

جنگ کا دارومدار بھی اسی محکمہ کی خبر رسانی پر تھا۔ ڈاک چوکی کے ذریعہ سامان حرب منگایا جاتا تھا اور جنگ کی خبریں روانہ کی جاتی تھیں۔ اگر ڈاک چوکی میں کچھ خرابی پیدا ہوجاتی تھی تو اس سے فوج میں بدگمانیاں پھیل جاتی تھیں اور دشمنوں کو فوج میں انتشار پیدا کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔

"چنانچہ ولایت تلنگ کی جنگ میں کامیابی کی کچھ صورت نظر آنے لگی تو رائے رودر دیو صلح پر آمادہ ہوگیا تھا لیکن غیاث الدین کا امیر جنگ الغ خاں صلح پر آمادہ نہ ہوا۔ اور قلعہ انگل پر قبضہ ہونے لگا۔ ہفتہ میں دو مرتبہ دہلی سے خبریں آیا کرتی تھیں وہ ایک ماہ تک نہیں آئیں اور ڈاک چوکی کے سلسلہ میں خرابی پیدا ہوگئی تو عین اسی وقت الغ خاں کی فوج کے منافقین نے یہ اڑا دیا کہ بادشاہ فوت ہوگیا۔ اس سے فوج میں اضطراب اور کم ہمتی پیدا ہوگئی۔ فوج منتشر ہونے لگی منافقین چاہتے تھے کہ الغ خاں کو بھی ختم کردیں۔ دشمنوں کو جب فوج کے اس انتشار کی خبر پہنچی انہوں نے قلعہ کا حصار توڑ کے فوج کو غارت و تباہ کرنا شروع کردیا اور الغ خاں کے قتل کے ارادے

---

[1] تاریخ ذکاء اللہ جلد دوم ص

کرنے لگے۔ اتنے میں ڈاک چوکی (جس کو الاغ کہتے تھے) کے ذریعہ دہلی سے خبر آئی کہ بادشاہ زندہ سلامت ہے۔ منتشر فوج میں جان پڑ گئی اور متحد ہو گئی۔ الغ خاں نے دشمنوں کو شکست دی۔ منافقین ملک مل، افغان بیدشاعر جب دہلی لائے گئے تو ان کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا گیا۔" سلہ

"علاؤالدین خلجی کا محکمہ برید ملک پر اس قدر حاوی ہو گیا تھا اور خبر رسانی اور جاسوسی نے اس قدر فروغ حاصل کر لیا تھا کہ محلوں کو چھوڑ اور گھروں تک میں جاسوس مقرر تھے۔ بادشاہ خلق کے اچھے برے کاموں اور حالات سے واقف ہوتا تھا۔ مخبروں کی اتنی کثرت تھی اور اس قدر دیانتدار تھے کہ جو امیر اپنے گھر میں بیوی بچوں سے باتیں کرتے تھے اس تک کی رپورٹ بادشاہ کو پہنچ جاتی تھی جس کی وجہ سے امراء اور عوام نے اس قدر احتیاط برتنی شروع کر دی تھی کہ دن میں گھروں میں بات چیت نہیں کرتے تھے بلکہ آدھی رات گذرنے کے بعد اور کھانا کھانے کے بہت دیر بعد گفتگو کرتے تھے۔" سلہ

محمد شاہ تغلق نے بھی اس محکمہ میں کافی ترقی کی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے۔

"سیوستان سے ملتان تک دس دن کا راستہ ہے اور ملتان سے دارالخلافہ دہلی تک پچاس دن کا جو خبر اخبار نویس بادشاہ کو لکھتے ہیں وہ اس کے پاس ڈاک سے پانچ دن میں پہنچ جاتی ہے ڈاک کو اس ملک میں برید کہتے ہیں۔ ڈاک دو قسم کی ہوتی ہے ایک برید الخیل گھوڑے کی دوسری برید الرجال پیادوں کی۔ گھوڑے کی ڈاک کو اولاق کہتے ہیں۔ ہر چار کوس کے بعد گھوڑا بدلتا ہے۔ یہ گھوڑے بادشاہ کی طرف سے رہتے

سلہ طبقات اکبری اول ص ۱۹۵۔ سلہ ضیاء الدین برنی ص ۱۵۲

ہیں۔ ہیدیوں کی ڈاک کا یہ انتظام ہے کہ ایک میل میں جس کو کرہ کہتے ہیں چوکیاں ہرکاروں کی ہوتی ہیں اس چوکی کو دواہ کہتے ہیں۔ ہر ایک تہائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں آباد ہوتا ہے۔ گاؤں کے باہر ہرکاروں کے لئے برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہر ایک برجی میں ہر کارے کمر کسے بیٹھے رہتے ہیں ہر ایک ہرکارے کے پاس ایک چھڑی دو گز لمبی ہوتی ہے جس کے سر پر تانبے کے گھنگرو بندھے ہوتے ہیں۔ جب شہر سے ڈاک چلتی ہے تو وہ ایک ہاتھ میں لفافہ رکھ لیتا ہے دوسرے ہاتھ میں چھڑی ہوتی ہے۔ تمام طاقت خرچ کرکے وہ دوڑتا ہے۔ دوسرا ہرکارہ اس گھنگرو کی آواز سنکر تیار ہوجاتا ہے اور لفافہ لیکر فوراً دوڑتا ہے۔ اس طرح جہاں خط پہنچانا ہوتا ہے پہنچادیتے ہیں یہ ڈاک گھوڑوں کی ڈاک سے بھی جلدی جاتی ہے کبھی کبھی سنگین مجرم کو بھی چارپائی پر اٹھاکر اسی طرح چوکی بہ چوکی ہرکارے لے جاتے ہیں۔ دولت آباد دریائے گنگ سے چالیس دن کے فاصلہ پر ہے۔ اخبار نویس ہر مسافر کا حال تفصیل وار لکھتے ہیں کہ اس کی صورت ایسی ہے لباس ایسا ہے نوکر ساتھی اور جانور اس کے ساتھ اتنے ہیں اس کے حرکات وسکنات اس قسم کے ہیں۔ الغرض کوئی بات نہیں چھوڑتے۔ ملتان سے دہلی جانے کا راستہ پچاس روز کا ہے میرے آنے کی خبر بریدکے ذریعہ پانچ روز میں پہنچ گئی تھی۔ ملتان کا اخبار نویس سمرقندی ہے جس سے میری ملاقات ہوئی۔"

ہندوستان کے بادشاہوں کا دستور تھا کہ ہر ایک چھوٹے اور بڑے امیر کے پاس بادشاہ کا ایک غلام رہتا تھا جو بادشاہ کو امیر کے حالات سے باخبر رکھتا تھا اور اسی طرح لونڈیاں جو کچھ امیر کے گھر میں ہوتا تھا اس کی خبر بھنگوں کو دیتی تھیں اور یہ

بھنگیں مخبروں کے افسر کو پہنچا دیتی تھیں اور وہ بادشاہ کو پہنچا دیتا تھا۔

چنانچہ ایک امیر اپنی عورت کے ساتھ رات کو سو رہا تھا اس نے اپنی بیوی سے جماع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ عورت نے اس کو بادشاہ کی قسم دی کہ وہ اس کے ساتھ ایسا نہ کرے۔ امیر نے اس کی بات نہیں مانی۔ اس کی خبر رات ہی کو بادشاہ کے پاس پہنچ گئی۔ بادشاہ نے صبح ہی اس امیر کو بلوایا کہ تو نے ایسا کیا ہے جس کے جرم میں بادشاہ محمد تغلق نے امیر کو قتل کرا دیا تھا۔

فیروز شاہ گھوڑوں کے علاوہ اونٹوں سے بھی کام لیتا تھا۔ چنانچہ فیروز شاہ جب لکھنوتی سے دہلی روانہ ہوا اور راستہ میں جنگلوں میں بھٹک گیا اور بڑی مشکلوں سے صحیح راستے پر آیا تو اس وقت بادشاہ نے فوجیوں کے رشتہ داروں کی پریشانی دور کرنے کے لئے اپنے لشکر میں اعلان کیا۔

کہ ہر شخص اپنی خیریت کی اطلاع اپنے رشتہ داروں کو دینے کے لئے دولت سرائے شاہی تک اپنے خطوط بھجوا دے چنانچہ فوجیوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ خطوط جمع ہو گئے تو ان کو ایک اونٹ پر لاد کر دہلی بھجوایا گیا جہاں فوجیوں کے رشتہ دار اپنے اپنے خطائے گئے۔ فیروز شاہ کے خبر رسانی کے وزیر اعظم عثمان تھے۔ ۲ه

خاص خبروں اور خاص خطوط بھیجنے کے لئے بادشاہ اپنے خاص آدمیوں کو مقرر کرتا تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا جلال الدین رومی کے خط کے جواب بھجوانے کے لئے بادشاہ نے اپنے معتمد امیر کو روانہ کیا۔ مولانا جلال الدین رومی شاہی دربار سے اپنے گھر پہنچے بھی نہ پائے تھے کہ ان کی خانقاہ میں ان کے خط کا جواب پہنچ گیا تھا

شیر شاہ کو جب یہ علم ہوا کہ عمال رشوت لیکر لوگوں کو زیادہ زمینیں دیتے

له تاریخ ذکار اللہ، ۲ه تاریخ فیروز شاہی۔

ہیں تو حکم دیا کہ پرگنہ کے متعلق جو فرمان بھیجے جائیں۔ وہ میرے پاس لائے جائیں، وہ خود ان فرامین کو ایک خریطہ میں بند کر کے مہر لگا کر کسی بڑے معتمد آدمی کے حوالے کر کے پرگنہ بھیجدیا تھا۔

اسی طرح سلیم شاہ سوری نے جب کہ مرزا کامران کے لئے اپنے خیموں کے پاس ایک خیمہ لگوایا تھا تو اس نے ان کے حالات سے آگاہ ہونے کے لئے کنیزک خواجہ سرائے اور غلام بھیجے تھے۔" [1]

برید کا عمل صحیح خبر پہنچانے سے نہیں چوکتا تھا کسی کی رعایت نہیں کرتا تھا خواہ افسر ہو یا عام آدمی ہو اس کے نزدیک سب برابر تھے۔ جو بات حکومت کے خلاف دیکھتے انجام سے بے خبر ہو کر اس کی اطلاع بادشاہ کو بھیجدیتے تھے۔

"چنانچہ فیروز شاہ کے دو ہوشیار وفادار عامل اور مخبروں نے دربار میں آکر بادشاہ سے کہا کہ شش گانی سکہ میں عمال نے دو حبہ نقرہ کم کر دیا ہے، بادشاہ اس کی تحقیقات فرمائیں۔ فیروز شاہ نے یہ معاملہ خان جہاں وزیر اعظم کے سپرد کیا۔ وزیر نے کہا کہ اس معاملہ کی پوشیدہ تحقیقات ہونی چاہئے اور مخبروں کو قید میں ڈال دینا چاہئے، چنانچہ وہ قید کر دیئے گئے۔ دارالضرب (ٹکسال) کے انچارج کجر شاہ کو وزیر اعظم نے بلایا۔ اس سے حقیقت پوچھی تو اس نے تحقیق کرنے کے بعد بتایا کہ ایک حبہ نقرہ ضرور کم ہے وزیر اعظم نے مشورہ دیا کہ سکہ شاہی کی دھاک بٹھانے کے لئے زرگروں کو تیار کرو کہ وہ کوئی ایسی صورت نکالیں جس سے سکہ شاہی

---

[1] تاریخ ذکاء اللہ سوئم۔

وزن میں پورا اترے۔

گجر شاہ کو زرگروں نے کہا کہ انگیٹھی والوں کو کہو کہ وہ جب بادشاہ کے پاس انگیٹھی لے جائیں تو انگیٹھی کے درمیانی حصہ کو خالی کر کے چند نقرہ اس میں ڈال دیں اور انگیٹھی کے دہانے میں موم لگا دیں گجر شاہ نے انگیٹھی والے کو بھی تیار کر لیا۔ بادشاہ کے سامنے زرگر اور انگیٹھی والے پیش ہوئے۔ زرگروں کو برہنہ کر کے لنگوٹ بندھوا دیا۔ وزیر اعظم نے بادشاہ کو باتوں میں مصروف رکھا۔ اس عرصہ میں زرگروں نے چند دانہ نقرہ کے بوتہ میں ڈال کے گلا کر وزن کیا تو وہ مقررہ وزن کے برابر نکلے۔ بادشاہ نے دونوں مخبروں کو جلاوطن کر دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ چند ماہ بعد گجر شاہ کو اس الزام میں نہیں بلکہ اس پر دوسرا الزام لگا کر بادشاہ نے معزول کر دیا تھا" ؎۱

"سکندر لودھی کا محکمہ بریدی بھی بہت ہوشیار و چالاک تھا۔ خبریں اس دانائی اور قابلیت سے حاصل کرتا تھا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا کہ کس نے اس کی خبر بادشاہ کو پہنچائی۔ گھر گھر کے خاص خاص واقعات و حالات بادشاہ کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ بعض اوقات بادشاہ بھیس بدل کر محلوں بازاروں میں گشت لگاتا تھا اور رعایا اور اپنے امراء کے حالات معلوم کرتا تھا۔ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ کوئی جن بادشاہ کو سارا حال سنا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا گمان و اعتقاد یہ تھا کہ بادشاہ کے پاس ایک طلسمی چراغ ہے جس کو وہ روشن کرتا ہے اور جن حاضر ہو کر روئے زمین کے خاص و عام

؎۱ تاریخ فیروز شاہی ص۱۵۶

اور دوسرے ملکوں کے فرماں رواؤں کے پوشیدہ حالات بادشاہ کو بتا دیتا ہے دور اور پرے کے خزانے اور دفینے بادشاہ کو لا کر دیتا ہے۔"[1]

سکندر لودھی قاضیوں پر بھی اپنے مخبر و جاسوس مقرر کرتا تھا جو بادشاہ کو ان مقدمات کی ایک ایک لمحہ کی خبر دیتے تھے۔ اسی خدمت پر خاص جوان غلام مامور ہوتے تھے۔

"اسی طرح جب لشکر کسی مہم پر پہنچتا تو ہر روز اس کو دو فرمان بھیجتا ایک صبح کے وقت جس میں یہ حکم ہوتا کہ لشکر سفر کرنے کے بعد کہاں قیام کرے اور دوسرا حکم ظہر کی نماز کے بعد بھیجتا کہ لشکر قیام کے بعد کیا کام کرے۔ سراؤں میں گھوڑوں کی ڈاک تیار رہتی تھی۔"[2]

شیر شاہ نے سڑکوں پر سترہ سو سرائیں بنوائی تھیں۔ پہلے گاؤں سے ڈاک جاتی تھی لیکن ان سراؤں کے بننے کے بعد ڈاک سراؤں سے جانے لگی۔ ہر سرائے میں ڈاک کے گھوڑے بندھے رہتے تھے۔ ڈاک کے کل گھوڑے تین ہزار چار سو تھے۔

بنگال کی خبریں تین روز میں رہتاس پہنچتی تھیں۔ بنگال سے رہتاس ایک ہزار پانچ کوس تھا۔ ہر سرائے میں گھوڑوں کے ساتھ ایک نقارہ رکھا رہتا تھا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ جب بادشاہ کے لئے دستر خوان لگایا جائے تو نقارہ بجایا جائے۔ اس نقارہ کی آواز سنکر سلسلہ وار سراؤں میں نقارے بج جاتے تھے۔ اس وقت سراؤں میں مسلمانوں کو پکا ہوا کھانا اور ہندوؤں کو آٹا گھی ملتا تھا۔ اس ڈاک میں ہر روز پاس نیلاب آگرہ اور بنگال کی سرحدوں کی خبریں آتی تھیں[3]۔ اس ڈاک میں ایک حسین طشت دار ایک دن میں تیس کوس گیا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ یہی حسین طشت دار تین رات دن ڈاک میں چل کر گورے حیوتہ پہنچا۔ جب وہ سو جاتا تو چارپائی پر لیٹ جاتا اور گنوار اس کو کندھے

---

[1] سیرۃ المتاخرین، داؤدی، طبقات اکبری ص ۳۲۷ [2] تاریخ ذکاء اللہ دوم ص ۳۷ [3] زمزم نامہ شاہی

پر اٹھا کر چلتے۔ جب آنکھ کھل جاتی تو پھر گھوڑے پر سوار ہوجاتا تھا۔ [1]

"یہ قدرتی بات ہے کہ حکومت میں اچھے اور برے امرا اور افسر و حاکم ہوتے ہیں چنانچہ شیر شاہ کے زمانہ میں ایسے مقربان اور امرا بھی تھے جو اپنی مصلحت سے بادشاہ کو لیسے حالات سے آگاہ نہیں کرتے تھے جن کی وجہ سے جو بدعنوانیاں عدالت وغیرہ میں ہوتی تھیں اس کو بادشاہ دور کر سکتا۔ اس لئے شیر شاہ نے جو قانون نافذ کر رکھے تھے ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ لشکر اور امرا پر اپنے معتمد مخبر مقرر کرے اور ان کے پوشیدہ حالات معلوم کرکے بادشاہ کو باخبر رکھے تاکہ بادشاہ ان کی غلط کاریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے۔" [2]

"ان مخبروں کی وجہ سے شیر شاہ کے پاس امرا کی شکایتیں بآسانی مل جاتی تھیں۔ مثلاً شیر شاہ نے مالوہ کی جاگیر شجاعت خاں کو دی کہ وہ اس جاگیر کو سپاہیوں میں تقسیم کر دے۔ شجاعت نے اس جاگیر میں سے ایک حصہ خود لے لیا، اور باقی سپاہیوں کو تقسیم کر دیا۔ سپاہیوں نے اپنا ایک وکیل اس ناانصافی سے آگاہ کرنے کے لئے بادشاہ کے پاس روانہ ہی کیا تھا کہ اس سے پہلے اس جھگڑے کا حال مخبروں نے بادشاہ کو لکھ کر بھیجدیا تھا۔ بادشاہ نے شجاعت خاں کو لکھا کہ ایسی حرکت نہ کرے، سپاہیوں میں جاگیر کا بقایا حصہ بھی تقسیم کر دے ورنہ تجھ کو سزا دینی پڑے گی۔" [3]

"ڈاک چوکی کا اس زمانہ میں اتنا زور تھا کہ راجہ بھی اس طریقہ کو رائج کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ مرزا کامران سلیم شاہ کے مخبروں کی نگرانی میں

---

[1] زمزم نامہ شیر شاہی ص۹۵۔ [2] ایضاً ص۱۰۴۔ [3] ایضاً ص۱۰۶۔

کسی زمیندار کی معرفت کسی راجہ سے سازش کرکے ڈاک چوکی میں برقعہ اوڑھ کر فرار ہوگیا تھا"۔ [51]

مغلیہ دور میں نیوز ایجنسی کا انچارج ایک وزیر بہ برید الممالک ہوتا تھا جو تمام صوبوں سے خبریں حاصل کرکے بادشاہ کے سامنے پیش کرتا تھا۔ ہر صوبہ کا برید خطوط کے ذریعہ مرکز میں خبریں روانہ کرتا تھا۔

اس عہدہ پر مقتدر، تجربہ کار اور قابل اعتماد لوگ لگائے جاتے تھے۔ بعض اوقات معزز ہستی، دیانت دار اور غیر جانبدار لوگ، اعزازی طور پر برید کے فرائض انجام دینے کے لئے بھیجے جاتے تھے[52]۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ باوجود باغی اور ذمہ دار افسران کے منع کرنے اور اثر ڈالنے پر بھی برید نے مرکز کو اطلاع دی[53]۔ برید کے اختیارات بہت وسیع ہوتے تھے۔ ملک کے ہر چھوٹے بڑے مسئلے اور چھوٹے بڑے افسران کی حرکات وسکنات کی وہ رپورٹ کرتا تھا۔ سرکاری افسروں کی حرکتوں، تجارت، زراعت، سکہ وغیرہ کی تحقیقات کرکے دیانت دارانہ رائے لکھ کر بھیجدیتا تھا۔ فوجی معائنوں کے وقت اس کا جانا ضروری تھا تاکہ بادشاہ فوجی حالات سے پوری طرح آگاہ ہوجائے۔ برید کو جو اطلاع پہنچتی وہ عنوانات کے ماتحت جمع کرکے سلسلہ وار مرکز میں یا براہ راست بادشاہ کو روانہ کردیتا تھا۔ سلطنت میں جو غیر ملکی لوگ آتے تھے ان کے بارے میں اور بازاروں میں جو غپ شپ ہوتی تھی، عوام کے خیالات وجذبات پائے جاتے وہ بھی روانہ کرتا تھا[54]۔ امراء اور بادشاہوں کی موت کی خبریں بھی ڈاک سے جاتی تھیں۔ چنانچہ شاہ جہاں اور عالمگیر کو ان کے والد کے انتقال کی خبر ڈاک سے ملی تھی۔

---

[51] تاریخ ذکاء اللہ جلد سوم ص ۱۲۶۔ [52] برنی ص ۶۵۔ [53] بہائی ص ۲۹۔ [54] سلطنت دہلی فرشتی ص ۸۹

اکبر کے زمانے میں واقعہ نویسی اور خبر رسانی کی شکل یہ تھی۔

تجربہ کار جہاندیدہ اور با اثر لوگ اخبار نویسی کے لئے مقرر کئے جاتے تھے جن کی تعداد ہر بڑے مقام پر موجود تھی۔ جن کو تبیگچی کہا جاتا تھا۔ ان میں سے روزانہ سلسلہ وار تبیگچی اپنا کام انجام دیتے تھے۔ چودہ دن کے بعد نوبت (پوری اطلاعات) بادشاہ کو روانہ کی جاتی تھیں۔

بادشاہ نے بھی واقعہ نویسی کے لئے دارالحکومت میں لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ دارالحکومت میں ایک دن تبیگچی کی ڈیوٹی ہوتی تھی۔ ان چودہ تبیگچیوں میں سے اگر کوئی کسی ضروری کام کی وجہ سے نہیں آسکتا تھا تو ان میں سے ایک کی ڈیوٹی لگا دی جاتی تھی جس کو کوتل کہتے تھے۔

جب ان روزنامچوں کی تصحیح ہو جاتی تھی تو بادشاہ کے پاس روانہ کئے جاتے تھے اگر وہ اس کو پسند کرتا تو راجہ دھانی کا تبیگچی ہر واقعہ اور ہر سانحہ کی خبر کی نقل کرکے اس پر اپنی مہر لگا دیتا تھا۔ اس کے بعد اس پر مہر عرض اور اس پر دانچی کی مہر لگتی تھی جو بادشاہ کو رپورٹ سناتا تھا اس کی بھی مہر ثبت کی جاتی تھی۔ اس رپورٹ کو تعلیقہ کہتے تھے اور لکھنے والے کو تعلیقہ نویس کہتے تھے۔

ان واقعہ نویسوں کو کیسی کیسی خبروں سے اپنی رپورٹ مکمل کرنی پڑتی تھی وہ حسب ذیل ہیں۔

> "بادشاہ اور امرار کے احکام، ان کی حرکات خورد و نوش، بیداری خواب، نشست و شبستانِ اقبال میں جانا، بارگاہ خاص میں خاموشی کا وقت، شکار کی تمام حالت، جانوروں کا ذبح ہونا، کوچ و مقام رہنمائی، نذر، دلآویز سخنی، دانش کی باتوں کا سننا، خیرات، روزینہ دماہوار، تابین کا منصب، دشمنوں کے حال، معافی زمین، خراج

کا گھٹنا بڑھنا، اجارہ، بیع، تحویل پیش کش، ارسال، نفاذ فرمان، عرائض کا آنا، جواب کا دیا جانا، ملازمت، رخصت، تعین مدت، چوکی میں نہ آنا، جنگ وفتح، صلح، روشناس (جس کو بادشاہ پہچانتا ہو یعنی بڑے آدمی) کا مرنا، جانوروں کی شرطوں کی ہار جیت، گھوڑوں کا مرنا، بادشاہ کے جرموں کا معاف کرنا، دربار عام کی سرگذشت، کتخدائی، ولادت، چوگان بازی، چوسر، شطرنج، گنجفہ، اس کے علاوہ حوادث آسمانی اور زمینی، سال کی فصلیں۔"[1]

اکبر کے عہد میں ڈاک اس طرح بھیجی جاتی تھی۔

"ہر گاؤں میں پانچ میل کے فاصلے پر گھوڑے اور چند ہرکارے مقرر کئے جاتے تھے جہاں یہ لوگ رہتے تھے اس کو ڈاک چوکی کہتے تھے۔ سرحد کے امرا کی ضروری عرضداشت اور فرمان اسی چوکی سے چلتے تھے۔ سوار شدہ ہرکارہ اس کو دوسری چوکی پر پہنچا دیتا تھا۔ چنانچہ شب و روز کی راہ طے کر کے یہ ہرکارے آگرہ سے احمد آباد ڈاک پانچ روز میں پہنچا دیتے تھے اور جن کو بادشاہ خبریں پہنچانے کے لئے معین کرتا تھا وہ جلدی خبریں پہنچا دیتا تھا۔ چار ہزار ہرکارے اس کام پر مامور تھے جو گھوڑے پر سوار ہو کر ڈاک پہنچاتے تھے، اور جو ہرکارے بیدل ڈاک لے جاتے تھے وہ سات سو میل دس روز میں طے کرتے تھے۔"[2]

سنہ ۹۹۱ھ میں بادشاہ نے راجہ جے مل کو جو بیمار تھا، گھوڑے کی ڈاک میں

---

[1] تاریخ ذکاء اللہ ششم ص۸۹۶۔ [2] تاریخ فرشتہ۔

بھیجا تھا جس کا راستے ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ اسی طرح اکبر بھی ایک دفعہ از راہ شوق دو روز میں گھوڑے کی ڈاک پر دو سو بیس میل کی مسافت طے کر کے اجمیر سے آگرہ گیا تھا۔

دوسرے صوبوں میں کتنی تعداد میں واقعہ نویس تھے اس کا اندازہ دارالسلطنت کے واقعہ نویسوں سے لگا لیجئے۔

"ڈاک چوکی میں دو ہزار آدمی ہر روز روزنامچہ لکھ کر بھیجتے تھے۔ عدالت خانہ کچہری اور چبوترہ میں یہاں تک کہ گلی کوچوں اور بازاروں میں جاسوس مقرر تھے جو افواہیں عوام میں سنتے وہ تحریر میں لاتے۔ اکبر کے واقعہ نویسوں میں انعام اللہ ابن شہباز خاں نے تمام عمر واقعہ نویسی میں گذاری" [1]

جب کہ اتنی بڑی تعداد میں ظلم و ستم اور بدعنوانیوں کو مٹانے والے مخبر، جاسوس اور برید ہوں، اس عظیم الشان منظم حکومت میں بڑے بڑے ذمہ دار حاکموں سے حسب ذیل انسانیت سوز اور شرمناک افعال سرزد ہو جاتے تھے۔

(۱) مرزا جانی بیگ ارغوان جو اکبر کے دور میں منصب سہ ہزاری اور جہانگیر کے دور میں منصب ہفت ہزاری حاصل کئے ہوئے تھے اور اکبر و جہانگیر کے زمانہ میں سندھ اور ملتان کا صوبیدار تھا ان کی حرکات خبیثہ یہ تھیں۔

"وہ شراب نہیں پیتے تھے بلکہ ہر روز ایک باکرہ عورت سے مباشرت فرماتے تھے۔ تمام مقامات سے ان کے لئے باکرہ عورتیں جمع کی جاتی تھیں۔ ٹھٹھے میں کوئی رنڈی ایسی نہ تھی جس سے ان کا تعلق نہ ہوا ہو۔" [2]

(۲) اسمٰعیل خاں برادر خورد خان جہاں مالوہ کالپی کے جاگیر دار اور پہلے منصب سہ ہزاری

---

[1] آئینہ تاریخ نما اول ص ۲۸۷ ۔ [2] تاریخ ذکاء اللہ ششم ص ۹۵۷ ۔

دو ہزاری ذات و پانصدی سوار اور ۱۰۲۶ھ میں منصب پنجہزاری یافتہ تھے۔

"بارہ سو عورتیں ان کے پاس تھیں جب وہ دربار میں جاتے تو ان عورتوں کے ازاربندوں کو قفل لگا جاتے تھے، آخر ان عورتوں نے عاجز آکر ان کو زہر دیکر مار ڈالا۔" [۱]

تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحات ان کے اعمال بد کی سزا کے تذکرہ سے خالی ہیں۔

جہاں گیر کے دور میں طامس رو اور ہاکنس سفیر برطانوی درباری واقعہ نویسوں کا تعجب خیز الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں کہ بہت سے واقعہ نویس ہوتے ہیں جو سب باتیں لکھتے ہیں یہاں تک کہ عورتوں کے ساتھ جو باتیں ہوتیں وہ بھی لکھتے تھے جب بادشاہ کا انتقال ہو جاتا تھا تو ان خبروں سے بادشاہ کی تاریخیں مرتب کی جاتی تھیں۔

واقعہ نویس اگر غلط بات لکھتا تھا تو اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔

چنانچہ جب دربار جہانگیری میں ایرانی سفیر آیا تو بادشاہ نے اس کو شراب کا جام دیا۔ غلط فہمی کی وجہ سے درباری واقعہ نویسوں نے جام شراب دینا بخشی سے منسوب کر کے لکھ دیا۔ بادشاہ نے جب روزنامچہ دیکھا تو غصے سے بے آپے ہو گیا۔ اس نے کسی پر جرمانہ کیا کسی کو کوڑے لگوائے بعض کو لات گھونسے مارنے کا حکم دیا جس میں مجروح بھی ہوئے اور ایک آدھ مر گیا۔ [۲]

جہاں گیر نے خبر پہنچانے کا ہندوستان میں یہ نیا طریقہ ایجاد کیا تھا۔

"اس نے جب یہ سنا کہ خلفاء عباسی بغدادی کبوتروں کو نامہ بری سکھاتے تھے تو بادشاہ نے کبوتربازوں کو حکم دیا کہ ان کبوتروں کو یہ کام سکھائیں ان کبوتربازوں نے جوڑے ایسے آموختہ کئے کہ مانڈو سے وہ پرواز

---

[۱] مآثر الامراء۔ [۲] سفرنامہ طامس رو۔

کرتے تو ایک پہر میں، بارش کی صورت میں دو پہر میں برہان پور پہنچ جاتے تھے۔ بعض کبوتر چار گھڑی میں پہنچتے تھے۔" [1]

عالمگیر نے ڈاک و خبر رسانی کا محکمہ باقاعدہ اور مکمل بنا رکھا تھا۔ کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جس میں سوانح نگار جگہ بہ جگہ مقرر نہ ہوں وہ جزئیات و کلیات صوبیداروں اور حکام کو پہنچاتے تھے۔ کوئی صوبیدار، شہزادہ یا امیر کسی شخص کو اس کے جرم یا قہر و عتاب کی وجہ سے قتل نہیں کر سکتا تھا، بادشاہ ہی حاکموں، صوبیداروں کی عرائض اور واقعہ نگاروں کی رپورٹوں سے اس کی حقیقت معلوم کر کے شریعت کے مطابق سزا دیتا تھا۔ خاص طور پر اپنے لڑکوں کے اعمال و حرکت اور چال ڈھال سے باخبر رہتا تھا۔ آٹھوں پہر خفیہ نویس اور جاسوس ان کے پیچھے لگائے رکھتا تھا جب ان کو فوج کے ساتھ روانہ کرتا تو ان کے ساتھ اتالیق مقرر کرتا تھا۔ (تاریخ ہندوستان ہشتم ص۵۲۴)

بنگال، دکن، سورت، جونپور، ملتان، مرادآباد، گلشن آباد، جنیدا اور لاہور دارالسلطنت وغیرہ میں واقعہ نویس موجود تھے۔ مآثر عالمگیری کے مؤلف نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے البتہ ان کے نام نہیں لکھے ہیں۔ جن کے نام لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) عبدالرحمٰن (دکن)، (۲) خدمت گذار خاں (۳) عنایت اللہ خاں (۴) فضل علی بن مرشد علی خاں (۵) سعادت خاں (۶) محمد ساقی مستعد خاں (۷) محمد محسن۔

واقعہ نگاروں کے تین محکمے تھے۔ واقعہ نگار، خفیہ نویس (معتمد خفیہ) اور جاسوس۔ "شاہزادوں کو خبریں مہیا کرنے کے لئے بادشاہ نے واقعہ نویس مقرر کر رکھے تھے۔ ڈاک چوکی کے مشہور دروغہ محمد شریف برادر ابوالفتح، قابل خاں اور فاضل خاں تھے۔" [2] "واقعہ نویسی کی غلطی پر عالمگیر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا دیتا تھا۔

---

[1] تزک جہاں گیری ص۱۹۱۔ [2] مآثر عالمگیری ص۳۳۵۔

عبدالرحمن واقعہ نویس نے جو رقم بہادر خاں مرزبان سے وصول کی تھی اس کا صحیح اندراج نہیں کیا تھا، اس غلطی پر اس کو برطرف کر دیا۔"[1]

مغلیہ دور کی جو تاریخیں لکھی گئی ہیں ان کے زیادہ تر مؤلف واقعہ نویس ہیں ان کے علاوہ جو بھی تاریخ لکھی گئی ہے وہ واقعہ نویسوں کی مدد کے بغیر نہیں لکھی گئی ہے۔

تزک جہاں گیری میں جہاں گیر لکھتا ہے۔

(۱) "میں نے کتاب خانے کے متصدیوں کو حکم دیا کہ دوازدہ احوال کی ایک جلد مرتب کراؤ اور متعدد نسخے خاص لوگوں اور تمام شہروں میں بھجوانے میں تاکہ ارباب دولت اس سے اپنا دستور العمل بنائیں۔ ایک واقعہ نویس مرزا محمد عرف خاں بخشی نے جہانگیر نامہ قلم بند کر کے مجھ کو پیش کیا جس کو میں نے اپنے بیٹے شاہجہاں کو دیدیا۔"

(۲) مآثر عالمگیری کا مصنف محمد ساقی مستعد خاں عالمگیر کا واقعہ نگار تھا جو بعد میں عالمگیر کے زمانہ میں انشا نظارت کی خدمات پر مامور ہو گیا تھا اور بادشاہ نے ان کے صاحبزادہ کو ان کی جگہ وقائع نگاری پر لگا دیا تھا۔[2]

(۳) منتخب اللباب کا مؤلف لکھتا ہے کہ عالمگیر کے زمانے کے حالات لکھنے میں مجھ کو واقعہ نگاروں سے مدد ملی ہے۔[3]

(۴) عالمگیر نامہ کا مؤلف منشی محمد کاظم بن محمد امین بھی اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔

"میری انشاپردازی بادشاہ کو پسند آئی۔ بادشاہ نے کہا سلطنت کے صحیح حال لکھو اور نسخہ واقعات ماہ بماہ، سال بسال صوبوں اور ولایتوں کے وقائع نگاروں کے پاس تصدیق کرانے کے لئے روانہ کریں۔"

سیوا جی کی حکومت میں بھی واقعہ نویس تھے جو رپورٹوں کا ذخیرہ رکھتے تھے، یہ سلطنت کے فرمان واحکام اور سلطنت کے حالات مرتب کرتے تھے۔[4] اور انتظام خبر داری اور

---

[1] مآثر عالمگیری ص ۲۴۲۔ [2] مآثر عالمگیری ص ۲۳۵۔ [3] تاریخ ذکاء اللہ ششم ص ۲۷۱۔ [4] ہو مسٹری آف انڈیا

جاسوسی بھی کرتے تھے۔ شیواجی کو ہر ایک محکمہ اور ہر قلعہ اور ہر جگہ کی خبریں پہنچائی جاتی تھیں، دشمن کے لشکر، راستوں، دروں کی بھی اطلاع، خبر جاسوس اور مخبر پہنچاتے تھے۔ [۱۵]

مغلیہ بادشاہوں کے آخری دور میں بھی خبر رسانی اور ڈاک کا طریقہ باقاعدہ تھا۔ چنانچہ سراج الدولہ کے بارے میں ڈاکٹر ہرن اپنی تصنیف مغل پالیسی میں تحریر کرتے ہیں۔

"وقائع نویس بخشی کے ماتحت ہوتے تھے، اس صوبہ میں صوبہ دار سے لیکر محالدار تک کے اعمال کی رپورٹ درج ہوتی تھی جو براہ راست بادشاہ کے حضور میں پیش کی جاتی تھی۔ خفیہ اطلاع کا وقائع نویسی سے علیحدہ شعبہ ہوتا تھا۔ یہ کام سوانح نویس خفیہ نویس یا پرچہ نویس انجام دیتے تھے، وہ ملک کے جملہ چھوٹے موٹے حالات بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دیتے تھے۔ اس محکمہ کی اہمیت اور دہشت کا یہ عالم تھا کہ صوبیدار اور دیوان بھی اس سے کانپتے تھے۔ حیدر علی نے بھی ہر محلہ میں خفیہ نویس مقرر کر رکھے تھے جو تمام حالات سے اس کو باخبر رکھتے تھے۔"

خبریں اور ڈاک پہنچانے کا طریقہ مملکت نظام میں ڈاک خانہ کے جدید نظام سے قبل تک جاری تھا۔ ڈاک کے مقررہ اوقات کے علاوہ بھی ضروری احکام و خبریں سپیشل طور پر روانہ کی جاتی تھیں جو بہت جلد پہنچتی تھیں۔ اس کو "گھنگرو پٹہ" کہتے تھے۔ اس کی فیس چار آنہ فی کوس کے حساب سے لی جاتی تھی۔

ڈاک پہنچانے کے جو منارے پرانی حکومتوں نے بنائے تھے ان کی یادگار اب بھی دہلی میں موجود ہے، پرانے قلعہ کے مشرقی دروازے کے سامنے دکھائی دیتا ہے جو خاص محل اور عظیم گنج کے بیچ میں ہے بلکہ عظیم گنج کی سرائے سے بہت پاس شمال کی طرف کوئی دو سو قدم پر کوس منارے کے چار حصے ہیں، نیچے کا حصہ ہشت پہل ہے جس کا دور ۲۹ فٹ ہے جو ۱۶ مربع اور ۲ فٹ اونچے پختہ چبوترہ پر پتھر اور

---

[۱۵] سیواجی، لالہ لاجپت رائے ص۱۴۴۔

چونے کا بنا ہوا ہے۔ بیٹھک کا پشت پہل حصہ ۸ فٹ اونچا ہے۔ کل بلندی اندازاً ۴۲ فٹ ہو گی، اوپر کا سرا گول ممٹی پر ختم ہوا ہے۔ اس طرح کے مینارے کوس کوس بھر کے فاصلہ پر تھے"[1]

قلعہ کا آخری اخبار نویس ماسراج تھا جو بہادر شاہ کے زمانہ میں اخبار نویسی کی خدمت انجام دیتا تھا۔[2] اور اہم خبریں سانڈنی سوار لے جاتے تھے۔[2]

انگریزوں نے ہندوستان میں آنے کے بعد اخبار میں خبریں پہنچانے کے لئے مغلیہ طریقوں پر عمل کیا، جوں جوں قدم جمتے گئے تبدیلیاں ہوتی گئیں۔

"سنہ ۱۸۴۱ء میں گھوڑوں اور پیدلوں کی جگہ بگھی سے ڈاک بھیجنی شروع ہوئی اس کا ٹھیکیدار مرلی دھر سوداگر تھا جس نے بگھیاں بنوائیں اور ان سے ڈاک بھجوانی شروع کی"[3]

جہاں جہاں ریلیں بنیں وہاں ریل سے ڈاک جانے لگی، موجودہ دور میں ہر جگہ خبریں حاصل کرنے کے لئے ایک سا انتظام، ہر ملک اور ہر بڑے مقام میں خبریں حاصل کرنے کے لئے رپورٹر ہوتے ہیں جو مختلف نیوز ایجنسیوں کو خبریں فراہم کرتے ہیں، وہ ایجنسیاں عام طور پر وائرلیس، ریڈیو، ٹیلیفون، تار برقی، ہوائی جہاز اور ریلوں سے خبریں حاصل کر کے اپنی مشینوں کے ذریعہ بڑے بڑے اخباروں میں پہنچاتی ہیں، خبریں سننے اور پڑھنے کا ذریعہ زیادہ تر اخبار ہیں یا ریڈیو ہے۔

حکومتوں کی خبریں حاصل کرنے کا وہی پرانا طریقہ ہے۔ پولس، خفیہ پولس حکومت کے لئے متعلقہ خبریں فراہم کر کے حکام کو پہنچاتی ہیں۔

●

[1] مضمون کیفی رسالہ اردو دہلی اپریل ۱۹۲۵ء۔ [2] مقدمہ بہادر شاہ ص۱۶۳۔ [3] دہلی اردو اخبار ۵ دسمبر ۱۸۴۱ء۔

سنہ ۱۸۵۷ء سے قبل کے اخبارات

ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس ایک پریس تھا جس کی سنہ ۱۶۷۴ء میں کورٹ آف ڈائرکٹرز نے ہنری ملز بمبئی میں بھیجکر ہندوستان میں پریس کی بنیاد ڈالی۔ جولائی ۱۶۷۵ء کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چھاپہ خانہ بہت بری حالت میں تھا جو ناقابل استعمال تھا کمپنی نے فیصلہ کیا کہ چھاپہ خانہ کی حالت کو دیکھنے کے لئے کسی کو بھیجے تاکہ اس کی مرمت وغیرہ کا تخمینہ معلوم ہو سکے۔

سنہ ۱۷۷۲ء میں مدراس میں چھاپہ خانہ چل رہا تھا۔ سنہ ۱۷۷۹ء میں سرکاری طور پر ایک پریس لگایا گیا۔ یہ سرکاری پریس سر چارلس ولکنز کے اہتمام میں تھا۔

۱۷۷۸ء میں ہگلی میں بنگالی زبان کا ٹائپ بنگالی زبان کی گریمر چھاپنے کے لئے تیار ہوا۔ اس کا بنانے والا ایک ہندوستانی لوہار پرچانند تھا۔[۱]

پہلا انگریزی اخبار

ہندوستان میں سب سے پہلا انگریزی اخبار بنگال اینیل ۱۸۰۳ء کے مطابق انڈین گزٹ تھا جو ۱۷۸۴ء میں جاری ہوا۔ ہفتہ وار تھا۔ ۱۸۲۰ء میں ہفتہ میں دو بار اور ۱۸۳۰ء میں تین بار شائع ہونے

---

[۱] انڈین پریس مارگریٹا بارس۔

لگا۔ کچھ مدت کے بعد روزانہ ہوگیا۔ یہ لبرل خیالات کا تھا اور اس کے مضامین کا لب ولہجہ سنجیدہ اور شریفانہ تھا۔

یہ انکشاف مولوی عبدالرزاق صاحب راشد نے رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۲۵ء میں کیا۔ لیکن مولانائے محترم نے اس کی تمہید میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انڈین گزٹ سے قبل بھی اخبارات جاری تھے جن کی غیر ذمہ دارانہ روش کی بنا پر ان کے جواب میں اس اخبار کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے جاری کیا۔ مولانا کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"گورنمنٹ ہند نے فتح کے بعد یہ ضروری سمجھا تھا کہ سرکاری کاروبار کی اطلاع اہل ہند کو دی جانی چاہیئے۔ یہ ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں پر اخبارات سختی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے تھے اور کمپنی بھی ایڈیٹروں کو سخت سزا کا مستوجب خیال کرتی اور ان کو بعض اوقات جلاوطن کر دیتی تھی۔ اس لئے اول اول بعض حکام کی سرکاری تحریرات کے ذریعہ اطلاعیں دی گئیں بالآخر سنہ ۱۷۸۴ء میں انڈین گزٹ جاری کیا گیا۔ اس کی اشاعت ہفتہ وار ہوتی تھی۔ ملاحظہ ہو وی بنگال ایندل سنہ ۱۸۵۲ء وانڈین میل (۱۸۳۱ء)"

مولانا صاحب نے جس جلاوطنی کا حوالہ دیا ہے وہ تو واقعہ مسٹر جیمز آگسٹس ہکی کے ساتھ پیش آیا بیان کیا جاتا ہے جنہوں نے ۱۷۸۰ء میں بنگال گزٹ (جو بعد میں ہکی گزٹ کے نام سے شائع ہوا) نکالا تھا اور اس کے جاری ہونے کے بعد اس کے قابل اعتراض مضمون پر مسٹر ہکی کو جلاوطن کیا گیا تھا۔

اگر ہکی گزٹ جیسے اخبارات کی غیر ذمہ دارانہ تحریروں سے مجبور ہو کر انڈین گزٹ شائع ہوا تو اس سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ انڈین گزٹ انگریزی کا پہلا

ہندوستانی اخبار نہیں تھا بلکہ بنگال گزٹ کے بعد کے پرچوں میں اس کا شمار ہونا چاہئے۔

مولانا کے بیان میں تضاد ہے لیکن انڈین گزٹ کی اولیت کا ثبوت جامع ہے۔

بنگال گزٹ

مورخین متفقہ طور پر بنگال گزٹ یا کلکتہ ایڈورٹائزر کو ہندوستان کا سب سے پہلا انگریزی اخبار مانتے ہیں۔

بنگال گزٹ ۲۹ جنوری ۱۷۸۰ء میں جاری ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس اخبار کا نام ہکی گزٹ رکھا گیا۔ اسی نام سے اس نے شہرت دوام حاصل کی۔

اس اخبار کے مالک اور ایڈیٹر مسٹر جیمس آگسٹس ہکی تھے جو ۱۷۷۰ء تک لیسٹ انڈیا کمپنی کا ایک سپلائر بناتے رہے۔ دو ہزار روپے سے انہوں نے پریس لگا کر یہ اخبار جاری کیا۔

ہکی گزٹ دو ورقی تھا یعنی چار صفحہ کا اخبار تھا جس میں اشتہارات زیادہ ہوتے تھے۔ اس کا سائز ۸ × ۱۲ تھا۔ بے باک اور نڈر اخبار تھا۔ پرائیویٹ افسروں پر زیادہ نکتہ چینی کرتا تھا۔

ہکی کو اسی انتقامی جذبے کے ماتحت لارڈ ہیسٹنگز نے جون ۱۷۸۱ء کو گرفتار کیا اور پریس ضبط کر لیا۔ جنوری ۱۷۸۲ء میں لارڈ ہیسٹنگز سرحدی علاقہ کے دورے سے واپس آئے۔ مقدمہ کی شنوائی ہوئی تو اس کو سزا ہو گئی۔ ۷ مارچ ۱۷۸۲ء کو ہکی نے سزا کے خلاف عدالت عالیہ کلکتہ میں اپیل کی۔ ہکی نے خود بحث کی جس پر اس کا پریس بھی واپس ہو گیا اور وہ بھی رہا کر دیا گیا۔ (انڈین پریس) بعد میں ہکی کو جلاوطن کر دیا گیا۔

مارگریٹا بارنس مصنف انڈین پریس انڈین گزٹ کو انگریزی کا دوسرا اخبار تسلیم کرتی ہیں اور نومبر ۱۷۸۰ء میں شائع ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ اس کے جاری

کرنے والے دو اشخاص تھے بی مینک B. messink اور پیٹر ریڈ Peter Rauds
بی مینک ایک تھیٹر کمپنی سے تعلق رکھتا تھا اور پیٹر ریڈ نمک کا سوداگر تھا۔ فروری ۱۷۸۴ء میں کلکتہ گزٹ گورنمنٹ کی طرف سے شائع ہوا۔ دی بنگال جرنل فروری ۱۷۸۵ء اور اپریل ۱۷۸۵ء میں اورنٹیل میگزین یا کلکتہ امیوزمنٹ ماہانہ نکلا۔ (انڈین پریس ص ۵۶)۔

ہندوستانی زبان کا پہلا رسالہ اور اخبار

ڈگ درشن اپریل ۱۸۱۸ء میں بنگالی زبان میں شائع ہوا جو ماہنامہ تھا۔ یہ اس پریس میں چھپتا تھا جو ۱۷۹۰ء میں لکڑی کا ایک معمولی چالیس پونڈ کا پریس تھا۔ کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ پریس اس قدر اہمیت حاصل کرے گا کہ اس میں تاریخی اخبارات اور کتابیں شائع ہوں گی۔[1]

اسی پریس میں ترجمہ کرنے اور پروف پڑھنے کا کام ڈاکٹر کیری نے اپنے ہاتھ میں لیا، اور وارڈ چھاپنے کا کام جانتا تھا، اس کو چھاپے خانے کا منتظم مقرر کیا۔ (مشنری پیشوا ص ۲۸)۔

یہ پرچہ سی رام پور کی بیپٹسٹ مشنری نے جاری کیا تھا۔ اس پرشروع میں حکومت کی سخت نگرانی ہوتی تھی اس لئے کہ حکومت کو شک تھا کہ مشنری لوگ ہندوستانیوں کے خیالات کی اچھی طرح ترجمانی نہیں کرسکیں گے۔

بپٹسٹ مشنری کا کرتا دھرتا ڈاکٹر کیری حکومت کی اس سخت نگرانی کا مخالف تھا وہ سمجھتا تھا کہ اس سے گورنمنٹ اور مشنری کے درمیان اختلافات کی ایک خلیج حائل ہوجائے گی لیکن اس کے ساتھی ڈاکٹر مارشمن اور مسٹر وارڈ نے ڈاکٹر

---

[1] انڈین پریس ص ۲۳۰۔

کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس رسالے کے نکالنے کا مقصد ہی یہ رکھا کہ
بنگالی اخبارات کا مقابلہ کرنا اور گورنمنٹ کی حمایت کرنا۔

اس میگزین میں تاریخی اور سموئے ہوئے سیاسی مضامین کے علاوہ گورنمنٹ
کے نوٹس شائع ہوتے تھے۔ ولیم کیری[2] کا نظریہ یہ تھا۔

"کوئی انجمن اتنا موثر اور طاقت ور نہیں ہو سکتا جتنا کہ وہ اخبار جس
میں گاہے بگاہے مہذب اور سبق آموز مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں
وہ علم کے پھیلانے کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔"

سماچار درپن

ڈگ درشن کے دو نمبر شائع ہونے کے بعد جب مشنریوں نے یہ اندازہ لگالیا کہ اس پرچہ پر گورنمنٹ نے کوئی اعتراض نہیں کیا تب انہوں نے اپنا ایک علیحدہ اخبار ہفتہ وار سماچار درپن ۲۳ مئی ۱۸۱۸ء کو شائع کیا اور یہ اخبار وائس پریذیڈنٹ بن جے من اڈمون سٹون اور چیف سکریٹری جان آدم کو بھیجا۔ انھوں نے اس کو بہت پسند کیا۔ لارڈ ہیسٹنگز اس وقت سرحد کے دورہ پر تھے ان کو جب اس کی کاپی ملی تو انہوں نے بھی اس کو پسند کیا، اور اس قدر خوش ہوئے کہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ایک خط سماچار درپن کے بانیوں کو خیر مقدم کا روانہ کیا اور اسی وقت یہ حکم جاری کیا کہ۔

"اس پرچے کے لئے چوتھائی ٹکٹ کی مراعات دی جاتی ہے۔"

گویا اگر دوسرے اخبارات کے لئے چار پیسے کا ٹکٹ لگانا ضروری تھا تو سماچار درپن کے لئے ایک پیسہ کا ٹکٹ مقرر ہوا۔[2] اس اخبار کا ایڈیٹر مارشمن تھا۔[3]

---

[1] انڈین پریس ص۸۸۔ [2] ایضاً ص۸۹۔ [3] مشنری پیشوا۔

سمباد کمودی

راجہ رام موہن رائے نے دسمبر ۱۸۱۱ء میں یہ اخبار نکالا جس میں سماچار درپن کے جوابات شائع ہوتے تھے اور ہندو دھرم اور نصرانی مذہب کا موازنہ کیا جاتا تھا اور ہندو دھرم کی فضیلت ثابت کی جاتی تھی۔[1]

بمبئی سماچار

۱۸۲۱ء میں پہلا گجراتی پریس بمبئی میں سماچار کے نام سے جاری ہوا جس کے بانی فردو رجی میزبان تھے۔ انہوں نے ہی ۱۸۲۲ء میں بمبئی سماچار اخبار جاری کیا۔[2]

اودنت مارتنڈ[3]

پنڈت جگل کشور شکلا کان پور کے رہنے والے تھے جو کلکتہ صدر عدالتِ دیوانی کے پیشکار تھے۔ انہوں نے ۳۰ مئی ۱۸۲۶ء کو ۲۷ کولوٹولہ کلکتہ سے یہ اخبار جاری کیا۔ یہ اخبار آٹھ ورقوں کا تھا۔ منگل کو نکلتا تھا جس کا ماہانہ چندہ دو روپے تھا۔ اس میں سرکاری ملازموں کی تقرری اور علیحدگی کے اعلانات شائع ہوتے تھے اور ملکی اور غیر ملکی خبریں دی جاتی تھیں۔ اس اخبار کی زبان پورب کی کھڑی بولی تھی۔[4] اس کے ایڈیٹر بر جندر ناتھ بنرجی تھے۔ یہ اخبار خریداروں کی کمی اور سرکاری مدد نہ ملنے کی وجہ سے ڈیڑھ سال کے بعد ۴ دسمبر ۱۸۲۷ء کو بند ہو گیا تھا۔ اس اخبار کا فائل "رادھا کانت دیو لائبریری" سوکیا اسٹریٹ کلکتہ میں موجود ہے۔

بنگال ہیرلڈ

راجہ رام موہن رائے ہندی جرنلسٹوں میں بھی یاد کئے جاتے ہیں یہ اخبار بنگال ہیرلڈ راجہ جی نے ہی ۱۸۲۹ء میں ہندی، بنگالی اور فارسی زبان میں نکالا تھا۔ اس کے ایڈیٹر نیل رتن ہلدار تھے۔ اس کا چندہ ایک روپیہ ماہانہ تھا۔ یہ ہندی کا تیسرا پرچہ شمار کیا جاتا ہے۔[5]

۱۔ انڈین پریس صفحہ ۲۳۔ ۲۔ ہندی ادب نیتر کار صفحہ ۱۱۴۔ ۳۔ ہندی کے نیتر ادیتر کار صفحہ ۔ ۴۔ ایضاً۔

مراۃ الاخبار

یہ ہفتہ وار اخبار کلکتہ سے راجہ رام موہن رائے کی ادارت میں ۲۰ راپریل ۱۸۲۲ء کو فارسی زبان میں جاری ہونا بتایا جاتا ہے لیکن جام جہاں نما" کلکتہ سے ۲۷ رمارچ ۱۸۲۲ء کو شائع ہوا، تو اس اعتبار سے اولیت کا درجہ جام جہاں نما کو حاصل ہونا چاہیے۔ لیکن اس کو اولیت کا درجہ جب ہی حاصل ہو گا جبکہ یہ فارسی زبان میں نکلا ہو، نکلا ہے یہ اردو میں جس کا ثبوت کلکتہ منتھلی جو کلکتہ میگزین کی مہینہ بھر کی معلومات جمع کر کے ہر ماہ شائع کرتا تھا اس کی ۱۸۲۲ء کی جلد اول کی رپورٹ سے ملتا ہے۔ اس میں تحریر ہے۔

"اس وقت کلکتہ سے دیسی مالکوں کی نگرانی میں دو بنگالی اخبار جاری ہیں ہمارے علم کے مطابق ایک "پکا دھگ" ہے اور دوسرا "تور یون" سے زیادہ قدامت پسند، اور آج صبح ایک نیا اخبار ہندوستانی زبان میں جاری ہوا ہے لیکن اس کا رشتہ کس سے ہے، اسے کس نے جاری کیا، اس بارے میں ہمیں کوئی بھی کچھ بتا نہیں سکتا، نہ اس کا کوئی پراسپکٹس ہے نہ اس پر چھاپنے والے کا نام درج ہے۔ یہ اخبار کوارٹر سائز کے تین ورق پر ہے اور اس کا نام جام جہاں نما ہے۔ پہلا شمارہ بدھ کے روز ۲۷ رمارچ کو شائع ہوا۔"

اس رپورٹ کے مطابق جام جہاں نما کے چار پانچ پرچے تو اردو میں ضرور نکلے ہوں گے۔ اس بنا پر اردو کے اخباروں میں اولیت کا درجہ مراۃ الاخبار کو بھی ملنا چاہئے اور جس وقت مراۃ الاخبار جاری ہوا ہے اس نے اپنے جاری ہونے سے قبل ایک انگریزی اخبار میں اپنے جاری ہونے کے متعلق ایک اشتہار شائع کرایا تھا جس میں اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جس وقت مراۃ الاخبار شائع ہوا، کوئی اور فارسی کا اخبار گویا جام جہاں نما بھی فارسی میں نہیں نکلا تھا۔ اس اشتہار کا مضمون یہ تھا۔

"ایڈیٹر عوام کو مطلع کرتا ہے کہ اس ملک میں اخبار بین طبقے کے لئے بہت سے اخبار شائع ہوتے ہیں لیکن اب تک فارسی کا کوئی اخبار شائع نہیں ہوا جس سے ان لوگوں کو عموماً جو انگریزی سے ناواقف ہیں اور شمالی ہند کے رہنے والوں کو خصوصاً خبریں معلوم ہوسکیں چنانچہ وہ ایک فارسی اخبار کے اجراء کا کام شروع کر رہا ہے۔"

یہ دونوں ثبوت اس بات کے لئے کافی ہیں کہ اس وقت تک کلکتہ یا شمالی ہند کے کسی مقام پر کوئی فارسی کا اخبار جاری نہیں ہوا تھا سوائے مراۃ الاخبار کے۔

اس اخبار میں خبروں کے علاوہ تبصرے اور قوم کے سدھار کے بارے میں مضامین شائع ہوتے تھے۔ خاص طور پر ستی رسم کے خلاف کافی لکھا جاتا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا جاتا تھا کہ وہ اس رسم کو خلاف قانون قرار دے۔ ایسے مضامین کی وجہ سے گورنمنٹ کو اندیشہ ہوا کہ عوام میں بے چینی نہ پھیل جائے اور دقتوں اور آفتوں کا سامنا کرنا پڑے۔

حکومت کے ان خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے راجہ جی نے اخبار کے اغراض و مقاصد میں پہلے ہی اپنے خیالات کی وضاحت کر دی تھی کہ میں اخبار کیوں نکال رہا ہوں انہوں نے اپنے مقالہ میں لکھا تھا۔

"اخبار جاری کرنے سے میری غرض نہ تو امیروں کی یا اپنے دوستوں کی مدح سرائی کرنا ہے اور نہ عزو جاہ اور لطف و عنایت کا حصول ہی میرے پیش نظر ہے ــــ مختصراً یہ کہ اس اخبار کی ذمہ داری لینے سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں پبلک کے سامنے ایسے مضامین رکھوں جن سے ان کی معلومات میں اضافہ ہو اور ان میں علم کی روشنی پھیلے اور اس کی سوشل اصلاح جہاں تک میرے امکان میں ہو میں کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ حکمراں طبقہ کو بھی ہندوستان کی رسم و رواج کے بارے میں صحیح

حالات اور اس کی صحیح حقیقت واضح کر دوں تاکہ حکمراں طبقہ میرے اصلاحی کاموں میں مدد دینے میں کوتاہی نہ کرے اور نہ دوسری طرف پبلک بھی یہ جان لے کہ حکومت بھی ان کی اس سلسلہ میں مدد کر سکتی ہے۔"

پہلے پرچے میں جو مضامین چھپے تھے اور خبریں شائع ہوئی تھیں ان کے عنوانات یہ تھے۔

(۱) ایڈیٹر کی گذارش (۲) سرکاری ضوابط، جن کے مطابق کمپنی کے ملازمین خرابیٔ صحت کی بنا پر متعینہ مدت کے لئے غیر حاضر ہو سکتے ہیں۔ (۳) چین کے اختلافات۔ (۴) بڑا کے جج جان ہنیر کا مقدمہ (۵) ۲۶ اپریل کو بادشاہ کی سالگرہ کے موقع پر قیدیوں کی رہائی (۶) جہازرانی کی خبریں (۷) روس اور سب لائم پورٹ کے مابین مخاصمت کے اسباب (۸) رنجیت سنگھ کے کارنامے (۹) اس سال ہندوستان کی عمدہ فصل (۱۰) فروخت کے لئے ہاتھی کا جوڑا (۱۱) افیون اور نیل کا رخ۔ (۱۲) اہل شاہجہان آباد کو آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی نے شہر میں انگریزی مدرسہ کے قیام کے باب میں جو تجویز بھیجی جس پر دلیسوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔

۱۸۲۳ء میں یہ پریس قانون نافذ کیا گیا "حکومت سے لائسنس حاصل کئے بغیر کوئی شخص اخبار یا اشتہار یا کتاب نہیں چھاپ سکتا تھا۔ چھاپہ خانے کے لئے لائسنس حاصل کرنا ضروری ہو گیا۔"

اس قانون کے نفاذ کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ: "جو شخص اخبارات کے اس قانون کے خلاف کوئی عدالتی کارروائی کرنی چاہتا ہے تو وہ سپریم کورٹ میں دائر کر سکتا ہے۔"

چنانچہ اس اعلان کے بموجب اس قانون کے خلاف راجہ رام موہن رائے اور ان کے پانچ ساتھیوں نے کنٹن فارگیوسن وکیل کی معرفت پروٹسٹ کیا جس میں کہا گیا

تھا کہ کلکتہ کے لوگ اس قسم کے قانون کے سخت مخالف ہیں۔

سر فرانسز میگ، نکیتا جج سپریم کورٹ نے اس مقدمہ کی شنوائی کی اور فیصلہ میں لکھا کہ:

"دنیا میں کوئی قصبہ یا شہر یا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں اتنی سیاسی آزادی دی گئی ہو جتنی کہ کلکتہ میں دی گئی ہے۔ اس لئے اس قانون میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جا سکتی۔"

سر فرانسز کو کورٹ آف ڈائرکٹرز کے مقابلہ میں اتنی بھی پوزیشن اور اختیارات نہیں تھے جتنے کہ ایک شہری کو ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ گورنمنٹ بنگال اور کورٹ آف ڈائرکٹرز کی پالیسی کے ماتحت دیا۔

راجہ رام موہن رائے وہ شخص نہیں تھے جو اپیل خارج ہونے کے بعد خاموش بیٹھ جاتے۔ انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف شہنشاہ برطانیہ سے اپیل کی وہ بھی منظور نہیں ہوئی۔ راجہ رام موہن رائے نے دیسی اخبارات کے حقوق کی آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا۔ ناکامی کے بعد انہوں نے ۱۸۲۳ء میں ایک سال کے بعد بطور پروٹسٹ مراۃ الاخبار بند کر دیا۔ (انڈین پریس)

ہندوستان میں راجہ رام موہن رائے وہ پہلے صحافی ہیں جنہوں نے آزادیٔ تحریر کے لئے پہلا عملی قدم اٹھایا۔ اور قانونی جنگ کی اور بطور احتجاج اخبار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر کے اہل صحافت کی خودداری کو قائم کیا۔

راجہ رام موہن رائے: آپ رادھا نگر کلکتہ میں ۲۲ مئی ۱۷۷۲ء کو ایک پرانے اور معزز خاندان برہمنوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کو تعلیم دی۔ فارسی گھر میں پڑھی، عربی پٹنہ میں حاصل کی، اقلیدس میں ارسطو کی تصانیف اور قرآن مجید پڑھا سنسکرت کی تعلیم بنارس میں جا کر پائی۔ بچپن میں پکے بت پرست تھے لیکن تھوڑے دنوں کے بعد

انہوں نے غور و فکر کرنا شروع کیا اور پندرہ سال کی عمر میں گھر چھوڑ کر بدھ مذہب کی تحصیل کے لئے تبت پہنچے وہاں لامہ کی پوجا پر نکتہ چینی کرنے کی وجہ سے عوام ان کے مخالف ہوگئے۔ چند سال کی سیاحی کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور یہاں بھی انہوں نے بت پرستی کی مخالفت کی جس کی وجہ سے گھر چھوڑنا پڑا۔ ۱۸۰۳ء میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ دس برس تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کی اور دیوانی کے عہدہ تک پہنچے جو اس وقت کے ہندوستانیوں کے لئے گویا معراج تھا۔

اس عرصہ میں انہوں نے یہ کام شروع کیا کہ شام کے وقت اپنے دوستوں کو جمع کرکے بت پرستی کے خلاف بحث کیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے اپنی پہلی کتاب "تحفۃ الموحدین" شائع کی۔ یہ چھوٹا سا رسالہ اصل میں فارسی زبان میں ہے اور اس کا دیباچہ عربی میں ہے اور توہمات اور بت پرستی کے طریقہ کی اس میں دلیرانہ طریقے پر مخالفت کی گئی ہے۔ ان کارروائیوں سے لوگ ان کے سخت مخالف ہوگئے اور ان کو ستانے لگے۔ ۱۸۱۴ء میں اس سے بچنے کے لئے کلکتہ میں آرہے — یہاں آتے ہی انہوں نے ایک چھوٹی سی جماعت آتم سبھا قائم کی جس کی میٹنگ ہفتہ وار ہوتی تھی اور شاستر پڑھے اور بھجن گائے جاتے تھے۔ ۱۸۱۶ء میں انہوں نے ویدانت کا بنگالی اور اردو زبان میں ترجمہ کیا جس کے بعد کئی اپنشد بھی بنگالی، اردو اور انگریزی میں ترجمہ کیں۔ ان کتابوں کو وہ اپنے روپے سے چھپواتے اور مفت تقسیم کرتے تھے جس سے ان کی مخالفت شروع ہوگئی۔ بڑے بڑے مباحثے ہونے لگے لیکن ان کی لیاقت ہوشیاری اور علمیت کے مقابلہ میں مخالفت فروغ نہیں پاسکی۔ سب سے زیادہ ان کی مخالفت اس لئے کی گئی کہ وہ ستی کی رسم کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

۱۸۱۱ء میں انہوں نے اپنی بڑی بھاوج کو اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ستی ہوتے دیکھا تھا۔ اسی وقت سے انہوں نے یہ عہد کرلیا تھا کہ آخر دم تک وہ اس

رسم کی دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے بنگالی اور انگریزی زبانوں میں اس سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں جس میں اس رسم کے حامیوں کے دعووں کی تکذیب کی۔ ان کی ہی کوشش سے آخر ۴ دسمبر ۱۸۲۹ء کو لارڈ ولیم بنٹنگ نے ایک ریگولیشن جاری کیا جس کی رو سے رسم ستی تمام قلمرو میں بند کر دی گئی۔

راجہ جی کو تعلیم سے خاص شغف تھا۔ انہوں نے مدرسے بنوائے جن میں انگریزی اور دیسی زبانوں کے ذریعہ کار آمد علوم کی مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ انہوں نے بنگالی زبان کی جو اس وقت تک بالکل ایک بنجر زمین کی طرح تھی، صرف و نحو میں ایک کتاب لکھی اور ۱۸۲۶ء میں اس کا انگریزی میں ترجمہ چھپا یا۔ ہندو قانون پر کئی بیش قیمت رسالے لکھے۔

راجہ رام موہن رائے کو عیسائی مذہب سے دلچسپی تھی چنانچہ انہوں نے عبرانی و یونانی زبان اس لئے سیکھی کہ وہ انجیل کو اس کی اصلی زبان میں پڑھیں۔ ۱۸۲۰ء میں چاروں انجیلوں کا ایک انتخاب "نصائح عیسوی" شائع کیا۔ سیرام پور کے پادری اس کتاب پر معترض ہوئے جس پر طرفین میں ایک طویل بحث شروع ہوئی اس کتاب کی تائید میں اور کتابیں بھی راجہ جی نے لکھیں جن کے نام "اپیل ٹو کرسچین پبلک" ہیں۔ ان کتابوں نے یورپ اور امریکہ میں دھوم مچا دی تھی۔ یہ کتابیں کئی دفعہ ان براعظموں میں چھپیں۔

مسٹر ولیم ایڈم سے راجہ جی کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ایڈم صاحب تثلیث کے حامی تھے۔ انہوں نے چاہا کہ رام موہن رائے کو اس مسئلہ میں قائل کریں۔ دونوں میں بحث ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر ایڈم کو خود اس عقیدے سے انکار کرنا پڑا جس پر انہوں نے کلکتہ میں ایک یونیٹیرین مشن قائم کیا۔ ان کے دیکھا دیکھی ۲۰ اگست ۱۸۲۸ء کو "برہم سبھا" راجہ جی نے قائم کی۔ پہلے اس کے جلسے کرایہ کے

مکان میں ہوا کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد راجہ رام موہن رائے نے اپنے پاس سے روپیہ خرچ کرکے ایک مکان اس کے لئے تعمیر کرایا۔

اس سبھا کے قائم ہونے کے بعد راجہ رام موہن رائے نے انگلستان جانے کا قصد کیا۔ ان ہی دنوں شاہ دہلی کا کمپنی کے ساتھ جھگڑا چل رہا تھا۔ شاہ نے ان کو اپنا وکیل مقرر کیا اور راجہ کا خطاب دیا۔ ۸ اپریل ۱۸۳۱ء کو یہ انگلستان پہنچے جہاں ان کی بڑی عزت اور خاطر تواضع ہوئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سند ان ہی دنوں میں تبدیل ہونے والی تھی۔ اس وقت پارلیمنٹ میں جو مباحثے ہوئے ان میں رام موہن رائے دلچسپی لیتے رہے اور بورڈ آف کنٹرول کے سامنے ہندوستان کی حالت پر نہایت بیش قیمت شہادت دی۔ اس شہادت میں ہندوستان کی عدالتوں کے انتظام اور طریقۂ مالگذاری پر جو خیالات ظاہر کئے ان سے ان کی اعلیٰ دماغی اور قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۸۳۲ء میں انہوں نے اپنا مشہور رسالہ "ہندوؤں کا حق جائداد جدّی" دوبارہ چھپوایا۔

راجہ رام موہن رائے نے اسی زمانے میں فرانس کی سیر کی جہاں شاہ فرانس نے ان کی دعوت کی۔ ان کو وہاں کی ایشیاٹک سوسائٹی نے اپنا آنریری ممبر مقرر کیا۔ آپ امریکہ کی سیر کا ارادہ رکھتے تھے لیکن موت نے مہلت نہیں دی۔ اور ۲۷ ستمبر ۱۸۳۳ء میں برسٹل میں فوت ہوگئے۔ [1]

جامِ جہاں نما ۲۷ مارچ ۱۸۲۲ء کو یہ اخبار شائع ہوا، جو اردو زبان میں تھا لیکن اس کی یہ مدت بہت ہی مختصر سی تھی۔ چنانچہ ۸ مئی ۱۸۲۲ء کے کلکتہ جنرل میں اعلان کیا گیا تھا کہ جس ہندوستانی اخبار کے چھ شمارے چھپ

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

چکے ہیں، اس کی زبان میں عنقریب ایک اہم تبدیلی ہونے والی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۶ مئی ۱۸۲۲ء سے اس اخبار کی زبان فارسی ہوگئی تھی اور اسی وقت سے اس اخبار پر نمبر شمار و نمبر جلد ڈالا جانا شروع ہوا۔

چنانچہ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں "جام جہاں نما" کے دس سال کے فائل ہیں۔ ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کے فائل کا نمبر ۱۲۳ ہے۔ عام طور پر ہفتہ وار اخبارات کے ایک سال میں ۵۱ ہفتے یعنی نمبر شائع ہوتے ہیں۔ ۱۸۲۳ء اور ۱۸۲۴ء کے ۵۱ کے حساب سے دو سال کے پرچے ۱۰۲ ہوتے ہیں۔ باقی رہے ۱۸۲۲ء کے ۲۱ پرچے یعنی ۱۸۲۲ء میں اس اخبار کے ۲۱ پرچے نکلے۔ اگر ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء سے آخر دسمبر ۱۸۲۲ء کے پرچوں کی تعداد کا حساب لگایا جائے کہ کتنے پرچے نکلے تو ۲۸ پرچے نکلنے چاہئیں، نکلے ہیں ۲۱ تو سات پرچوں یعنی سات ہفتوں کا فرق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶ مئی ۱۸۲۲ء کو فارسی کا اخبار شائع ہوا ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء کو نہیں۔

جہاں نما کے درخواست دہندہ ہری ہر دت اور پرنٹر ولیم ہوپ کنگ اور لالہ سدا سکھ جو ایک منشی تھے اس اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ (انڈین پریس)

یہ اخبار ہفتہ وار تھا ہر بدھ کو شائع ہوتا تھا نمبر ۱۱ سرکلر روڈ کلکتہ سے نکلتا تھا۔ بعد میں کولوٹولہ میں اس کا دفتر ہو گیا تھا۔ چھاپہ خانہ مشن پریس میں چھپتا تھا۔ اس کے سرورق کے دونوں طرف تاج برطانیہ کی تصویر تھی۔ فارسی کا پرچہ ۲۲ جنوری ۱۸۲۸ء تک آٹھ صفحہ پر اردو کے ضمیمہ کے بند ہونے کے بعد بارہ صفحہ پر اور چند سال کے بعد سولہ صفحات پر مشتمل ہوا۔ اردو کا پرچہ چار صفحہ پر نکلتا تھا دو کالمی صفحہ تھا۔ سائز $\frac{۳۰}{۲۰}$۔ فارسی کے پرچے کا ماہانہ دو روپے اور اردو کے پرچے کا ایک روپیہ ماہانہ چندہ تھا۔ اس اخبار کے خاص ایجنٹ

تاراچند کو ہوٹولہ والے تھے۔

ابتدا میں یہ اخبار کچھ عرصہ انگریزی تجارتی کوٹھی کی ملکیت رہا اور اسی کی پالیسی کے ماتحت اور اہتمام میں شائع ہوتا رہا لیکن بعد میں راجہ رنجیت سنگھ کے خلاف ایک مضمون لکھنے پر ایسٹ انڈیا کمپنی اس اخبار سے ناراض ہوگئی اور اس سے قطع تعلق کرلیا۔

فارسی پرچے کے مخصوص عنوانات "نفر رعیدہ بصاحبان اہل قلم" "خبر حضرت جہاں پناہ مقام شاہجہاں آباد" "خبر بادشاہ والا جاہ اودھ" "خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ لاہور" "خبر مہاراجہ ہولکر وغیرہ تھے۔

ان عنوانات کے تحت ان حکومتوں اور حکمرانوں کی روزانہ کی حرکات و سکنات کا ذکر خبر کیا جاتا تھا۔ کیا کھایا، کیا پیا، کب لیٹے، کب بیدار ہوئے، کیا حکم جاری ہوئے، کس پر عتاب ہوا، کس پر مہربان ہوئے۔ غرض اسی قسم کی خبریں ان عنوانات کے تحت درج ہوتی تھیں۔ خبروں کے ساتھ رائے زنی کی جاتی تھی البتہ غیر ممالک کی خبروں میں حکمرانوں کے حالات نہیں ہوتے تھے بلکہ زیادہ تر جنگ کی خبریں یا معلوماتی خبریں دی جاتی تھیں۔ فارسی کا پرچہ بھاری بھر کم معلوم ہوتا ہے لیکن اردو کا پرچہ معلوم ہوتا ہے کہ بد دلی سے نکالا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی شان یا جان نہیں تھی۔ ہندوستان کے مذکورہ درباروں کے حالات کے علاوہ غیر ملکی خبریں خال خال نظر آتی ہیں۔

اس کے عنوانات گوالیار کی خبر، لاہور کی خبر، پونہ کی خبر، جے پور کی خبر وغیرہ جیسے تھے۔ اردو ضمیمہ میں خبروں کا سلسلہ یکم مارچ ۱۸۲۶ء سے بند ہوگیا تھا اور ۲۸ جون ۱۸۲۸ء کے پرچے سے "بونا پارٹ کے محاربات کی خبر" کے عنوان کے تحت فرانس کی لڑائیوں کا ۱۷۶۰ء سے ۱۸۰۲ء تک کا حال ہے جو ۲ جنوری ۱۸۲۷ء

کے پرچے میں ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد ۱۷ رجنوری ۱۸۲۷ء سے ۲۳ رجنوری ۱۸۲۸ء تک کے پرچوں میں اورنگ زیب کی سلطنت کا حال لکھا گیا ہے۔

یہ خبریں زیادہ تر انگریزی اخباروں اور بعد میں فارسی پرچوں سے اخذ کی جاتی تھیں اور ان کے ترجمے اور اقتباسات "جام جہاں نما" کی زینت بنتے تھے۔

شروع زمانہ میں فارسی اخبارات کی اشاعت بڑی محدود تھی۔ ہر ہفتہ ۲۷۴ پرچے چھپتے تھے۔ ایک ایک پرچہ اورنگ آباد، رنگون، بنارس، فتح پور، گوالیار اور روزانہ اخبار دہلی اور لکھنؤ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ بندیل کھنڈ اور کچھ ہندوستانیوں کچھ آزاد شاہی لوگوں کو اور کچھ پولیٹیکل ایجنٹوں کی خدمت میں قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے تھے۔[1]

چنانچہ اسی زمانے ۱۸۲۷ء میں لارڈ بین ٹنک (Bentink) نے ہندوستانی اخبارات کی اشاعت اور ان کے اثرات معلوم کرنے کی خواہش کی تو مسٹر اے سٹارلنگ نے ۱۸۲۴ء سے ۱۸۲۷ء تک کے حالات و کیفیت سے لارڈ صاحب کو باخبر کیا اور جام جہاں نما کے بارے میں جو رپورٹ دی وہ یہ تھی:

"یہ اخبار صرف چند انگریزوں کی سرپرستی اور میری (سٹارلنگ) کی وجہ سے چل رہا ہے پبلک نے اس کو چندہ دینا بند کر دیا ہے میں اور چند انگریز اس کے جاری رکھنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اس لئے چندہ دیتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے ہندوستانیوں میں تعلیم و تربیت اور تحقیقی مادہ پیدا ہو۔ ہندوستانی موجودہ حکومت میں اخبارات پر خرچ کرنے کو فضول خرچی سمجھتے ہیں جس کی وجہ

---

[1] انڈین پریس ص ۱۸۳۔

سے جام جہاں نما کی کوئی مانگ نہیں ہے اور یہ اخبار بکتا بھی نہیں ہے۔
جب کہ پبلک بھی اور حکومت بھی اس اخبار کی مدد نہیں کرتی اس لئے اس
کے ایڈیٹر کو اخبار جاری رکھنے کے لئے دوسرے ذرائع کھوجنے پڑتے
ہیں۔ جام جہاں نما ہندوستانی اخبارات میں بہترین اخبار ہے لیکن اس
کی بھی یہ حالت ہے کہ اس میں اورجنل میٹر نہیں ہوتا۔ اس کی ہر اشاعت
میں چند مضامین کلکتہ کے انگریزی اخبارات کے ترجمے ہوتے ہیں کچھ
ہندوستانی عدالتوں کے فیصلے اور عدالتوں کی خبریں ہوتی ہیں۔ خبروں
کا معیار بلند نہیں ہے ایڈیٹر تمام خبریں منتخب کرکے اپنے انداز میں
شائع کرتا ہے۔ انگریزی خبریں زیادہ تر بنگال ہرکارہ سے لی جاتی
ہیں۔ جام جہاں نما کے صفحات میں نکتہ چینی بھی ہوتی ہے۔ اس کا ایڈیٹر
تبصرہ کرتے وقت پریس ایکٹ کا خیال رکھتا ہے اور پریس ایکٹ
کی زد سے بچکر لکھتا ہے۔ ہم کو یقین نہیں تھا کہ یہ اخبار زیادہ دن چل
سکے گا کیونکہ اس کے مضامین عام فہم نہیں ہوتے اور عام طور پر کلکتہ
میں فارسی زبان بھی لوگ نہیں جانتے اور عوام کو دورحاضر کے واقعات
معلوم کرنے سے بھی کوئی لگاؤ یا دلچسپی نہیں ہے اور دلچسپی نہ لینے کی
سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی مالی حالت خراب ہے۔" [1]
جام جہاں نما کی ابتدائی حالت کو دیکھتے ہوئے کسی کو یقین نہیں تھا کہ یہ اخبار زیادہ
دن چل سکے گا اور مارگریٹا نے تو غلط فہمی کی وجہ سے یہاں تک لکھ دیا۔
اٹھارویں صدی میں کچھ اخبار فارسی زبان میں نکلے جن کی زندگی مختصر سی

---

[1] انڈین پریس ص ۱۸۲

تھی جن کو کسی قسم کی بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔"

حالانکہ یہ اخبار ۱۸۷۶ء تک جاری رہا۔[1] کیا کسی اخبار کی ۵۵ سالہ زندگی مختصر زندگی کہلائی جا سکتی ہے اور کیا وہ اخبار جس کی زندگی ۵۵ سال ہو، اس اخبار کو ناکام اخبار کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ فارسی کا اخبار تھا جو تقریباً اپنے دور کے ہر اخبار کو تباد لہ میں جاتا تھا۔ ہر اخبار اس سے فیض حاصل کرتا تھا۔ اس کے حوالے سے اپنے اخبار میں خبریں نقل کرتا تھا۔ ہندوستان کے ہر رئیس و حاکم کے مطالعہ میں یہ پرچہ رہتا تھا۔ چنانچہ مرزا غالب چودھری عبدالغفور سرور کے خط میں لکھتے ہیں۔

"میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور تر کی سعی کیا ہے، آپ بھی فکر نہ کیجئے کہ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیج دیئے۔"

اس کے علاوہ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں اس اخبار کے نمائندے تھے جو خطوط کے ذریعہ خبریں بھیجتے تھے۔ دربار وں اور انگریزی ایجنٹوں کے دفتروں میں بھی اس اخبار کا تعلق تھا۔ سرکار اودھ اور دوسری ریاستوں کے طرز حکومت پر بھی سنجیدگی کے ساتھ رائے زنی کرتا تھا۔ سرکاری اور غیر سرکاری علمی طبقہ میں یہ پرچہ وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی رائے کو مستند مانا جاتا تھا

آیئے اکبر شاہ ثانی کے دربار ۱۸۲۶ء کی عید کا سماں ملاحظہ کیجئے اور فارسی اخبار کی نگارش کا اندازہ لگایئے۔

"بذریعہ کاغذ وقائع کہ مرقوم ہشتم ماہ مئی رسیدہ چناں پیرایہ انکشاف یافت کہ بنجم نصف النہار خود بدولت بسواری تخت ہوا دار جانب

---

[1] نصرت الاخبار دہلی یکم اگست ۱۸۷۶ء

جامع مسجد متوجہ گردیدند سرداران پیادہ اہتمام کناں و عذر بار مساکین بدعائے
عمر و دولت شاہی رطب اللسان بودند بعد زیارت آثار شریف
یک یک طرفہ گلہا از تبرکات بہر شہزادہ و امیران بخشندہ باجماعت
خواند پیش امام بعطائے خلعت سہ پارچہ و یک قبضہ شمشیر سرفراز
فرمودہ داخل قلعۂ مبارک شدند حسب ضابطہ از توپ خانہ انگریزی
شلک سلامی بتقدیم رسید و شب پس از نماز تراویح بتقریب ختم قرآن
مرزا محمود شاہ پسر مرزا بابر خلعت بمرزا موصوف و حافظان و غیرہ
عنایت کردید سواری جانب عیدگاہ متوجہ گشت مسٹر تھامس بہادر
متصل نقارخانہ با سرداران شرف اندوز مجرا شدند و در خیمہ عیدگاہ
بعد ادائے نماز خلعت بہ پیش امام مرحمت شد و آں جا سوار شدہ در دیوان
خاص تخت طاؤس را بورود مقدم قدسی زیب و زینت بخشیدند اول مرزا
ابوظفر و مرزا بابر و مرزا سلیم بیگ اشرفی پنج پنج روپیہ و باز مسٹر تھامس
صاحب یک صد و یک اشرفی از طرف نواب مستطاب معلی القاب گورنر
جنرل بہادر و لیست یک از طرف منتظم الدولہ مسٹر چارلس متکیف بحضور انور
و پنج اشرفی بجناب مرزا ولی عہد و دو اشرفی برائے نواب ممتاز محل صاحبہ
از جانب منتظم الدولہ بہادر پیش کشند و پس از ماں کران صاحب و داکٹر
لدرو صاحب و تمامی سرداران و امیران مطابق دستور نذر گذرانیدند۔"

۲۹ اکتوبر ۱۸۳۵ء کے جام جہاں نما میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک اہم فیصلہ
کیا ہے۔ اس کا اردو میں ہی مقصد سمجھ لیجئے۔

"ہندوستان کے عوام و خواص میں فارسی زبان مقبول نہیں ہے اس
لئے یکم اکتوبر ۱۸۳۵ء سے کچہری و کلکٹری میں یہ زبان موقوف کی جاتی

ہے۔ آئندہ روبکاری وغیرہ کا بذات علاقہ کچہری ؛ کلکٹری ہندوستان
بزبان سلیس اردو ہندی حروف فارسی زبان میں لکھے جائیں لیکن علاقہ
بندھیل کھنڈ اور اس ضلع کی طرح اور جگہ دیپ ناگری جاری ہو۔"

یہ اخبار بھی حکومت کے نزدیک سماچار درپن سے کم مقبول اور با اثر نہ تھا۔ اس کے ایڈیٹر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ممبران کونسل میں جام جہاں نما کے محصول ڈاک کے کم کرنے کے لئے ایک درخواست دی۔ ۲۲ نومبر ۱۸۲۶ء کے فارسی کے اخبار میں اس کی منظوری کا ذکر ہے کہ "حکم صادر ہوا کہ ہر لفافہ اخبار جام جہاں نما کلکتہ سے ہر ضلع میں جائے تو اس سے ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۶ء سے چار حصہ محصول ڈاک لیا جائے یعنی ہر ضلع میں جو لوگ آٹھ آنے محصول ڈاک دیتے تھے وہ اب دو آنے دیں۔"

شمس الاخبار

یہ اخبار مئی ۱۸۲۳ء میں کلکتہ سے شائع ہوا جس کے پبلشر ماسٹر موہن متر اور پرنٹر منی رام ٹھاکر تھے۔ یہ اخبار فارسی میں ہفتہ وار شائع ہوتا تھا۔ جو رنگا اسٹریٹ میں اس کا دفتر تھا۔ اس اخبار کا چندہ دو روپیہ ماہانہ تھا بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ منی رام کا اپنا ذاتی مطبع تھا جس میں یہ چھپتا تھا۔

ولیم کیری نے شمس الاخبار کے بند ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ ۱۸۲۷ء میں شمس الاخبار کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ اخبار نفع بخش نہیں تھا۔ چنانچہ شمس الاخبار کے آخری پرچے میں جو عبارت ولیم کیری نے لکھی ہے وہ یہ تھی۔

"ہر شخص کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ جس دن سے میں نے شمس الاخبار
جاری کیا ہے سوائے محرومی و ناکامی کے اور کچھ میرے ہاتھ نہ آیا۔"

اخبار سی رام پور

فارسی زبان میں سی رام پور سے ۱۸۲۶ء کو یہ اخبار جاری ہوا۔ یہ اخبار ان ہی پادریوں نے نکالا تھا جنھوں نے ڈگ درشن فارسی زبان میں جاری کیا تھا۔ گورنر جنرل کی طرف سے ۱۶۰ روپیہ ماہانہ

کی امداد ملتی تھی۔ ۱۸۲۸ء میں حکومت نے جب اس کو امداد دینی بند کردی تو یہ اخبار بھی بند ہو گیا۔

آگرہ اخبار و زبدۃ الاخبار

آگرہ اخبار ۱۸۳۲ء کو آگرہ سے وجود میں آیا اس کے مالک اور ایڈیٹر منشی واجد علی صاحب تھے۔ یہ اخبار اپنے زمانہ میں بڑا معتدر رہتا۔ اس کے اقتباس انگریزی اخبارات چھاپتے تھے یہ بات کسی اخبار کو حاصل نہیں تھی۔ ۱۸۴۴ء کی ابتدا میں آگرہ اخبار کا نام زبدۃ الاخبار تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے بھی ایڈیٹر و مالک منشی واجد علی صاحب تھے۔ اس اخبار کا تاد بدبہ اور اثر تھا کہ اس سے مرعوب ہو کر والیان ریاست اس کو ایک سو روپیہ ماہانہ دیتے تھے تاکہ یہ ان کے خلاف کچھ نہ لکھے اور ان کی کسی قسم کی بدنامی نہ ہو۔ اس اخبار کی خبریں انگریزی اخباروں سے زیادہ معتبر مانی جاتی تھیں۔ اس کی پالیسی معتدل تھی۔ روزمرہ کے واقعات پر بہت احتیاط کے ساتھ تبصرہ کرتا تھا۔ ذاتیات اور بدکلامی سے دور رہتا تھا۔ یہ صوبہ شمالی و مغربی کے اخباروں میں وقیع اور کثیر الاشاعت اخبار تھا۔ ۱۸۴۷ء میں صدر الاخبار کے ایڈیٹر مسٹر فنک سے اس اخبار کی کھٹک گئی اس وقت سے اس کے ایڈیٹر نے اخبار کے نام کے ساتھ تحفۃ الاخبار و مقراض الاشرار کے الفاظ کا اضافہ کر دیا تھا۔

اس زمانہ میں آگرہ کے اخبار زیادہ تر سرکاری مدرسہ آگرہ کے زیر اثر تھے بلکہ یہ اخبار مدرسہ کے استادوں کے اہتمام میں نکلتے تھے۔ اس مدرسہ کے کرتا دھرتا آگرہ کے انگریزی حکام اور عیسائی مشنری تھے اور وہ ان اخبارات کے ذریعہ مشرقی خیالات کو پھیلاتے تھے جس کی بنا پر ان اخباروں کو عوام اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ چونکہ زبدۃ الاخبار کا تعلق اس سرکاری مدرسہ سے نہیں تھا بلکہ اس مدرسہ کے مشرقی خیالات پر تنقید کرتا تھا اور مشنریوں کا مخالف تھا، ہندوستانی مذاہب

اور خاص طور پر اسلام کی حمایت کرتا تھا۔ اس لئے عوام اس کو اپنا ترجمان سمجھتے تھے۔
اس اخبار کے شمارے دستیاب نہیں ہوتے نایاب ہیں۔ اس کی خبروں کا ترجمہ کرکے اسعدالاخبار بھی شائع کرتا تھا۔ اس لئے چند اہم خبریں اسعدالاخبار سے نقل کی جاتی ہیں۔
دنیا والے زمین پر اڑنے کے لئے منصوبے اور اسکیمیں بناتے تھے اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ایسی چیزیں ایجاد کرتے تھے جن سے وہ زمین کے اوپر اڑ سکیں۔ چنانچہ ولایت میں بھی یہ کوشش کی گئی۔ اس قسم کی خبر زبدۃ الاخبار میں چھپی جس کو اسعدالاخبار مورخہ ۱۷ نومبر ۱۸۵۰ء نے شائع کیا۔

"خبر غبارہ: ان دنوں لیفٹننٹ گیل نے ایک بڑا غبارہ بنا کر اپنے گھوڑے سے اس کو باندھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آسمان کی طرف اڑا اور ایک لمحہ میں نظر سے غائب ہو گیا اور پانچ ساعت تک غائب رہا۔ جب گھوڑے کے تڑپنے سے یا کسی اور وجہ سے غبارہ پھٹ گیا تب وہ زمین پر اترا، اور گھوڑا غبارہ سے جدا ہو کر زمین پر گر پڑا اور لفٹننٹ گیل ویسے ہی غبارہ میں الجھا رہا۔ غبارہ جب گھوڑے کے گر پڑنے سے ہلکا ہوا تو پھر آسمان پر چڑھا اور لفٹننٹ گیل کو لے اڑا، اور دوسرے دن چھ میل کے فاصلے پر کھیت والوں نے لفٹننٹ گیل کی لاش پڑی دیکھی۔ کتوں اور درندوں نے اس کا منہ نوچ کھایا تھا اور آدھے میل کے فاصلہ پر غبارہ بھی پڑا تھا۔ اور مقام ورود جہاں سے یہ انگریز غبارہ پر اڑا تھا اس کے خویش و اقربا ڈھونڈھتے ہوئے نعش پر گئے اور اس کو دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ بارہا اسی طرح اکثر انگریزوں کی جان تلف ہوئی ہے تو بھی ایسی باتوں سے باز نہیں آتے نہیں معلوم اس میں کیا فائدہ ہے۔" (زبدۃ الاخبار)

اسی طرح پنکھے کو بھی بغیر انسان کے چلانے کی کوشش کی جاتی تھی جس میں انہیں کامیابی بھی ہوئی معلوم دیتا ہے کہ ان ہی تجربوں کی بنا پر بجلی کا پنکھا ایجاد ہوا۔ یہ خبر بھی اسعد الاخبار مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۱ء میں زبدۃ الاخبار سے نقل کی گئی ہے۔

"خبر اختراع عجیب و غریب: مندراس کی گورنمنٹ نے اشتہار جاری کیا تھا کہ جو کوئی اپنی حکمت سے ایسا پنکھا ایجاد و اختراع کرے جو خود بخود کھنچا کرے تو وہ سرکار سے انعام پاوے گا۔ سو ان دنوں ملک مندراس کے دانشمندوں میں سے ایک شخص نے کمال خوبی و لطافت کا پنکھا بنایا جو بغیر آدمی خود بخود کھینچتا ہے اور جب چاہو بند کر دو۔ یقین ہے کہ اس کو بڑا انعام ملے اور وہ پنکھا اس ملک میں بھی آوے۔ زبدۃ الاخبار"

انگریزوں نے جب پورے پنجاب پر قبضہ کر لیا تو اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا۔ یہ زبدۃ الاخبار والی خبر بھی ۳ جون ۱۸۴۹ء کے اسعد الاخبار میں درج ہے۔

"زبدۃ الاخبار سے منقول ہے کہ صاحبان انگریز نے پنجاب کے ملک مفتوحہ کو پانچ حصہ قسمت کیا ہے اور ہر قسمت میں ایک کمشنر رکھا اور ہر ایک قسمت میں کئی کئی ضلع مقرر کئے۔

قسمت اول لاہور: وہاں کمشنر منٹگمری صاحب اور اس میں پانچ ضلع ہیں۔ اول لاہور، دوم امرت سر، سوم دینا نگر، چہارم شیخو پورہ، پنجم وزیر آباد۔

قسمت دوم ملتان: وہاں کا کمشنر اجنور تھ صاحب اور اس میں تین ضلع ہیں۔ اول ملتان، دوم پاک پٹن، سوم ضلع ہیگ۔

قسمت سوم لیا: وہاں کا کمشنر کپتان راس صاحب اور اس میں چار ضلع ہیں۔ اول لیا، دوم کانگرہ، سوم ڈیرہ غازی خاں، چہارم ڈیرہ اسمٰعیل خاں۔

قسمت چہارم جہلم : اس کا کمشنر تھارنٹن صاحب، اور اس میں چار ضلع ہیں۔ اوّل جہلم۔ دوم شاہ پور۔ سوم راولپنڈی، چہارم پنڈ داد نخان۔
قسمت پنجم پشاور : وہاں کے کمشنر کا نام نہیں معلوم۔ اس میں دو ضلع ہیں۔ اول پشاور۔ دوم ہزارہ۔"

۲ مئی ۱۸۴۱ء کے دہلی اردو اخبار میں زبدۃ الاخبار کی حسب ذیل خبر درج ہے۔

"اودھ : اگرچہ ان دنوں مزاج مبارک فرماں روائے اودھ کا بصحت اعتدال ہے لیکن ضعیف پیری کے دربار میں بہت کم اجلاس فرماتے ہیں۔ تمام مہمات سلطنت تجویز شاہزادہ سے سرانجام پاتے ہیں۔ شاہزادہ بیدار بخت مصاحبت عورات کی بہت پسند خاطر رکھتے ہیں۔ دو بیگماتیں دائیں بائیں شہزادے کے بیٹھی رہتی ہیں اور جو کچھ وہ کہتی ہیں وہی سرانجام پاتا ہے اور عورتوں کے وسیلے سے ان کے وابستہ خدمات بزرگ مقبول عالی مقرر ہوتی ہیں۔

یہ بات خالی فتنہ ہائے عظیم سے نہیں ہے اور انجام اس کا کچھ خوب نہ ہو گا۔ چنانچہ سلطان مرحوم کے وقت بھی یہی حال تھا کہ شاہ مغفور عورات پر کلی اعتماد رکھتے تھے۔ آخر کار وہ خرابی اور برائی جو کہ امورات سلطنت میں واقع ہوئی وہ سب عالم پر ظاہر ہے۔ اب پھر وہی رسم شروع ہوئی ہے، دیکھا چاہئے انجام اس کا کیا ہو۔"

جام جہاں نما، آئینہ سکندر اور زبدۃ الاخبار فارسی کے اخباروں میں مقبول خاص و عام تھے۔ با اثر اور علمی طبقہ کی محفلوں کی زینت تھے اور ان کے مطالعہ میں رہتے تھے۔

چنانچہ مرزا غالب نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے میجر جان کوب کو

لکھا ہے۔ زبدۃ الاخبار کی خبر کا حوالہ دیتے ہوئے قلعہ معلیٰ کے ارباب حل وعقد کی بے قدری کی شکایت کی ہے۔

"آں قلعہ کہ درچشم روشنی تو لد شاہزادہ بہار گاہ میر گاہ خسروی فرستادہ بودم از اوراق زبدۃ الاخبار خواندہ اند چناں کہ درستائش آں سخن ماندہ اند مرا ہم حیرت دہم مسرت افزود جادوان مانند کہ سخن ہیں وسخندانند۔" [1]

منشی واجد علی صاحب واجد: واجد صاحب ہوگلی جو کلکتہ کے نزدیک ہے کے باشندے تھے۔ بارہ سال کی عمر سے وطن سے نکلے جس مقام پر پہنچے وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ کافی عرصہ آگرہ میں رہے۔ وہاں زبدۃ الاخبار جاری کیا انہوں نے اس کو اپنی ادارت میں اکیس سال تک چلایا۔ ۱۸۵۲ء میں اس سے علیحدہ ہوگئے اور شیخ کریم اللہ صاحب کو اس کا اہتمام سونپ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اخبار ایک سال بھی نہیں چل سکا۔ ۱۸۵۲ء میں بند ہو گیا۔

منشی واجد علی صاحب کی قابلیت کی اس قدر دھاک تھی کہ لوگ زبدۃ الاخبار کو اخبار بینی ہی کی غرض سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ ان کی فارسی کی تحریر پڑھنے کے شوق میں خریدتے تھے۔ یہ فارسی کے مشہور ومعروف عالم تھے۔ ان کے مضامین سے ان کی قابلیت ذہانت وفراست کا اندازہ ہوتا تھا۔ ان کا انداز تحریر اس قدر دل کش ہوتا تھا کہ مضامین میں دل فریبی اور شگفتگی پیدا کر دیتا تھا۔ ان کی تحریر پر تصنع اور بناوٹ نہیں ہوتی تھی۔ عبارت آرائی پر زور نہیں دیتے تھے۔ ان کی زبان سلیس وشستہ ہوتی تھی۔ ان کے معاصر ان کی بیحد عزت کرتے اور ان کی

---

[1] کلیات نثر غالب ص ۱۷۴۔

قابلیت کے معترف تھے۔

صاحب "روز روشن" کے قلم سے بھی ان کے حالات سنئے۔

"منشی واجد علی خاں اصلش از ہوگلی قریب دارالامارت کلکتہ است در دوازدہ سالگی از وطن بر جادۂ سیر و سیاحت قدم گذاشت و ہر جا کامل فنے و عالم علمی و ریاضت بخدمتش بردا توے استفادہ و استفاضہ نشست و از ہر گوشہ توشہ و از ہر خرمن خوشہ برگیبت و مدتے در اکبر آباد در حلۂ قارت انگند منشی فدا حسین خاں غریق می فرماید کہ الحال عمرش ہشتاد سال رسیدہ در نواح شہر کویل توطن گزیدہ ذاتش جامع صفات است در طب مہارت کامل دارد و با استغنائے مزاج از قید ملت و مذہب آزاد است کتاب مطلع العلوم و مجمع الفنون در فارسی از تصنیفات اوست"

منشی واجد علی صاحب نے مطلع العلوم و مجمع الفنون ۱۸۴۸ء میں طبع کرائی تھی جس کا اشتہار اسعد الاخبار مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔

"کتاب فوائد انتساب مطلع العلوم و مجمع الفنون تصنیف جناب کمالات لوذعی زمان المعنی دوران مولوی منشی واجد علی خاں صاحب چھپ کر طیار ہوئی بخدمت مشتریاں قدر داں روانہ کی جاتی ہے۔ چنانچہ ۲۷ ماہ دسمبر ۱۸۴۸ء سے ۲۱ جنوری ۱۸۴۹ء تک بہت کتابیں تاریخہائے مختلف میں برسبیل ڈاک خریداروں کو بھیجی گئیں۔۔۔ اگرچہ زمانہ سلف میں بڑے بڑے محقق ہو گئے مگر فی زمانہ جناب ممدوح سے بھی ایسا کار نمایاں ہوا ہے کہ قدما کی تحقیق سے اگر بڑھ کر نہیں ہے تو کم بھی نہیں۔۔۔ جو صاحب اس کا لینا چاہیں دس روپیہ اس کی قیمت

بسبیل ہنڈوی جناب مصنف کی خدمت میں بھیجکر منگالیں "۔
واجد صاحب کی دوسری تصنیف گلدستہ انجمن ہے۔ اس کا بھی اشتہار اسعدالاخبار آگرہ مورخہ ۲۹ فروری ۱۸۴۹ء کے شمارے میں چھپا ہے جس میں اس تصنیف کی غرض و غایت بھی بتائی ہے ۔

" ... زبان اردو میں بہت سی مثنویاں اور دیوان اور قصے کہانی کی کتابیں تصنیف ہوئیں، وران کتابوں میں مصنفوں نے محاورات زبان اردو کو بڑی خوبی اور لطافت کے ساتھ بیان کیا ہے مگر ایسی کوئی کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی جس کے پڑھنے سے جو لوگ کہ زبان اردو سے ناواقف ہیں اور شوق رکھتے ہیں، ان کی زبان درست اور آراستہ ہو اور محاورات سے بخوبی آگاہ ہو جائیں اور جو کہ محاورات اردو سے واقف ہیں ان کی اور بھی آنکھیں کھل جائیں۔ اس واسطے اس خاکسار سراپا انکسار مہتمم زبدۃ الاخبار نے ایک کتاب کہ جس سے وہ سب فائدے حاصل ہوں تصنیف کی ہے اور نام اس کا "گلدستہ انجمن" رکھا ہے ... تفصیل اس کتاب کے باب کی۔

پہلے باب میں حروف تہجی کے قاعدے ہیں اور ہندی مصدروں کا بیان ہے۔
دوسرے باب میں : ہندی مثلوں کا بیان ہے جو اہل اردو کے محاورے میں آتی ہیں۔
تیسرے باب میں : مصدروں اور لغات محاورہ کے معنیوں کا بیان ہے۔
چوتھے باب میں : اصطلاحات و کنایات کا بیان ہے۔
پانچویں باب میں : ہندی صرف و نحو کا بیان ہے۔
چھٹے باب میں : علم معانی و بیان کا تذکرہ ہے۔

ساتویں باب میں: علم حساب کا بیان ہے۔

آٹھویں باب میں: مراسلات مکاتبات ہیں۔

نویں باب میں: دہلی اور لکھنؤ کے ہر ایک فرقے کے محاورات کا بیان ہے۔"

منشی واجد علی صاحب اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے لیکن ان کا زیادہ کلام فارسی زبان میں ہے۔ اردو میں کم ہے۔ [1]

غنیمت داں بعہد نوجوانی کامرانی را — کہ پیران یاد می آرند ایام جوانی را
ہم از کاتب تقدیر میداں انچہ پیش آید — غم و رنج و الم وصل و فراق و شادمانی را
بیا اے ساقی مہوش بہ پیما بادۂ گلگوں — کہ وا گویم بمستی فاش سر لن ترانی را
مشو واجد زکار خود دمے غافل چو میدانی — کہ یک ساعت نباشد اعتبار زندگانی را
خداوندا بعصیاں شرمسارم — گنہگارم پریشاں روزگارم
ہمہ عمرم بسر شد در خطا ہا — ولے از تو ندیدم جز عطا ہا
زفکر این و آں بیگانہ گرداں — بذکر خود مرا دیوانہ گرداں

منشی واجد علی صاحب نے اپنی تصنیف "گلدستۂ انجمن" پر ایک تاریخی قطعہ اردو میں کہا تھا جو ۴؍ نومبر ۱۸۴۹ء کے اسعد الاخبار میں شائع ہوا تھا۔

ہوا جب یہ مجموعۂ علم و فن — کہ ہے نام گلدستۂ انجمن
مرتب بفضل خدائے کریم — دعا میں نے کی یا غفور الرحیم
کریں اس کو مقبول سب خاص و عام — رہے تا قیامت مرا اس میں نام
کریں گے اگر غور سے اک نظر — مری جاں فشانی پہ اہلِ ہنر
اگر قدر داں ہیں تو دیویں گے داد — اسے دیکھ کر دل میں ہوویں گے شاد

---

[1] روز روشن ص ۶۲۹۔

مگر جن کی ہے نکتہ چینی شعار | یہ گل ان کی آنکھوں میں ہووے گا خار
یہ داخل ہے کچھ ان کی عادات میں | نکالیں گے سو نقص ہر بات میں
کہیں گے وہ ہو کرکے چیں بر جبیں | کہ یہ کچھ نہیں اور وہ کچھ نہیں
انہیں میری محنت کی تب ہو خبر | اٹھا کر قلم جب لکھیں اک سطر
نئی بات کو دل سے پیدا کریں | معانی مشکل ہویدا کریں
سخن گوئی کچھ کار آساں نہیں | سزا وار اس کے ہر انساں نہیں
مگر جو کہ ہیں اہل علم و ہنر | ہے انصاف کا بھی کچھ ان میں اثر
وہ البتہ محنت کی دیویں گے داد | کریں گے وہ تحسین بہت ہو کے شاد
دعا اب یہی ہے مری صبح و شام | پڑھے جو کوئی یہ رسالہ تمام
وہ ہو با عمل با ادب با تمیز | جہاں میں رہے شادماں وہ عزیز
نہ آوے کبھی اس کے دل پر ملال | رہے کامران اور فرخندہ حال
یہ آیا ہے اب میرے دل پر خیال | لکھوں ایک میں ایسی تاریخ سال
کہ ہو مادہ اس کا فرخ اثر | کہیں مرحبا سن کے اہل ہنر
جو کی فکر ایک لحظہ میں نے ایدہر | کہ تا سال ہجری سے دوں میں خبر

سر وجد سے عقل نے دی نشاں
جہاں میں یہ ہے گلشن بے خزاں
۱۲۶۵ھ

آئینہ سکندر کلکتہ

۲۱ جنوری ۱۸۳۲ء کے پرچہ کا نمبر ۹۹ ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اخبار شروع ۱۸۳۱ء میں شائع ہوا۔ ہفتہ وار تھا ہر دو شنبہ کو جاری ہوتا تھا۔ مطبع آئینہ سکندر نمبر ۱۵۶ کلنگا موجودہ کلنس سٹریٹ میں چھپتا تھا۔ ۴ صفحات تھے۔ اخبار کے ٹائیٹل پیج پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

آئینہ سکندر قلب صفا دانست | تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

آخری صفحہ کے خاتمہ پر بھی خلافت دستندیہ شعر درج ہوتا تھا ؎

آئینۂ سکندر، قلب باصفا ولا لنسبت　عکس وقائع از روئی روشن جہاں جہانتا

حضرت مولانا اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اور ان کے خاندان کے باوقار عالی مرتبت کما تقصلا سے کون ذی علم ہے جو واقف نہ ہو گا۔ اس خاندان کے ایک ایک فرد نے اپنے علوم و فنون سے ہندوستان کے چپہ چپہ کو منور کیا۔ آئینہ سکندر یکم اپریل ۱۸۴۲ء میں مولانا اسحاق صاحب کے فیض روحانی کے ایک کرشمہ اور اس سے بادشاہ دہلی کا متاثر ہونا اور اپنے دربار میں بلاکر خلعت دینے کا ذکر ہے، عبارت فارسی میں ہے، اردو میں مختصر سے الفاظ میں مفہوم سمجھ لیجئے اس کے بعد فارسی کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"ایک عیسائی جو فہیم و دانا تھا جناب مولوی محمد اسحاق صاحب جو فضلائے عظام میں سے ہیں، وہ کچھ دن ان کی صحبت میں جاکر استفادہ اور اکتساب کرنے لگا۔ سمجھ دار آدمی تھا ان کی نصیحتیں سنیں، ان نصیحتوں اور وعظ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اپنے قدیم مذہب سے کنارہ کش ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا، شریعت کے مطابق نماز پڑھنے لگا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس واقعہ کی جب بادشاہ دہلی کو ایک شاہی ملازم کے ذریعہ خبر ہوئی تو شاہ نے مولانا اسحاق صاحب کو دربار میں بلایا اور ان کو شاہی اعزاز اور خلعت سے نوازا۔"

اب فارسی کی عبارت پڑھئے۔

"یکے از عیسوی مذہبان کہ فہم نیک و فراست درست داشت و از چندے بہ نظر استفادہ و اکتساب فیض صحبت خدمت جناب مولوی محمد اسحاق صاحب کہ از فضلائے عظام اند بار اند می رفت و در

نغز انداز و نصائح آں شہرۂ آفاق را آویزۂ گوش ارادت و اعتقاد میکرد
دریں روزہا برہبری عقل سلیم و باوری ذہن مستقیم دین متین محمدی پذیرفت
و برضائے خاطر خود از مذہب قدیم خود کنارہ گرفت۔ مولوی صاحب
ممدوح کہ نصیحت و عظ ایشاں باعث بریں گردیدہ است پس ازانکہ
نامبردہ بزمرہ اہل اسلام در آمد و کلمۂ شہادت بزبان آورد و نماز
حسب ضوابط مقررہ شریعت نبوی گذارد ومومی الیہ را باسم عبداللہ
موسوم ساختند۔ و ہرگاہ احمد علی کہ یکے از ملازمان سرکار فلک اقتدار
بادشاہی اطلاع ایں ماجرا بحضور بندگان اقدس و اعلیٰ نمود و بپایہ عرض
در آورد کہ مشارالیہ مسمی حصول دولت ملازمت ملازمان حضور است
خود بدولت ازراہ ... .. تفضلات خسروانہ نامبردہ را بحضور طلبیدہ
مشرف اندوز ملازمت کیمیا خاصیت فرمودند و بعطائے خلعت
سہ پارچہ و یک رقم جواہر قدر و منزلتش بین الاقران و الامثال
افزودند۔"

۱۸۳۳ء کے ابتدا میں ایک پادری صاحب سے لکھنؤ میں مولوی سید محمد صاحب لکھنوی کا ایک تحریری و تقریری مناظرہ ہوا جس کی کارروائی یکم اپریل ۱۸۳۳ء کے شمارے میں درج ہے جو چھ صفحات پر ہے۔ طوالت کی وجہ سے نقل کرنا ناممکن ہے تمہیدی عبارت درج کی جاتی ہے۔

"کیفیت مناظرہ کہ فیما بین پادری وولف صاحب و جناب مولوی
سید محمد صاحب خلف الرشید مولوی دلدار علی مرحوم دارالسلطنت
لکھنؤ گردید۔ مخفی نماند کہ ہنگام ورود پادری صاحب دارالسلطنت
مذکورہ مناظرہ فیما بین ایشان و جناب مولوی صاحب ممدوح

تحریراً و تقریراً بمعرض وقوع درآمدہ بود۔"

اخبار الکبیر کے اجراء کا اشتہار اس اخبار کے شمارے ۲۰ جون ۱۸۳۶ء میں چھپا تھا جس کا عنوان "بنائے مطبع جدید" تھا۔

"از آنجا کہ در ضلع بہار مطبع نیست ۔۔ ۔۔ میر کبیر حسن سامیر حاضر باش کونسل از طرف مہاراجہ جیت سنگھ بہادر ۔۔ ۔۔ چھاپہ خانہ مسمی بمطبع کبیری در قصبہ گیاجی کہ بصاحب گنج ہم معروف است احداث می کند ۔۔ ۔۔ کاغذ الکبیر است"۔

اس اخبار میں مرزا غالب کا کلام ان کے پرانے دوست مولوی سراج الدین احمد کی وساطت سے چھپا تھا یہ اخبار مرزا صاحب کے مطالعہ میں آتا تھا چنانچہ اس اخبار کے بارے میں مرزا غالب نے اپنے ایک خط میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور اس اخبار کے خریدار بنانے کی بھی سعی کی ہے۔ اور مولوی سراج الدین احمد کو لکھا ہے۔

"صاحب من دیدہ بمشاہدہ "آئینہ سکندر" نزد غالی گردید و صفائی عبارتش گہر برشتہ نظارہ کشید بیانہائے خوش و خبر ہائے مختصر و نکتہ ہائے دل پسند در فہم ہائے نظر فریب دارد ۔۔ امروز یک شنبہ چہارم ستمبر است نامہ نامی با وراق اخبار بمن رسیدہ است مبارزالدولہ حسام الدین حیدر خاں بہادر و فخر الدولہ نواب امین الدین احمد خاں بہادر و یدند و خریداری این رسالہ پسندیدہ زین پس ہر کہ از اعیان دیار ہرچہ برمن خواہد فزود استماع فن خواہم کرد ۔ والسلام"۔

ماہ عالم افروز، کلکتہ

۲۳ مارچ ۱۸۲۲ء کو حکومت نے اس اخبار کے نکالنے کی اجازت دی۔ یہ اخبار چھاپہ خانہ ماہ عالم افروز متصل مدرسہ واقع محلہ کلنگہ میں چھپتا تھا۔ اس کے مالک و ایڈیٹر (مولوی)

دہارج الدین صاحب تھے۔ ہفتہ وار تھا اور سہ شنبہ کو نکلتا تھا سولہ صفحات پر مشتمل تھا۔

خبر لکھنؤ کے عنوان سے ۴ جون ۱۸۴۶ء کی اشاعت میں بادشاہ اودھ کی رنگ رلیوں پر انگریزی اخبار کے توسط سے تبصرہ کیا ہے کہ حضرت صمد بادشاہ عیش و نشاط میں مستغرق ہیں اور اس تضیع اوقات کی وجہ سے سلطنت کا نظم و نسق خراب ہو گیا ہے۔ رات دن عورتوں کے جھگڑوں اور طوائفوں کی صحبتوں کے اور کچھ کام نہیں ہے۔ رقص و موسیقی میں مظلوموں کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑتی اور بجائے عدل و انصاف کرنے کے طرب و نشاط ان کا شیوہ بنا ہوا ہے۔"

فارسی کی عبارت یہ ہے :

"فرماں روائے ناصیہ عیش و نشاط کار فرمائی خط طرب و انبساط مظہر عنایات حضرت صمد بادشاہ جہاہ شاہ اودھ در سو الاشتغال بنظم و نسق امور سلطنت و رتق و فتق مہمات ریاست تضیع اوقات عزیز و رنج خاطر مبارک دانستہ لیل و نہار با طائفہ نسواں ناقص العقل والایمان صحبت می آرند پیوستہ در خلوت کدہ خاص بازنان کہ فی الحقیقت رہزنان ملک عقل اند مہرۂ عیش و نشاط می بازند و بجز بانگ قلقل مینا آواز تظلم کاہی بگوش حق نیوش جا نمید ہند و بجائے عدل و داد داد طرب و نشاط می دہند۔"

اس زمانہ میں مولانا اکرام الدین صاحب دہلوی نے سورۂ فاتحہ کی اردو زبان میں تفسیر فرمائی تھی جو اب نایاب ہے۔ اس کا اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۴۶ء کے ماہ عالم افروز میں چھپا ہے۔

"دریں روز ہا تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام من مصنفات سر دفتر محدثان زمان و حلقۂ مفسران دوران زبدۃ المدققین، قدوۃ المحققین مولانا حافظ اکرام الدین واعظ دہلوی کہ بزبان ہندی سلیس عام فہم مشتمل بر فوائد کثیر است۔ بنظر افادۂ عام بمطبع ماہ عالم افروز لقالب طبع در آمدہ و قیمت فی کتاب یک روپیہ ہشت آنہ مقرر گردیدہ۔"

لدھیانہ اخبار

لدھیانہ اخبار ۲۱ دسمبر ۱۸۴۶ء کا پرچہ ۱۰۵ نمبر کا ہے۔ یہ پرچہ ہفتہ وار تھا۔ اس حساب سے دسمبر ۱۸۴۲ء میں یہ اخبار شائع ہوا۔

یہ پرچہ امریکن مشن پریس لدھیانہ میں چھپتا تھا اور اسی مشن کی ترجمانی کے لیے یہ پرچہ شائع کیا گیا تھا۔ اس کی ماہانہ قیمت تین روپے تھی گویا ایک پرچہ بارہ آنے کا ہوتا تھا۔ یہ آٹھ صفحوں پر آج کل کے رسالہ سائز پر شائع ہوتا تھا۔ اس میں اکثر و بیشتر غیر ممالک کی خبریں چھپتی تھیں، ملکی خبریں بہت کم۔ اس پرچہ میں پادریوں کے حرکات و سکنات کی خبریں اور لدھیانہ مشن اسکول کا پروپیگنڈہ ہوتا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد پرچے میں حوالے خبروں کے اور کوئی مضمون نہیں چھپا۔ بعد میں اس میں علمی تاریخی جغرافیائی مضامین شائع ہونے لگے خبریں خال خال نظر آتی ہیں۔

۱۸۳۶ء میں صرف فارسی اخباروں میں جام جہاں نما کا نام آتا ہے۔ اس کی خبریں نقل ہوتی تھیں ۱۸۳۷ء میں زبدۃ الاخبار آگرہ، دہلی اردو اخبار، اخبار الکبیر اور کلکتہ وغیرہ کے فارسی و انگریزی حوالوں سے خبریں ملتی ہیں)۔

دو خبریں لدھیانہ اخبار میں تاریخی حیثیت رکھتی ہیں وہ دیکھاتی رہیں۔ ایک خبر ۲۲ جولائی ۱۸۳۷ء کے اخبار میں یہ ہے۔ اردو میں اس کا خلاصہ سن لیجئے۔

شاہ نصیر الدین غازی حیدر والی لکھنؤ کا ۱۷ جولائی ۱۸۳۷ء کو انتقال ہوا۔ بیگم صاحبہ والدہ جہاں پناہ جنت نشیں مناجان جو کہ بادشاہ کے صاحبزادے تھے وہاں آئے۔ مناجان نے ریذیڈنٹ کو بلایا، ریذیڈنٹ نے پوچھا مسند ریاست کس کو ملنی چاہیے۔ مناجان نے کہا میری میراث ہے۔ اسی قیل و قال میں نوبت بایں جا رسید کہ دونوں طرف سے تقریباً چار سو مقتول اور اکثر مجروح ہوئے۔ آخر کار ارباب رزیڈنٹ لکھنؤ نے مناجان اور والدہ جہاں پناہ کو حراست میں لے لیا اور نصیر الدولہ جو سعادت علی خاں کے فرزند تھے، مسند ریاست پر بٹھایا۔

فارسی کی عبارت یہ ہے۔

خبر لکھنؤ۔ ۔ شاہ فلک بارگاہ نصیر الدین غازی حیدر بہادر والی لکھنؤ بتاریخ ہفتم ماہ جولائی حال بوقت یکپاس شب ازیں دار فنا بدار البقا راہگرائے گردیدند۔

بیگم صاحبہ والدہ جہاں پناہ و جنت نشیں مع مناجان کہ پسر شاہ ممدوح است از باغ خواجہ الماس خاں کہ از مدت وزرا آنجا رایت افراز بودند داخل محل سرائے شدہ دروازۂ خانۂ جہاں پناہ واکن یندہ ...... ریذیڈنٹ آنجا بفور اطلاع اورنگ نشینی مناجان در آں مقام تشریف مستقر شدند کہ بحجم کدام کس بر مسند ریاست جلوہ افروز شدند جواب شد کہ میراث من است و دریں قیل و قال از مکالمہ نوبت بہ مجادلہ رسید تخمیناً چہار صد کس از جانبین مقتول و اکثرے مجروح شدند۔ آخر کار ارباب ریذیڈنٹ لکھنؤ مناجان و مادر جہاں پناہ محبوس ساختند و نواب فلک رتبۂ عالی جناب نصیر الدولہ بہادر را کہ یکے از فرزندان نواب نامدار فلک احتجاب سعادت علی خاں صاحب زیب افزائے و سادہ ریاست فرمودند"

یکم اکتوبر ۱۸۳۷ء کا اخبار دوسری خبر ان الفاظ میں شائع کرتا ہے۔

"صاحب دہلی اردو اخبار رقم فرمودہ کہ بتاریخ ششم ماہ اکتوبر سنہ روال عجیب و غریب واردات در بازار دہلی رونمود کہ بقالان بازار برائے لوازم خود علی وقت صبح نرخ گندم بست آثار و وقت دوپہر شانزدہ آثار قریب غروب آفتاب چہاردہ آثار و علی الصباح آں سیزدہ آثار مقرر کردند تاہم مردم غربا از بایں گرانی غلہ یک دانہ نرسید ازیں رہ گذر مفلسان و فاقہ زدگان چوں مور و ملخ متفق بودہ غلہ از بازار مسجد فتحپوری و بازار چاوڑی و بازار میر خاں تا بازار اردو از دہلی غارت و یغما نمودند"

اس خبر کا مطلب یہ ہے۔

۸ اکتوبر سنہ رواں میں عجیب و غریب واردات رونما ہوئی ہے کہ بازاروں کے بقالوں نے خود غرضی کے ماتحت صبح کے وقت بیس سیر اور دوپہر کو سولہ سیر اور غروب

آفتاب کے بعد چودہ سیر اور علی الصباح سترہ سیر مقرر کر دیئے اس گرانی غلہ سے غریبوں کو ایک دانہ بھی نہیں ملا مفلس اور فاقہ زدہ لوگ چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح راستوں میں جمع ہوئے بازار مسجد فتحپوری، بازار چاوڑی اور بازار میر خاں سے بازار اردو تک غلہ غارت کیا اور لوٹا۔

سلطان الاخبار کلکتہ

یہ اخبار متصل مسجد منشی غلام رحمان کلکتہ سے ۲ راگست ۱۸۳۵ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ میں جاری ہوا ہفتہ وار سولہ صفحات پر مشتمل تھا یکشنبہ کو جاری ہوتا تھا۔ سائز ۲۰×۳۰/۸ جلد اول نمبر ۲ اگست میں اشتہار قیمت سلطان الاخبار کے عنوان کے ماتحت اخبار کی قیمت کا ذکر اس انداز سے ہے۔

"این کاغذ اخبار ہشت ورقی اشت قیمتش برائے اہل شہر کلکتہ دو روپیہ است
برائے امیران و سفیران امصار دیگر محصول ڈاک زائد بر دو روپیہ است
مالک راقم احقر العباد رجب علی لکھنوی حسینی نسب است۔"

اس اخبار میں اور اخباروں کی طرح ملکی اور غیر ملکی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ دوسرے فارسی اخبارات خوشامد پسند ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے افسران کے مدح خواں تھے۔ ظلم کو دیکھتے اور پی جاتے تھے اور اس کے خلاف اپنی قلم سے ایک لفظ تک نہیں نکلتے تھے۔ سلطان الاخبار اس خصلت وطبیعت کا اخبار نہیں تھا وہ بے باک و نڈر حق گو اخبار تھا صحیح رائے زنی سے نہیں چوکتا تھا ظلم کی مذمت کرتا تھا، ظالم کو برا لکھتا اور برا سمجھتا تھا۔

یہ اخبار اس وقت جاری ہوا جب کہ دہلی کے ریذیڈنٹ فریزر کا قتل ہو چکا تھا اور اس کا مقدمہ قتل عدالت میں جا چکا تھا، اور قتل کے الزام میں نواب شمس الدین آف لوہارو اور کریم خاں گل شہید ماخوذ ہو چکے تھے اور عدالتی کارروائی شروع ہو گئی تھی۔

یہ مقدمہ معمولی نہیں تھا اور یہ وہ دور جبکہ مغلیہ خاندان کے بادشاہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے رحم و کرم پر جی رہے تھے اور ہر ہندوستانی خوف وہراس کی زندگی گذار رہا تھا۔

اس زمانہ میں دہلی کا ایک حاکم اعلیٰ قتل ہو جائے اور استغاثہ کی شہادتوں اور عدالتی

کارروائیوں پر کوئی اخبار نکتہ چینی کرے گواہوں کو جب کہ عدالت میں مقدمہ گیا ہوا ہو، دروغ گو لکھے ۔۔۔ یہ ہمت و جرأت سلطان الاخبار کے مولوی رجب علی صاحب کی ہی تھی وہ جو بات صحیح سمجھتے تھے نتائج سے بے پرواہ ہو کر لکھ دیتے تھے۔ انہوں نے فتح اللہ بیگ استغاثہ کے خاص الخاص گواہ کو ناقابل اعتبار لکھا، دروغ گو ثابت کیا اور قوم و ملت کے جاں نثار نواب شمس الدین اور کریم خاں کی تعریفیں برملا اپنے اخبار میں لکھیں۔

سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بڑی عجلت کے ساتھ کریم خاں گل شہید کے مقدمہ کی کارروائی شروع کی۔ کریم خاں عدالت میں تشریف لے گئے۔ ۱۹ اگست ۱۸۳۵ء کا اخبار ۲۲ جولائی کی پیشی کی کارروائی اس طرح لکھتا ہے۔

"کریم خاں جب کہ بیان دے رہا تھا اس کے چہرے سے ہمت و شجاعت کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے دل پر ذرہ برابر خوف و ہراس نہ تھا۔ اس جسارت طلاقت کی وجہ سے انگریزوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے مسٹر فریزر کو ضرور قتل کیا ہے۔ کریم خاں تمام دن عدالت میں کھڑا رہا اور بیباکی اور گستاخانہ طریقہ پر گفتگو کرتا رہا مغل بیگ صاحبزادہ نواب شمس الدین کے خسر جو اسی الزام میں ماخوذ تھے لیکن بعد میں بری ہو گئے، ان کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ اس روز انگریز تماش بینوں کا بڑا ہجوم تھا مگر کوئی ہندوستانی خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو عدالت میں نہیں آیا تھا، اس لئے کہ وہ جگہ شادمانی و مسرت کی نہیں تھی۔"

۱۳ ستمبر ۱۸۳۵ء کا اخبار ایک غم ناک خبر کریم خاں کو پھانسی کی سزا ملنے کی سناتا ہے۔

"۲۸ اگست کو کریم خاں کو جن پر ولیم فریزر کے قتل کا شبہ تھا ان کو حسبِ آئین انگریزی پھانسی دی گئی چار سو پیادہ سوار اس کے نگران تھے۔ گرفتاری کے روز پھانسی پانے کے لمحہ تک کریم خاں کے چہرے پر کوئی ملال و رنج نہیں تھا۔ عبارت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"از روز گرفتاری تا ساعتِ کشتن کدورتی و ملالی بر چہرۂ کریم خاں عیاں نبود۔"

کریم خاں گل شہید کے مزار پر ہندوستانی عوام نے جو اپنی بے پناہ عقیدت و محبت کا

اظہار کیا اور ان کے مزار پر پھول چڑھائے اور ان کی مغفرت کی دعا مانگنے کے لئے شاندار چراغاں کیا۔ ان واقعات و مناظر کا یہ اخبار نقشہ کھینچتا ہے اور خبر کے ہر ایک حصے کے بعد دلچسپ اور طنز آمیز رائے زنی سے نہیں چوکتا۔ سلطان الاخبار ۲ ستمبر ۱۸۳۵ء کا راوی ہے۔ عنوان ہے "خبر کریم خاں گل شہید":

"بیشتر ازیں بنشتہ ام کہ کریم خاں را حسب دستور انگریزی بقصاص بردہ اند۔ مسلمانان شہر دہلی بر طبق وصیت او بہ بست و ہشتم اگست روز جمعہ جملہ مساجد فراہم آمدند و دعائے خیر برائے او نمودند و مغفرتش از خدا خواستند۔ لیکن در مسجد جامع دہلی مسلمانان را بہر دعا کردنش رفتن نداوند شاید کہ ایں ممانعت خیر از طرف سلطان یا ملبئے انگریز انست۔ نامش گل شہید نہادہ است ہر شب عوام اہل اسلام بر مزارش ہجوم می آورند چراغاں روشن سازند و نغمہ گراں و لولیاں ہم ہزاراں ہزار بر گورش مجمع شوند۔ بہ نغمہ و رقص دل عالمی ربایند و دریں روزہا در شہر دہلی ہمیں تماشا و غوغا است . . . "

"بعض اخبار نویس (انگریزی) بنشتہ است کہ اگر لاش کریم خاں را خاکستری کردند و بہوائی آوردند ہجوم بر قبرش نشدی۔ گویم کہ ایں امر زیادہ تر باعث توحش و تکدر خلائق شدی بلکہ یقین بود کہ دم بدم بسر بلوائی کردند و قیامتی برپا می کردند۔"

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

"مسلمانان دہلی نے کریم خاں کی وصیت کے مطابق ۲۸ اگست جمعہ کے روز تمام دہلی کی مسجدوں میں کریم خاں کی مغفرت کے لئے دعائیں مانگیں لیکن جامع مسجد دہلی میں مسلمان دعا کے لئے نہیں جا سکے۔ اس لئے کہ شاید انگریزوں کی ایما پر بادشاہ نے جامع مسجد میں دعا کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ عوام نے کریم خاں کا نام گل شہید رکھا ہے۔ اس کے مزار پر ہر ایک رات کو مسلمانوں کا بڑا ہجوم رہتا ہے۔ چراغاں ہوتا ہے اور ہزاروں قوال اس کے مزار پر گاتے بجاتے

ہیں رقص بھی ہوتا ہے اور ان دنوں دہلی شہر میں اسی چراغاں و تماشہ کا چرچا ہے ۔۔۔"

"بعض انگریزی اخبار لکھ رہے ہیں کہ اگر کریم خاں کو جلا کر خاک کر دیا جاتا اور ہوا میں اس کی خاک اڑادی جاتی تو اس کے مزار پر لوگوں کا اس قدر ہجوم نہ ہوتا۔"

ان خیالات فاسدہ کا جواب سلطان الاخبار دیتا ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ اگر یہ حرکت سرزد ہو جاتی تو عوام زیادہ مشتعل ہوتے اور یقیناً عوام بلوہ کر دیتے ۔۔۔ اور ایک قیامت برپا ہو جاتی۔"

نواب شمس الدین صاحب کے مقدمہ کی کارروائی جاری ہے۔ فتح اللہ خاں اور کرنیل اسکنر وغیرہ سرکاری گواہوں کی یہ پوزیشن ہے کہ گواہی دینا نہیں چاہتے لیکن مجبور ہیں اور اس پر یہ زیادتی کی جارہی ہے کہ بیانات انگریزی میں قلم بند کئے جو عدالت چاہتی ہے وہ لکھواتی ہے۔ گواہ یہ بھی معلوم نہیں کر سکتا کہ میرا کیا بیان لکھا جارہا ہے۔ اگر معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ بات لکھی جارہی ہے تو اس کی تردید و انکار نہیں کر سکتا۔ اگر تردید و انکار کرتا ہے تو بیڑیاں پاؤں میں ڈال جیل بھیجدیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کو سلطان الاخبار ۹ راگست ۱۸۳۵ء میں طنزیہ انداز میں لکھتا ہے۔

"اظہار گواہان بعبارت انگریزی حوالہ قلم نزاکت رقم می شود شاہد بیچارہ دریافت نمی شود کہ انکار را اقرار شمردہ یا قرار را انکار اگر عذرے بمیاں آورند فوراً از زنجیر درپا شدہ بزندان می روند اگر چہ بہ چنیں ثبوت چشم سزا و عذاب در حق ثواب از گورنمنٹ انگریزی دارند عین روا است۔"

مقدمہ اختتام پر ہے طرح طرح کی چہ میگوئیاں کی جارہی ہیں۔ انگریزی اخبارات یہ خیال کر رہے ہیں کہ نواب صاحب کو پھانسی کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ کالے پانی بھیجا جائے گا اس قیاس کے ماتحت انگریزی اخبارات نے اس سزا کی مخالفت کی اور اپنے انتقامی ذہن کے مطابق یہ سزا تجویز کی جس کو ۲ر ستمبر ۱۸۳۵ء کا سلطان الاخبار نقل کرتا ہے۔

"نواب صاحب کو حبس دوام کی سزا ہرگز نہیں ملنی چاہئے بلکہ پھانسی کی سزا ملنی چاہئے،

تاکہ عوام عبرت حاصل کریں اور پھانسی بھی اس طرح ملنی چاہیے کہ ان کے پاؤں میں زنجیر ہو اور ان کو سر بازار زمین میں گھسیٹتا ہوا لے جایا جائے اس کے بعد پھانسی دی جائے اور ان کی لاش بھی ان کے وارثوں کو نہیں ملنی چاہیے بلکہ اس کو جلا دینا چاہیے" تاکہ کریم خاں کی طرح شور و غوغا اور فساد نہ ہو اور کوئی ہندوستانی قوم نصاریٰ پر بازاروں میں طعن و تشنیع نہ کر سکے اور یہ نہ بتا سکیں کہ یہ مزار نواب شمس الدین کا ہے۔"

یہاں بھی سلطان الاخبار بے باکی کے ساتھ جواب دینے سے نہیں چوکا اور انگریزی حکومت کے انصاف کی قلعی کھولتا ہے، لکھتا ہے:

"جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمان اس فعل سے بہت برگشتہ ہو جائیں گے ان کے نزدیک یہ فعل خلاف شرع ہے۔ اگرچہ نواب کے مقدمہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہیں پھانسی دی جائے اگر عدالت نے انگریزی اخبارات کی تجویز کے مطابق عمل کیا تو یہ فعل چنگیز خاں کے افعال سے زیادہ قابل ملامت ہوگا اور اس سے فساد عظیم برپا ہو جائے گا۔ اگر کوئی انگریز کسی کو قتل کر دیتا تو ہرگز حکام وقت اس کو پھانسی کی سزا نہیں دیتے بلکہ رکیک تاویلیں گھڑ کے اس کو رہا کر دیتے۔"

بالآخر پھانسی کا حکم سنا دیا جاتا ہے اور پھانسی دیدی جاتی ہے۔ ۲۵ر اکتوبر ۱۸۳۵ء کے اخبار میں پہلے صفحہ پر پہلی سرخی یہ ہے "خبر قتل نواب شمس الدین" قتل کی مختصر کیفیت اس طرح دی جاتی ہے۔

"اہل اخبار حکایت کرتے ہیں کہ بروز شنبہ شام کے وقت دہلی کی طرف سے کلکتہ میں خبر پہنچی کہ نواب شمس الدین کو ۸ر اکتوبر ۱۸۳۵ء جمعرات کے روز علی الصباح پھانسی دی گئی۔ اخبار بنگال ہیرلڈ لکھتا ہے کہ تین ہزار تفنگچی آتش باز اور سپاہ بیناور توپچی جلاوت نشان اور چند توپ متصل پھانسی کے کھڑی تھیں اور رسالہ کے سوار رسالہ اسکنر اور ایک رسالہ اور اس کے ساتھ بہت سے پیادے بھی وہاں موجود تھے۔ نواب مظلوم کو پالکی میں بٹھا کر قتل گاہ میں

لائے اس وقت ان کے چہرے پر ذرہ برابر بھی ملال و رنج و غم کے آثار نہیں تھے، قدم مردانہ اور ہمت جوانانہ اپنے آپ کو موت کے سپرد کیا اور انگریزی قانون کے مطابق ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پھانسی پر سے لاش اتروالی گئی اور ہر اعضا کے بند جدا کردائے، مقتل سے قبرستان لے گئے اور دفن کر دیا سوائے انگریزی فوج کے کوئی بھی دہلی کا باشندہ اور دہلی کے ارد گرد رہنے والا خواہ وہ فقیر ہو یا امیر خواہ وہ عورت ہو یا بچہ کوئی تماشہ دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔"

"اخبار انگلش مین" میں ہے کہ چوب پھانسی کشمیری اور موری دروازہ کے درمیان نصب کی گئی تھی اور فوج چاروں طرف لگا دی گئی تھی۔ نواب صاحب کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ دیئے گئے تھے اور گلے میں رسی ڈال کر پھانسی دی گئی تھی۔ جسم میں اتنی قوت و توانائی تھی کہ تین منٹ تک پاؤں حرکت کرتے رہے، لاش اتار لی گئی اور وارثوں کو سپرد کر دی گئی۔ حالانکہ قتل گاہ شہر کے بالکل قریب تھی لیکن ایک بھی متنفس نواب صاحب کے قتل کو دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔"

یہ خبریں انگریزی اخبارات کی نقلیں جو بزرگوں سے روایت پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ ۲۲ نومبر ۱۸۳۵ء مطابق یکم شعبان ۱۲۵۱ھ کے اخبار میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔ فارسی کی عبارت یہ ہے:

"خبر دہلی: روزیکہ نواب شمس الدین خاں مرحوم را قتل بردند دروازہ ہائے شہر دہلی را بند نکردہ بودند و بے ساہا جان را منع از تماشا نہ کردند نعش نواب شمس الدین را بحفاظت دو کپتی تلنگہ تا بقدم رسول بردند و دفن نمودند قریب ہشت ہزار مردم از اہل اسلام بر جنازہ اش نماز گذاردند مہر آمد علمار آفاق مولانا محمد اسحٰق پیش امام بودند و اہل شہر بتقریب تعزیت نزد مغل بیگ خاں پدر زن نواب می رفتند کسے معترض حال نبود۔"

اس فارسی خبر کا مفہوم یہ ہے۔

"جس روز نواب شمس الدین خاں مرحوم کو شہید کرنے کے لئے لے گئے شہر کے دروازے بند نہیں تھے اور لوگوں کو تماشہ دیکھنے کے لئے بھی منع نہیں کیا گیا۔ نواب شمس الدین کی نعش کو دو کپنی کے تلنگے بحفاظت قدم رسول تک لے گئے۔ ان کو دفن کیا تقریباً آٹھ ہزار مسلمانوں نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی اور سرآمد علمائے آفاق مولانا محمد اسحاق صاحب نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اہل شہر تعزیت کے لئے مغل بیگ خاں نواب شمس الدین کے خسر کے پاس گئے۔ کوئی اس پر معترض نہیں ہوا۔"

خداوند رب العزت جن کو قوت ایمانی دیتا ہے اور جو مرد مجاہد ہوتے ہیں ان کے قدم پھانسی کے پھندے یا پھانسی کے تختے پر نہیں ڈگمگاتے وہ اپنے ارادے اور عزم کے مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں، جان و مال اور تاج و تخت ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ نواب شمس الدین بھی ان ہی مردان مجاہد میں سے ایک تھے یکم نومبر ۱۸۳۵ء کے اخبار نے نواب شمس الدین خاں کے آخر وقت کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔

"...... نواب صاحب کو مغل بیگ خاں نے غسل دیا اور زیر زینہ قدم رسول میں دفن کیا۔ جس وقت نواب صاحب پھانسی کے تختے پر پہنچ گئے تھے ایک پادری وہاں آیا اس نے کہا کہ اس وقت تمہارا اب خدا سے ہی تعلق و واسطہ ہے یہ دار ہے اور یہ جلاد ہے، اگر عیسائی مذہب اختیار کر لو تو ثواب پاؤ گے اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گے۔ نواب ہنسے اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت فضیلت کا میں منکر نہیں ہوں۔ لیکن یہ وقت مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ پر تھا کہ یہود اور دوسرے لوگوں نے ان کو بلا کسی جرم کے بے گناہ و بے قصور پھانسی پر چڑھا دیا تھا اور اب نصاریٰ مجھ کو بے قصور و بلا ثبوت پھانسی پر چڑھا رہے ہیں۔"

جب کسی قوم کے زوال کا وقت آتا ہے تو اس پر نفسانیت چھا جاتی ہے اپنے مفاد اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اچھی بری کی تمیز مٹ جاتی ہے اور انسانی ہمدردی ماؤف ہو جاتی ہے۔ یہ وقت بھی ایسا ہی تھا۔ ہندوستان کے ایک باغیرت شخص نواب شمس الدین پر بلا وجہ قتل فریزر کا الزام تھوپا جا رہا تھا۔ قوم کے غدار مخبر اور جاسوس غلط رپورٹیں

کرکے اور شہادتیں دیگر ان کو پھانسی پر چڑھوا رہے تھے۔ ظفر شاہ کا باپ اکبر شاہ ثانی جیسے شخص کو نواب شمس الدین کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہئے تھی اور اس کی جان بچانے کے لئے ہر جتن کرنے چاہئیں تھے۔ اس کے برعکس ان غداروں کو جنہوں نے نواب شمس الدین کے خلاف جھوٹی شہادتیں دیں جھوٹی مخبریاں کیں، ان کو خلعت اور انعامات سے نوازا۔ اس لئے نوازا کہ ان کی وفاداری پر اکبر بہادر شک نہ کرے، زوال کا وقت تھا، اکبر شاہ کی آنکھیں بند تھیں وہ بھی اپنے اور پرائے کی تمیز بھول چکا تھا۔ اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ نواب شمس الدین کی طرح میرے پوتے بھی ان ہی ہاتھوں سے قتل ہوں گے اور میرے بیٹے بہادر شاہ سے یہی لوگ خاندانی تخت و حکومت چھین کر اس کی بڑھاپے کی زندگی جیل میں کٹوائیں گے اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

لیجئے ان غداروں کے نام سے واقف ہو جائیے جنہیں بادشاہ نے انعامات و خلعت اور جواہرات سے نوازا۔ خلعت اور انعامات کی تفصیل ۱۴ اکتوبر ۱۸۳۵ء کے اخبار میں ملاحظہ فرمائیے۔

"حضور سلطان دہلی نے چند جاسوسوں اور گواہوں کو جنہوں نے قتل ریذیڈنٹ میں گواہی دی تھی اور جاسوسی کی تھی ان کو خلعت اور مال و دولت عطا کئے، ان کے نام بتائے جائیں تو منفعت اور عبرت سے خالی نہیں ہیں۔ خوشحال گوجر کو آٹھ ہزار دینار خزانۂ شاہی سے دیئے گئے اور تین سو روپے ماہوار تاحیات مقرر کیا گیا، یہ وہ دروغ گو گوجر ہے جس نے کریم خاں کو قاتل قرار دیا تھا اور قسمیں کھا کر کریم خاں کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس کو تیار کیا تھا۔ بلاقی جمعدار سات سو چھ روپے، سنگین بیگ کوتوال کو چار ہزار دینار، منشی رکنا د کو دو ہزار پانچ سو روپے اور حمایت علی کو اسکندر تھانیدار کی حمایت و مدد کرنے کے سلسلے میں دو ہزار، پانچ سو روپے، ادیا میواتی کو پانچ سو روپے، متولال اور آغا جان کو ہزار ہزار روپے اور تمام دہلی کے تھانیداروں کو دو ہزار دینار اور سنگین بیگ کوتوال کے داماد کو تین ہزار روپے اور مرصع زیور کوتوال کی لڑکی کو مفت دیا گیا۔"

اس خلعت و انعامات پر فاضل ایڈیٹر تبصرہ کرتا ہے۔

"ایں انعام و مشاہدہ بقدر فراست و زبان آوری و شہادت است کہ اہل استحقاق را از عطا کردند امیر انداوہ اند اگر گوئی ہمہ مردم فقیراں و محتاجاں درگاہ سلطانی اند و بس"

انتقام کا سلسلہ ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ ۲۹ ستمبر ۱۸۳۵ء کی اشاعت میں نیا شکار پھانسے کی خبر سنئے۔

"ان ہی دنوں انگریزی کارندوں نے دیوان کشن لال کو قید کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاسوسوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ یہ دیوان کشن لال بھی قتل فریزر میں شریک تھا۔"

اس خبر پر بھی ایک طنز آمیز مختصر سا تبصرہ کیا ہے۔ مولوی رجب علی حسینی فرماتے ہیں۔

"شاید کہ ارباب انصاف بقتل نواب شمس الدین رفع ملال نہ کردہ اند کہ بقتل ہندوی دیدہ طمع دوختہ اند باید دید کہ ایں مقدمہ چہ رنگ بروی آورد۔"

سلطان الاخبار بھی رسیدۂ اخبارات ۱۸۴۷ء کی تحریر کے بموجب ۱۸۶۱ء تک تو نکلتا رہا۔ اس اخبار کو نواب شمس الدین کی روح سے ملنے کی عزت کب حاصل ہوئی اس کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔

مہر منیر کلکتہ محلہ کلنگہ مہدی باغ مکان نمبر ۱۸۱ سے یہ اخبار یکم مئی ۱۸۴۱ء کو جلوہ افروز ہوا یہ ہفتہ میں تین بار نکلتا تھا۔ مہتمم و ایڈیٹر محمد علی تھے۔ پیشگی ایک روپیہ اور غیر پیشگی دو روپیہ ماہانہ چندہ تھا۔ مطبع مہر منیر میں طبع ہوتا تھا۔ اس کے سرورق پر یہ شعر درج تھا۔ ۵

ازعنایات کردگار قدیر گشتہ مہرِ منیر عالم کبیر

اس کے پہلے شمارے میں اخبار کا یہ اشتہار شائع ہوا تھا۔

"از عاصی محمد علی بخدمت حضرات ناظرین اخبار عرضہ است کہ چوں بندہ بالفعل ایں مطبع را جا ساختہ و بتحریر اخبار ہر دو یار کمر ہمت بستہ ام فلہذا از حضرات عرضہ اینست کہ زر قیمتش درصورتیکہ ماہ بماہ عنایت گردد دو روپیہ و بر تقدیر عطائے

سہ ماہی پیشگی ایک روپیہ مقرر نمودہ "

صاحب "ہندوستانی اخبار نویسی" نے سہواً اس کا سنہ اجرا یکم جنوری ۱۸۴۱ء لکھا ہے۔ جو فائل نیشنل آرکائیوز نئی دہلی میں ہے اس میں یکم مئی ۱۸۴۱ء کا سنہ اجرا تحریر ہے۔

۲۲ مئی ۱۸۴۱ء کے مہر منیر میں بہادر شاہ ظفر کے سلسلے میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس سے بادشاہ انگریزوں کے غلام ثابت ہوتے ہیں۔

"حضرت بادشاہ دہلی بملاحظہ خطائے فاحش کہ از کنیزکے بوجود آمد خیلے غضبناک گردیدہ بیٹی اور ابریدند چوں ایں خبر بگوش صاحب اجنٹ رسید ... بطول کشید نوبت بگرفتن اظہار وغیرہ رسیدہ مردمان اپر دیدہ بودند راست و درست ظاہر گردند معاملہ عظیم درپیش است ندانم کہ انجام ایں آغاز چہ شود "

مراۃ الاخبار

کلکتہ محلہ تال تلہ متصل مسجد چاند بیارنگ سے یہ ہفتہ دار اخبار ۱۸۴۷ء کو وجود میں آیا۔ منشی فرجام علی کار پرداز، محمد تبریزی ہندوی مہتمم تھے چندہ سالانہ پندرہ روپیہ تھا۔ مطبع مراۃ الاخبار میں چھپتا تھا۔ اس کے سرورق پر یہ شعر درج تھا۔

مراۃ الاخبار ما آئینہ صورت نما است مخبر ہر ملک باشد، کاشف جملہ خفا است

اس اخبار میں ایک یادو صفحے اور کبھی کبھی ان سے زیادہ صفحوں پر اردو کی غزلیں، خبریں اور گورنمنٹ گزٹ سے آئین و قوانین شائع ہوتے تھے۔ ایک انگریز نے اس زمانہ میں اپنی اردو دانی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے ثبوت مانگنے کے لئے مرزا فتح نصیب بیگ نے ایک خط ۱۴ مئی ۱۸۵۱ء کے شمارے میں شائع کرایا ہے۔

" بعد سلام و نیاز کے عرض ہے کہ آج صبح کو کسی دوست کی زبانی یوں سننے میں آیا کہ ان دنوں مسٹر "ڈبلیو لاکر" مدرسے کے انگریزی پڑھانے والے نے یہ دعویٰ کیا کہ دے اردو دانی میں طاق ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی اس کمالیت کو بواسطہ کاغذ اخبار کے مشتہر فرما کر شہرۂ آفاق ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے

۲۴ اپریل اور آج کے انگلش مین میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان کی لیاقت اردو میں مدرسے کے مسلمان مدرسوں سے زیادہ ہے اور کتابیں اردو کی ان مدرسوں سے اچھی طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اب ان کی خدمت شریف میں بندے کی یہ عرض ہے کہ مسٹر لاک اس دعویٰ کو اچھی دلیلوں سے مدلل فرما کر اپنی خاص عبارت اردو میں تحریر فرما دیں اور بہ صورت رقعہ سلطان الاخبار میں چھپوا دیں تو ان کا نام اردو دانی میں جس طرح انگریزوں میں مشہور رہوا ہے ہندوستانیوں میں بھی مشہور ہو جائے اور مسٹر لاک خوب جانتے ہوں گے کہ کوئی شخص کسی زبان میں پورا نہیں کہلاتا ہے جب تک وے لوگوں کی زبان ہے، ان کو پورا نہ کہیں۔ اب مسٹر لاک کے لئے نہایت مناسب ہے کہ اپنی حقیقت کو ذرا ہندوستانیوں پر بھی کھول دیں۔ ..

.. نہیں تو ہم کو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں لوگ ایسا نہ سمجھیں کہ وے اندھوں کے آگے چراغ پکڑتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں عاقل کو اشارہ بس ہے۔

مرزا فتح نصیب بیگ۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۱ء"

۴ جون ۱۸۵۱ء کے پرچے میں فدا حسین عیش صاحب کی غزل چھپی ہے۔ سہ

مرے پہلو میں وہ جب سے نہیں ہے — کہوں کیا میں کہیں ہوں، دل کہیں ہے
کھلی جب سے وہ زلف عنبریں ہے — نہیں عالم میں قدر، مشک چیں ہے
کبھی اتنا تو تم دل میں سمجھتے — کہ جاں بلب کوئی زار و حزیں ہے
لکھی کیا خوب تو نے یہ غزل عیش — تری طبع رسا پر آفریں ہے

لالہ اجودھیا پرشاد صبر کی دو غزلیں ۱۸۵۱ء کے شمارے میں طبع ہوئیں۔ ایک غزل کے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں۔ سہ

چھٹنا ضرور رخ پہ ہے زلفِ سیاہ کا — روشن بغیر شام نہ چہرہ ہو ماہ کا
حاضر ترے سامنے سو داکر اس کو قتل — مجرم یہ سب طرح سے ہر ایک نگاہ کا

گلشن نوبہار

کلکتہ سے یکم فروری ۱۸۵۱ء کو یہ اخبار جاری ہوا[۱۴]۔ اس کے ایڈیٹر عبدالقادر صاحب تھے۔ ڈیڑھ روپیہ ماہانہ اور سالانہ پیشگی چندہ پندرہ روپیہ تھا۔ مؤلفہ اختر شہنشاہی اور "صحافت پاکستان و ہند میں" کے مؤلف نے اس اخبار کا سنہ اجرا ۱۸۵۴ء صحیح نہیں لکھا۔ چنانچہ ۵ رجنوری ۱۸۵۱ء کے مراۃ الاخبار کلکتہ میں اس اخبار کے جاری ہونے کی خبر شائع ہوئی ہے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار کی نوعیت اور مضامین کی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

"حالا یک صحیفہ موسوم بہ گلشن نوبہار دریں شہر نامدار بوجود آمدہ است واز ابتدائے ماہ فروری سنہ حال آغاز طبع آن شدہ۔ چنانچہ بملاحظہ وقائع نامہ نمبر اول مطبوعہ یکم فروری کہ نزد ما رسیدہ است دیدیم کہ عبارتش سلیس است و کاغذش بس نفیس و حروفش دلچسپ و خوب است و تقطیعش بس مرغوب و مطالعہ رفت کہ مہتمم آں وعدہ فرمودہ است کہ دراں صحیفہ بجز سوانح وقائع نقل گورنمنٹ گزٹ آگرہ وہم غزل ہائے تازہ کہ فرحت بخش بے اندازہ باشد ونیز تقرر و (توصل) عہدہ داران سرکاری وہم بندی از ہیچ تواریخ نایاب درج خواہد نمود۔ وقیمتش یک ونیم روپیہ ماہانہ ... پیشگی پانزدہ روپیہ سالانہ معین فرمودہ"

یہ اخبار بھی سلطان الاخبار کی طرح بیباک تھا۔ انگریزی سرکار کی غلط کاریوں کو بے نقاب کرتا تھا۔ اس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ملک کی غلامی کے خلاف آواز اٹھائی تھی جس کی پاداش میں حکومت نے اس کا چھاپہ خانہ ضبط کر لیا تھا جس کا ذکر کلکتہ کی پارلیمنٹ کے کاغذات میں ملتا ہے۔

"بہت سے ہندوستانی مدیر ایکٹ کی زد میں آئے۔ باغیانہ مضامین کے الزام میں دوربین سلطان الاخبار اور سماچار سدھا بھرشن کے پرنٹر پبلشر پر سپریم کورٹ میں مقدمے چلائے گئے... ایک اور اخبار گلشن نو بہار کا

چھاپہ خانہ بحق سرکار ضبط کر کے اخبار بند کر دیا گیا۔"

اس اخبار کو بند کرنے کی وجہ گورنر جنرل لارڈ کیننگ کی چٹھی مورخہ ۴ جولائی ۱۸۵۷ء میں ظاہر کی گئی ہے جو اس نے کورٹ آف ڈائرکٹرس کو لکھی تھی۔ "کلکتہ کے ایک لیتھوگرافک پریس کی اجازت ہم نے منسوخ کر دی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس چھاپے خانے کا تمام سامان ضبط کر لیا جائے یہ قدم ہم نے اس بنا پر اٹھایا کہ اسی مطبع میں ایک فارسی صحیفہ گلشن نو بہار طبع ہوتا تھا جس میں دو ماہ حال کو انتہائی باغیانہ مضامین چھاپے گئے تھے۔"

ان دونوں مضمونوں کا ایک اقتباس انڈین ایمپائر مولفہ مارٹن میں ملتا ہے جس میں انگریز کی ہوس پرستی پر تبصرہ کیا ہے۔

"ملک گیری کی طمع سے پہلے حکومت کو چاہیے کہ اس بغاوت کی روک تھام کرے جو ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے۔ . . . خدا ہر چیز پر حاوی ہے، وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے وہ اگر چاہے ایک لمحہ میں دنیا کا سارا نظام تہ و بالا کر دے۔ ہر شخص جانتا ہے اور اب تو الحاق کے علمبرداروں کو بھی محسوس ہو چکا ہو گا کہ ضبطی اودھ نے کیسا ہنگامہ برپا کر دیا ہے اور ان کے ساتھیوں کو کیسی تباہی و بربادی کا سابقہ پڑ گیا ہے۔ خواہ بغاوت کا نتیجہ کچھ ہی نکلے کہ سچ تو یہ ہے کہ اہل دہلی کو ان کی شجاعت و ہمت کے لحاظ سے رستم کا فرزند اور سکندر وقت قرار دینا چاہیے۔ اے خدا ہمارے مخالفوں اور دشمنوں کو نیست و نابود کر دے اور ہمارے بادشاہ کی مدد فرما۔"

اردو کا پہلا اخبار جام جہاں نما

کلکتہ منتھلی جنرل مورخہ ۱۸۲۲ء کے فائل نے ایک حتمی فیصلہ کر دیا کہ اردو کا پہلا اخبار "جام جہاں نما" تھا جس کی پیدائش اردو کے رد ب میں ۲۷ مارچ ۱۸۲۲ء کو ہوئی۔ ابتدا میں اس کے چند پرچے اردو میں نکلے بعد میں وہ فارسی میں نکلنے لگا اور دوبارہ اردو کا ضمیمہ ۲۳ مئی ۱۸۲۲ء کو نکلنا شروع ہوا جبکہ راجہ رام موہن رائے کا مراۃ الاخبار اور شمس الاخبار فارسی زبان میں نکلتا تھا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی مان لیا جائے کہ ان دونوں اخباروں میں اردو

دہلی اردو اخبار

قیمت ماہواری دو روپیہ اور جو شخص [illegible] سے تو [illegible] اور [illegible] لیجائے

نمبر ۱۰ — ۲۰ دسمبر سنہ [illegible] روز یکشنبہ — جلد ۳

اشتہار

مشکوٰۃ شریف مترجم سابق ترجمہ اور فوائد کے بیچ زبان اردو کے جو نواب قطب الدین خان صاحب نے بہت کوشش سے باستصواب مولوی محمد اسحاق صاحب کے ترجمہ اور فوائد لکھے ہیں سو حق یہ ہے کہ عبارات اور الفاظ سے [illegible] جلد [illegible] ہیں ایک ربع تمام ہو چکا ہے دوسرا ربع بھی قریب نصف کے آ پہنچا ہے اوسکے چھپنے والے مجبور ہوئے ہیں سبب یہ ہے کہ نواب صاحب موصوف سے مستعدین اور لوگ ہیں جنکو خریداری مشکوٰۃ مترجم کو لکھی قیمت اس کتاب کی جو شخص اب درخواست کرے اور جس قدر چھپ چکی ہے اوسکی قیمت ادا کرکے لیلے تو دس روپیہ قیمت کل کتاب کی ہے اور جو سب چھپ چکنے کی

اور سب چھپنے کے بعد لیگا تو قیمت

احکام

مسٹر [illegible] صاحب جائنٹ مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر دہلی کے ہوئے اور [illegible] کام [illegible] مسٹر [illegible] کا کیا کرینگے مسٹر [illegible] دہلی اور [illegible] جائنٹ مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر [illegible] کے ہوئے تھے مسٹر [illegible] اسسٹنٹ کمشنر [illegible] نے رخصت تین مہینے کی واسطے کام [illegible] کے پہلی تاریخ ماہ آئندہ سے حاصل کی مسٹر [illegible] جائنٹ مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر [illegible] کے ہوئے لیکن مسٹر [illegible] صوف ابھی کام [illegible] اور کلکٹری میں پوری کا کرینگے

حضور والا

عرض ہوئی کہ اسباب [illegible] [illegible] کا قلعہ میں سے شہر کو جاتا تھا مرزا شاہرخ بہادر نے دروازہ قلعہ پر قرق کروایا اور [illegible] بھیجے نے چار ہزار روپیہ بابت [illegible] [illegible] داخل کئے اور [illegible] روپیہ [illegible] مرحمت ہوئے خلعت [illegible] کے داخل [illegible] [illegible] [illegible] بعد [illegible] واپس [illegible] [illegible] [illegible] گرفتار ہوئے تھے چنانچہ [illegible] صاحب [illegible] کو اطلاع کی۔ مزاج مبارک زینت محل بیگم صاحبہ کا [illegible] بخار [illegible] فضل حق شامل حال ہو۔ حضور انور [illegible] مرزا [illegible] بہادر کے سیر روشنی اور آتشبازی کی اور رقص [illegible] ملاحظہ فرما کے [illegible] محل مبارک ہوئے اور [illegible] بیگمات سے [illegible] میں — [illegible] دربار فرمایا خلعت [illegible] خاص [illegible]

[illegible] الدین بہادر اور مرزا [illegible] اور مرزا اسمعیل اور مرزا [illegible] وغیرہ کو اور خلعت [illegible] پارچہ کا سع تین رقم جواہر نواب [illegible] اللہ [illegible] آغا حسین اور راجہ [illegible] کو مرحمت ہوا اور قریب چالیس خلعت [illegible] جواہر [illegible] وغیرہ [illegible] [illegible] کو اور خلعت [illegible] پارچہ کے حکیم احسن اللہ خان اور حکیم امام الدین خان اور حکیم اسد علیخان اور حکیم شرف الدین خان اور حکیم صادق خان کو اور [illegible] پارچہ اور تین رقم [illegible] اور راجہ [illegible] اور نواب ذوالفقار علیخان اور [illegible] [illegible] نواز شمان وغیرہ کو عنایت ہوئے اور قریب [illegible] اشرفی اور چار [illegible] بابت [illegible] ہوئے — ۲۳ تاریخ دسمبر کو خلعت [illegible] خاص [illegible] اور [illegible] اور طرہ [illegible] [illegible] اور بازو بند اور دوشالہ اور [illegible] [illegible] اور [illegible] تین رقم جواہر [illegible] [illegible] اور ایک [illegible] اور ایک گھوڑے ساز دار اور [illegible] عدد ماہی مراتب اور نقارہ اور [illegible] کے مرزا شاہرخ بہادر کو بابت [illegible] وزارت مرحمت کیا اور نقیب نے باواز بلند پکارا کہ مرزا شاہرخ بہادر ساتھ [illegible] وزارت کے ارجمند ہوئے۔ مرزای موصوف نے گیارہ [illegible] [illegible] نذر گذرانیں بعد ازاں مرزای موصوف نے دیوان عام میں دربار فرمایا سرداروں اور اہلکاروں نے علی قدر مراتب نذریں گذرانیں مرزای [illegible] نے چند [illegible] [illegible] نقیب کو اور [illegible] ایک اشرفی اور ایک دوشالہ اور [illegible] ماہی مراتب [illegible] [illegible] اور جواہر خانہ اور [illegible] خانہ [illegible] [illegible] اور [illegible] وغیرہ کو بابت انعام مرحمت کئے نواب [illegible] بہادر [illegible] حضور انور سے [illegible] [illegible] کرکے [illegible]

صاحب کلان بہادر

[illegible] کا [illegible] مضمون کا صادر ہوا کہ بابت [illegible] [illegible] کے [illegible] ماہی مراتب مرزا [illegible] بہادر کو دیا چاہئے ہیں اور مرزا [illegible] بہادر درخواست [illegible] کرسی کی [illegible] حضور کے [illegible] [illegible] جواب [illegible] کہ حضور کو اختیار ہے۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] صادر ہوا [illegible] نواب [illegible] علیخان [illegible] کا خط [illegible] [illegible] اشرفی [illegible] [illegible] واسطے [illegible] بہادر کے [illegible] ہوا اور مولوی محمد صدر الدین خان [illegible]

کا بھی کچھ حصہ تھا، تب بھی ان کو اردو کے پہلے اخبار ہونے کی فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ دونوں اخبار جام جہاں نما کے بعد نکلے ہیں۔

مسٹر یوسف کاظم عارف نے بنگال اردو کانفرنس منعقدہ ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء کے خطبۂ صدارت میں یہ دعویٰ کیا تھا۔

"اردو کا پہلا اخبار کلکتہ سے ۱۸۲۱ء میں جاری ہوا جس کا نام مراۃ الاخبار تھا اور اس کو راجہ رام موہن رائے نے جاری کیا تھا۔"

عارف صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے اس کے ساتھ انہوں نے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا انڈین پریس مؤلفہ مارگریٹا، انسائیکلو پیڈیا برٹانی کا اور ۱۰ اکتوبر ۱۸۲۲ء کی بنگال کے اجلاس کی کارروائی سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مراۃ الاخبار راجہ رام موہن رائے نے ۱۸۲۱ء میں نہیں بلکہ ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء میں جاری کیا تھا جو اردو زبان میں نہیں بلکہ فارسی زبان میں شائع ہوتا تھا۔

کے سجن لال صاحب نے اسلامک کلچر جنوری ۱۹۵۰ء میں جام جہاں نما کے اردو کے ضمیمہ کے جاری اور بند ہونے کی تاریخ حسب ذیل تحریر کی تھی۔

"اردو کا ضمیمہ ۲۵ مارچ ۱۸۲۲ء سے جاری ہو کر ۱۸۲۴ء کو بند ہو گیا اور دوبارہ ۱۸۲۵ء میں شائع ہوا۔"

جو صحیح نہیں ہے۔ اردو کے ضمیمہ کے ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کا نمبر ۸۱ ہے۔ ۱۸۲۴ء کے سال کے ۵۱ پرچے نکال کر ۳۰ پرچے ۱۸۲۳ء کے رہ جاتے ہیں ۲۸ مارچ ۱۸۲۳ء سے آخر دسمبر ۱۸۲۳ء تک ۲۸ پرچے حساب سے نکلتے ہیں۔ یہاں آٹھ پرچے زائد ہیں یعنی پرچوں کے حساب سے ۲۳ مئی ۱۸۲۳ء اردو کے ضمیمہ کے اجراء کی تاریخ نکلتی ہے۔

کے سجن لال صاحب کا یہ اندازہ بھی غلط ہے کہ یہ پرچہ درمیان میں بند ہوا اور بند ہونے کے بعد ۱۸۲۵ء میں جاری ہوا۔ نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کے فارسی کے پرچے کے ساتھ اردو کا ضمیمہ بھی موجود ہے جس کا نمبر ۸۱ ہے۔ اس کے تسلسل سے

ثابت ہوتا ہے کہ یہ پرچہ بند نہیں ہوا اور اس کا وجود خود بتا رہا ہے کہ وہ ۱۸۲۸ء میں زندہ و سلامت ہے۔

محترم المقام علامہ وتا ترّیہ کیفی صاحب نے رسالہ اردو اپریل ۱۹۳۵ء میں "اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار" کے عنوان سے تاریخی اور سیر حاصل مدلل مضمون لکھا ہے جس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی مستند دستاویز اس زمانہ میں ملنا مشکل ہے۔ علامہ کیفی نے اس مضمون کے ابتدائی حصہ میں اس اخبار کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"یہ اخبار غالباً مئی ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ ایک سال بعد یعنی ۱۸۲۳ء میں اس کے ساتھ ایک اردو ضمیمہ بھی نکلنے لگا جو آخر کار ۲۳ر جنوری ۱۸۲۴ء کو بند ہو گیا۔"

علامہ موصوف سے یہاں ذرا سی چوک ہوئی۔ اس اخبار کی عمر عزیز ایک سال کی نہیں بلکہ یہ ہونہار بچہ کچھ کم پانچ سال تک زندہ رہا اور ۲۳ر جنوری ۱۸۲۸ء میں اس کے انتقال کا سانحہ عظیم ظہور میں آیا۔

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں دسمبر ۱۸۲۴ء، ۱۸۲۵ء، ۱۸۲۶ء، ۱۸۲۷ء اور ۱۸۲۸ء وغیرہ کا مکمل فائل موجود ہے۔ ہر سال کے مسلسل پرچوں میں فارسی کے اخبار کے ساتھ ضمیمہ منسلک ہے۔ ۲۳ر جنوری ۱۸۲۸ء کے پرچے کے علاوہ آئندہ کی چھ سال کی جلدوں میں کسی پرچہ میں بھی ضمیمہ نہیں ہے۔ ۲۹ر دسمبر ۱۸۲۴ء اور ۲۳ر جنوری ۱۸۲۸ء کے پرچوں کی آئندہ کے صفحات میں نقل کی گئی ہے۔ صرف ۲۳ر جنوری ۱۸۲۸ء کی وہ عبارت جس میں اردو ضمیمہ کے بند کرنے کا اعلان ہے یہاں نقل کی جاتی ہے۔

"اس لحاظ سے کہ بہتیرے قدر شناس جنھوں کی لطف گستری سے اس کاغذ نے رونق اور شہرت پائی اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے اور اہل ہند جنھوں کی زبان فارسی ہے، وہ فارسی کی تحریر چاہتے ہیں۔ خاکسار نے مناسب کہ آئندہ ہفتے

ہندی فرمان کے عیوض اور فارسی میں لکھا کرے ۔۔۔۔ آج تک آٹھ صفحہ فارسی اور اردو کے چار چھپتے ہیں آئندہ سے بارہ صفحے چھاپے جائیں گے اور تین روپے ماہواری بدستور بحال رہے گی۔"

ہر دور کا اخبار اپنے زمانے کی یادگار ہوتا ہے اور تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے عہد کا نقشہ کھینچتا ہے۔ ۱۸۰۰ء کا ابتدائی زمانہ ہے جب کہ مغلیہ خاندان زوال کے آخری سٹیج پر پہنچ چکا ہے۔ ہندوستان کا بہت بڑا حصہ انگریزوں کے قبضے میں جا چکا ہے معمولی سا حصہ برائے نام ریاستوں اور دہلی کے نام نہاد بادشاہوں کے قبضے میں ہے۔ نواب و راجگان کو رعایا سے کوئی تعلق اور محبت نہیں ہے اور بادشاہ و نواب و راجہ عیش و عشرت میں بدمست ہو چکے ہیں۔ حکمرانی کے مقدس اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اوباشوں اور عیاشوں جیسی زندگی گذار رہے ہیں۔ طوائفیں، مشاطائیں، دلال، نقال اور بھانڈ قسم کے لوگ دربار کی زینت اور شان بنے ہوئے ہیں۔ انگریزوں کی جوتیاں اٹھانا، ان کے اشارہ پر چلنا، ان کو خوشامدانہ دعوتیں کھلانا ان کا شیوہ بن گیا ہے۔ خاندانی سلطنت کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ اس دور کے اخبارات کے اوراق ایسے واقعات سے پر ہیں۔ ہر صفحہ ان کے حالات پر ماتم کرتا اور شرمناک داستان بیان کرتا ہے۔

مغلیہ دور کے آخری بادشاہ ظفر شاہ کے والد معظم اکبر شاہ ثانی کی سیرت و کردار کا نقشہ جام جہاں نما یکم اکتوبر ۱۸۲۵ء اردو ضمیمہ کے سطور اس طرح کھینچتے ہیں۔

"شاہ جہاں آباد کی خبر: پھول والوں کے میلے کی تقریب سے جب حضرت جہاں پناہ قطب صاحب کی درگاہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اکثر سواری جھولے پر جاتی تھی حضرت راگ سنتے اور زنانے بندوبست میں نہانے کا تماشہ دیکھتے۔ خواصیں کس کس خوبی سے آپس میں چھیٹی لڑتیاں اور جھنڈ کے جھنڈ باہم لپٹ کر کنارے سے پانی میں گر پڑتیاں کوئی مسکرا کے بالوں کو نچوڑتی

کوئی شرما کر انگیا مروڑتی۔ ایک ایک کر کی گرتی چلی آتی کرتی۔ دوسری شرم سے انگلی دانتوں میں پکڑتی۔ کوئی پکارتی، بُوا بہاؤ میں نہ جاؤ وہاں بڑا اندر ہے کوئی الکارتی دوگانہ چڑھاؤ۔ پڑاؤ دیکھو تو گیا توڑہی۔ غرض ان پری پیکروں کی بھیڑ بھاڑ اور آپس میں اختلاط کی مار و بہار جنہوں نے دیکھی رہی جانتے ہیں لکھنے سے کیا فائدہ۔ سننے والے کب پیچ جائیں گے ؛؛

لکھنؤ کے دربار میں پہنچئے وہاں کے حضور کا حکم اور فرمان سنئے۔ ۲۳ مارچ ۱۸۲۵ء کا اخبار وہ فرمان سناتا ہے :

"ایک دن مینا بیگ کو توال کو حکم دیا کہ جتنی رنڈیاں شہر میں بکیں انہیں حضور کی ڈیوڑھی پر حاضر کیا کرو۔"

یہی اخبار دوسری خبر سناتا ہے :

"مرزا محمد تقی خاں آغا نصیر کے بھائی جو ناراض ہو کر کانپور کی طرف روانہ ہوئے، الٰہی جان ان کی طوائف چالیس رنڈیوں کے ساتھ گیروے کپڑے پہنے اور علم ہاتھ میں اٹھا کر حضرت عباس کی درگاہ کو گئی۔"

۲۵ اکتوبر ۱۸۲۶ء میں تیسری خبر درج ہے۔

"ایک عرضی بھی کہ احسان علی بردہ فروش چار کنیز لایا ہے اور اس نے آٹھ کنیزیں مرزا مینا بیگ کو توال کو بھیجی تھیں وہ بھی درِ دولت پر حاضر ہے ارشاد ہوا کہ انہیں احسان علی کے پاس روانہ کر دو۔ جو کنیزیں کو توال کے پاس آئی تھیں ان میں تین بہت چھوٹی عمر کی تھیں ان کو مسترد کر دیا گیا۔"

اب ذرا تکلیف فرما کر پھر شاہجہان آباد کے دربار میں آجائیے جو عرضی اس دربار میں پیش ہوتی ہے یہی ۲۵ اکتوبر ۱۸۲۶ء کا اخبار اس کی عبارت سنا دیتا ہے۔

"چھٹویں تاریخ عرضی سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی مرزا بابر کے محل سے نظر سے

گذری. اس میں لکھا تھا کہ مرزا محمد خاں میرے باپ ناخوش ہو کر نظام الدین کی
درگاہ میں گئے تھے. وہاں کپڑے پھاڑ کر فقیری کے ارادے سے چراغ دہلی کی
طرف گئے. میں نے اپنے بھائی مرزا حیدر بخش کو سمجھانے کے لئے بھیجا میرے
باپ نے انکار کیا نہیں مانا. امید وار ہوں کہ میرے باپ کو ظلمت کیجئے نہیں تو
میں بھی فقیر ہو جاؤں گی۔"

بادشاہوں کا دستور رہا ہے کہ وہ فقیروں کو کسی صورت میں مجبور کرتے نہیں تھے بلکہ ان سے عقیدت رکھتے تھے اور دعا کے طالب ہوتے تھے اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرتے تھے مگر نواب لکھنؤ نے اس کے برعکس ایک فقیر کی نصیحت پر لکھنؤ کے عام فقیروں کو قید ہی نہیں کیا بلکہ اذیتیں پہنچائیں۔ ۲۲ فروری ۱۸۲۶ء کی اشاعت میں ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: ایک دن سواری حضور کی سیر کے لئے جاتی تھی۔ ہندو فقیر نے دعا کی ارشاد ہوا کہ ایک ہزار روپیہ بھنڈارے کے لئے دیا جائے۔ اسی وقت ایک مسلمان فقیر نے پکار کر کہا کہ بادشاہ بیگم نے آٹھ دن سے کچھ نہیں کھایا حضرت اس کی خبر نہیں رکھتے. حکم ہوا کہ فقیر کو ساتھ لاؤ. بارگاہ خسروی میں داخل ہوا، اس فقیر کے قید رکھنے کی روانگی ہوئی. ان دنوں شہر میں ندغن ہے کہ دیوانے فقیر کوچہ بازار میں بیہودہ کلمات کہنے نہ پائیں گدا پکار کر بھیک نہ مانگے آہستہ سوال کیا کریں وعصابردار کی زبانی کوتوال کو حکم صادر ہوا کہ ہوشیاری کرے کوچہ گرد دیوانے فقیروں کو شہر سے نکال دے اور امرت لال سے ارشاد ہوا کہ فقیر چینی بازار میں اس کے سوا جا بجا سواری کے وقت سوال کرتے ہیں، چینی بازار کا تندار کو قید کرو چنانچہ بعضے بعضے فقیر بھی قید ہوئے اور یہ حکم ہوا کہ دو فقیروں کے پیر میں بیڑی ڈال کر سپاہیوں کی حوالات میں سرراہ بٹھا دو کہ اور بے ادب فقیروں کو عبرت ہو۔"

کتنے دل چسپ یہ نواب تھے کیسی کیسی معمولی باتوں پر دل چسپ حرکتیں کر بیٹھتے تھے عقیدے کے خلاف یا مرضی کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے اور انوکھی سزا حکم فرما دیتے تھے۔ ایک نرالی سزا کا جام جہاں نما ۳ اگست ۱۸۲۵ء کا دل چسپ انداز سے ذکر کرتا ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: ... ... تس پیچھے خدمت گاروں کو غیر حاضری کی علت سے پچیس پچیس تازیانے کی سزا کا حکم صادر ہوا اور خود بدولت محل سے تشریف لائے۔ دیکھا کہ غلام حیدر رسالدار بخش مرحوم کا بیٹا سولہ آدمیوں کے ساتھ بطور سنیوں کے جماعت کی نماز پڑھا رہا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ایک تلنگہ تعین رہے ان سبھوں سے تمام دن یوں ہی نماز پڑھاوے ایک ساعت کی مہلت نہ دے اور طور سلامجی کو جو سولہویں تاریخ کو قید ہوا تھا۔ دربر و بلوایا ایک شالی رومال بخشا پچیس روپے انعام دیئے پھر چھوڑ دیا۔ ... امرت لال سے ارشاد ہوا کہ غلام حیدر وغیرہ سولہ آدمی پھر نماز پڑھانے کے واسطے سزا اول سے دو دو روپیہ جرمانہ۔ تلنگہ برخاست کر۔ امرت لال اسی دم جرمانے کے روپے روبرو لایا تب حضرت نے فرمایا کہ روپے پھیر دو ان لوگوں سے کہو کہ ان روپیہ کا کھانا پکوا کر حضور میں گذرانیں۔"

دنیا بھر کے جرمانے آپ نے سنے ہوں گے لیکن ایسا احمقانہ جرمانہ کہیں نہیں سنا ہوگا اور نہ دیکھا ہوگا، وہ جرمانہ لکھنؤ کے دربار میں رائج تھا۔ ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کا اخبار روایت کرتا ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: غلام حسین داروغہ کو حضرت بادشاہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ للول مودی اور چمن لال مشرف باورچی خانے کا مقید ہو۔ آخر ان دونوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا اور اپنی غفلت پر نادم ہوئے اور سوا پانچ ہزار روپے "احمقانے" کے گذرانے۔ بادشاہ خطا بخش نے خطا معاف فرمائی۔"

ایک دل چسپ جرم کی دل چسپ سزا کی خبر ۲۲ فروری ۱۸۲۶ء کا اخبار معطر ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: ایک دن امرت لال سے ارشاد ہوا کہ لوگ رفع حاجت کے لئے حضور کے رمنے میں جاتے ہیں کوئی منع نہیں کرتا، رمنے کے چوکیدار دن کو قدغن ہو کوئی رمنے میں رفع حاجت کو نہ جاوے اور جو کوئی حکم نہ مانے غریب سوا روپیہ اور متمول پچیس روپیہ جرمانہ دیکر مخلصی پاوے۔"

تنزل کے زمانے میں خیالات وحالات بدل جاتے ہیں اور انسان برائیوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن کیسا ہی زمانہ کیوں نہ ہو خاندانی خون، عادت واطوار اپنا رنگ ضرور دکھاتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی بے انصافی کو محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسا واقعہ بھی اس اخبار میں ۲۰ راپریل ۱۸۲۵ء کے اوراق میں نظر پڑتا ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: شعبان کی تیسری تاریخ حضرت جہاں پناہ کی حضور میں اطلاع آئی کہ نواب رکن الدولہ بہادر نے مکارم نگر کے رہنے والے بنیوں کے گھر زبردستی سے لے لئے ہیں وہاں باغ بنا دیں گے، زبانی چوبدار کے حکم صادر ہوا کہ باغ کی تیاری موقوف پہلے بنیوں کا راضی نامہ داخل کرو۔"

رعایا پر کوئی خاص مصیبت آتی تھی تو یہ بگڑے ہوئے نواب و بادشاہ اپنی خاندانی وضع کو نہیں چھوڑتے تھے، ان کا خزانہ خالی ہو جاتا تھا۔

جب ۱۸۲۶ء میں قحط پڑا کھیتی کم ہوئی اور غلہ گراں ہو گیا اور بقول یکم فروری ۱۸۲۶ء کے شمارہ کے یہ حالت ہو گئی۔

"لکھنؤ کی خبر: عرض ہوئی کہ شہر میں غلہ بہت گراں ہو گیا۔ تیرہ سیر گیہوں بارہ سیر چاول ناکارہ بڑی خرابی سے ایک روپیہ کو میسر آتے ہیں۔۔۔"

اس خبر پر اس اخبار کا ایڈیٹر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے بادشاہ کی دریا دلی کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔

"انعامات کا کیا لکھا جائے ہر روز محتاجوں اور فقیروں کو روپے بٹتے ہیں فصلی میوہ
شہر اور بیرونجات کے باغات کا بادشاہی چاکروں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔"
لکھنؤ کے بادشاہ یا نواب کے اس دور میں کیا اختیارات تھے اور ان کی انگریزوں کے مقابلہ میں کیا پوزیشن تھی، اس کا اندازہ آپ ۱۸۲۶ء کے عہدنامہ سے لگائیے جو بادشاہ اودھ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے مابین ہوا تھا۔ اس عہدنامہ کا ترجمہ ۷ ارمئی ۱۸۲۶ء کے جام جہاں نما میں شائع ہوا ہے۔
(پہلی دفعہ) اودھ کے بادشاہ اور کمپنی انگریزی بہادر سرکار سے ہمیشہ صلح اور دوستی رہے گی۔"
(دوسری دفعہ) جس جس طرح کا دعویٰ اشام اور اس کے توابع ملک پر آودے گا بادشاہ رکھتا تھا وے۔ سب دعویٰ اس عہدنامے کے وسیلے سے اودے کے بادشاہ نے چھوڑ دیئے اور آئندہ کبھی اودھ کے بادشاہ کو اس ملک سے کسو طرح کا علاقہ نہ رہے گا اور کچھار اور جیتی پور کے باب میں بھی کہ وہ ملک اشام سے ملا ہوا ہے ۔۔ ۔۔ اور منی پور کے مقدمہ میں ایسا قرار پایا کہ جو کمبھیر سنگھ کو منی پور کے راج کا انتظام منظور ہوا اودھ کے بادشاہ کی طرف سے ہرگز مزاحمت نہ ہوگی بلکہ اقتدار اس کا اس راج کے بیچ پذیر ہوگا۔"
(تیسری دفعہ) اس واسطے کہ سرحد سیوانے کے فساد سے دونوں ریاست میں قضیہ بکھیڑا نہ ہو خاص ارکان اور امرٹی اور چڈویا اور سانڈوے ارکان کے ملک سے کمپنی انگریز بہادر کے اختیار میں آیا۔ اودھ کے بادشاہ کا دعویٰ ان جگہوں سے جاتا رہا اور پہاڑ ارکان کا دونوں طرف کے ملک کے بیچ سیوانہ ٹھہرا اور درصورتیکہ آئندہ کسو طرح کا جھگڑا سرحد سیوانے کا درپیش ہو اس کے لئے یہ قرار پایا کہ دونوں سرکار سے کمشنر مقرر ہوں ان کا فیصلہ طرفین کو قبول اور

منظور ہوگا۔"

(چوتھی دفعہ) اس واسطے اودھ کے بادشاہ کو ہمیشہ موافقت اور اتحاد کمپنی انگریز بہادر کے ساتھ منظور ہے جو کچھ کمپنی انگریز بہادر کی سرکار کا اس محاربے میں خرچ ہوا ہے منجملہ اس کے اودھ بادشاہ نے ایک کروڑ روپیہ دینا قبول کیا۔"

(پانچویں دفعہ) اودھ کے بادشاہ نے اسے اور بٹا اور رحم گولی "تا نامسریم کا ملک سب جزیروں سمیت جو اس ملک کے تابع تھے کمپنی انگریز بہادر کی سرکار میں حوالے کیا اور سلوبن کی ندی تک سیوانہ ٹھہرا۔ جو کبھی سرحد کی بابت کچھ قضیہ ہو تو وہی جو تیسری دفعہ میں مندرج ہے جاری رہے گا۔"

(چھٹی دفعہ) طرفین کی رعایا سے جن لوگوں نے اس محاربے میں دوسری طرف کی مدد کی ہیں اس قصور کی علت سے اپنے ملک کے والی کی حضور میں کسی طرح ماخوذ نہ ہوں گے۔"

(ساتویں دفعہ) کمپنی انگریز بہادر کا ریزیڈنٹ اودھ میں اور اودھ کے بادشاہ کا وکیل کمپنی انگریز بہادر کی سرکار میں پچاس پچاس سپاہی سے حاضر رہے گا اور ان دونوں کو اختیار حاصل ہے کہ اپنے رہنے کے واسطے مکان تیار کریں اور دونوں ریاست کی تجارت کی شرطیں اس طرح کہ جس میں دونوں ریاست کو نفع برابر ہو انہیں دو وکیلوں کے واسطے سے انفصال پاویں گی۔"

(آٹھویں دفعہ) دونوں ریاست یا دونوں ریاست کی رعایا کے بیچ میں جو معاملات لین دین کے اس محاربے سے بیشتر تھے کچھ حرج اور فتور واقع نہ ہوگا بلکہ ان معاملات کی تجویز محاربے سے پہلے جو دستور مروج تھا اسی کے مطابق عمل میں آوے گی۔ کوئی شخص اس محاربے کے حیلے سے اپنے ذمے کے دین ادا کرنے میں کسی کا عذر یا تخفیف نہ کر سکے گا اور سب ریاستوں کے مروجہ دستور سے

موافق اس عہد نامے میں لکھا گیا کہ جس وقت کوئی طرفین کی رعایا سے دوسرے ملک میں مرے اور اس کا وارث وہاں نہ ہو تو مال اس کا تمام وکمال اس ریاست کے وکیل کو سپرد کیا جائے گا۔"

(نویں دفعہ) برما کے جہاز کے محصول کی معافی کا ذکر ہے۔

(دسویں دفعہ) سیام دیس کے بادشاہ بھی کہ کمپنی انگریز بہادر کے اعتمادی دوست ہیں اور اس لڑائی میں کمپنی سرکار کے شریک تھے۔ اس عہد نامہ میں شریک اور داخل ہوئے۔

(گیارھویں دفعہ) اس عہد نامہ پر اودھ کے بادشاہ کے وزرا اپنے دستخط کریں گے اور اس عہد نامے کے ساتھ کمپنی انگریز بہادر کی طرف کے امیروں کو کمپنی سرکار کے کمشنر کو سپرد کر دیں گے اور کمپنی انگریز بہادر کی طرف کے کمشنروں نے اقرار کیا کہ اسی عہد نامے پر نواب گورنر جنرل کے دستخط مزین ہوں گے اور یہ عہد نامہ چار مہینے کے عرصے میں بادشاہ کے پاس پہنچے گا اور برہما سلطنت کے قیدی جو کمپنی انگریز بہادر کی سرکار میں ہیں مخلصی پا کر اودھ کو جاویں گے"۔

اس دور میں رنجیت سنگھ اپنے دور کے ہندوستانی بادشاہوں اور نوابوں کے مقابلہ میں اچھا بادشاہ تھا اور اس کا علاقہ بھی بڑا تھا جس پر وہ قابض تھا۔ حکومت نئی تھی اس لیے حکمرانی کا طریقہ بھی اوروں کے مقابلے میں بہتر تھا۔ سردار رنجیت سنگھ کی حکومت کے زمانے کا ایک تاریخی اور انقلابی واقعہ ۳ اگست ۱۸۲۵ء کے اخبار میں درج ہے۔

لاہور کی خبر: جیت سنگھ لاہور کے قلعہ دار سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے فرمایا کہ شہر کے بنئے کس جرم میں قید ہوئے۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے غلے کا نرخ بہت گھٹا دیا تھا اور دن بدن کم کیے جاتے تھے چنانچہ ایک دن غلہ کی خرید و فروش میں ریلا میں تلوار بھی چلی چار آدمی زخمی ہوئے۔ میں نے

جو تحقیق کیا تو خریدار بے قصور تھے، غریبوں کو کھانے کے لئے ناج نہ ملتا تھا، میں نے اپنے جی میں سوچا کہ ایسی کوفت نہیں آئی کہ جس سے ناج اتنا مہنگا ہو کہ تلاش سے نہ ملے مگر یہ بد ذاتی بنیوں کی ہے کہ اپنے فائدے کے واسطے کوٹھے بند کر رکھے ہیں، اس واسطے چشم نمائی ضرور ہوئی، چودھریوں کو قید کیا اور کہہ دیا کہ واجبی نرخ سے ناج بیچا کرو۔"

قدیم زمانے کے انسانیت سوز طریقے بھی اس زمانے میں جاری تھے، خاص طور پر بیوہ عورتوں کا خاوند کے ساتھ ستی ہونا۔ یہ دل ہلا دینے والے واقعات اس زمانہ کی تاریخ سے وابستہ ہیں اور اس دو ورقے ہر اخبار میں اس قسم کے واقعات نظر پڑتے ہیں، پہلا واقعہ ۲ر فروری ۱۸۲۵ء اور دوسرا واقعہ ۹ر مارچ ۱۸۲۵ء کے پرچے میں درج ہے۔

(۱) ستی کی خبر۔ نیپال کے کاغذ سے سمجھا گیا کہ بھیم سین جو اس راج کا مختار تھا اس کا بھتیجا وزیر سین پالپا کی طرف گیا تھا وہ مر گیا، دونوں جوروان اس کی لاش کے ساتھ جل گئیں اور اچنبھے کی بات ہے کہ تین لونڈیوں نے بھی اس کے ساتھ اپنے جسم کو جلا دیا۔ ایک انوکھی خبر یہ بھی لکھی ہے کہ نیپال میں ایک شخص کی جورو نے اپنے کل کی لاج چھوڑ کر کسی غیر کے ساتھ بل میل کیا تھا، جب اس کے شوہر نے جانا کہ عورت بدچلن ہوگئی ہے، اس کے یار کو مار ڈالا۔ وہ عورت کہ برسوں سے اپنے یار کی محبت کی آگ سے جل رہی تھی، اس کی لاش سے لپٹ کر ایسی بے دھڑک آگ میں گھسی کہ راکھ کے سوا اس کے بدن سے کچھ نشان نہ رہا۔

(۲) اخبار کے کاغذ میں دیکھا گیا کہ برہان پور کے ملک میں جو دکھن علاقہ میں بھی ایک برہمن رہتا تھا۔ اتفاقات سے وہ ایک دن کسو کام کے واسطے ایک جنگل میں جا نکلا۔ اس کو اکیلا دیکھ کر ایک باگھ کئی دن کا بھوکا جو

اپنی تھلی میں پڑا ہوا تھا، ایک بارگی بجلی کی طرح تڑپا، کر اس دکھیا برہمن پر گرا حقیقت میں چنڈال غریب برہمن کے خون کا پیاسا تھا اپنا کام کر گیا یہ خبر برہمن کے گھر پہنچی لوگ لاش کو جنگل سے اٹھا لائے۔ اس کی بڑھی جورو نے بہتر برس کی عمر میں کہ ہاتھ پاؤں ہلانے کی طاقت نہیں رکھتی تھی کیا ہی مردانہ کام کیا کہ اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی جس وقت وہ ستی ہونے کے لئے چلی خلق اللہ کا ہجوم تھا، مر کے پر بیٹھے ہوئے اس نے پکار کر یہ کہا کہ اس برس مہنگی پڑے گی اور بیماری بہت بڑھے گی۔"

تباہی اپنے ہاتھوں سے آتی ہے، غیروں کا دخل بہت کم ہوتا ہے۔ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے کے مصداق ایک غدار وطن کا واقعہ بھی اسی اخبار ۲ مارچ ۱۸۲۵ء میں پڑھئے ایک محب وطن کو دشمن کے قبضہ میں کس طرح دیا گیا۔

"گنگا دھر کھوسلہ کی گرفتاری کی خبر: اخبار کے کاغذ سے معلوم ہوا کہ گنگا دھر کھوسلہ آپا جمنا کھوسلہ کا چھوٹا بھائی ان دنوں بدون سعی و تلاش کے سرکار کمپنی کے کارپردازان کی حضور میں داخل ہوا بیان اس کا یہ ہے کہ گنگا دھر فقیر کے بھیس میں جس جگہ سے کہ وہاں رہتا تھا تیرتھ یاترا کو نکلا اور پھکر کے چھیتر میں جو اجمیر کے نزدیک ہے نہانے کے واسطے آیا۔ ایک جاسوس کو اس حال پر اطلاع ہوئی۔ اس نے اجمیر کے مختار صاحب کو خبر پہنچائی کہ جمنا کھوسلے کا بھائی اس روپ سے پھکر میں آیا۔ مختار صاحب نے جھٹ پٹ گنگا دھر کو گرفتار کیا اور جنرل اکٹرلونی صاحب کے پاس جے پور میں بھیجدیا۔ جنرل صاحب نے اس کو شاہجہاں آباد کے ایجنٹ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا کہ بہت احتیاط سے نظر بند رکھو۔"

ہندوستان کے مسلمان نواب اور بادشاہ جہاں عید و بقر عید کی تقریبوں میں دلچسپی

لیتے تھے۔ اسی طرح وہ ہولی دیوالی کے میلوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ لکھنؤ کے نواب نے ہولی کے تہوار میں حصہ لیا۔ اس کی تفصیل ۱۶ اپریل ۱۸۲۵ء کے جام جہاں نما میں ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: اخبار کے کاغذ سے دریافت ہوا کہ ہولی کے دنوں میں ہر روز گلال اور عبیر کے تھال اور رنگ بھرے ہوئے گھڑے ہندو امیروں کے گھر سے جھے میں پہنچے تھے اور لانے والوں کو نقد روپے اور دو شالے بارگاہ سلطانی سے انعام ہوتے تھے اور ایسری داس نانک شاہی فقیر کے اہتمام میں بھانت بھانت کے سانگوں کی تیاری ہوا کرتی تھی اور شہر شہر کے بھانڈ عجیب عجیب نقلیں کر کے حضور کے انعام سے اپنی مراد حاصل کرتے تھے۔ اس ملک کے رہنے والے اور دور دست کے بھانڈ بھگتیے بازیگر جتنے در دولت حاضر ہوئے سبھوں نے اپنے ہنر اور کرتب دکھلائے اور اپنی خواہش سے زیادہ ہر ایک نے نقد روپیہ اور کپڑے انعام پائے۔ اس کے سوا پلٹنوں کے سپاہیوں کو جو حضور کی ڈیوڑھی پر گانے بجانے گئے ہزاروں ملے اور سب پلٹنوں میں ہولی کے انعام کے روپے تقسیم ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شہر کے رہنے والوں نے حضرت جہاں پناہ کی بدولت خوب کیفیت ہولی کی دیکھی اور طوائفوں کے ناچ راگ سے ایسے حظ اٹھائے کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بادشاہ دریاول کو سلامت رکھے۔۔۔۔۔ ایسری داس نانک شاہی کو ہزاروں روپے ملتے ہیں کہ ہندو فقیروں کا پیٹ بھرے اور قاسم خاں بجرے خانے دروغہ کو اکثر اجازت ہوتی ہے کہ سو روپے روز کا کھانا پکوا کے محتاجوں مسکینوں کو تقسیم کرے۔"

۲۴ دسمبر ۱۸۲۵ء کے شمارے میں دہلی کے بادشاہ کی بھی ہولی کے میلہ میں حصہ لینے کی خبر درج ہے۔

"شاہ جہان آباد کی خبر: حضرت حمام میں رونق افزا ہو کچھوے کی پیٹھ پر بیٹھ چراغ دہلی کی درگاہ کے پانی سے موافق دستور کے، دیوالی کی تقریب سے غسل کر پوشاک بدل خاص تراشوں کو انعام دے محل میں داخل ہوئے اور حکم صادر ہوا کہ آج دیوالی کا دن ہے۔ موافق دستور کے محل کے اندر اور قلعہ کے دروازوں پر چراغاں کی روشنی ہوئی۔"

نواب لکھنؤ کے رام لیلا کا تماشا دیکھنے کی بھی خبر جام جہاں نما مورخہ ۲۲ نومبر ۱۸۲۵ء میں شائع ہوئی ہے۔

"لکھنؤ کی خبر: حکم ہوا کہ اگلے دن بھی رام لیلا کا تماشا دیکھا جاوے گا۔ چنانچہ دوسرے دن چکلے کی رنڈیوں اور بھانڈ بھگتیے، بازیگر، نٹ، بھانتیوں کے گروہ، کشمیریوں کے چھوکرے، ہیجڑے سب فرقے ارباب نشاط حکم کے مطابق گومتی پار مبارک منزل کے سامنے اکٹھا ہوئے اور بادشاہی کارخانجات کے دو دو ہاتھی گھوڑے آراستہ کر حاضر لائے۔ ایسری داس نانک شاہی نے رام لیلا کا تماشا شروع کیا۔ حضرت دیر تک تماشا دیکھا کئے۔ آتشبازی چھوٹا کی۔ سب کو جو مقدر تھا انعام ملا۔ ایسری داس کو فقیروں کے بھنڈارے کے لئے ہزاروں روپے مرحمت ہوئے۔"

خبروں کا رنگ آپ نے دیکھ لیا، اب منشی سدا سکھ کا ادبی رنگ اور عبارت آرائی بھی ۲ فروری ۱۸۲۵ء کے اخبار میں ملاحظہ کیجئے۔ مست ہاتھی بے قبضہ ہو کر کیا جوہر دکھاتا ہے۔

"مست ہاتھی کی خبر: اخبار کے کاغذ میں لکھا ہوا کہ پچھلے دنوں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک دن راجہ گائیکوار بردودھا کے حاکم کا فیل بان ایک متوالے ہاتھی کو شکار گاہ کی طرف لے جا رہا تھا۔ ہاتھی ایسا بپھرا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا چنانچہ مہاوت اس کے سر پر آنکس مارتا اور جو تڑوں پر کلہاڑیاں پڑتیں

وہ بھوت ہوتا جاتا تھا۔ آخر اس نے یان اور چرخی کو کچھ نہ مانا اور جنگل کی راہ چھوڑ کر ایسا سٹپٹایا کہ مہاوت کی بس میں نہ رہا اور سونڈ پھنکارتا ہوا ایک گاؤں میں گھسا، وہ کیا گاؤں میں گیا ہاتھی کی شکل میں خدا کا قہر نازل ہوا سنٹر کے چھپروں سے چھپروں کا نشان باقی نہ رہا اور دانتوں کی ہونوں سے دیواریں ماٹی میں مل گئیں، ماتھے کی ٹکروں سے بڑے بڑے پرانے درخت جڑ سے اوکھڑ پڑے۔ جس وقت کان ہلاتا آندھی سی آجاتی۔ لوگ قیاس کرتے کہ شاید پہاڑ کا درہ پھٹ گیا۔ اس کی آواز سنی ساروں نے اپنے بچے کو وہ تاخت میں چھپائے اور سب قسم کے چوپائے جو سونڈ کی لپیٹ میں آئے پھر نکلنے نہ پائے۔ جب پیٹ کا پانی نکال کر زمین پر چھڑکتا معلوم ہوتا کہ ساون بھادوں کی کالی گھٹا برستی ہے، چنگھاڑ سے سمجھا جاتا تھا کہ آسمان پر بجلی کڑکتی ہے۔ جگہ جگہ اس گاؤں میں لاتوں کی ٹھوکروں سے ایسے غار پڑ گئے اور زمین سے پانی نکل آیا کہ عوج بن عنق بھی جو اس میں غوطہ کھاوے تو قیامت تک پھر سر نہ اٹھائے۔ تین دن تک ایسی آفت اس گانو میں مچی کہ وہاں کے رہنے والوں کی جان بچانی مشکل ہوئی اپنے گھروں کو چھوڑ دور نکل گئے۔ عجب مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے کہ ایسے خونخوار دیو سے کدھر بھاگیں۔ بازار کی دکانوں میں جو کچھ کھانے کا اسباب اکٹھا تھا ایسا خاک دھول میں مل گیا کہ پھر پہچانا نہ گیا۔ چھ آدمی بھی پس کر مر گئے اور جنہوں کے ہاتھ پیر ٹوٹے ان کا شمار نہیں۔ خدا نے خیر کی وہ ہاتھی بردوھلے کے شہر میں چھوٹا نہیں تو شہر کو غارت کرتا۔ قیاس میں آتا ہی نہیں کہ یہ ہاتھی راجہ پرہٹ سنگھ کے ہاتھی کی نسل سے ہوگا جس کی ہجو میں مرزا سودا نے قصیدہ کہا ہے۔"

اس اخبار کے کسی بھی پرچے میں غزل یا نظم نظر نہیں پڑی۔ تلاش کے بعد ۱۸ اپریل ۱۸۲۷ء

نمبر ۲۰۱ کے پرچے میں ایک انگریز بہادر مسٹر ڈکاستا کی غزل دکھائی دی، فرماتے ہیں۔ سہ

کل ہم تمہارے کوچہ میں آئے چلے گئے — ہی ہی ہزار اشک بہائے چلے گئے
ہم ہیں فقط جو دل کو گنواتے ہیں ورنہ سب — آکر جہاں میں کچھ تو کمائے چلے گئے

کل اس پری کی بزم میں سب مل کے برملا
تیری غزل ڈکاستا گائے چلے گئے

جام جہاں نما کے دو نمبر نقل کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کے سامنے اخبار کی حیثیت اور ترتیب آجائے کہ کس طرح اخبار کو مرتب کیا جاتا تھا۔

جام جہاں نما

اردو زبان میں نمبر ۱۸ تاریخ ۲۹ ماہ دسمبر ۱۸۲۲ء

NOTICE

THE EDITOR OF THE JANAI JAHAN NUMA BEGS LEAVE RESPECTFULLY. YOU NOTIFY TO THE PUBLIC, THAT HASMITHD NIEW RENDERING THIS PUBLICATION MORE INTERESTING INTERLAINING INSTRUCTIVE TO THE EUROPEIAN OF ITS SUPPORTIERS RESOLVED TO PUBLISH, IN FUTORE A SUPLIMETARY SHEET IN THE PURE HINDUSTANI ON ORDU TANGUE, AT THE ADDITIONAL TRIFLING CHANGE OF FOUR ANNA'S THE NUMBER, OR ONE RUPEE PER MONTH, IF TAKING TOGETHER WITH THE TWO

PERSION SHEETS, BUT TAKEN RESPECTLY, TWO RUPEES WILLBE CHARGED FOR IT PER-MENSEM.

جے پور کی خبر :۔ اخبار کے پڑھنے سے ذہن نشین ہوا کہ ربیع الاول کی ۲۶ تاریخ مہاراجہ سوائی بہادر کی ماجی صاحبہ نے کارخانجات کے عہدہ داروں کو تغیر و تبدیل کرکے مسٹر کینس نائن اور رام چند دیوان کو کہلا بھیجا کہ تم اس ریاست کے انتظام سے غافل ہو ملک کا خراج سرکار کے خزانے میں داخل نہیں ہوا ایسی سستی سرکار کے کام میں خوب نہیں چاہئیے کہ اجارہ داروں سے تقید کرکے باقیات کے روپے جلد وصول کرو کسو طرح کی رعایت منظور نہ رکھو۔ ایک دن عرضی ہوئی ایک بنیا جے پور کو آتا تھا کہ موتی ڈونگری کے اُدھر ایک ٹھگ نے اسے لوٹ لیا اور ۶۲ روپے کا مال چھین لیا گیا حکم ہوا کہ فوجدار اس راہزن کو مال سمیت گرفتار کرے نس پیچھے کارفرمائی خاص رسالے کی جس میں پندرہ سو سوار عباگیر ارہیں۔ منالال بخشی کو مقرر ہوئی بعد اس کے بجی رام نے عرض کر بھیجا کہ سب پلٹنیں آپس میں ایک دل ہو کر گو بند گڑھ میں ٹھہریں ہیں کسی طرف کو وہاں سے نہیں جاتیں میں نے چاہا کہ تو پلٹنیں تو ڈائی کی طرف بھیجوں سب سپاہیوں نے کہا سب یک جا رہیں گے اس بات کے سنتے ہی کپتانوں کے نام پروانہ اس مضمون سے لکھا گیا کہ سرکار کے انحراف کرنا اچھا نہیں۔ ۲۹۔

(دوسرا صفحہ) لو خبر پہنچی کہ چار رجمنٹ ترک سوار و چار افسر نصیر آباد کی چھاؤنی سے آکر باغ کے قریب اترتے ہیں متھرا کو جاویں گے فوراً شہر پناہ کے دروازوں پر حکم کیا کہ صاحبوں کے ہمراہ بیوں کی آمد و رفت سے ہرگز ممانعت نہ کیجیو۔ نس پیچھے داروغگی چاندی اور تانبے کی ٹکسالی پرسرام لوہار کے بیٹے کو مقرر ہوئی اور رانی جوالا ناتھ اور مسٹر کینس نرائن کرنیل کی خدمت سے آکر یہ عرض کر بھیجا کہ کرنیل صاحب نے ضیافت

قبول کی اور کلب کے آنے کا بہت خوشی سے اقرار کیا ہے۔ اسی وقت حکم ہوا اقسام اقسام کے کھانے تیار ہوں اور فیل خانے کا داروغہ جنگی ہاتھی ہر وقت تیار رکھے۔ دوسرے دن کہ ربیع الثانی کی پہلی تاریخ تھی سب سامان حاضری کا مادھونواس میں اکٹھا ہوا۔ کرنیل صاحب چار انگریز اور تین بی بی ساتھ لیے ہوئے لال ڈیوڑھی کی راہ سے چینی برج میں تشریف لائے اور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بعد اس کے موتی برج میں جا کر سب سرداروں سے ملاقات کرتے مادھونواس میں حاضری کی میز پر جا بیٹھے ناچ ہونے لگا اور سب قسم کا ساز بجے۔ کرنیل صاحب حاضری کھانے کے بعد دیر تک اس محفل کے تماشے میں کہ گویا اندر کا اکھاڑہ وہاں اترا تھا متوجہ رہے۔ برخاست کے وقت سرداروں نے پھولوں کے ہار سب صاحبوں اور بی بیوں کو پہنائے اور دس کشتیاں پوت کے کپڑے کی دو رقم جواہر کے ساتھ کرنیل صاحب کی تواضع کی اور چھ کشتیاں کپڑے کی ایک رقم جواہر کے ساتھ نواب صاحب کے آگے رکھیں اور ایک کشتی کپڑے کی سب کو تواضع ہوئی۔ کرنیل صاحب نے ایک تھان کم خواب کا اٹھا لیا اور پچاس روپے ناچنے والیوں کو انعام دے کر سوار ہوئے اور سبھوں نے تمام اسباب تواضع کا قبول کیا۔

مہاراجہ سندھیا کی خبر

اخبار کے دیکھنے سے سمجھا گیا کہ ایک دن مہاراجہ بہادر نے زمستانی کی تقریب سے سات کشتیاں اشور صاحب کو

(تیسرا صفحہ) اور کشتیں اس کے بیٹے کو بھجوائیں، اور سات کشتیں آپا صاحب اور باپو راجہ جی سنگھ کو عنایت کیں اور توشک خانے کے داروغہ سے فرمایا کہ اور بھی کشتیاں تیار رہیں تس پیچھے ورجی سال کا بیٹا جوزا اسکندر کے ساتھ حاضر ہوا اور ایک گھوڑا سنہرے ساز کا گذران کر عرض کرنے لگا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے امیدوار ہوں کہ مہاراجہ

بہادر میرے مکان میں رونق افروز ہو کر لوازمہ ضیافت کا قبول فرمائیں، اس صورت
میں میرے لئے ہم چشموں میں بڑا افتخار اور امتیاز ہوگا، ارشاد ہوا کہ ہندو راؤ کو
اطلاع کر دو ۱۸ ربیع الاول کو ہرکارے نے خبر پہنچائی کہ محل کی آسامیاں گنگا سول
سے بخوبی آکر محل میں داخل ہوئیں اور آپا صاحب نے ہرنا پورا ور چند یری کی چٹھیاں
گذرانی ہرناجی پنڈت کو جو تازہ بھوپال سے آیا تھا حضور کی ملازمت سے مشرف کیا۔
پانچ کشتیں پوشاکی کپڑے کی پانچسو روپے کے ساتھ ہرناجی کو عنایت کر کے فرمایا کہ فرصت
کے وقت بلا کر اکثر حالات دریافت کئے جاویں گے۔ بعد اس کے کلدیو راؤ نے عرض کیا
کہ بھارت جاگیر و رنکنکراؤلی کے کئی دن سے دیوڑھی پر ناش ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ
مہاراج ٹیل بہادر ہم لوگوں کو جاگیر دی آج تک کبھی ضبط نہیں ہوتی۔ اب تحصیلدار نے
ضبطی کا حکم دیا کئی دن سے وے لوگ آئے ہوئے ہیں کچھ حکم انہوں کے حق میں صادر
نہیں ہوا، آج وے سب ہندو راؤ کی ڈیوڑھی پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں مہاراج نے
فرمایا کہ ابھی واگذاشت کا پروانہ لکھوا دو رام داس جچرے کو ارشاد ہوا کہ بادفروشوں کو
بخوبی سمجھاؤ کہ ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں۔
مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ میں دیکھا گیا کہ مہاراجہ ہولکر
بدستور اپنے مقام گاہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ ایک دن تانیتا صاحب نے دکن کی
آئی ہوئی چٹھی دکھلا کر یہ عرض کیا کہ جو فوج جو لی مہسر کی طرف گئی تھی وہاں سے آکر سرکار
کے لشکر میں شامل ہوئی ہولکر بہادر نے فرمایا
(چوتھا صفحہ) کہ جمناجی کے سواروں کو دیکھ کر نوکر رکھو تس پیچھے بموجب التماس
نانیتا صاحب کے چھ کشتی پوشاکی کپڑے کی بتقریب زمستانی صاحب کو بھیجی گئیں۔
پونا کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ میں لکھا ہے کہ ایک دن وہاں کے محتا۔ صاحب
کو خبر پہنچی کہ بارہ ہزار آدمی رعایا اس ملک کے جگنا تھ پوجا سے ایک جگہ اکٹھا تھے کہ

ہزاروں آدمی مر گئے۔

لکھنؤ کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ سے دریافت ہوا کہ ربیع الثانی مہینے کی پہلی تاریخ منگل کے دن اس روز موافق معمول کے صاحب رزیڈنٹ بہادر کے واسطے حاضری کی طرف سے سیر کر کے قیصر بادشاہی میں رونق افروز ہوئے۔ پانچ گھڑی دن چڑھے تک منتظر بیٹھے تھے کہ صاحب رزیڈنٹ بہادر آئے اتھ انگریز عالی قدر ساتھ لائے۔ جہاں پناہ سے سب صاحبوں کے ساتھ حاضری تناول فرمائی اور اس کے بعد اختلاط کی باتیں ہوائیں آخر بڑے صاحب رخصت کے وقت عطر پان جو کچھ کہ رسم ہی لیکر کوٹھی کو سوار ہو گئے تس پیچھے جب حضرت کے کھانے کا وقت آیا اور سب قسم کا کھانا دستر خوان پر چنا گیا حضرت نے خشکے کے چاولوں کو بادشاہی طعام کے لائق نہ دیکھا۔ غلام حسین خاں داروغہ کو ارشاد ہوا کہ للو مودی اور چمن لال مشرف باورچی خانہ کا مقید ہوا اور جس وقت حضرت والا دستگاہ خاص کھانے سے فراغت ہوئے نواب معتمد الدولہ بہادر مالی ملکی عرض کر کے اپنے گھر کو گئے۔ (ختم)

کلکتہ مقام کے بیچ مشیت پریس چھاپے خانے میں چھاپی گئی۔

۲۳ر جنوری ۱۸۲۸ء کے آخری ضمیمہ کی بھی نقل پڑھ لیجئے۔ یہ نقلیں اس لئے کی جارہی ہیں تاکہ یادگار رہیں اور زیادہ ہاتھوں میں پہنچیں۔

جام جہاں نما

اردو زبان میں نمبر ۱۴۲ تاریخ ۲۳ ماہ جنوری سنہ ۱۸۲۸ء

استہار

سب والاگہروں کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ تاریخ عالمگیر کا ترجمہ تمام ہو گیا اب اس خاکسار کو منظور ہے کہ الف لیلیٰ کی کتاب کا آغاز سے انجام تک ترجمہ کر کے کہ وہ قصہ بہت مطبوع اور حکایتیں اس کی ایسی دل چسپ ہیں کہ پڑھنے والے

اس کاغذ کے بے اندازہ مسرت اٹھادیں گے وہ کتاب آج تک بالکل ہندی فارسی میں ترجمہ بھی نہیں ہوئی ہر چند کتاب کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں مشکل اس ہیچمدان کی کیا مجال کہ ترجمے کے ارادے ۔۔۔ ، اخبار کے کاغذ میں اس کو داخل کرے۔ ایسی کتاب کا ترجمہ کرنا مجھ بے استعداد کا کام نہیں صرف مطلب اس کا اگر سست لفظوں میں اور نادرست عبارت میں ادا ہو پس غنیمت ہے پر اس لحاظ سے کہ بہتر بے قدر شناس جنہوں کی لطف گستری سے اس کاغذ نے رونق اور شہرت پائی، اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے۔

اس شرط کی قید نہیں کہ ہر ہفتے میں صرف الف لیلیٰ کی حکایتیں لکھی جاویں جو کبھی اور رنگین کہانی یا دل لگی کی بات ہاتھ لگے گی وہ بھی لکھی جاوے گی میرا مطلب یہی ہے کہ جس میں اس اخبار کے دیکھنے والے خوشی سے پڑھیں اور یہ کاغذ نمود پائے اور خریداروں کے لئے بھی کچھ رنج نہیں۔ آج تک آٹھ صفحے فارسی اور چار اردو کے چھپتے ہیں آئندہ سے ا ربعہ صفحے فارسی چھاپے جاویں گے اور تین روپے ماہواری بدستور بحال رہیں گے۔

ادرنگ زیب کی سلطنت کا حال

گذشتہ ہفتے یہاں تک لکھا گیا ہے کہ وہ شخص بادشاہ کی طرف منہ کئے ہوئے ہٹتا اور سلام گاہ میں جاتا اور اسی دستور سے آداب کورنش بجالاتا اور جب کوئی (دوسرا صفحہ) کارپردازی میری کے رتبے پر پہنچتا اسی طرح کورنش کے آداب ادا کرتا فرق اتنا ہے کہ اس دن اس کو لاکھ روپے نقد اور دو ہاتھی دو گھوڑے ملتے اور ایک پلنگ بھی عنایت ہوتا اور اگر وہ کارپرداز جلیل القدر ہوتا، ملبوس خلعت اور تلوار اور کلغی اور سرپیچ سب بادشاہ اس کو دیتے اور اسی رتبے کے موافق جاگیر اور خطاب عنایت فرماتے اور جو چبوترہ کا محاذی چہل ستون کے تھا امیدوار خدمات کے اس جگہ ہاتھی گھوڑوں پر سوار حاضر رہتے بادشاہ گاہ گاہ وہاں رونق افروز ہوتے اور

ہر ایک کے کام اور کرتب کو دیکھتے موافق مرتبہ اور استعداد کے عہدوں پر سرافراز فرماتے
اس روسے پر ہمیشہ ایک گھنٹہ دربار کرکے حمام میں تشریف لے جاتے وہاں وزرا کے سوا
دوسرے کو حکم نہ تھا وہ نذرانہ فرامین واسناد مالی ملکی مقدمات کے دستخط کراتے۔ ایک
گھنٹہ اس کام کے لئے مقرر تھا جب اس کام سے فراغت ہوتی حضرت محل میں جاکر
کھانا کھاتے اور ایک ساعت یعنی ڈھائی گھڑی گھر یا بی وہاں رہتے اور آدھا گھنٹہ
قیلولے کے واسطے مقرر تھا۔ دوپہر چار کے وقت بالاخانے کے برآمدے پر اجلاس
کرتے۔ ارباب حاجات یعنی دادخواہ محتاج حاضر ہوتے سب کی عرض معروضی سنتے
اور ہر ایک سے دل جمعی اور تسلی کے کلمات کہتے اور بہتیروں کے مطالب اسی وقت
درست کر دیتے کوئی حاجت مند نا امید نہ پھرتا۔ سب دعائیں دیتے اپنے اپنے
گھروں کو جاتے ہیں تب چھ گھنٹے کے وقت حضرت مسجد میں رونق افزا ہوتے آدھے
گھنٹے تک عبادت میں مشغول رہتے، وزراء وہاں بھی بار پاتے اور خفیہ مقدمات سلطنت
کے عرض کرتے اور حضور سے مناسب احکام وزیروں کی صلاح سے جاری ہوتے بیشتر
معمول یہ تھا کہ نو گھنٹے کے وقت وہاں سے اٹھ کر محل میں داخل ہوتے۔ اس طرح اوقات
اس کی بسر ہوا کرتی کبھی اس کی عادات میں فرق نہ ہوتا باوجودیکہ اپنے مذہب میں مستقل
تھا کہ دستکار اور دل بایار گویا اس کی شان میں مشہور ہے کسو وقت شریعت کے احکام
کی پاسداری سے غافل نہ رہتا مگر اسی لحاظ سے کہ سلطنت کا کام بھی عین دینداری
ہی اللہ تعالیٰ نے جو ایک شخص کو صدہا ملک اور بے شمار خلق پر حاکم اور اپنی خلافت
کا خلعت اس نے بخشا اسی لئے کہ رات دن خلق کی آسائش اور امن امان
(تیسرا صفحہ) کی تدبیر کرے ایک دم ان کی حفاظت سے بے خبر نہ رہے۔ بادشاہ درحقیقت
چرواہے کی مانند کہ گلہ بھیڑ بکری کا ساتھ لے جنگل جنگل پہاڑ پہاڑ پھرتا ہے اس کے بھروسے
وے سب جانور ہری ہری دوب کھاتے بے کھٹکے جہاں ندی جھیل کے کنارے یا سایہ دار

درختوں کے تلے ٹھنڈی زمین پر پاتے وہیں سو رہتے۔ موذی جانوروں سے انہیں کچھ خوف نہیں رہتا چرواہا چاروں طرف نظر رکھتا اور ہوشیار رہتا ہے کہ کسو طرف سے ایسا نہ ہو کہ کوئی موذی دکھ دیوانہ پن سے نیلے گلے میں گھسے۔ اس صورت میں بادشاہ کو واجب ہے کہ سوتے جاگتے رعیت کی خبر گیری سے غافل نہ رہے اور اس بات کو دھیان رکھے کہ جس خدا نے اس کو اپنی طرف سے ایک ملک کی مختاری عطا فرمائی تھی قیامت کے دن اس عہدے کا حساب پوچھے گا اور سوا بھول چوک کے بشریت کا لازمہ ہے دیدہ و دانستہ غفلت کو ہرگز معاف نہ کرے گا ۔۔۔ شرعی فرائض کے ادا کرنے سے کم نہیں۔ دین کی رعایت سے سلطنت کے کام کسو وقت ملتوی نہ رکھتا۔ مملکت کا انتظام دین کے احکام پر مقدم جانتا تھا۔ قول اس کا تھا کہ ملک کا کام دینداری کے واسطے ملتوی نہ رکھا جائے اور جو کوئی ایسا کرے اس کو نرا احمق سمجھے کس واسطے کہ خالق نے ملک اور دین کو برابر رکھا ہے۔ اورنگ زیب کی سلطنت کا حال جتنا انگریزی میں ترجمہ ہوا ختم ہوا۔

اب راقم گذارش کرتا ہے کہ اورنگ زیب تیمور خاندان میں بہت لائق و فائق ہوا سب علوم فنون میں اس کو بخوبی مہارت تھی رعیت پروری انصفت گستری جیسی اس نے کی اس خاندان میں دوسرے سے نہیں ہوئی۔ اگرچہ تیموریہ خاندان میں کسو کی نیت میں فساد نہ تھا خلق اللہ کو سب دوست رکھتے تھے۔ حضرت شاہجہاں نے اچھی فرماں روائی کی۔ جہانگیر بھی ویسے ہی عادل تھے جنہوں نے باوصف اس کے نورجہاں بیگم سے انتہائی محبت رکھنے، جس دم سنا کہ ان کے بھتیجے نے دکن کے ملک میں ایک شخص کو سیسا پلا کر مار ڈالا اس کے بھائی بھتیجے کو حضور میں بلایا اور دیوان عام میں تین سولیاں

(چوتھا صفحہ) کھڑی کرادیں اور فریادی کے سامنے سونار کو بلوایا۔ فرمایا کہ اشرفیاں گھڑیا میں گلادے اور وہی گداز سونا نورجہاں کے بھتیجے کو پلا دیا روح اس کے قالب سے نکل گئی تب نورجہاں نے پوچھا کہ حضرت کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں تین سولیاں

کس واسطے کھڑی ہوئیں تھیں. فرمایا اس لئے اگر بھائی تمہارا کچھ عذر کرتا یا تمہاری زبان سے بھائی کے سفارش کا نکلتا تم کو اور تمہارے بھائی کو ایک ایک سولی پر چڑھاتا اور تمہارے مرنے کے بعد مجھ کو زندگی حرام تھی ایک سولی پر آپ سوار ہو، اکبر کے صفات کہاں تک لکھے جائیں پر انصاف شرط ہی سب کے عہد امیروں دانشمندوں کو سلطنت کے امور میں دخل تھا۔ اورنگ زیب کی محفل میں بھی سب طرح کے علما فضلا عقلا حاضر تھے پر اسے کبھی کسو سے انتظام کے باب میں مدد نہیں چاہی اور اس مآل اندیشی سے ہر ایک کام کو کیا کہ اتفاقیہ کبھی اس کی رائے نے خطا کی ہو۔ اوائل میں جو حرکات کہ فی الحقیقت شرعاً اور عرفاً ممنوع ہیں اورنگ زیب سے ظہور میں آئے۔ سلطنت کی ہوس سب کو ابتدا سے ہوتی رہی ہے شہزادے سپوے کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے کیا کیا نہیں کیا۔ پر جب سے وہ مستقل ہو گیا پھر اس نے کسو کے ساتھ اپنی دانست میں بدی نہیں کی اور یہ بات کہ لوگ اس کو خسیس کہتے ہیں کہا کریں، سلطنت کا خزانہ لہو لعب میں اڑا دینا کب دانشمندوں نے جائز رکھا ہے۔ اورنگ زیب نے تن آسانی اور عیاشی نہیں کی غربا غربا کو ہزاروں لاکھوں بخشے سپاہ کو ہمیشہ انعام و اکرام سے راضی رکھا اسراف اس کو پسند نہ تھا صرف یہ بات کہ اورنگ زیب کو مذہب کا تعصب بہت تھا۔ درست مگر مذہب کی پاسداری سے سب دین کے علما نے جائز رکھا بلکہ اپنے مذہب کے استحکام کا سبب جانتے رہے ہیں۔ پھر ریاست کی شان کے برخلاف پادشاہ ہفتاد دو ملت کا آشنا چاہیے اس کی سلطنت میں کس کو روحانی رنج نہ پہنچے۔ بہرکیف حسنات بہت اور دنائم اس کے گنتی کے ہوں گے مثل مشہور ہے بے عیب ذات اسی کی ہے جس نے اس زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

کلکتہ مقام کے بیچ مشن پریس چھاپے خانہ میں چھاپا گیا"

دہلی والوں اور مرزا غالب مرحوم و مغفور نے بھی "جام جہاں نما" کو تنقیدی

دہلی اردو اخبار

[illegible]

۲۰ دسمبر ۱۸۴ [illegible] روز یکشنبہ

جلد ۲

اشتہار

مشکوٰۃ شریف مترجم سابق ترجمہ اور فوائد کے بیچ زبان اردو کے جو نواب قطب الدین خان صاحب نے بہت کوشش سے باستصواب مولوی محمد اسحاق صاحب کے ترجمہ اور فوائد لکھیں [illegible]

[illegible]

اور سب چھپنے کے بعد لیگا تو قیمت [illegible]

احکام

[illegible]

حضور والا

[illegible]

صاحب کلان بہادر

[illegible]

[illegible]

کسوٹی پر پرکھا تو اس کی دروغ بیانی پسند نہیں آئی، چنانچہ مولانا سراج الدین احمد کے ایک خط میں اس کی شکایت فرماتے ہیں۔

"مردم این دیار بسکہ از نا معتمدی اخبار جام جہان نما ملول اند ذوقی درست با خبار نما ندانصاف بالائے طاعت کم اتفاق می افتد کہ صاحب جام جہاں نما دریں ہفتہ خبرے نگارد کہ در ہفتہ دیگر خود مکذب آں نگردد در یک ہفتہ جنگ اہالی سرکار بادالی لاہور پیش از رسیدن موسم زمستان بسلک تحریر می کشد و بعد از دو ہفتہ می نویسد کہ آں خبر دروغ بودہ است و در یک ہفتہ خبر می دہد کہ مسجد قلعہ اکبر آباد و روضہ تاج محل بدیں بہا فروختہ شد باز بعد از دو ہفتہ رقم می کند کہ فرماندہان کو تس این بیع و شری روا نداشتند۔" [1]

یکم اگست ۱۸۴۷ء کے نصرت الاخبار دہلی میں اس اخبار کے بڑھاپے کا ذکر کیا ہے کہ بڑے میاں کا رنگ کیسا ہے اور کیا حالت ہے۔ برے آپے میں ہے:

"جام جہاں نما" اب کلکتہ نما بھی نہیں رہا رنگ نے کھا لیا ٹیبیسکے چھیلے کو ہندوستانی خاص پسند نہیں کرتے اور فارسی کبھی کم سمجھتے ہیں۔"

آخری سانس کس سنہ میں ان بزرگوار نے لیا یہ نہیں معلوم ہو سکا۔

دہلی اردو اخبار

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں "دہلی اردو اخبار" ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۱ء کی مکمل جلدیں ہیں۔ ۱۸۴۰ء کے ابتدائی پرچوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار پہلے دہلی اردو اخبار کے نام سے جاری ہوا۔ اس کے پہلے مہتمم سید حسین صاحب تھے جنہوں نے پہلا پرچہ چھاپا۔ اس کے بعد معین الدین صاحب

---

[1] کلیات نثر غالب ص ۱۲۷۔

مہتمم ہوئے ۲۳ اگست ۱۸۴۰ء کو موتی لال پرنٹر و پبلشر اور مہتمم بنے۔ اپریل ۱۸۴۸ء میں مولانا محمد باقر مہتمم کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔[1] ۲۰ اپریل ۱۸۴۹ء کے بعد اخبار میں محمد حسین مہتمم کی حیثیت سے روشناس کرائے گئے۔[2] اگست ۱۸۵۲ء میں کیا پتا پڑی کہ ایک نوٹس شائع ہوا کہ: امداد حسین مالک پریس نے ۲۰ اگست ۱۸۵۲ء کو منشی محمد باقر سے گراں قدر رقوم دے کر پریس فروخت کیا۔ منشی محمد باقر نے اپنے لڑکے کے نام خرید لیا لیکن ۲۴ مئی ۱۸۵۳ء کی اشاعت میں پھر امداد حسین کو پرنٹر پبلشر لکھا گیا نہ کہ محمد باقر امام باڑے والے کو بالآخر آخری فیصلہ ۳۰ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو ہوا اور امداد حسین کو اس کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا اور (مولانا) محمد حسین (آزاد) پریس کے پروپرائٹر مقرر ہوئے۔[3] اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد باقر صاحب تھے۔ دہلی اخبار کے نام سے یہ اخبار ۱۰ مئی ۱۸۴۰ء تک شائع ہوتا رہا۔ اس کے بعد ۱۷ مئی کا پرچہ دہلی اردو اخبار کے نام سے چھپا۔ اس وقت بھی مولوی معین الدین صاحب اس کے مہتمم تھے اور ۱۲ اگست ۱۸۴۰ء تک مولوی صاحب ہی مہتمم رہے۔ ۲۳ اگست ۱۸۴۰ء کے پرچہ میں مولوی معین الدین صاحب کا نام نہیں بلکہ موتی لال کا نام بحیثیت پرنٹر و پبلشر اور مہتمم کے شائع ہوا۔ ۱۸۵۷ء کے پرچوں میں سید عبداللہ کا نام مہتمم کی حیثیت سے چھپا ہے۔ ان کے علاوہ شیخ احمد، امداد علی خاں، میر ہادی اور امیر علی نے بھی مہتمم کی حیثیت سے کام کیا۔[4] ان لوگوں کے نام سے جو بھی مضمون یا تحریر دہلی اردو اخبار میں چھپتی تھی وہ مولانا محمد باقر کی لکھی ہوئی ہوتی تھی۔

عام طور پر ناقدین و مورخین نے دہلی اردو اخبار اور دہلی اخبار علیحدہ علیحدہ اخبار لکھا ہے۔ مثلاً احسن مارہروی نے تاریخ نثر اردو میں اس کا تذکرہ اسی انداز سے کیا ہے۔

۱؎ ارشاد المومنین ص۷۔ ۲؎ رجسٹرڈ نیوز پیپر ۱۸۴۷ء تا ۱۸۴۸ء۔ ۳؎ ایضاً
۴؎ اسلامک کلچر حیدر آباد دکن ۱۸۵۰ء۔

دہلی اردو اخبار کب سے جاری ہوا، متفقہ رائے تو یہی ہے کہ ۱۸۳۶ء میں شائع ہوا۔ لیکن پروفیسر اشتیاق حسین قریشی اس اخبار کا اجراء ۱۸۳۷ء میں بیان کرتے ہیں اور ۳ جنوری ۱۸۴۱ جلد ۴ کے نمبر ۲۰۲ کے حساب سے بھی یہ پرچہ جنوری ۱۸۳۷ء میں نکلنا ثابت ہوتا ہے لیکن ایک معتبر راوی "مولانا محمد حسین آزاد مرحوم اپنی مشہور اور معرکۃ الآراء تاریخی و ادبی تصنیف" آب حیات" صفحہ ۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں:

"۱۸۳۶ء میں اردو کا اخبار دہلی میں جاری ہوا اور یہ اس زبان میں پہلا اخبار تھا کہ میرے والد مرحوم کی قلم سے نکلا۔"

مولانا محمد حسین آزاد کی ابتدائی زندگی اس اخبار کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے وابستہ رہی ہے اور آپ آخری زمانہ میں اس اخبار کے مہتمم اور دہلی اردو اخبار پریس کے منیجر رہے ہیں اس لئے ان کا فیصلہ مستند ہے۔

مارگریٹا بارنس اپنی تصنیف انڈین پریس میں اس اخبار کو ۱۸۳۸ء میں شائع ہونا بیان کرتی ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اول تو اس اخبار کے نمبر اس تحریر کی تردید کر رہے ہیں دوسرے مرزا غالب کے خط نے تو بالکل وضاحت کر دی کہ ۱۸۳۷ء میں یہ اخبار جاری تھا۔ یہ خط مرزا صاحب نے چودھری عبدالغفور سرور ۔۔۔ کو لکھا تھا:

"جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی محمد باقر دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینہ میں چار بار نکلا کرتا ہے مسمی بہ دہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں۔ اگر احیاناً آپ کے یا آپ کے کسی دوست کے ہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء کے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جن میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر مندرج ہو۔ بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس

بھجوا دیجئے۔ آپ کو معلوم رہے کہ اکتوبر کی ساتویں یا آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوقؔ نے اس مہینہ میں یا دو ایک مہینے کے بعد سکّے کہہ کر گذرانے ہیں۔"

اردو کے قدیم اخبارات کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ جس اخبار سے خبر نقل کرتے تھے، حوالے کے طور پر خبر کی ابتدا میں اس کا نام دیتے تھے۔ اسی خیال سے میں نے ۱۸۳۶ء کے جامِ جہاں نما کلکتہ اور ماہِ عالم افروز کلکتہ کے فائل کی ورق گردانی کی کہ اگر یہ اخبار ۱۸۳۶ء میں جاری ہوا ہوگا تو لازمی طور پر اس میں سے کسی نے اخبار دہلی سے خبر نقل کی ہوگی اور اس کا حوالہ دیا ہوگا۔ چنانچہ ماہ عالم افروز مورخہ ۲۱ جولائی ۱۸۳۶ء نے دہلی اخبار مورخہ ۱۷ مئی ۱۸۳۶ء کی خبر نقل کی تھی جس کی ابتدائی عبارت یہ ہے:

"خبر ہرات: بفحوائے اخبار دہلی مورخہ سیزدھم ماہ مئی ۱۸۳۶ء چناں واضح ولائح گردید کہ دریں طرف مدت جنود نصرت امود محمد علی شاہ فرمانروائے ولایت ایران بسر گردی سرداران شجاعت نشان دراخطار خطہ ہرات و . . . گردید نامہ بطلب زر نذرانہ معمولی بشاہ کامران برنشست۔"

گارساں دتاسی کو بھی اس اخبار کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس نے دہلی کے ابتدائی اخباروں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"اگر ہم دہلی کی طرف رجوع کریں تو اس شہر کا سب سے پرانا اخبار سراج الاخبار ہے۔ دہلی اردو اخبار اردو میں چھپتا ہے۔"

دہلی اردو اخبار کا اس بے اعتنائی سے ذکر کرنا اور اردو اخبار کو سراج الاخبار کے مقابلہ میں پرانا ماننا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں دتاسی نے قیاس سے کام لیا اور انہوں نے سراج کے لفظ سے یہ سمجھا کہ بادشاہ کا نام سراج الدین ہے اس لئے یہ اخبار انہوں نے جاری کیا ہوگا اور بادشاہ سے پہلے اخبار کون جاری کر سکتا ہے۔ اور جو بھی اخبار

جاری ہوئے ہیں وہ سراج الاخبار کے بعد ہی جاری ہوتے ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے یقین کیا کہ سراج الاخبار ہی سب سے پرانا اخبار ہے۔ حالانکہ سراج الاخبار ۱۸۴۱ء میں جاری ہوا۔

دہلی اردو اخبار کی ۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۱ء کی جلدوں میں مولانا محمد باقر صاحب مرحوم کا جس انداز سے ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار سے مولانا محمد باقر صاحب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱۲ اگست ۱۸۴۰ء کی اشاعت میں اشتہار کے عنوان کے ماتحت ایک کتاب اور اس کے مصنف کا اس طرح تعارف کرایا گیا ہے:

"سرکلر نمبر دو مصدرہ صاحبان صدر بورڈ ریونیو جس کا وعدہ چھاپنے کا ہم نے سابق میں کیا تھا اب چھپ چکا ہے جن کو منظور ہو اس چھاپہ خانہ کے سپرنٹنڈنٹ کو لکھیں فوراً بلا توقف بھیجا جائے گا۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ کیا ہوا ہے مولوی محمد باقر نامی ایک صاحب کا جو سابق میں مدرس تھے، مدرسہ خاص دہلی میں سررشتہ داری کلکٹری اور تحصیلداری مدت تک کی۔ مال کے کام میں بہت مہارت رکھتے ہیں"

۲۸ فروری ۱۸۴۰ء کے پرچے کے آخری صفحہ پر آخری چھوٹی سی خبر یہ شائع ہوئی ہے:

"مولوی محمد باقر جو نائب سررشتہ دار تھے فوجداری خاص دہلی میں وہ بعہدۂ سپرنٹنڈنٹ محکمۂ بند وبست خاص دہلی منصوب ہوئے۔"

معلوم ہوتا ہے یہ بے رخی اور دل لگی کا اظہار مولانا محمد باقر صاحب مرحوم سے اخبار نے اس لئے کیا کہ مولانا باقر سرکاری ملازم تھے، ملازم سرکاری کو جیسے کہ آج کل کوئی کاروبار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس وقت بھی یہ دقت پیش آئی ہوگی اس

لئے ان کو اخبار سے غیر متعلق رکھنا مناسب سمجھا گیا۔

مولانا باقر کا ذاتی پریس دہلی اردو اخبار کے نام سے تھا جس میں یہ اخبار چھپتا تھا یہ پریس مولانا کے مکان میں ہی لگا ہوا تھا۔[1]

اس پرچہ کا ماہانہ چندہ دو روپے ششماہی گیارہ روپے اور سالانہ بیس روپے تھا۔ بڑے سائز $\frac{20 \times 30}{8}$ پر دو کالمی چھپتا تھا۔ اس کے مخصوص عنوان حضور والا اور صاحب کلاں تھے۔ حضور والا کے عنوان کے ماتحت بادشاہ دہلی ظفر شاہ کے حرکات و سکنات و احکام اور قلعہ معلّیٰ کے حالات درج ہوتے تھے۔ صاحب کلاں کے ماتحت ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران مثلاً گورنر کے احکام اور دربار کے حالات لکھے جاتے تھے۔ غیر ممالک کی خبریں زیادہ ہوتی تھیں ہندوستانی ریاستوں اور دربار کی خبروں کے ساتھ ان کی بد انتظامیوں پر سنجیدگی اور آزادی کے ساتھ تبصرے ہوتے تھے۔ ایڈیٹر کے قلم کی زد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام بھی آ جاتے تھے۔ اس اخبار کا ایڈیٹر برائی کے خلاف آواز اٹھانا اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔ اس کے ذہن میں امیر اور غریب، ہندو مسلم اور سکھ کا امتیاز نہیں تھا جس میں اچھائی دیکھتا اس کو برملا ظاہر کرتا تھا۔

اس اخبار میں خاص طور پر دہلی کی سیاسی مجلسی اور تمدنی زندگی پر روشنی ڈالی جاتی تھی۔ یہ اخبار تعلیم کا زبردست حامی تھا تعلیمی اداروں کی پبلسٹی کرتا تھا مثلاً مدراس بنگال کالج اور اسکولوں کی خبریں نمایاں طور پر شائع ہوتی تھیں۔ تنگ نظر نہیں تھا۔ انگریزی علاج کی حمایت میں جو خطوط آتے ان کو بھی شائع کرتا تھا۔ بشری کمزوریاں بھی اس میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں کہیں کہیں اس بات کی جھلک آ جاتی ہے کہ اخبار کا ایڈیٹر مسلمانوں کے کس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

---

[1] فوائد الناظرین دہلی ۱۸۴۸ء۔

یہ اخبار خبروں کا مجموعہ ہی نہیں تھا بلکہ ادبی مضامین بھی اس میں نظر آتے ہیں اس میں ذوقؔ و غالبؔ اور مومنؔ وغیرہ شعراء کی غزلیں اور کبھی کبھی طرحی غزلیں بھی درج ہوتی تھیں کبھی اس میں زبان اور محاورات کی بحثیں بھی چھڑتی تھیں۔ حضرت ذوقؔ کی وفات (۱۸۵۴ء) کی تاریخیں اور مرثیے کافی عرصے تک چھپتے رہے۔ مولانا محمد حسین آزاد فرماتے ہیں:

"شعرائے ہند نے جس قدر تاریخیں ان کی کہیں آج تک کسی بادشاہ یا صاحب کمال کو نصیب نہیں ہوئیں اردو اخباران دنوں دہلی میں جاری تھا برسوں دن تک کوئی اخبار اس کا ایسا نہ تھا جس میں ہر ہفتہ کئی کئی تاریخیں نہ چھپی ہوں۔"[1]

چنانچہ ۱۸ فروری ۱۸۵۴ء کے پرچہ میں استاد ذوقؔ کی وفات کی خبر ان الفاظ میں شائع ہوئی ہے:

"خبر درد اثر رحلت الملک الشعراء خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ استاد خاص حضور اقدس حضرت ظل سبحانی افسوس صد افسوس کہ شہنشاہ ملک سخنوری خسرو اقلیم معنی گستری ملک الشعراء خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم خاں ذوقؔ نے ۲۴ صفر شب آخر چہارشنبہ ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۸۵۴ء عالم فانی سے بسوئے عالم جاودانی رحلت کی الحق یہ وہ مصیبت عظمیٰ ہے کہ اگر صاحب زبان محاورہ فرس ریختہ اردو بلکہ تمام اہل سخن ہند لباس ماتمی پہن لیں تو روا ہے۔ حضور والا کو جب اطلاع اس واقعہ جانکاہ کی ہوئی باوجودیکہ دربار عام بتقریب پیارشنبہ مہیا تھا اور

---

[1] آب حیات ص ۴۵۹۔

سب اراکین سلطنت بادبابی مجرے کو حاضر لیکن سب کو برخاست کر دیا اور حکم دیا کہ شاہزادگان والا تبار مع جمیع اہل دربار اسناد مرحوم کی مشایعت جنازہ میں شریک ہوں۔"

اب اخبار کی آزادانہ پالیسی کا جائزہ لیجئے۔ ۶ ستمبر ۱۸۴۰ء میں یہ خبر درج کرتا ہے
"سوکیت مندی۔ حال فتح سوکیت مندی اور گرفتاری راجہ کا مفصلاً اس طرح دریافت کرتا ہے کہ راجہ وہاں کا پیچ ادا کرنے خراج معینہ کے لیت و لعل کرتا تھا۔ نظر بریں کنور نونہال سنگھ نے جنرل ونتورا صاحب کے تئیں مع ایک سپاہ معقول کے وہاں بھیجا۔ صاحب موصوف نے وہاں پہنچ کے شہر کے تئیں محاصرہ کیا۔ راجہ نے جب قوت مقابلہ کی اپنے تئیں نہ دیکھی تو از راہ عجز وانکسار پیغام صلح کا بھیجا اور قول و اقرار کیا کہ ہر قسط میں ستر ہزار روپیہ داخل خزانہ سرکار لاہور کے کروں گا۔ بعد اس قول و قرار کے جنرل موصوف نے سات پہانے عطا کئے۔ خلعت کے راجہ کے تئیں اپنے لشکر میں بلایا راجہ کے حیلہ سے جنرل مذکور کہ بے خبر تھا پئے حفاظت مراتب خیمہ میں جنرل موصوف کے آیا بفور پہنچنے راجہ کے دو پلٹنوں کے پہلے سے مامور تھیں اس خیمہ کے تئیں محاصرہ کیا اور دو پلٹنوں اور ہمراہیان نے راجہ کو گھیر لیا۔"

اس خبر کے لکھنے کے بعد اخبار کا ایڈیٹر اپنی غیر پسندیدگی کا اظہار اس طرح کرتا ہے۔
"اس حرکت کو اکثر دانا لوگ ناپسند کرتے ہیں کیونکہ بعد دوستی عہد و پیمان صلح کے بعد عہد شکنی خلاف رسم آئین سلاطین ماضی اور حال ہے۔"

۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کا شمارہ انگریزوں کے خلاف کابل کے لوگوں کے جذبات کا اظہار کس خوب صورتی کے ساتھ کرتا ہے ملاحظہ ہو۔

"کابل: مضمون سے ایک چٹھی کابل کے حال بے تدبیری اور بے انتظامی صاحبان پولٹیکل بہت دریافت ہوتا ہے ایک مثال ان کی بے تدبیری کی یہ ہے کہ انہوں نے کمسریٹ یعنی گودام اور اسباب توپ خانہ کو شہر کے اندر رکھا تھا جو کہ آخری سرکشوں کے ہاتھ لگ گیا اور سپاہ انگریزی بغیر اس کے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئی مارا جانا سر الگزنڈر برنس اور افسروں کا وفیشل چٹھیوں سے ثابت ہوتا ہے ...... قندھار میں بھی چند افسر کام میں آئے ......"

رائے یہ ہے:

اس میں شک نہیں کہ اس طرف کے لوگ گورنمنٹ سے مذہبی اور ملکی دونوں طرح کا کینہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ان کافروں نے اس ظالم بادشاہ (شاہ شجاع) کو ہمارا حاکم بنایا ہے۔"

مشنری پادریوں کی پارسی عورتوں کو عیسائی بنانے کی غیر شریفانہ حرکتوں کا ۲۹ مارچ ۱۸۴۱ء کا اخبار پردہ چاک کرتا ہے:

"بمبئی کے اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں میں وہاں رئیسوں نے اہلِ اسلام اور ہنود گبر و ترسا وغیرہ اقوام مختلفہ میں سے متفق ہو کر ایک عرضی حضور گورنری میں گذاری مضمون اس کا یہ ہے کہ پادریان انگریزی بہ ترغیب و تحریص پارسیوں کے لڑکوں کو مذہب عیسوی میں لاتے ہیں اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ فرزندوں کو ہر قوم کے اپنے مذہب میں شامل کریں ...... التجا ہے کہ محکمہ گورنر حکم صادر ہو کہ بار دیگر کوئی پادری کسی مذہب کے بارے میں کچھ تلقین نہ کرے۔"

انگریزی عملہ کی بدعنوانیوں کو دوسرے انداز سے ظاہر کیا ہے۔ کلکٹر نے ایک

ملازم کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اس ملازم نے آگرہ اخبار میں ایک خط شائع کرایا ہے۔ دہلی اردو اخبار ۲۸؍جون ۱۸۴۰ء میں اس خط کا ترجمہ شائع کیا ہے اور اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے۔ رائے اور خط پڑھئے:

"آگرہ اخبار مورخہ ۱۸؍جون میں ایک چٹھی دیکھنے میں آئی جو کہ درباب ظلم و ستم اپنے کلکٹر کے ایک شخص نے بھیجی ہے ترجمہ اس کا لکھا جاتا ہے۔

'ہمارے صاحب کلکٹر بہت بے لیاقت ہیں اور کچھ درباب امورات سٹلمنٹ اور ریونیو کے نہیں جانتے ہیں۔ صاحب چٹھی بیان کرتا ہے کہ ہم نے خدمت گورنمنٹ کی پچیس تیس برس کی ہے اور اس قدر مدت میں ہمارا عہدہ درجہ بدرجہ بڑھا لیکن ماسٹر خوش ہوا موقوف کر دینے کو ہماری خدمتوں کو اور پھینک دینے کو ہماری تئیں اس بلندی سے جو کہ ہم نے ۲۵ برس میں حاصل کی تھی اور فقر و تباہ کر دینے کو ہمیں اور قصور ہماری طرف یہ رکھا کہ تمہیں لیاقت کام کی نہیں......مگر حقیقت میں مطلب اصلی ان کا یہ تھا کہ ان کے رفقاء اور اپنے آوردہ اضلاع دور دراز سے آئے ہوئے ہیں اور صاحب کو پرورش ان کی تہ دل سے منظور ہے۔.....'"

اس چٹھی پر یہ تبصرہ کیا گیا ہے:

"الحق مضمون مندرجہ چٹھی ہماری رائے میں بھی درست ہے۔ ہندوستانی عملہ ناحق بدنام ہے۔ اگر ان کی تنخواہ بھی قرار واقعی ہو جائے مثل عملگان انگریزی کے موقوفی بحالی ان کی منحصر ہو۔ حاکمان ذی اقتدار پر، نہ ہر ایک کلکٹر مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر ان نو آموز جوان عمروں پر، تو جو اوصاف انگریز لوگ انگریزوں کے بیان کرتے ہیں وہ انہیں ہندستانیوں

میں مزدور پکڑیں؟"
پولس کی نا اہلیت و غیر ذمہ داری اور پولس کی مجرموں سے ساز باز کی شکایتیں اس اخبار میں بکثرت نظر آتی ہیں۔ کم و بیش ہر ایک اخبار میں اس قسم کی خبر کسی نہ کسی صفحہ پر نظر آئے گی۔ کلکتہ کی آزادانہ چوریوں کا ۱۹ اپریل ۱۸۴۱ء کا اخبار اس طرح نقشہ کھینچتا ہے:

"دریافت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں ہنگامہ چوری کا وہاں ایسا بازار گرم ہے کہ شہریوں نے رات کو سونا ترک کر دیا ہے، ہر شب چور دولتمندوں کے گھروں میں آ گئے جو کچھ نقد جنس پاتے ہیں لے جاتے ہیں اور ارباب پولس سے کچھ تدارک اس کا نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے چوروں سے سازش رکھتے ہیں ورنہ ممکن نہیں کہ ہر شب بے سازش پاسبان اور ارباب پولس کے چوری کرنے کی جرأت کر سکیں۔"

۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کے پرچے میں پولس والوں کی شرارتوں اور چوروں کی حمایت پر تبصرہ کیا ہے:

"تھانیداری مملکت انگریزی علی الخصوص در روغگان ۲۴ پرگنہ تو انہوں نے اپنی طرف سے تراشتے ہیں یعنی انواع و اقسام کی اذیت رعیت کو دیتے ہیں اور برخلاف قوانین کونسل کے عمل میں لاتے ہیں جہاں کہیں نقب یا چوری ہوتی ہے تو صاحب مال مسروقہ کو مجبور کیا جاتا ہے واسطے اخفائے واردات کے یعنی اس کو خوف دلایا جاتا ہے کہ در صورت اظہار مبتلائے بلائے عظیم بے عزت کیا جائے گا اور جو کوئی نہیں مانتا تو برا بھلا سنتا ہے قید سے ڈرایا جاتا ہے بلکہ وہ متہم کیا جاتا ہے کہ خود نقب تو نے کی ہے اور اس وجہ سے قابل چالان اور سزا ہے۔ حتیٰ کہ اس سے اول

ہمسایوں سے اس طرح کی دھمکیوں سے روپیہ لیتے ہیں، یہاں تک کہ اب نوبت ہے کہ لوگ اس ڈر کے مارے زبان پر حرف چوری کا نہیں لاتے اور حکام کچھ نہیں کرتے ہیں"

۱۷ مئی ۱۸۴۰ء کی اشاعت میں روپے کے تبادلے کے سلسلے میں خزانے کی شکایت بیان کی گئی ہے:

"۱۲ تاریخ کو "بڑا کھانا" دھوم دھام کا صاحب کلاں بہادر کے ہاں ہوا اور ناچ ہوا۔ اکثر جگہ سے شکایت سنی جاتی ہے کہ روپیہ خزانوں میں جو داخل ہوتا ہے تو نہایت کھرا لیا جاتا ہے اور جو وہاں سے دیا جاتا ہے تو ملکٹ کا اور اہل غرض بجز گوارائی تلخی کے کچھ بسبب جہالت اپنی کے احکام سرکاری سے خود لیاقت جواب دہی نہیں اور جو نوبت تکرار کی طول پکڑے تو خزانچی صاحب کو عذر بہیان وزن کافی ہے۔"

جب کہ مدرسہ دہلی میں تعلیم کے لئے فیس کا ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا تو اس پر دہلی اردو اخبار نے ایک احتجاجی طویل آرٹیکل ۱۴ مارچ ۱۸۴۱ء کے پرچہ میں لکھا جس کا مختصر اقتباس دیا جاتا ہے:

"مدرسہ دہلی ... ... ایک چٹھی جنرل کمیٹی کی اس مضمون کی بھی ہے کہ کوئی آدمی نہیں تعلیم پا دے گا مگر اس کے وارث حق تعلیم اس کا ادا کریں۔

(تنقید) مشہور ہے کہ اس انتظام کو کوئی شخص اہل شاہجہان آباد سیکھنے کا قصد نہیں کرنے کا چند وجوہات سے (۱) جب تنخواہ کچھ نہ ملی اور بلکہ الٹا کچھ دینا پڑے گا اور مدرسہ سرکار میں بھیجنا جہاں سو طرح کی قیدیں ہیں کیا فائدہ وہ لوگ شہر میں مطلق العنان جہاں چاہیں جس وقت چاہیں اکتساب علم کر سکتے ہیں جو ان کے پاس خود حاضر رہے تابعداری کرے

پھر ان کو کیا ضرورت ہے جو مدرسہ میں مولوی صاحب کی تابعداری کریں۔
قیود اور قواعد معینہ سرکاری کے مقید رہیں۔"
۱۸۴۱ء میں ہندوستان اور خاص طور پر دہلی، آگرہ اور بنارس کے مدارس
میں تعلیم کے لئے کیا ذرائع استعمال کئے جاتے تھے اور وظیفوں کا کیا معیار تھا اور
داخلے کے کیا طریقے مقرر کئے تھے وہ دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۵ اپریل ۱۸۴۱ء کے پرچے
میں پڑھیے۔ دہلی و آگرہ کی رپورٹ علیحدہ ہے اور بنارس کی الگ ہے۔ آگرہ کی رپورٹ
ملاحظہ ہو۔

(۱) "اشتہار، گورنمنٹ نے آگرہ اور دہلی کے مدرسوں کے طالب علموں کی
تقرر کے واسطے زر مفصلہ ذیل بطریق وظیفہ ازراہ عنایت کے معین فرمایا
ہے۔ آگرہ ۳۲۸۵ روپیہ ماہواری، دہلی ۳۲۸ روپیہ ماہواری، ایضاً
منجملہ در عطیہ نواب اعتماد الدولہ بہادر مدرسہ کے لئے ۱۲۴ روپیہ ماہواری
یہ تمام روپیہ بطریق تفصیل ذیل کے تقسیم کیا جاوے گا۔ تفصیل آگرہ اور
دہلی کے وظیفہ داروں کی جو گورنمنٹ سے مقرر ہوں گے۔ وظیفہ داران
ادنیٰ ۳۲ نفری چار روپیہ ماہانہ، یہ وظیفہ چار برس تک رہے گا اور ہر
سال آٹھ آٹھ وظیفہ دار خارج و داخل ہوا کریں گے۔ وظیفہ داران اعلیٰ
۱۲ نفر ان میں سے آٹھ نفر سولہ سولہ اور چار اٹھارہ اٹھارہ روپیہ ماہانہ
پایا کریں گے اور اس درجہ میں تین برس تک رہیں گے اور ہر سال
ان میں سے چار چار شخص داخل و خارج ہوا کریں گے۔ آگرہ کے مدرسہ
میں نصف اس وظیفہ کا علوم عربی اور فارسی اور اردو کے اور نصف
سنسکرت اور ہندی کے افضل طلبہ کو عنایت ہوگا۔ دہلی کے مدرسہ
میں عربی اور فارسی کے افضل طلبہ کو تین حصہ اور سنسکرت اور ہندی

کے اکمل طلبہ کو ایک حصہ عنایت ہوگا تفصیل زرعطیہ نواب اعتماد الدولہ بہادر کی وظیفہ داران ادنیٰ سولہ نفر جن کا چار روپیہ ماہیانہ چار برس تک رہے گا اور ان میں سے سال بسال چار چار نفر خارج اور داخل ہوا کریں گے۔ وظیفہ داران اعلیٰ ۳ نفر بیس بیس روپیہ ماہیانہ تین برس تک پاویں گے اور ہر سال ان میں سے ایک ایک شخص خارج و داخل ہوا کرے گا۔ المایہ وظیفہ صرف عربی اور فارسی کے افضل طالب علموں کو مرحمت ہوگا آگرہ کے مدرسہ میں ماہ ستمبر کے آخر کو اور دہلی کے مدرسہ میں ماہ اکتوبر کے اول میں امتحان ہوا کرے گا۔ اس وقت وظیفہ مذکور کے امیدواروں میں سے جو افضل پایا جاوے گا داخل ہو سکے گا بشرطیکہ وظیفہ دار ادنیٰ کی عمر سولہ برس سے سوا اور وظیفہ دار اعلیٰ کی عمر بیس برس سے زیادہ نہ ہو جو کہ امتحان میں سب سے افضل ہوگا وہ پوری میعاد میں مقرر ہوگا اور جو اس سے کم ہوگا کم کم میعاد میں مقرر کیا جاوے گا۔ اس وضع پر کہ آئندہ ہر سال میں خارج و داخل اوپر کے سلسلے کے موافق ہوگا لیکن جو کم میعاد میں داخل کئے جاویں گے سو آئندہ امتحان میں پھر پوری میعاد کے لائق ہو سکیں گے۔ ا سال گذرنے کے بعد وظیفہ داروں کی معین ہونے کی شرائط جب کہ انتظام قرار واقعی ہووے گا مشتہر کئے جاویں گے جو طالب علم کہ بعمر مناسبہ اور کچھ علم سے بہرہ یاب ہوں ان کے فوراً داخل کرنے کا مدرسہ مذکورین کے پرنسپل یعنی صاحبان مہتمم کو اختیار ہوگا اور درصورتیکہ عمر بیس برس سے زیادہ نہ ہو اور کتب مفصلہ ذیل امتحان دے سکے یعنی عربی اور فارسی کے درجوں میں ہدایت النحو، الف لیلہ یا نفحۃ الیمن، گلستاں اور انشاء مادھورام، سنسکرت کے درجے میں لکھو کو . . . ہو پدیش تو ایسے طالب علموں کا تین تین روپیہ

ماہیانہ واسطے قوت بسری کے ہوگا مگر یہ مشاہرہ ماہ ستمبر ۱۸۵۰ء ماہ اکتوبر کے امتحان تک فقط بحال رہے گا اور یہ بھی شرط ہے کہ مشاہرہ مذکورکا مصارف کل زرِ مرقومہ بالاسے متجاوز نہو۔ جو شخص مدرسہ میں داخل ہونے کا امیدوار ہو آگرہ کے مدرسہ میں مڈلٹن صاحب پرنسپل اور دہلی کے مدرسہ میں بوٹروس صاحب پرنسپل کی خدمت میں اپنی اپنی درخواست گذرانے۔ ماہ ستمبر اور ماہ اکتوبر آئندہ میں وظیفہ داروں کا امتحان جو ہوگا اس کی کیفیت تفصیل ذیل سے واضح ہوگی۔ امیدواران وظیفہ عربی اور فارسی کے امتحان کے لئے عربی صرف ونحو، عروض نفحۃ الیمن، تاریخ تیموری، مقامات حریری۔ فارسی انشاء ابوالفضل، انوار سہیلی، سکندرنامہ فارسی یا اردو کا ترجمہ عربی میں اور اردو کا ترجمہ فارسی یا اردو میں، عربی اور فارسی کو نظم ونثر میں طبع زاد مضمون تحریر کرے، کسی علم کے اصول کو بیان کرے۔ جیمس ٹامس آگرہ اور دہلی کے مدرسوں کا منتظم آگرہ ۔۸ اپریل ۱۸۵۰ء

(۲) سرکار کمپنی بہادر نے شہر بنارس میں دو مدرسے مقرر کئے ہیں جن میں علم انگریزی ہندی اور اردو تعلیم کیا جاوے گا۔ اس لئے خاص و عام کی اطلاع کے واسطے نیچے لکھے ہوئے قاعدے درباب داخل ہونے طلبہ کے مذکور کئے جاتے ہیں۔ قاعدہ چھوٹے مدرسے کے جو لوگ کہ درخواست واسطے داخل ہونے کے اس مدرسہ میں رکھتے ہیں سن ان کا سات آٹھ برس سے زیادہ نہوالا اگر ان کو کچھ علمیت انگریزی ہندی اور اردو کی ہوگی تو ان کا امتحان لے کر جس درجہ کے لائق ہوں گے داخل کئے جائیں گے۔ قاعدے سے بڑے مدرسے کے جو طالب علم چھوٹے مدرسہ کے بعد امتحان کے لائق ہوں گے وہ بڑے مکتب میں داخل کئے جائیں گے اور جن لڑکوں کی

عمر زیادہ ہوگی اور لائق داخل ہونے چھوٹے مدرسے کے ہوں گے وہ بھی بڑے مدرسہ میں داخل ہوں گے اس شرط پر کہ ان کا سن بارہ برس سے پندرہ برس تک ہو اور امتحان انگریزی ہندی اور اردو کے لائق نکلیں لڑکے داخل کئے جائیں گے۔ درجات مختلفہ میں دونوں مدرسوں کے باعتبار سن کے جیسا ذیل میں درج ہے۔ بڑا مدرسہ چوتھے درجہ میں، بارہ برس کا تیسرے میں، تیرہ برس کا دوسرے میں، ۱۴ برس کا پہلی میں، ۱۵ برس کا چھوٹا مدرسہ میں چوتھے میں، آٹھ برس کا تیسری میں، ۹ برس کا دوسر میں، ۱۰ برس کا پہلے میں، ۱۱ برس کا تفصیل مشاہرہ لڑکوں کی جو بطور انعام کے ان کو دیا جائے گا۔ چھوٹے مدرسہ میں فقط ایک لڑکے کو جو سب سے پڑھنے میں ہوشیار ہوگا آٹھ روپیہ کا مشاہرہ دیا جائے گا اور بڑے مدرسے میں چودہ لڑکوں کو مشاہرہ اس تفصیل کے ساتھ کہ چھ لڑکوں کو آٹھ آٹھ روپیہ کا اور چار کو تیس تیس روپے کا اور چار کو چالیس چالیس روپیہ دیا جاوے گا۔ جو لڑکے علم زیادہ تحصیل کر کے امتحان میں کامل نکلیں گے اون کو یہ ماہیانہ انعام دیا جاوے گا۔ جو لوگ اپنے لڑکوں کو مدرسوں میں داخل کیا چاہیں اون کو لازم ہے کہ پہلے صاحب سکریٹری لوکل کمیٹی ایڈیوکیشن کے یا میر مدرس بڑے مکتب کے پاس درخواست گذرانیں اور وہ لوگ انہیں اطلاع دیں گے کہ فلانے روز اپنے لڑکے سمیت حاضر ہو کر اپنے لڑکوں کو داخل کریں۔ بے مقدوروں کے لڑکے بلا ادائے فیس کے تربیت پاویں گے مگر جو لوگ کہ اہل مقدور ہیں ان کو چار آنے سے پانچ روپیہ مہینے تک بموجب تفصیل ذیل کے دینا ہوگا۔ جس کو پچاس روپے تک کی آمدنی ہے اس کو ہر مہینے میں چار آنے، پچاس سے سو تک والے کو

آٹھ آنے، سو سے دو سو تک والے کو ایک روپیہ، دو سو سے تین سو تک والے کو دو روپیہ، تین سو سے چار سو تک والے کو تین روپیہ، چار سو سے پانچسو تک والے کو چار روپیہ اور اس سے زیادہ جہاں تک ہو پانچ روپیہ۔ جو لوگ اہل مقدور ہوں انہیں کتاب وغیرہ کی قیمت دینی ہوگی اور سب لڑکوں کو ہر ایک مکتب میں داخل ہونے کے لئے ضامن دینا پڑے گا تاکہ کتابیں مدرسہ کی ضائع اور خراب نہ ہوویں اور وہ لوگ یہ بھی اقرار کریں کہ آٹھ برس تک مدرسہ میں پڑھا کریں گے۔ جو لڑکے بد اطوار یا کاہل یا غیر حاضر بے اجازت مدرس کے ہوں گے، مدرسے سے نکال دیئے جاویں گے۔ جو لڑکے چھوٹے اور بڑے مدرسہ میں پڑھ کے کامل ہوں گے ان کو مدرسہ چھوڑتے وقت ایک چٹھی فضیلت کی عنایت ہوگی۔ جتنے مدرسے غازی پور، الہ آباد، ساگر، جبل پور، اعظم گڈھ اور جونپور کے ہیں وہ سب مفصل مدرسے سمجھے جائیں گے اور بنارس کا بڑا مدرسہ صدر کہلائے گا اور ہر ایک مفصل مدرسے میں ایک شاگرد کو آٹھ روپیہ مہینہ دیا جاوے گا۔"

جرائم کو روکنے کے بارے میں مہذب ملکوں نے اب یہ نظریہ قائم کر لیا ہے کہ جرائم سزا سے ختم نہیں ہو سکتے بلکہ اخلاقی تعلیم دے کر اور اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے لئے صنعتی اور زراعتی کاموں میں بے کار آدمیوں کو لگا کر روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دہلی اردو اخبار کے فاضل ایڈیٹر نے آج سے سوا سو سال پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کو مشورہ دیا تھا کہ ڈاکوؤں پر ظلم و ستم کرنا درست نہیں ہے بلکہ ان کو زراعتی کاموں میں لگایا جائے۔ ۱۷ جنوری ۱۸۴۱ء کے اخبار میں یہ مشورہ درج ہے۔

"راجپوتانہ: بسبب کثرت فساد اور بے انتظامی اور سرکشی کے جو اس

ضلع میں ہوتی رہتی ہیں صاحب کرنیل صدر پسند میجر روبنس اور کپتان لیگ رسول گئے ہیں، واسطے تجویز کسی مشورہ کے جس سے آئندہ کو بے انتظامی رفع ہو یہ لوگ بہت لئیق اور عاقل ہیں اور اغلب ہے کہ ان کی تجویز سے رفع فساد ہوگا۔ سنا جاتا ہے کہ ان اضلاع کے بھیلوں اور راورمیتوں کا پیشہ قدیم الایام سے چوری اور غارت گری ہے اور یہ لوگ کسی ٹھاکر وغیرہ کی سرکردگی میں ہمیشہ تاجروں اور مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں اور آدمی کا مار ڈالنا انہیں ادنیٰ سی بات ہے اور باوجودیکہ ہر ایک عہد میں ہر ایک حاکم نے اکثر ان لوگوں کو سزائیں دی ہیں اور جلاوطن کر دیا ہے تس پر بھی یہ لوگ اپنے فعلوں سے باز نہیں آتے۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں پر ٹیکس یعنی جزیہ مقرر کیا جائے اور ان کی سرزنش بھی سرکار کی طرف سے ہوتی رہے تو ایسے یہ لوگ روبراہ آجائیں گے لیکن اکثر بدلائل یہ کہتے ہیں کہ تقرر جزیہ بجائے فائدہ کے خرابی ہوگا یعنی وہ لوگ جزیہ ایک جبر اپنے اوپر تصور کرکے اور زیادہ خیرہ ہو جائیں گے اور چوری غارت گری میں مصروف رہیں گے واسطے ادا کرنے زر جزیہ کے۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک ان میں سے فراخ حوصلہ زمین افتادہ واسطے کشتکار کے مل جائے اور تین چار برس محاصل ان سے نہ لیا جائے۔ غرض کہ اس میں زمین بھی درست ہو جائے گی اور وہ لوگ بھی کشت کار میں مصروف رہیں گے تو تاخت و تاراج میں کوشش نہ کر سکیں گے اور چونکہ زمین زرخیز ہے یقین ہے کہ بشرط تردد محاصل کثیر ہوا کرے گا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ صاحبان موصوفین اس باب میں تدبیر شائستہ عمل میں لاویں گے۔"

چنانچہ کپتان برول جو انسدادِ ٹھگی پر مامور کیے گئے تھے انہوں نے مولانا محمد باقر کے مشورہ پر عمل کیا۔ ۳۰ اگست ۱۸۴۱ء کے اخبار نے اسی قسم کی خبر شائع کر کے اپنی خوشنودی اور رائے کا اظہار کیا ہے۔

"مجوسان: جبل پور میں بموجب درخواست میجر سلیمن صاحب کے اکثر ٹھگ مجتمع کیے گئے تھے... چار سو ٹھگوں سے غالیچے اور شطرنجی وغیرہ کا کام لینے لگے۔ پہلے تو انہوں نے نارضامندی ظاہر کی، آخر الامر ایک روز جس گھر میں رہتے تھے آگ لگا دی۔ سنا گیا کہ اب بہت پختہ مکان بنایا گیا ہے، سو وہ لوگ اب راضی ہو گئے ہیں، بخوبی کام کرتے ہیں۔"

(رائے) "فی الحقیقت یہ طریقہ اس قسم کی محنت لینے کا اور تعلیم مجرمین و مجرمین کی بہت مناسب ہے۔ ظاہر ہے کہ بعد میعاد معینہ جس وقت محبوسین رہائی پاویں گے تو مرتکب افعال بد کے اغلب ہے کہ ہو دیں کس واسطے چار آنہ آٹھ آنہ کی محنت مزدوری انہیں آجائے گی تو روٹی کما سکتے ہیں۔ صاحبان مجسٹریٹ اضلاع کو بہت مناسب ہے کہ اس طریقہ پسندیدہ کو زیر نظر رکھیں چنانچہ ہمارے شہر دہلی کے صاحب مجسٹریٹ نے یہ نیک چلن بہت اختیار کر رکھا ہے اور اکثر بذات خود جیل خانہ پر جا کر واسطے جاری رہنے اس نیک طریقے کے بہت کوشش رکھتے ہیں سنا جاتا ہے کہ اب اکثر لوگ جو قید سے رہائی پاتے ہیں تو اس قدر افعال قبیحہ چوری وغیرہ کے نہیں ہوتے جیسے کہ پہلے تھے۔"

بہادر شاہ ظفر سے اس اخبار کے ایڈیٹر کو خاص عقیدت تھی کبھی مودبانہ طریقے سے بادشاہ کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے بادشاہ کے خلاف بھی قلم کو جنبش

دیدیتے تھے۔ جب حکیم شریف الدین کی جگہ حکیم احسن اللہ خاں کو شاہی طبیب مقرر کیا گیا تو ۲۳ فروری ۱۸۴۰ء کے اخبار میں یہ خبر درج ہوئی۔

"حکیم احسن اللہ خاں کو خلعت پارچہ کا تین رقم جواہر مع خطاب عمدۃ الحکما معتمد الملک حاذق الزماں حکیم احسن اللہ خاں بہادر ثابت جنگ مرحمت ہوا، اور حکیم مذکور کو بجائے حکیم شرف الدین کے واسطے خاص حضور والا کے سرفراز ہوئے۔ کہتے ہیں حکماء ہندوستانیوں میں یہ حکیم بہت تیز ذہین سلیم الطبع تجربہ کار ہیں پہلے والیٔ جھجر کے ہاں تھے وہاں ان کا بہت اعتماد تھا۔"

حکیم احسن اللہ خاں کا تعارف کرانے کے بعد ان کی تقرری پر سنجیدگی اور معقولیت کے ساتھ رائے زنی فرماتے ہیں۔

"ایک حکیم قدیمی سالہا سال کا جو مدت ہائے مدید سے مزاج داں حضور والا ہے وہ پسپا ہو جائے اور ساعی پڑے اور یہ شخص غالب آوے اور اس شخص کو غلبہ ہوئے"

پرانے اور قابل اعتماد ساتھی حکیم شریف الدین کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ظفر شاہ نے دیکھ لیا کہ حکیم احسن اللہ خاں نے دشمنوں یعنی انگریزوں کا ساتھ دیا۔ مخبری کی اور بغاوت کے مقدمہ میں بادشاہ کے خلاف شہادت دی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہادر شاہ ظفر کے دل میں اپنی رعایا کیلئے محبت کا جذبہ تھا۔ جہاں تک ان کے امکان میں ہوتا تھا وہ ان کا بھلا چاہتے تھے خصوصاً اپنے ملازموں کے ساتھ ان کا برتاؤ ہمدردانہ تھا۔

جب مہتمم قلعہ مرزا شاہ رخ اور نواب حامد علی خاں صاحب نے ملازموں کی تنخواہ میں کمی کرنے کی تجویز بادشاہ کے سامنے رکھی تو بادشاہ نے اس کو تسلیم نہیں

کیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۴۰ء کی خبر پڑھئے کہ بادشاہ اس تجویز پر کیا حکم دیتے ہیں۔

"حضور والا ا مرزا شاہ رخ بہادر اور نواب حامد علی خاں کو حکم ہوا کہ مابدولت کے تئیں کم کرنا کسی کی تنخواہ کا منظور نہیں ہے۔ اگر تم سے بندوبست نہیں ہو سکتا تو کچھ اور تدبیر کی جائے گی۔ مرزا صاحب موصوف نے عرض کی کہ سابق نوازش خاں مختار نے بھی کمی تنخواہ کی کی تھی۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے۔ ارشاد ہوا کہ مابدولت کو حق تلفی کسی کی منظور نہیں ہے۔"

جمہوریت کی نام لیوا حکومتیں اور شخصی حکومتوں کے مخالف اس واقعے سے سبق لیں کہ وہ آئے دن کس بے دردی کے ساتھ غریب رعایا پر ٹیکسوں کا بار ڈالتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح جب مرزا شاہ رخ مہتمم نے کچھ ملازموں کی تنخواہیں تقسیم نہیں کیں اور ملازموں نے اپنی تنخواہوں کی وصولیابی کے لئے واویلا کیا اس پر مہتمم نے جل کر ملازموں کو قلعہ میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی۔ اس وقت بھی بادشاہ نے قرضخواہوں کی حمایت کی اور ممانعت کے خلاف حکم صادر فرمایا۔ ۱۷ مئی ۱۸۴۰ء کے شمارے میں یہ خبر پڑھئے۔

"بسبب الغیاث اور فریاد تنخواہ داروں کی مرزا شاہ رخ بہادر کو تاکید ہوئی کہ تنخواہ تقسیم کی جاوے سو کچھ لوگوں کو تقسیم ہوئی اور بعضے بچارے پھر باقی رہے ... قرض خواہوں نے جو راستہ میں گھیرا تھا سو مرزا شاہ رخ بہادر نے حکم دیا کہ قلعہ کے اندر گھسنے نہ پاویں لیکن حضور سے ارشاد ہوا کہ قرض خواہوں کو ممانعت قلعہ کی نہ کرنی چاہیے اور درستی ان کی کرنی چاہیے۔"

بادشاہ اپنی رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ ہندو اور مسلمان میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا تھا۔ جہاں وہ پنڈتوں کو ملازم رکھتا تھا وہاں وہ علماء کی بھی خدمت

کرتا تھا۔ مولانا محمد اسحٰق مرحوم و مغفور کی ملازمت کی خبر ۱۳ دسمبر ۱۸۴۰ء کے اخبار میں درج ہے۔

"مولوی محمد اسحٰق صاحب فائز ملازمت ہوئے، کچھ تذکرہ دین و مذہب کا ہوتا رہا۔ وقت رخصت حضور نے دو اشرفی اور چار سفید پشمینہ کی اور مرزا ولیعہد بہادر اور بیگم صاحبہ اور مرزا شاہ رخ بہادر نے ایک ایک اشرفی تواضع کی۔"

اس دور کے دیگر نوابوں کی بھی یہی حالت تھی کہ وہ رعیت میں کسی قسم کی تمیز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۴۱ء میں بہاولپور ریاست میں قحط پڑا تو نواب بہاولپور نے اپنی رعایا کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی خبر ۱۴ مارچ ۱۸۴۱ء کا اخبار شائع کرتا ہے۔

"بہاولپور: سنا جاتا ہے کہ اس برس بسبب قلتِ بارش باران رحمت الٰہی کے وہاں غلہ بہت گراں ہو گیا ہے۔ رعایا بھوکوں مرتی ہے۔ نواب رکن الدولہ ... مرد با مروت اور سخی ہے۔ وہ تباہی حال خلائق پر رحم کر کے ہنود کو گیہوں اور مسلمانوں کو طعام پختہ تقسیم کر دیا ہے۔"

جس طرح ظفر بادشاہ رعایا کا بہی خواہ تھا اسی طرح بیگم ظفر بھی ان ہی خصوصیات اور صفات و سیرت کی مالک تھی۔ بیگم کی خودداری کا واقعہ ۲۳ مئی ۱۸۴۱ء کے اخبار میں دیکھئے۔

"حضور والا عرض ہوئی کہ مرزا شاہ رخ بہادر نے بموجب حکم حضور کے ایک ایک دو دو سو روپے تنخواہ آرائش محل بیگم صاحبہ مرحوم اور تاج محل صاحبہ میں سے کم کر کے نذر تنخواہ زینت محل بیگم کو بھیجا۔ بیگم صاحبہ ممدوحہ واسطے تقسیم تنخواہ محل کے حکم دیا کہ مرزا شاہ رخ اور نواب حامد علی خاں نے عرض کی کہ واسطے تنخواہ کے روپیہ خزانہ میں

نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے خفا ہو کر کچھ زیور نکال دیا کہ اسے
گروی رکھ کر تنخواہ محل تقسیم کریں اور فرمایا اگر اسی طرح واویلا تنخواہ
رہا کرے گی تو سب کو موقوف کر کے عملہ نیا مقرر کیا جائے گا۔ حضور
انور نے بطور استعارہ زیور بیگم صاحبہ کو واپس بھیجکر اپنے پاس سے
تنخواہ محل تقسیم کروائی۔"

بادشاہ برائے نام بادشاہ تھے اس لئے قلعہ کے ذمہ دار افسر بدعنوانیاں کرتے تھے اور غریب ملازمین ان کی بدعنوانیوں کا شکار ہوتے تھے۔ دہلی اردو اخبار ان ذمہ دار لوگوں کی بدعنوانیوں کو آشکارا کرتا ہے۔ حسب ذیل تین واقعوں سے قلعہ کی بدعنوانیوں کی حالت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ ۱۲ فروری ۱۸۴۱ء کا اخبار راوی ہے۔

(۱) "حضور والا عرض ہوئی کہ تنخواہ دار اور روزینہ دار بباعث سرد سی تنخواہ کے بہت واویلا کرتے ہیں۔ صرف علاقہ خانساما نی میں تین مہینہ میں سے ایک مہینہ کی تنخواہ تقسیم ہوئی۔ مرزا شاہرخ کو حکم ہوا کہ ستانا غریب کا مناسب نہیں۔"

(۲) ۱۱ مئی ۱۸۴۱ء کا اخبار قلعہ کے بڑے بڑے جعلسازیوں کا کچا چٹھا بیان کرتا ہے۔
"افواہ عام ہے کہ قلعہ مبارک میں عجیب طرح ہو رہی ہے شہر میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں الغیاث و فریاد اہل کاران شاہی کا ذکر نہیں تنخواہوں کا یہ حال ہے کہ کسی کے پانچ مہینے چڑھے ہوئے ہیں جو لوگ حضور رس ہیں یا مختار سے یا حکیم معالج حضور والا سے سازش رکھتے ہیں البتہ وہ ماہ بماہ تنخواہ لے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ مختار تو تجربہ کار اور بظاہر نام شاہزادہ مرزا شاہ فرخ بہادر کا لیکن ایک حکیم صاحب جو کہ اب معالج ہیں حضور والا کے اور دو ایک لڑکے راجہ جگہ سائے کے اور

ایک کوئی ملازم زادہ حافظ کر کے مشہور ہے اور چند حواشی اسی قسم کے مجتمع ہیں جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں۔ امورات سلطنت میں اب یہ لوگ اختیار تام رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ طبیب نبض دیکھنی جانے قارورہ پہچانے جیسا مہاجن کاروکانداری جانے، ملازادہ لڑکے پڑھانا جانے، امورات سلطنت و مہمات سے ان کو کیا نسبت، جب یہ لوگ مدار مہمات سلطنت ہوں تو کیا حال ہووے۔"

(۳) "بردہ فروشی" کے عنوان کے تحت ۹ اراپریل ۱۸۴۷ء کا اخبار قلعہ معلّی کی بداخلاقی کے ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔

"ان دنوں میں ایک مقدمہ عجیب وغریب دائر ہو رہا ہے، فوجداری عدالت میں ولایت علی جو کپتان ہے قلعۂ مبارک میں سنا گیا ہے کہ محکمۂ ایجنٹی میں پہلے خبر چند بردہ فروشی کی مسموع ہوئی۔ وہاں سے صاحب مجسٹریٹ کو واسطے تحقیقات کے لکھا آیا ہے۔ ہر چند ولایت علی نے انکار اس جرم سے ظاہر کیا چونکہ وہ قلعہ میں ملازم ہے اور قلعہ میں چپراسیان عدالت طلبی کو کسی کی نہیں جاتے اس نے شہر کا آنا بند کر دیا ہے ناظر لاچار رہا ایک روز کپتان مذکور اتفاقاً شہر میں سواری فیل ساتھ اخنشام مردمان ہمراہی کے نازاں و فرحاں چلا جاتا تھا، کپتان مذکور کو رستے میں جا پکڑا۔ الحاصل پیش گاہ صاحب مجسٹریٹ سے ضمانت چھ سو روپے کی تین قسطوں پر لی گئی۔ یہ رہنے والا ہے فرخ آباد کا وہاں سے پانچ لونڈیاں واسطے مرزا شاہرخ بہادر کے اس نے اپنے بھائی بندوں سے منگائیں، العلم عند اللہ حقیقت میں راست کون سی بات ہے۔ مقدمہ زیر تجویز ہے ابھی حکم آخر نہیں ہوا۔"

۱۸۴۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور بادشاہ میں جو عدالت فوجداری دیوانی کے اختیارات کا معاہدہ ہوا، اس سے بادشاہ کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے کہ بہادر شاہ کا سوائے قلعہ کے بیرون قلعہ عدالتی کارروائی کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کے اخبار میں اس معاہدہ کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے۔

"مقدمات خاندان شاہی۔ ایک دستور العمل مجوزہ گورنمنٹ درباب حکومت عدالت دیوانی فوجداری بیچ مقدمات خاندانی سلطانی اور قلعۂ مبارک مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۴۱ء جاری ہوا ہے منقسم ہے چند دفعہ پر بسبب عدم گنجائش عبارت کا خلاصہ حسب ذیل مرقوم ہے۔

خلاصہ دفعہ اوّل: انتظام عدالت دیوانی فوجداری اندرون قلعۂ مبارک متعلق بادشاہی سے رہے اور حضور والا سنگین مقدمات میں ایجنٹ سے مشورہ کریں گے۔ حاکمان عدالت کو قلعہ میں کچھ تعلق نہیں۔

دوئم: قلعہ والے جب باہر ہو دیں گے تو سوائے مفصلۂ ذیل بے شک زیر حکم عدالتیں ہوں گی۔

سوئم: بادشاہ اور ولی عہد اپنی ذات سے حکم عدالتوں سے اور بیٹے اور بھائی بادشاہ حال اور سابق کے حکم عدالت فوجداری سے نہ دیوانی سے باہر ہیں اور حکم فوجداری ان پر جاری ہوگا معرفت ایجنٹ دہلی کے جو نظر رکھے گا عزت ان لوگوں کی۔

چہارم: نالش جو دیوانی میں قلعہ والوں پر جو باہر رہتے ہیں ہوگی سو معرفت ایجنٹ کے جواب دہی ہوگی۔

پنجم: بادشاہ اختیار رکھتے ہیں زندگی تک جائیداد تبدیل تعلق سلطنت میں اور حاکم ہیں بیچ عطیہ سلطانی جو اپنی طرف یا پہلے

بادشاہوں کی طرف سے ہے اور جو لوگ اس طرح کے عطیہ کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ بادشاہ کو درخواست دیں گے واسطے تجویز کے بے واسطہ یا بواسطہ ایجنٹ کے نہ عدالت دیوانی میں اور اس میں فیصلہ حضور والا نافذ ہوگا اور عدالت دیوانی اس پر عمل کرے گی اور اجرا کرے گی اور سب دعویٰ اس عطیہ کے سوا یا دشاہ پر یا ان پر جن کو بخشش سلطانی ہے سماعت ہوں گی، عدالتوں میں فیصل ہوں گے مثل اور مقدمات جو بحکم عدالتوں سے بموجب اس دستورالعمل کے جاری ہوں گے۔ قلعہ کے رہنے والوں پر اجرا اس کا معرفت ایجنٹ کے ہوگا۔"

قلعۂ معلےٰ میں بادشاہ کے یہ اختیارات بھی برائے نام تھے معمولی حرکت پر ایجنٹ بادشاہ سے باز پرس کر لیتا تھا۔ چنانچہ ۲ مئی ۱۸۴۱ء کی خبر ملاحظہ ہو۔

"اخبار قلعۂ معلےٰ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک لونڈی کی ناک حضور والا نے بسبب مرتکب ہونے فعل شنیعہ کے کاٹ ڈالی سو اس باب میں اظہارات محکمہ ایجنٹی میں ہوئے معرکہ عظیم در پیش ہے۔"

بادشاہ کی بھی ذہنیت و عادت بدل گئی تھی انگریزوں کی اطاعت اپنے اوپر واجب سمجھتے تھے اور اپنے ماتحتوں کو بھی انگریزوں کی اطاعت کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ ۱۲ جولائی ۱۸۴۰ء کے اخبار میں یہ واقعہ درج ہے۔

"حضور والا: مرزا محمود شاہ نے عرض کی کہ راجہ کیتھل نے ایک جریب بکار طلا و نقرہ اور ایک عرضی درباب کبوتروں کے بندے کے پاس بھیجی تھی صاحب کلاں بہادر اس بات سے ناراض ہوئے۔ چنانچہ بندہ نے جریب مذکورہ صاحب موصوف کے پاس بھیجدی اور بھیجنا کبوتروں کا موقوف رکھا۔ ارشاد ہوا کہ جس میں مرضی صاحب کلاں

بہادر کی ہووے وہ کرو۔ خلاف رضا ان کی کرنا مناسب نہیں۔"

جیسے "با اختیار" بادشاہ تھے ویسے ہی ان کی "خلعت" کی قیمت و حیثیت تھی۔ ۴ر جنوری ۱۸۴۱ء کا اخبار انکشاف کرتا ہے اور "خلعت ہائے سلطانی" کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے۔

"سنا گیا ہے کہ بتقریب جشن سلطانی تمام اعیان و ارکان خورد و کلاں کو پانچ سو سے زیادہ خلعت ہوئے لیکن اب کے حال خلعتوں کا یہ سنا گیا کہ ایک امتیازی خلعت جس خلعت میں رقم جواہر اور تین پارچہ تھے وہ ہزار دولت و دشواری اڑھائی روپیہ کو فروخت ہوا جس میں رقم جواہر ہوگی اس کو اسی پر قیاس کیا چاہیے۔"

حکومتوں کے عروج کا سبب حاکموں کے نیک اعمال ہوتے ہیں اور حکومتوں کے زوال کا باعث بادشاہوں اور حاکموں کی بدنیتی، غیر ذمہ داری اور بداعمالیاں بنتی ہیں۔ دہلی دربار کے زوال کے آخری دور کا نقشہ آپ نے دیکھ لیا۔ اودھ دربار کی غفلت شعاری اور عیش پرستی کا سماں بھی دیکھئے۔ ۱۳ر مارچ ۱۸۴۱ء کے اخبار کی زبانی حال زار سنئے۔

"لکھنؤ، اخبار آگرہ سے واضح ہوتا ہے کہ مقام مذکور میں بہ باعث نہ خبر پہنچنے ظلم ارکان سلطنت کے بیچ ہمایوں سلطانی کے رعایا بہت تکلیف پاتی ہے اور کوئی مظلوم اپنی داد و فریاد کو نہیں پہنچتا۔ بازار اخذ و جبر کا بہت گرم ہے اور بہت بے انتظامی ہو رہی ہے مصداق اس کا یہ ہے کہ ۱۶ تاریخ ماہ گذشتہ کو کوتوال شہر مذکور نے کہ خسر نواب شرف الدولہ نائب وزیر سلطانی کے ہیں ایک دوکاندار نامی اور اشراف کو گرفتار کیا اور اس پر یہ تہمت رکھی کہ اس نے چوری کا اسباب

خریدا ہے مگر در حقیقت مطلب اخذ زر سے تھا۔ القصہ جب دوکاندار کو کشاں کشاں چبوترہ کوتوالی میں لے گئے تو پہلے تو اسے کوڑے مارنے شروع کئے بعد ازاں طرح طرح کی اذیت پہنچا کے اسے بے عزت کیا۔ یہ حال دیکھ کر اور دوکاندار قریب تین سو آدمیوں کے جمع ہو کر محل سلطانی میں گئے اور تظلم سے کوتوال کے استغاثہ کیا شاہ جم جاہ نے جب شور و غوغا فریادیوں کا سنکر حال پوچھا تو حاضرین نے جو کہ نواب شرف الدین موصوف کی طرف سے ہر وقت مصلحتاً کھڑے رہتے ہیں عرض کی اہل ہنود بہ باعث قربت ایام ہولی کے اپنی رسوم بجالاتے ہیں یہ اس کا غل ہے اور وزیر اور نائب وزیر نے بجائے فریادرسی ان لوگوں پر پہرہ تعین کئے۔ بیچارہ ناچار اہل حرفہ اور شرفا شہر نے اپنی جان و مال کی طرف سے خوفناک ہو کر رزیڈنسی میں فریاد کی اور شام تک کے واسطے رہائی اس بے گناہ دکاندار کے لئے ٹھہرے۔ القصہ اہالی سلطنت نے ایسی ایسی تدبیریں جیسے کہ اوپر بیان کی گئی ہیں، واسطے ناواقف ہونے والی اودھ کے حال رعایا سے کر رکھی ہیں۔ یہ حال خاص دارالخلافہ کی رعایا کا سنایا جاتا ہے۔ حال رعایائے بیرونجات کا اسی سے تصور کیا جا سکتا ہے کہ عاملوں کے ہاتھ وہ کیا کیا ستم اور تکلیف نہ اٹھاتے ہوں گے۔"

یہ تو مدہار کی حالت ہے شہر لکھنؤ کی جو کیفیت ہے وہ بھی ۲۹ مارچ ۱۸۴۸ء کے پرچے میں پڑھئے۔

"واضح ہوتا ہے کہ ان دنوں بسبب خبرگیری کے ملک شاہ اودھ کا بہت ابتر ہے اور ظلم سے عاملوں کی رعایا تباہ ہو گئی ہے اور کوئی

شب ہوتی ہے کہ جس میں خاص شہر لکھنؤ میں ایک دو نقب اور
چوریاں نہیں ہوتیں۔ کہتے ہیں کہ عدل میں شاہ اودھ کے کچھ خطا
نہیں مگر کارکنان سلطنت محض ناکردہ کار اور خائن ہیں کوئی حال
ظلم عاملوں اور بدعت قضاقوں کا بارگاہ سلطانی تک نہیں پہنچاتا
ہے ہر چند زمیندار اس طرف کے ادائی زر واجبی میں بے عذر ہیں
مگر عامل لوگ ناحق انہیں تباہ کرتے ہیں۔"

مولوی محمد باقر موجودہ زمانہ کے فرقہ پرست ایڈیٹروں کی طرح اگر فرقہ پرستانہ پالیسی کے حامی ہوتے اور مذکورہ تاجر کو فرقہ پرستی کی عینک سے دیکھتے تو اس کی مظلومیت کو نظر انداز کر کے ایک ڈاکو ثابت کرتے اور بادشاہ اودھ کے نالائق عمال کی قصیدہ خوانی فرماتے لیکن وہ فرقہ پرستی کا دور نہ تھا اور مولانا محمد باقر بھی ایک انصاف پسند انسان تھے، انہوں نے اودھ کے حاکموں کے مظالم کو بے نقاب کیا، ان کو اس سے بحث نہیں تھی کہ ظالم کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور مظلوم کس مشرب کا ہے۔

اسی طرح مولانا محمد باقر نے جہاں دہلی اور لکھنؤ کے ارباب حکومت کی غفلت شعاری اور غیر ذمہ داری کو بے نقاب کیا ہے وہاں انہوں نے کنور نونہال سنگھ والیٔ لاہور کی رعایا پروری اور مستعدی کو دیکھ کر اس کو اور سب حکمرانِ ہند پر فوقیت دی۔ دہلی اردو اخبار کا ۱۸ اکتوبر ۱۸۴۰ء کا تبصرہ پڑھیے۔

"لاہور: واضح ہوتا ہے کہ طبیعت مہاراجہ عالی جاہ فرماں روائے
لاہور کی چند مدت سے علیل تھی اب معالجہ سے اطبار حاذق کے
بہت افاقہ ہے مگر نقاہت بہت کم ہوگئی ہے اس باعث اکثر
نونہال سنگھ دربار فرماتے ہیں اور امورات ریاست میں متوجہ

اور مصروف رہتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ کنور موصوف دانائی اور شجاعت اور
عزم میں مہاراجہ سرگباشی سے کم نہیں ہیں اور وفات مہاراجہ سے
عام عیش و عشرت کو جو لازمہ ایام جوانی اور دولت کے ہیں یک قلم
ترک کر کے انتظام ملک اور پرورش رعایا اور آراستگی سپاہ اور
دادرسی مظلوموں میں شب و روز متوجہ اور مشغول رہتے ہیں۔ الحق
اس خورد سالی اور ایسی دولت میں اتنا نیک بخت اور اس قدر
کاروبار سلطنت میں مصروف ہونا دلیل ترقی کی اور افزونی ملک و
دولت کی ہے اور سرداران ہندوستان کا خلاف اس کے سنا
جاتا ہے۔"

کنور نونہال سنگھ رعایا میں کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھتا تھا۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۴۰ء
کا اخبار روایت کرتا ہے۔

"لاہور: خلیفہ نورالدین انصاری نے عرض کی کہ اکثر مکانات ہندو اور مسلمانوں
کے بباعث صفائی بیرون شہر کے مسمار ہو گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ قیمت
مکانات منہدمہ کی تشخیص کر کے دلواؤ۔"

ایسٹ انڈیا کمپنی نے تقریباً تمام راجاؤں اور ہندوستان کے بادشاہوں سے
دوستانہ معاہدہ کر لیا تھا لیکن انگریزوں کی بدنیتی اور معاہدہ خلافی کو دیکھ کر ہر راجہ
اور بادشاہ انگریزی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کنور نونہال سنگھ نے
ایسٹ انڈیا کمپنی کو ختم کرنے کے لئے دوست محمد خاں والیٔ افغانستان کو ایک
چٹھی لکھی جس کا اقتباس یکم نومبر ۱۸۴۰ء کے اخبار میں دیا گیا ہے۔

"لاہور: اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ کنور موصوف نے دوست محمد خاں
کو لکھا ہے کہ تمہارے ساتھ ہو کے مقابلہ سپاہ انگریزی کا کروں اور

فرزند خاں مذکور کو طلب کیا ہے بایں اقرار کہ میں اس کو فوج سکھ کا
سپہ سالار بناؤں گا اور مشہور ہے کہ نیپالی لوگ بھی اس سازش میں
شامل ہو جائیں گے۔"

کنور نونہال سنگھ اگر زندہ رہتا تو یقیناً انگریز ہندوستان میں اپنا قدم نہیں جما سکتے تھے۔ لیکن افسوس کنور نونہال سنگھ کی بے وقت اور حسرت ناک موت نے انگریزوں کے خاتمے کی اسکیموں کو خاک میں ملا دیا۔ اس بہادر انسان کی موت عجیب طریقے سے واقع ہوئی تھی۔ دہلی اردو اخبار ۱۵ / نومبر ۱۸۴۰ء میں یہ غمناک خبر شائع ہوئی ہے۔

"مہاراجہ کھڑک سنگھ والیٔ پنجاب نے جو کہ مدت سے عارضہ جسمانی میں مبتلا تھا پانچویں تاریخ ماہ حال کو صبح کے وقت اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ اس واقعہ جاں کاہ کے رانی ایسر کنوار ہمشیر سردار منگل سنگھ نے ارادہ ستی ہونے کا کیا اور قریب تواخت گیارہ گھنٹے کے مع تین باندیوں کے ساتھ اپنے تئیں ساتھ مہاراجہ کے جلا دیا۔ بعد جل جانے رانی صاحبہ وغیرہ کے مرقومہ نعش مہاراجہ کی سواری کے واسطے غسل طرف دریائے راوی کے بڑھی اور وقت گذرنے ایک پھاٹک میں سے بباعث صدمہ اژدہام ہاتیوں کے شہتیر کنور نونہال سنگھ اور اودھم سنگھ راجہ گلاب سنگھ کے سر پر گرا دونوں مر گئے۔ ... ارکان سلطنت نے کنور شیر سنگھ کو مسند راج پر بٹھایا ... کنور نونہال سنگھ اور اودھم سنگھ کی چتا پر جا کر دو رانیوں نوجوان نے اوپر چتا کے جا کر زیور وغیرہ مالیت ایک لاکھ روپیہ کا برہمنوں اور محتاجوں کو دیا بعد ازاں چتا میں آگ دیدی اور وہ دونوں نازک بدن جو کہ

تاب مہتاب بھی نہ لا سکیں ہتیں جل کر خاکستر ہو گئیں۔"

۲ر جنوری ۱۸۴۱ء کے اخبار کا چوتھا صفحہ مہاراجہ رنجیت کی کنور شیر سنگھ پر التفات کی حقیقت اور کنور بہادر کی جوانی کی رنگ ریلیوں پر روشنی ڈالتا ہے عنوان ہے "سرگذشت کنور شیر سنگھ"

"واضح ہوتا ہے کہ جن دنوں مہاراجہ رنجیت سنگھ متوفی ممالک قرب و جوار کو قبض و تصرف لائے اور اپنی ریاست کو بڑھا کے طرف دارالخلافہ سلطنت یعنی لاہور کے بہرے ان ہی دنوں بطن رانی مہتاب کنور سے شیر سنگھ اور کنور تارا سنگھ پیدا ہوئے لیکن چونکہ مسماۃ سدا کنور، مہتاب کنور کے بہت محتاج اور مفلس تھی اس سبب مہاراجہ متوفی کو بیچ عصمت اور بار مائی رانی مہتاب کنور کے اشتباہ تھا۔ مگر جب کنور شیر سنگھ سن بلوغ کو پہنچا تو اس نے دعویٰ جاگیر کا کیا۔ مہاراجہ متوفی نے کچھ ملک بطور جاگیر تفویض کیا۔ بعد ازاں شیر سنگھ نے بہت جد و جہد سے فنون سپاہ گری میں کچھ مہارت بہم پہنچائی، اور اس ذریعہ سے منظور نظر مہاراجہ متوفی کے ہوئے۔ مہاراجہ نے بکمال عنایت ساتھ نظامت صوبہ کشمیر کے اس نے سرفراز کیا۔ ان دنوں کنور موصوف بباعث ترغیب مصاحبان عاقبت اندیش کے مے کشی اور تماشائے رقص و سرود میں متوجہ اور مصروف ہو گئے اور ان کی غفلت کے باعث انتظام کشمیر میں تخلل واقع ہوا۔ چنانچہ چھ برس ہوئے کہ مہاراجہ متوفی نے استماع خبر عیاشی سے کنور موصوف کو نظامت صوبہ مذکور سے معذور کر کے بلا لیا تھا اور بیچ جاگیر قدیمی اس کے بھیج دیا تھا۔ بہر حال مہاراجہ متوفی کنور موصوف پر نگاہ توجہ رکھتے تھے اور

مثل اور فرزندوں کے اسے بھی عزیز رکھتے اور اب اس حالت میں کہ کوئی وارث مسند لاہور بجز صاحب موصوف کے نہیں ہے تمام راجہ اور ارکان سلطنت مناسب جانتے ہیں کہ کنور موصوف کو مسند ریاست پر جانشین کریں۔"

کنور نونہال سنگھ نے انگریزوں کے خلاف جو آگ لگائی تھی اس کی چنگاریاں پھیلنے لگی تھیں، اور پنجاب کے مختلف مقامات پر والیٔ لاہور کی فوج سے انگریزوں کی جان ومال پر ڈاکے پڑنے شروع ہو گئے تھے۔ ایک ڈاکہ کی خبر ۱۲ دسمبر ۱۸۴۰ء کے شمارہ میں ہے۔

"فیروز پور: آگرہ اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ سکھوں کی طرف سے حرکات دشمنانہ شروع ہوئی ہیں یعنی ان کے ایک سردار نے مقام مٹھن کوٹ میں سے ایک انگریزی افسر کے جو کشتی پر چلا جاتا تھا بندوق سر کی۔ کچھ سپاہ بھیجکر اکثر کشتیوں انگریزی کے تئیں جس میں سے کہ قریب پندرہ ہزار من غلہ کے تھا رکھ لیا اور بیان کیا کہ ہمیں دربار لاہور سے اس باب میں حکم ہوا ہے۔"

اس زمانہ کا ہر حاکم راجہ، نواب اور بادشاہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا طابع تھا اور کوئی راجہ بغیر ایجنٹ کی مرضی کے گدی پر نہیں بٹھایا جا سکتا تھا لیکن رانی کنور نونہال سنگھ بغیر ایجنٹ کی مرضی کے گدی پر قابض ہو گئیں۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۴۰ء کا دہلی اردو اخبار رقم طراز ہے۔

"فیروز پور: ایک صاحب از روئے اخبارات لاہور کے اپنی چٹھی میں لکھتے ہیں کہ رانی کنور نونہال سنگھ متوفی کی مسند ریاست لاہور پر رونق افروز ہوئی اور کنور شیر سنگھ گھبرا کے لاہور سے چلے

گئے" اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ رانی موصوفہ نے در باب اپنی مسند نشینی کے صاحب اجنٹ گورنر جنرل سے کچھ نہیں پوچھا اور کہا کہ میں تنہا اپنے ملک کی مالک رہوں گی اور مشہور ہے کہ رانی ممدوحہ یہ بھی کہتی ہیں کہ جیسے فرماں روائے انگلستان ایک ملکہ ہے میں بھی اسی طرح اپنے ملک میں فرماں روائی کروں گی اور سب کو اپنی دادگستری سے راضی رکھوں گی۔"

اس زمانے میں عام طور پر انگریزوں کے خلاف عوام میں بداعتقادی کا جذبہ پایا جاتا تھا اور عوام انگریزوں سے بہت خوف زدہ رہتے تھے جس کی وجہ سے آئے دن طرح طرح کے ظلموں کی افواہیں مختلف شکل میں پھیل جاتی تھیں۔ شملہ میں ۸ ‏ جولائی ۱۸۴۱ء کے اخبار کے شمارہ کے مطابق یہ افواہ مزدوروں میں پھیلی۔

"شملہ: مقام مذکور میں ایک واقعہ ایسا ظاہر ہوا کہ جس کسی نے اسے سنا بہت ہنسا اور متعجب ہوا۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے اوباشوں میں سے وہاں کے مزدوروں کے کانوں میں یہ پھونک دیا کہ صاحبانِ انگریز مزدوروں کو مار ڈالیں گے اور ان کی چربی کی مومیائی تیار کر کے معالجہ زخمیوں کے کام میں لادیں گے۔ سو جس دن سے یہ خبر مزدوروں نے سنی ہے اسی دن سے ظاہر ہوش و حواس نے ان کے قفس سر سے ایک دفعہ ہی پرواز کیا اور خوف جان سے چھپ رہے اور آبادی سے بھاگ کے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے۔ القصہ مزدوروں کے کم ہو جانے سے بہت کام بند ہو گئے ہیں مگر اغلب ہے کہ اب وہاں کے حاکموں نے اس باب میں کچھ تدبیر کی ہوگی جس سے مزدوروں کے دل سے یہ وسوسہ نکلے۔"

کلکتہ کے کہاروں میں جو افواہ پھیلی اس کو ۱۷ جنوری ۱۸۴۵ء کا اخبار نقل کرتا ہے۔

"کلکتہ: واضح ہوتا ہے کہ شہر مذکورۂ بالا میں کسی مے کش یا بھنگ نوش نے کہاروں سے بیان کیا کہ ہاں جہاں تک بھاگا جائے بھاگو ورنہ سب مارے جاؤ گے کیونکہ ارباب گورنمنٹ کو منظور ہے کہ ایک پلٹن کہاروں کی نوکر رکھ کے ہمیں چین میں بھیجیں۔ کہاروں نے بغور سننے اس خبر وحشت اثر کے ہوش وحواس گم کئے اور ہر روز جوق در جوق بھاگنے لگے۔ القصہ یہ خبر یا لیبان گورنمنٹ نے سنی اور سارباب پولس کو حکم دیا کہ دریاب بطلان خبر کے منادی کریں۔ منادی سے کہاروں کو اطمینان ہوئی اور باقی ماندہ نہ بھاگے بلکہ بھاگے ہوئے بھی پھر آئے۔"

ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت سے قبل ہندوستانی قوموں کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے۔ ایک دوسرے کے مذہبی اوتاروں یا رشیوں، پیغمبروں اولیاؤں اور گوروؤں کی عزت کرتے تھے، ان کی شان میں گستاخی کرنے کو برا سمجھتے تھے، ایک دوسرے کے تہواروں میں شریک ہوتے تھے تہواروں پر تحفہ تحائف دیئے لئے جاتے تھے، ایک دوسرے کے مذہبی عقائد اور جذبات کا احترام کرنا ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ مغلیہ خاندان کے اکثر بادشاہوں کے عہد میں گاؤکشی ممنوع قرار دی گئی تھی، یہ سب کچھ بھائی چارگی اور آپس کے اچھے تعلقات کا نتیجہ تھا اور باہمی رواداری تھی جبر نہ تھا کہ ایسا کرو اور ایسا نہ کرو۔

لیکن ہندوستان میں انگریز نے جس وقت سے قدم جمایا اس نے

ہندوستان میں باہمی منافرت کا جذبہ پیدا کیا، پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل پیرا ہوا اور ایسی زہریلی فضا پیدا کی کہ ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں کے خلاف شرمناک الزامات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ باجہ بجاتے اور گائے کو ذبح کرنے کے جھگڑوں میں انسان ذبح ہونے لگے، تہواروں پر جھگڑے فساد برپا ہونے لگے۔ ایسا خطرناک و منافرت کا ماحول جان بوجھ کے پیدا کیا جاتا تھا جس سے آپس میں پھوٹ پڑے ناسک میں جھگڑے کی وجہ اسی پالیسی کا نتیجہ تھی۔ ۵ر دسمبر ۱۸۴۱ء کے اخبار کی خبر سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

"بمبئی کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ مقام ناسک میں بموجب حکم وہاں کے مجسٹریٹ کے شہر میں گاؤ کشی ہوئی تھی سو بہت بلوہ ہوا۔۔۔ جب کہ یہ مقام گورنمنٹ کے قبضہ میں آیا تھا تو یہ شرط ہو گئی تھی کہ ان کے شہر میں کوئی شے خلاف ان کے (ہندوؤں) کے مرضی کے عمل میں نہیں آوے گی۔"

اندازہ لگائیے حکومت کا معاہدہ ہے کہ ہندوؤں کی مرضی کے خلاف اس مقام پر کوئی کام نہیں ہوگا۔ اس معاہدے کے بعد مجسٹریٹ کا اجازت دینے کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہندو مسلمان آپس میں لڑیں اور ہمارا الو سیدھا ہو۔ انگریز نے ہندوستان کے ہر ایک مقام میں اسی قسم کی شرارت کی اور ہندوستانی قوموں کو ایک دوسرے کا دشمن بنانے کی سکیمیں چلائیں جس میں وہ کامیاب ہوا۔

مغلیہ بادشاہوں کے عہد حکومت میں کافی سوشل سدھار ہوا، پھر بھی مغلیہ دور میں دو انسانیت سوز رسمیں باقی رہیں۔ بیوہ کا ستی ہونا اور بیوہ کا دوسرا شادی نہ کرنا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ستی کی رسم کے ختم کرنے کا سہرہ راجہ

رام موہن رائے کے سر ہے انہوں نے ہی پہلی مرتبہ ستی کی رسم کی بیخ کنی کرنے کے لئے جدوجہد کی کمودی اخبار جاری کیا اور حکومت ہند کو اس رسم کو خلاف قانون قرار دینے کے لئے مجبور کیا۔ وہ اگر اس رسم کے خلاف جدوجہد کا آغاز نہ کرتے تو لازماً یہ رسم ہندوستان میں جاری رہتی اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان میں بیواؤں کو شادی نہ کرنے کے عذاب و مصیبت سے نکالنے کی جدوجہد کے بانی سوامی دیانند سرسوتی تھے۔ آج لاکھوں ہندو بیوہ عورتوں کی جو شادیاں ہوئیں وہ آریہ سماج اور اس کے بانی سوامی دیانند جی کا کارنامہ ہے۔ ورنہ ہندوستان میں تمام ہندو بیوہ عورتیں رنڈاپے میں پوری جوانی اور زندگی ذلت و حقارت کے ساتھ گذارتیں۔ دہلی اردو اخبار ۲۴ اکتوبر ۱۸۴۱ء کی خبر سے بیوہ عورت سے شادی کرنے کی ابتدائی تحریک کا پتہ چلتا ہے جس کا آغاز کرنے کے لئے ایک مخیر انسان نے قدم اٹھایا تھا۔

"کلکتہ: چند مدت ہوئی کہ بابو موتی لال سیل نام ایک تونگر ساکن کلکتہ نے انعام دس ہزار روپیہ کا دیا گیا تھا، اس شخص کو جو ہندو ہو اور نوجوان ہوئے اور کسی بیوہ عورت سے بیاہ کرے لیکن ایک شخص نے بھی جرأت نہیں کی تھی مگر واضح ہوتا ہے کہ اب یہ حالت پیش ہونے کو ہے یعنی ایک ہندوستانی غیرت دار نوجوان آدمی جس نے کہ مدرسہ انگریزی المعروف ہندو کالج میں تربیت پائی ہے اس نے ایک جوان رانڈ عورت سے شادی کی ہے۔"

انگریزی ہو یا اردو اخبار ہو اس کی ابتدا کلکتہ سے ہوئی اسی طرح ہندوستان کی سب سے پہلی سیاسی جماعت کی بنیاد بھی کلکتہ کے صحافی حضرات نے ڈالی۔ ۲۹ اکتوبر ۱۸۴۱ء کے اخبار میں اس جماعت کے قائم ہونے کی

خبر شائع ہوئی تھی جس میں اس کے اغراض و مقاصد بھی بتائے ہیں۔
"وشنو تیشونی سبھا: کلکتہ کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ بموجب ایک استہار کے اخبار موسومہ پربھاکر کے ۲۶ تاریخ ماہ گذشتہ کو بمقام کبر ونگا حویلی بابو بھاکو مل بوس میں ایک محفل ہندوستانی اشرافوں کی جمع ہوئی واسطے مطالب سوچنے ایسے ذریعوں کے جو کہ ان کی ملکی حالت کے تئیں بہتر کریں۔ واضح ہو کہ یہ محفل بہتمام اخبارات ہندوستانی نے جمع کی تھی اور اس میں بہت سے امراء اور تونگر آئے تھے۔ نوشت خواند اس محفل کی زبان بنگلہ میں ہوئی اور اکثر تجویزیں بمطابقت رائے آپ کے جاری ہوئیں چنانچہ یہ تجویزیں جو کہ منتخب اور برگزیدہ تھیں ذیل میں درج ہیں۔
اوّل: یہ کہ سوسائٹی یعنی محفل مذکور شامل ہوئے اور بالاتفاق کام کرنے ساتھ برٹش انڈیا سوسائٹی کے واسطے حاصل کرنے اپنے مطلبوں کے۔
دویم: یہ کہ انگریزی اخبار مقرر کیا جائے واسطے ظاہر کرنے حقوق ہندوستانیوں کے۔
تیسرے: یہ کہ ایک عرضی پارلیمنٹ ملکہ انگلستان میں بھیجی جائے متضمن دادرسی ان کی فریادوں کے۔
چوتھی: یہ کہ تعلیم بغیر تمیز اور فرق رنگ اور مذہب یا قوم کے سوسائٹی مذکور میں مقرر کئے جائیں۔
پانچویں: یہ کہ ۲۴ آدمی سال بسال چنے جاویں واسطے کمیٹی یعنی محفل مذکور کے البتہ بعد مقرر ہوئے ان تجویزوں کے ۲۴ آدمی واسطے اس سال کے چنے گئے اور یہ بھلے مانس بباعث اپنی لیاقت کے قابل عہدہ

مفوضہ کے چیاں کیے گئے ہیں۔"
ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی ڈاک کے انتظام کا حال ۸ ؍ نومبر ۱۸۴۱ء کے پرچے میں نظر پڑتا ہے۔
"مرلی سوداگر نے پانچویں ماہ حال کو ذمہ ڈاک انگریزی کیا گیا۔ ڈاک الہ آباد سے چھٹی تاریخ ساڑھے آٹھ گھنٹے بجے رات کے روانہ ہوئی اور کانپور میں ۷ تاریخ ڈیڑھ بجے شام کے پہنچی کہ بعد وضع پون گھنٹے ٹھہرنے فتحپور کے فی گھنٹہ آٹھ میل پہنچی۔"
ڈاک کا تفصیلی حال ۵ ؍ دسمبر ۱۸۴۱ء کے پرچے میں درج ہے۔
"ہفتہ گذشتہ میں چھپنے کچھ عمل حال جاری ہونے ڈاک بگھی کا الہ آباد سے کان پور تک درج کیا تھا اب حال اس طرح معلوم ہوا ڈاک بگھی مذکور ایک گھنٹہ میں دس میل انگریزی طے کرتی ہے مگر اس میں کوئی دو چار لحظوں کا فرق ہو جاتا ہے تین تین کوس پر ڈاک چوکی مقرر کی گئی ہے اور ہر چوکی پر چھ گھوڑے رکھے ہیں بگھیاں بھی بہت ہلکی بنائی ہیں یعنی ایک من دس سیر وزن میں اور وزن پارسلوں کا کچھ کم و زیادہ دو من سے ہوتا ہے۔ خبر ہے ماہ آئندہ سے اور مقاموں میں بھی بنارس سے دہلی تک جاری ہو گی۔"
وہ زمانہ کچھ خدا ترسی کا تھا، شرارت کرنے والوں، عبادت گاہوں اور قبروں کی بے حرمتی کرنے والوں کو سزا مل جاتی تھی لیکن اب تو مسجدیں اور قبریں ہی نہیں بلکہ پورے قبرستان کی قبریں مسمار کر دی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔ ۱۰ ؍ مئی ۱۸۴۰ء کا اخبار "خبر عجیب" کے عنوان سے یہ خبر شائع کرتا ہے۔

"اخبار الکبیر سے واضح ہوتا ہے کہ پرگنہ زوج تعلقہ بہار میں ایک ماجرائے عجیب وغریب ہوا ... ... میر عبداللہ نے چاہا کہ پرگنہ میں قبریں مسلمانوں کی کھدوا کے ان کے سنگ وخشت سے ایک مکان واسطے کچہری کے تیار کرے۔ القصہ جب بیلدار قبریں کھودنے لگے اور دو کم سن لڑکوں نے آکر انہیں قبروں کو کھودنے سے منع کیا اور کہا کہ تم ہرگز قبریں نہ کھودو کہ مردانِ خدا کو تکلیف ہوتی ہے۔ بیلداروں نے کہا لڑکوں کا خیال میں نہ لا کے کھودنا شروع کر لیا۔ لڑکوں نے کہا خیر اگر تم کہنا ہمارا نہیں مانتے تو اپنے اعمال کی جزا پاؤگے وہ تو یہ کہہ کر غائب ہو گئے اور اس وقت موضع مذکور میں ایسی آگ لگی کہ تمام گانوں جل کر خاک تر ہو گیا۔"

دہلی بلکہ ہندوستان کے مشہور شریفائی خاندان کے بزرگ حکیم محمود علی خاں کے علاج مسیحائی کا ایک واقعہ ۵ دسمبر ۱۸۴۱ء اخبار میں مذکور ہے۔

"جے پور کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ راؤ بجیو صاحب مصاحب راج بہت بیمار تھے اور امراض اس طرح کے متضاد تھے مدت مدید سے کہ ان کا دفعہ مشکل تھا۔ حکیم محمود علی خاں سے رجوع کے ساتھ معالجہ کے سوا ڈیڑھ مہینے علاج ان کا کیا تھا جو عنایت الٰہی سے صحت کامل ہو گئی اور راؤ موصوف نے غسل صحت کیا، مجلس خوشی وشادمانی کی منعقد ہوئی۔ حکیم صاحب موصوف کو خلعت بیش قیمت پانچ پارچہ کا دو شالا سات سو روپے کا سونا لگا ہوا بطریق انعام عطا کیا۔"

جہاں انسان میں خوبیاں ہوتی ہیں وہاں کچھ نہ کچھ کمزوریاں بھی ہوتی ہیں نبیوں کے علاوہ عام انسان معصوم نہیں ہوتے، ان سے لغزشیں ہوتی ہیں غلطیاں

کر جاتے ہیں۔ انتقامی جذبہ بھی ہوتا ہے، دوستی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

مولانا محمد باقر ایک آزاد خیال وسیع النظر خوددار اور حق گو انسان تھے، اخبار نویسی کا جو اعلیٰ معیار انہوں نے قائم کیا وہ اردو صحافت میں نظر نہیں آتا لیکن ان کے اخبار میں بعض بعض جگہ ایسی بھی جھلک نظر آتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کی خلاف آدمی سے پرخاش ہے اس کی خبر لینا چاہتے ہیں، چنانچہ مرزا غالب کی گرفتاری کی خبر ۱۵ اگست ۱۸۴۱ء کے اخبار میں اسی انداز سے شائع کی گئی ہے ایک ایک لفظ اور ہر ایک فقرہ پھر پوری عبارت کے مفہوم پر غور کیجئے خبر کا عنوان ہے "قمار بازان"

"سنا گیا کہ ان دنوں تھانہ گذر قاسم خاں میں مرزا نوشہ کے مکان سے اکثر نامی قمار باز پکڑے گئے ہاشم علی خاں وغیرہ کے جو سابق بڑی علتوں . . . . تک سپرد ہوتے تھے کہتے ہیں بڑا قمار ہوتا تھا۔ لیکن بسبب رعب اور کثرت مردان کے یا کسی طرح سے کوئی تھانہ دار دست انداز نہیں ہوسکتا تھا۔ اب تھوڑے دن ہوئے یہ تھانہ دار قوم سے سید اور بہت بزی سنا جاتا ہے، مقرر ہوا ہے۔ یہ پہلے جمعدار تھا بہت مدت کا نوکر ہے۔ جمعداری میں بھی یہ بہت گرفتاری مجرموں کی کرتا رہا ہے، بہت بے طمع ہے۔ یہ مرزا نوشہ ایک شاعر نامی اور رئیس زادہ نواب شمس الدین خاں قاتل ولیم فریزر صاحب کے قرابت قریبہ میں سے ہے۔ یقین ہے کہ تھانیدار کے پاس بہت رئیسوں کی سعی اور سفارش بھی آئی لیکن اس نے دیانت کو کام فرمایا سب کو گرفتار کیا۔ عدالت سے جرمانہ علیٰ قدر مراتب ہوا، مرزا نوشہ پر سو روپے نہ ادا کریں تو چار مہینے قید۔ لیکن ان تھانیدار کی ذرا

بغیر گرے دیانت کو تو کام فرمایا انہوں نے لیکن اس علاقہ میں بہت رشتہ دار متمول اس رئیس کے ہیں کچھ تعجب نہیں کہ وقت بے وقت جوٹ بہت کریں اور یہ دیانت ان کی وبال جان ہو۔ حکام ایسے نقابیدار کو چاہیے کہ بہت عزیز رکھیں ایسا آدمی کمیاب ہوتا ہے۔"

مولانا محمد باقر دہلوی علیہ الرحمتہ نے مرزا غالب مرحوم و مغفور کے متعلق جو فقرے لکھے ہیں وہ کچھ عجوبہ نہیں ہے ایسی چشمکیں اور طنز چلتے ہی رہتے ہیں لیکن نواب شمس الدین آف لوہارو کی رشتہ داری کو جس انداز سے مولانا نے منسوب کیا ہے وہ یقیناً قابل سبق اور عبرت ناک ہے۔ مولانا کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ میں بھی انگریزوں کے ہاتھوں قتل ٹیلر کے الزام میں بے قصور شہادت کا درجہ پاؤں گا تو یقیناً نواب شمس الدین آف لوہارو کو قاتل فریزر نہیں لکھتے اور مرزا غالب کا ان الفاظ میں تعارف نہ فرماتے۔

۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۱ء کی جلدوں کے دو پرچوں میں کچھ غزلیں اور اشعار نظر آتے ہیں۔ دو غزلیں حضور والا (بہادر شاہ ظفر) اور شیخ ابراہیم ذوق کی دکھائی دیں۔ ظفر شاہ کا مقطع اور شیخ ذوق کا مطلع یہ ہے۔ ؎

شعلۂ رخسار پر اس کے ظفر پروانہ وار
پھونکے ہی دیتی ہے جانِ صبور اپنے تئیں
مری جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

۱۲ ستمبر ۱۸۴۰ء کے پرچہ میں ایک نامہ نگار نے شعرا کے منتخب شعر شائع کرائے ہیں۔

کیا صوفی و کیا شیخ قاتل مرے دونوں ہیں
پھر مذہب و مشرب سے عاقل مرے دونوں ہیں!

ذوقؔ بازیٔ گرِ طفلاں ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا   کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

۱۸۴۳ء سے ۱۸۵۲ء کی جلدوں میں بادشاہ ظفرؔ، شیخ ابراہیم ذوقؔ، مرزا اسد اللہ غالبؔ، حافظ غلام رسول، مرزا محمد علی بخت، مرزا حیدر شکوہ، مرزا جیون بخت، مرزا انور الدین کے کلام شائع ہوئے ہیں۔

اگست ۱۸۵۲ء میں مرزا انور الدین خلف مرزا سلیمان شکوہ کے انتظام اہتمام میں جو مشاعرہ ہوا اس تفصیل ۸ ستمبر کے اخبار میں شائع ہوئی۔ مرزا انور الدین کی غزل کا مقطع یہ تھا۔ ؎

لو دعائیں مستجاب شاہِ مرداں ہوگئیں
شکر ہے سب مشکلیں شاہی کی آساں ہوگئیں

مرزا غالبؔ نے اپنی مشہور و معروف غزل پڑھی جس کا مقطع یہ ہے۔ ؎

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

بادشاہ ظفرؔ نے یہ غزل ارشاد فرمائی۔ ؎

چار آنکھیں تری اے آفتِ جاں ہوگئیں
تیر سے اس کی جگر سے پار مژگاں ہوگئیں

ظفر شاہ ۱۸۵۲ء کے آخری دنوں میں بیمار ہوئے تو نواب زینت محل نے بادشاہ کی صحت پر دو رباعیاں کہیں جو ۴ دسمبر ۱۸۵۲ء کے اخبار میں چھپیں۔ ؎

یہ صحت آپ کو یا جاہ و فر مبارک ہو   تمہیں یہ عمر دوبارہ ظفر مبارک ہو
دعا یہ دیتی ہے زینت محل شہا دل سے   سلطنت تمہیں باکرو فر مبارک ہو

تمہیں یہ غسل صحت ہو مبارک ہمیشہ عیش و عشرت ہو مبارک
دعا زینت محل کی ہے شب و روز تمہیں یہ زیب و زینت ہو مبارک

اس رباعی میں زینت محل نے بادشاہ کو اپنے رفیقہ بننے کی بھی مبارک باد دی ہے۔ یہ ذو معنی رباعی دل چسپ ہے۔

۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۱ء کی جلدوں میں مطبع دہلی اردو اخبار کی کتابوں (مترجم قرآن مجید مولوی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، قرآن مجید مترجم مذہب امامیہ، مشکوٰۃ شریف مترجم نواب قطب الدین، باغ و بہار، گلستان، تذکرہ گلشن) کے علاوہ دوسرے مشتہرین کے اشتہار بھی چھپے ہیں۔ مثلاً ۱۶ اگست ۱۸۴۰ء کے اخبار میں نیلام اسباب پارٹ صاحب اور ۱۶ فروری ۱۸۴۰ء میں تلوار، شطرنج، میز کے اشتہار شائع ہوئے ہیں اس کے علاوہ اور اشتہار بھی چھپتے تھے، ایک دل چسپ اشتہار کا مضمون یہ ہے جو ۲۲ مئی ۱۸۴۱ء کے اخبار میں چھپا۔

"اشتہار: سنا گیا کہ ایک سرکاری مفتی صاحب کے ایک مقدمہ پیش ہوا انخلا رمکان کا یعنی ایک شخص کرایہ میں رہتا تھا صاحب مکان نے اٹھانا چاہا اور نالش کی معرفت وکیل کے جب مثل مرتب ہوئی تو مفتی صاحب نے مدعی کو اصالتاً طلب کیا یہ فرمایا مکان خالی کر دینے کا حکم ہو جائے گا لیکن تم خرچہ چھوڑ دو۔ مدعی نے کہا کہ صاحب خرچہ کیوں کر چھوڑ دوں جب دعویٰ میرا ثابت ہے۔ مدعی نے ہم کو (ایڈیٹر دہلی اردو اخبار کو) کہ جو کوئی اس باب میں کوئی دفعہ یا یا سرکلر جانتا ہو وہ لکھ کر مہتمم چھاپہ خانہ کے پاس بھیج دے تو میں مے انعام دوں گا"

گویا اس وقت وکیل نا پید تھے اور اشتہاروں کی معرفت قانونی حوالے

حاصل کئے جاتے تھے۔

دہلی میں جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ابتدا ہوگئی تو دہلی اردو اخبار نے اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دیا تھا اور اس میں جنگ کی خبریں چھپنی شروع ہوگئی تھیں۔ عوام اور مجاہدین کے جذبات کو برانگیختہ کرنے والی نظمیں، پرجوش ولولہ انگیز باغیانہ مضامین شائع ہونے لگے۔ علمائے کرام کا انقلابی فتویٰ بھی اخبار کی زینت ہوا۔ روحانی بزرگوں کے خواب جس میں انگریزی حکومت کے خاتمہ کی بشارت دی جاتی تھی اس کو بھی اخبار میں نمایاں جگہ دی جاتی تھی۔ ایران کا بادشاہ معہ جرار فوج کے درمیان جنگ انگریزوں پر ہندوستان میں حملہ کرنے والا ہے۔ اس قسم کی خبریں چھاپی جاتی تھیں۔ ہندوستان کے کونے کونے سے دہلی میں بہادر شاہ ظفر کی امداد کے لئے مجاہدین کا آنا اور ان کے جنگی بہادرانہ مقابلے دمعہ کے تفصیل کے ساتھ طبع ہوتے تھے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ہندوستان کے فلاں مقام، فلاں جگہ پر انگریزی فوج کا مجاہدین نے قلع قمع کر دیا ہے۔

دہلی میں میرٹھ سے جس دن مجاہدین آئے، دہلی اردو اخبار نے اس روز کے تاریخی کارنامے اپنے نمائندہ کی قلم سے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں شائع کئے ہیں۔

"... روز دوشنبہ ۱۶ تاریخ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن وفی لیلۃ القدر سنہ رواں مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء مسیحائی کو بباعث موسم گرما اول وقت کچہری ہو رہی تھی۔ صاحب مجسٹریٹ محکمہ عدالت میں سرگرم حکمرانی تھے اور سب حکام اپنے اپنے محکموں میں سرگرم اجرائے احکام تھے اور حکم قید اور حبس سزائے جسمانی وطلبی مجرمین وغیرہ جاری ہو رہی تھی کہ سات بجے کے بعد میر بحری یعنی داروغہ پل نے آکر خبر دی کہ صبح کو چند ترک سوار چھاؤنی میرٹھ کے پل سے اتر کر آئے اور ہم لوگوں

پرظلم و زیادتی کرنے لگے اور محصول محمتہ کا لوٹتا چاہا میں نے بہ لطائف الحیل
ان کو باتوں میں لگا یا اور کشتی لب پل کی قفلی کھولدی کہ آگے نہ آسکے، وہ
لوگ جو آئے تھے انہوں نے محصول گھر سڑک کا اور بنگلہ صاحب سڑک کا
واقع سیلیم پور رستے پھونک دیا صاحب سنکر متامل ہوئے اور اٹھکر جنٹ
مجسٹریٹ کے پاس کہ دوسرے کمرے میں اجلاس کر رہا تھا چلے گئے اور
کچھ بٹ بٹ کر کے خزانے کے کمرے میں گئے اور صاحب خزانہ سے
مصلحت کر کے گارد متعینہ خزانہ کو حکم کمر بندی دیا انہوں نے فی الفور
حسب الحکم گولیاں بندوقوں میں بھر لیں تیار ہو گئے اور ایک ایک پہرہ
جنگی دروازہ کچہری پر بھی کھڑا ہو گیا اور تمام کچہری اور اہل عملہ میں کھلبلی
پڑگئی۔ صاحب مجسٹریٹ معلوم ہوا کہ کمشنر کے پاس گئے اسی اثنا میں سنا
گیا کہ وہ ترک سوار زیر قلعہ مبارک پلٹن جہرو کہ جمع ہیں اور حضور والا
حضرت سبحانی سے مستدعی خواستگار ہیں کہ ارک معلی میں باریابی بادیں
اس عرصہ میں صاحب مجسٹریٹ بھی آگئے اور اپنی میم اور بچوں کو کوٹھی سے
کہ زیر دیوار کچہری ہے طلب کر لیا اور بعد تھوڑی دیر کے نیم گارد کشمیری
دروازہ میں کہ وہاں بھی کمر بندی تھی بھجوادیا اسی اثنار میں لیاس صاحب
سشین جج بھی آگئے اور کچھ دیر تک گرد کچہری کے گردش کر کے کوٹھی میں
آگئے اور کچہری کو برخاست کا حکم دیا اور ادھر قلعہ دار خدمت حضرت
ظل سبحانی میں حسب الطلب حاضر ہوا۔ تمام حال وہاں کا بھی سن کر
اور ہجوم سواران و سپاہیان دیکھ کر چاہا کہ ان لوگوں کو زیر
قلعہ جا کر فہمائش کرے مگر حضور اقدس از راہ رحم و کرم منجملہ صفات عطیہ
الٰہی سے ہی نیچے جانے کو مانع ہوئے۔ انجام کار قلعہ دار رخصت ہوا

اور تھوڑی دیر میں سنا کہ قلعہ دار بڑے صاحب وڈاکٹر صاحب ومیم لوگ وغیرہ دروازے میں مارے گئے اور سوار قلعہ میں چلے آئے۔ حضور اقدس بھی دستار مبارک زیب سر اور شمشیر ولائتی زیب کمر فرما کر تشریف فرما دربار ہوئے۔ شہر میں اول چند سوار آئے اور دریا گنج کے انگریزوں کو مارتے ہوئے اور دو بنگلہ جلاتے ہوئے پیش اسپتال زیر قلعہ آئے اور چمن لال ڈاکٹر کو بھی دارالشفا اصلی میں پہنچا دیا۔ کہتے ہیں بڑے صاحب وقلعہ دار و ڈاکٹر وغیرہ چند انگریز کلکتہ دروازے پر کھڑے ہوئے دوربین لگائے سڑک میرٹھ کا حال دریافت کر رہے تھے کہ دو سوار آئے ان میں سے ایک نے تمنچہ اپنا جھاڑا اور ایک انگریز کو مار گرایا اور باقی جو بچ کر آئے حسب تحریر مذکورالصدر دروازہ قلعہ میں آکر مارے گئے اور پھر اور سوار بھی آپہنچے اور شہر میں غل ہو گیا کہ فلاں انگریز وہاں مارا گیا اور فلاں انگریز وہاں پڑا ہے۔ راقم آثم بھی یہ چرچا دیکھ کر اور آواز بندوقوں کی سنکر بپاس دین وحمیت اسلام اپنے کلبہ احزان سے باہر نکلا تو بازار میں عجب عالم دیکھا کہ جانب بازار کشمیری دروازے سے لوگ بے تحاشا بھاگے چلے آتے ہیں مگر چونکہ حقیر کو تفریح طبع اور پاس خاطر اپنے ناظرین کا جان عزیز سے عزیز تھا لہذا بے تکلف واسطے دریافت حال کے سیدھا اسی طرف روانہ ہوا، کہ زیر کوٹھی سکندر صاحب پہنچ کر ایک آواز بندوقوں کی باڑھ کی سامنے سے سنائی دی اور آگے چلا تو دیکھا صاحب بہادر جیو شمشیر برہنہ در کف سراسیمہ و بدحواس بے تحاشا بھاگے چلے آتے ہیں اور پیچھے پیچھے ان کے چند تلنگے بندوقیں سر کرتے چلے آتے ہیں اور عوام شہر میں کسی کے ہاتھ میں لکڑی اور کسی کے ہاتھ میں

پلنگ کی پٹی، کسی کے ہاتھ میں بانس کا ٹوٹا، اوس کے درپے چلے آتے ہیں بلکہ بعضے بعضے آدمی شہر کے جی جلا کر دور سے مار بھی بیٹھتے ہیں، وہ سب انگریز کو لٹے ہوئے جانب زینت باڑی سے نہر کی طرف چلے اور حقیر بہ جانب میدان نصیر گنج چلا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ فخر المساجد کے آگے بیس پچیس تلنگہ متفرق کھڑے ہیں اور لوگ ان کو طرف مسجد کے اشارہ کرتے ہیں۔ غرض دیکھا کہ چند تلنگہ مسجد میں گئے اور بہم بندوقیں مار کر سب کو وہاں بندوق کی راہ سے سیدھا ملک عدم کو پہنچا دیا۔ آگے بڑھ کر پیش گرجا گھر اور زیر کوٹھی کالنس صاحب دیکھا کہ دو تین سو ترک سوار اور تلنگہ کھڑے ہوئے ہیں اور ان میں سے متفرق ہو ادھر ادھر پھیلنے جاتے ہیں اور ایک ایک سے سوال ہے کہ بتاؤ انگریز کہاں ہیں اور جو کوئی پتا نشان بتلاتا تھا اون میں سے دو چار سپاہی فوراً اس کے ساتھ ہو لیتے تھے اور ایک آناً فاناً میں دیکھا گیا کہ جس کوچہ میں دیکھو دو تین انگریز یا کرانی مرے ہوئے پڑے ہیں۔ ایک ایک کوٹھی میں گھس گھس کر انگریزوں کو مع زن و فرزند تہ تیغ کیا اور جو بچ کر کسی کے گھر یا کوچہ و بازار کی موریوں میں جا چھپا وہ اس وقت بچ رہا۔ تمام کوٹھیوں کا مال اسباب لٹ گیا۔ گرجا گھر اور کچہری کی تمام کرسیاں اور میزیں اور بلکہ فرش زمین وغیرہ سنگ مرمر تک بھی لوگ اٹھا لائے۔ بعد تھوڑی دیر حقیر بہ طرف میگزین گیا تو مسجد نواب حامد علی خاں سے آگے بڑھ کر دیکھا کہ نکسن صاحب سر دفتر کمشنری کا لاشہ پڑا ہے اور کسی ظریف نے ایک بسکٹ بھی اس کے منہ کے پاس رکھ دیا ہے۔ میگزین کے بارگ میں عمل مجاہدین ہو گیا تھا اور سنا کہ اندر میگزین کے چند انگریز مع اکثر خلاصیوں

کے دروازہ بند کئے بیٹھے ہیں۔ جانب مدرسہ نظر کی تو دیکھا کہ تمام
اسباب میز کرسی و تصاویر، صدہا و ہزارہا روپے کے آلات و ادوات
تجربہ اور ہزارہا روپے کا کتب خانہ انگریزی، فارسی اور نقشجات
سب لوگ لوٹے لئے جاتے ہیں۔ انجام کو یہاں تک پہنچی کہ شطرنج
وغیرہ فرش بکر فرش . . . اور چوکھٹ دروازہ تک نکال لے گئے
غرض یہ تمام حالات بدیدۂ عبرت دیکھتا ہوا فقیر فی الفور برائے دریافت
حال کوٹھی پر گیا تو دفعتاً ایک زلزلہ عظیم بہ آواز مہیب اس قدر صدمہ
سے معلوم ہوا کہ میں نے جانا حضرت اسرافیل نے صور قیامت پھونک
دیا۔ غرض دیکھا تو معلوم ہوا کہ میگزین اڑ گیا غبار تیرہ و تار تاریک
تا سطح کرۂ ہوا چھا گیا۔ اور اس میں پتھر اور سنگ ہائے دیوار مثل طیور
و برگہائے درخت کے کہ آندھی میں اڑتے ہوں معلوم ہوتے تھے۔ حقیر
بدیں خوف کہ مبادا پتھر اس کے یہاں بھی گر کر صدمہ پہنچے اسمائے متبرکہ
وردِ زبان کرتا ہوا نیچے اتر آیا۔ انجام کو معلوم ہوا کہ پچیس تیس انگریز
معہ زن و بچہ جو اندر بند تھے ان کو مارنے کو غازیان پلٹن سیڑھی وغیرہ
کے وسیلے سے دیوار میگزین پر جانب فصیل شہر سے چڑھے اندر سے
محصورین نے بھی انہیں گولیاں ماریں اور اس اثنا میں دو فیر کراب کے
شست باندھ کر محصورین کے مارے مگر چونکہ اکثر لوگ بجز قواعد و
ضوابط مشاق و آزمودہ کار نہیں ہوتے لہذا ان سے کچھ چنداں کام
نہ نکلا انجام کو جب کہ دروازے پر توپیں لگا دیں اور اراد دروازے
کے توڑنے کا کیا۔ محصورین نے اس عرصے میں جو جانب فصیل سرنگ
لگا رکھی تھی اسے اڑا دیا۔ کچھ سپاہی بھی ان میں ضائع ہوئے اور

اسی شور و شغب میں محصورین اندر سے بھاگے۔ چند آدمی شاید مارے گئے اور باقی نکل گئے اغلب ہے کہ بعد اس کے متفرق مارے گئے ہوں گے۔ سنا گیا ہے کہ ٹیلر صاحب پرنسپل مدرسہ بھی یہیں بند تھے۔ اس دن تک کچھ آب و دانہ باقی تھا اور کوئی دن دنیا کی ہوا کھانی تھی کہ دوسرے دن یوم سہ شنبہ قریب دوپہر اسی تھانے کے علاقے میں مارے گئے۔ یہ شخص مذہب عیسوی میں نہایت متعصب تھا اور اکثر ناواقف لوگوں کو اغوا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر چمن لال کا خون اسی کی گردن پر رہا۔ عجیب شان ایزدی ہے کہ یہ شخص نہایت مالدار تھا قریب دو لاکھ روپیہ اس کا بنک، کلکتہ و دہلی میں جمع تھا اور چند بنگلہ وغیرہ کرایہ کثیر سے چھاؤنی میں تھے اور یہ روپیہ بھی اس قدر سعی و کوشش سے جمع کیا تھا کہ صرف ڈیڑھ آنہ یا چار پیسے روز اپنی ذات کے صرف طعام میں لاتے اور باقی سب داخل بنک، دن رات میں جو وقت فرصت ہوتا تھا اسے حساب و کتاب زر بنک میں صرف کرتے تھے کپڑے بھی صرف ضرورتاً قابل جلسہ اہل جلسہ کے پہنتے تھے لیکن قابل عبرت ہے حال دنیائے دوں کا کہ باوجود اس زر کثیر کے دن بھر لاشہ برہنہ خاک و خون میں غلطاں پڑا رہا۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ فقیری لباس اس وقت تھا اور منہ پر خاک ملی ہوئی تھی۔

مسکاف صاحب و لارطامس صاحب: یہ شخص بر وقت آٹھ بجے کچہری میں آیا تھا اور بعد اس کے شہر میں بہ مراد انتظام گیا۔ اس وقت اور انگریز میگزین میں پناہ لیتے تھے۔ سب نے اس کو بھی ساتھ بند کر لینا چاہا تھا اور سمجھایا مگر چونکہ موت سر پر چڑھی ہوئی تھی زبردستی

انتظام انتظام کہتا ہوا نکل گیا اور نجم بو دہ دروازہ تک جا کر انجام کو
لوگوں سے واسطے پناہ کے ہاتھ جوڑنے لگا اور ایک ایک گھر میں گھستا
تھا آخر کو ایک سوار اجیتی سے گھوڑا مانگ کر سیدھا بھاگا اور ایک
ترک سوار کہ اس کی جان کا عزرائیل تھا باگ اٹھا کر پیچھے ہوا کہتے
ہیں کہ اس وقت ننگے سر تھا اور بے تحاشا بھاگے جاتا تھا اور پیچھے
ملک الموت اس کا اس سے سو قدم آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتا تھا آخر
اجمیری دروازہ پر پہنچ کر ایک نجیب کی ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لی اور انسداد
دروازے کا حکم دیکر باہر بھاگ گیا کہ اس عرصہ میں یہ ترک سوار بھی جا پہنچا
اور جاتے ہی نجیب کو تمنچہ دکھایا کہ اس نے فوراً دروازہ کھول دیا آخر
کار پہاڑی دھیرج پر جا کر اپنی منزل آخر کو پہنچ گیا اور بعضے کہتے ہیں
زندہ نکل گیا۔
برسفرڈ صاحب بنک والا: یہ انگریزی میگزین میں پہنچ گیا تھا مگر
از بسکہ قضا بہت نزدیک تھی، باوجود فہمائش اور انگریزوں کے برائے
انتظام کوٹھی وخزانہ بنک بذات خود گیا کہ میم اور بچوں کو لیتا آتا ہوں
سنا گیا کہ کوٹھی میں جا کر ایک اور انگریز سے باتیں کر رہا تھا کہ خانساماں
نے جا کر اس حال کی خبر دی پوچھا کہ کتنے سوار آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ
ابھی تو بیس پچیس سنے گئے ہیں۔ چیں بجبیں ہو کر کہا کہ او ہم جانتا ہے
اپنے واسطے خرابی لائے گا، ہمارا کیا کر سکتا ہے اور اپنے بھائی بندوں
کا نقصان کرے گا۔ یہ کہہ کر کہ اچھا خزانہ کا بندوبست کرو سب
کنجیاں وغیرہ لے کر مع میم وغیرہ کچھ لڑکیاں نوجوان اور چھوٹے
چھوٹے بچے تھے اور پھر کوٹھی کے کمرے میں چلے گئے اور خانساماں سے

کہہ دیا کہ اگر کوئی پوچھے تو کچھ نہ بتلانا کہ صاحب کہاں گئے ہیں۔ انجام کار سنا گیا کہ ایک سوار غازی .. .. اور باقی ان سب کو مار ڈالا اور کوٹھی بنک لٹ گئی اور آگ لگ گئی کہ جل کر خاک سیاہ ہو گئی۔

حال نیم گارد کشمیری دروازہ: اکثر انگریز میم لوگوں کے وہاں پناہ لئے بیٹھے تھے اگرچہ شہر میں یہ قتل رہا مگر وہاں توپ بھرے ہوتے وہ انگریز محفوظ تھے اور غازیان شہر بھی خبر گیری شہر میں مصروف رہے کسی نے اُدھر توجہ نہیں کی مگر قریب شام پلٹن چھاؤنی جو شہر میں داخل ہوئی تو اس نے ان سب کو فی النار کیا، اور داخل قلعہ معلیٰ ہوئے"

ابتدار جنگ میں تقریباً روزانہ دہلی میں انگریز قتل کئے جاتے تھے اور جہاں کوئی بھی انگریز کسی ہندوستانی کو نظر آجاتا تھا وہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ چنانچہ ۳۱ رمئی ۱۸۵۷ء کے شمارے کی حسب ذیل خبر سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

"ابھی تک بھی انگریز روز و شب ایک دو چھپے چھپائے نکلے آتے ہیں اور اپنی سزا کو پہنچائے جاتے ہیں۔ ہر روز ہر ساعت اور ہر لمحہ چشم عبرت بیں کو نصیحت ہے۔ نمونہ قدرت الہٰی کا نمایاں ہے ایک شخص ایک خربوزہ فروش کی دکان پر موتھ لپیٹے خربوزہ خریدنے لگا دو چار آدمی اور بھی خریدار کھڑے تھے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتا تھا وہ شخص بے تحاشا یہ بول اٹھا کہ "تم چپ رہے گا" سو یہ کلمہ سنتے ہی سب لوگ متفرس ہو گئے کہ یہ انگریز ہے فوراً بازار کے لڑکوں نے چار طرف سے مار گرایا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ایسا گراں ڈیل قوی ہیکل وہ فرنگی تھا کہ اگر ایک دفعہ دو آدمیوں کو بھی لپیٹ جاتا تو غالب ہے دبا بیٹھتا

لیکن اسے قہر الہٰی جاننا چاہیئے کہ اصلاً مطلقاً دم مارنے اور انگلی ہلانے کی جرأت بھی خدا نے تہارنے ان سے لے لی ہے۔ چار انگریز مرزا حسن کے مقبرہ میں پوشیدہ تھے ایک سقہ نے دیکھ لیا اور سے مار ڈالا سوا ایک فرنگی رات کو مکان دہلی گزٹ کی طرف پھرتا تھا چوکیدار وغیرہ لوگوں کے ہاتھوں آناً فاناً داخل جہنم ہوا۔ وقس علی ہذا ہر روز ایک دو اسی طرح مارے جاتے ہیں اور ایسے خائف و منکوب و مرعوب کہ بیان سے باہر ہے۔ تصدیق مقولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب۔ ہر وقت ان سوانح سے صادقین و مصدقین کے اوپر نمایاں ہے۔"

دہلی میں جنگ شباب پر تھی۔ مجاہدین نصرت پار ہے تھے ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ کے شمارے میں "قتل اعداء دین" کے تحت یہ خبر شائع ہوئی۔

"بہت شکر ہے خدا وند تعالیٰ کا کہ تین دن سے فوج ظفر موج تنبیہ و قلع قمع نصاریٰ بدکردار کے بیرون شہر گئی ہے۔ ہر روز بفتح و نصرت نئے مورچے بناتی جاتی ہے اور رات کو بھی باہر رہتی ہے۔ کل کی رات کئی دفعہ گروہ گروہ گورہائے معدودے حملہ کیا مگر فوج منصور دینی نے بتائید الہٰی سب گوروں کو گور میں پہنچا دیا اب امید ہے کہ جلد صفائی کی جاوے۔ یہ بھی سنا گیا تھا کہ کانڑا بیٹا علامس صاحب کا کہیں سے کچھ رسد لاتا تھا، سو رستہ میں چھین لی گئی اور وہ بھاگ گیا۔"

۲۴ رمئی ۱۸۵۷ء کے اخبار میں ایک خواب درج ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ سے اس جنگ کے بارے میں گفتگو ہوئی۔

"اکثر ابرار کہتے ہیں کہ لوگوں کو عبث یہ خیال ہے کہ انگریز حفاظت وغیرہ سے بچیں گے بلکہ ان پر غیبی مار وہ بتلاتے ہیں۔ اب انگریز جس

جگہ جاویں گے امان نہ پاویں۔ ایک بزرگ نے عالم رویا میں دیکھا کہ
گویا ہمارے حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰؑ سے فرماتے ہیں
کہ تمہاری امت نے سر اٹھایا اور میرے نام کے دشمن ہیں اور دین میرا
میٹنا چاہتے ہیں سو حضرت عیسیٰؑ نے کہا یہ میری امت نہیں میرے طریق
پر نہیں یہ شیطان کی امت میں ہو گئے ہیں پھر آنحضرتؐ نے آخیر کا کلمہ
فرمایا تب حضرت عیسیٰؑ نے تلوار حضرتؐ کے حضور میں حاضر کی کہ یہ تلوار
حضور کی عنایتی ہے سو حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کو دو۔ جب وہ ان کو دینے لگے تو انہوں نے لے کر کہا کہ حضرت
حسینؓ کو دو۔ غرض وہ تلوار حضرت امام حسینؓ کو دیدی۔ بعض آدمی
ازروئے قسم کہتے ہیں کہ جس دن پہلے ترک یہاں آئے تو آگے آگے
سانڈھنیاں بھی دیکھی گئیں جن پر سبز پوش سوار تھے پھر وہ دفعتہً
نظر سے غائب تھیں صرف ترک سوار قتال کرتے تھے بلکہ جو شخص
انگریز کو پاتا گھیرے اور لکڑی کی طرح کاٹ ڈالتا تھا اور بری طرح
سے ٹانگ گھسیٹ کر پھینک دیتا تھا۔"

اسی طرح ایک اور معرکہ میں جب کہ انگریز دہلی پر قبضہ کرنے کے لئے
بھرپور وار کرنا چاہتے تھے دہلی والوں کو غیبی مدد ملی۔ جس کا ذکر ۱۱ ذی الحجہ
۱۲۷۳ھ کے شمارے اخبار الظفر دہلی اردو اخبار میں ہے۔ عنوان ہے "حال عبرت
اشتمال روداد جنگ مورچہ علی پور"۔

"ایک شخص ازروئے قسم کے زبانی ایک گولہ انداز آمدہ چال کے
یہ حال بیان کرتا ہے جو گولہ انداز مجبور کفار میں گرفتار تھا جب
قابو پایا چلا آیا۔ الحاصل وہ کہتا ہے کہ لباس صاحب اور کانڑی

پس طامس مٹکاف نے وقت روانگی لشکر بطرف دہلی یہ حکم رعونت توام اور کلام تبر البتام موہنہ سے نکالا تھا کہ ڈیڑھ یا دو گھنٹہ میں خدا نا کردہ حاضری دہلی میں کھاویں گے۔ چنانچہ وہ آدمی کہتا ہے کہ جس وقت مورچۂ علی پور آتے ہی لے لیا تو اس رعونت کا قیام زیادہ ان کے دل میں ہوا ہوگا مگر ہم لوگوں کو بھی اس سے آثار نمایاں پائے گئے جب کہ تہ لویہ کا مورچہ لے لیا تب تو سب کو ان متکبروں کے دعوی کے ظہور کا وثوق کامل ہو گیا لیکن نمونۂ قدرت کاملہ علی الاطلاق مقام عبرت یہ ہے کہ جس وقت ارادہ طرف شہر کے کیا تو فصیل ہائے شہر اور دروازوں پر سوار سیاہ پوش وردی اور تلواریں برہنہ لئے اس دبدبہ اور جلال سے مستعد حملہ ہوئے کہ خود بخود تمام انگریز گورے کالے مارے رعب کے پسپا ہونے لگے اور ایک کا قدم بھی آگے نہ بڑھا بلکہ نوبت یہ تھی کہ بے تحاشہ کوٹھی ہندراؤ وغیرہ اور مکانات و پہاڑوں میں چھپتے تھے۔ الحاصل کہ ہمارے سب بھائی اہل وطن علی الخصوص وہ لوگ جنہیں قدرت کاملہ قادر علی الاطلاق کے ایقان کامل کا مذاق ہے غور کریں کہ وہ سیاہ سیاہ وردی کے جو اس قدر شمشیر برہنہ دروازہ شہر پاس اور نہیں دیکھا ہے وہ کس نے دکھلائے۔"

ایک طرف دہلی میں معرکہ آزادی جاری تھا دوسری طرف علماء کرام اپنے مجاہدانہ طریقوں سے دہلی والوں کو غلامی کی زنجیروں کو توڑنے اور انگریزوں کے اقتدار کا خاتمہ کرنے کی تلقین کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک عالم دین کی ایک تقریر ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں چھپی ہے۔

"ایک مولوی صاحب وعظ کرتے تھے کہ ہم نصیحت کرتے ہیں اپنے

ملک کے تمام رئیسوں اور راجاؤں اور جاگیرداروں کو کہ وہ کسی طرح اب انگریزوں کے عجز وانکسار اور طمع فریب میں نہ آویں اور مفت اپنی خرابی اور بربادی اپنے ہاتھ سے نہیں دیکھتے کہ انہوں نے ایک چپہ بھر زمین اور ذرہ بھر حکومت ان کے پاس رکھنی نہ چاہی تھی اور کس قدر حکومت سے لی تھی اور دین و مذہب کیا مٹانا چاہا تھا۔ سرکار دولت مدار سلطانی اور حکومت اودھ وغیرہ سے کیا سلوک کیا اور کیا خاک وفائے عہد کیا تھا کہ اب جس سے عہد کریں اوسے وفا کریں گے۔ خبردار ہوشیار اس وقت اگر دھوکے میں آ گئے تو ہمارے ملک والے ہندو مسلمان سب ایک دن پچھتاویں گے اور سر پر ہاتھ دھر کے روئیں گے اور پھر کچھ پچھتانا کام نہ آوے گا۔ یہ تائید غیبی اور نصرت الٰہی اور رحمت و عنایت حضرت ایزد ذوالجلال اپنے حال پر جانیں اور اتمام حجت خدا سمجھیں۔ جب کہ یہ نعمت عظمیٰ حق جل وعلیٰ نے عنایت فرمائی یعنی خود ان کی فوج خود بخود ان پر چڑھ آئی اور سب طرف سے ان کو حق تعالیٰ نے مصداق ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کر دیا تو اب اونکی اعانت اور مدد اور خیر خواہی صاف مقابلہ اور شقاق با خداوند حقیقی ہے۔ حقیقت میں ان مولوی صاحب کے بیان میں اس طرح کی ایک کیفیت اور لذت اور تاثیر معلوم ہوتی تھی کہ سب حضار لطف اٹھاتے تھے اور بجز آمنا وصدقنا کسی نے منہ سے کچھ نہ نکلتا تھا۔

دہلی اردو اخبار میں دہلی والوں اور مجاہدین کی ہمت بڑھانے اور جنگ میں زیادہ سے زیادہ شامل ہونے کے لئے بڑی موثر و مدلل اپیلیں اور نصیحتیں شائع ہوتی تھیں۔ چنانچہ ۱۴ر جون ۱۸۵۷ء کے پرچے میں حسب ذیل اپیل شائع ہوئی تھی۔

"اے اہلِ وطن انگریزوں کی عقل و تدابیر اور بندوبست و انتظام اور وسعتِ سلطنت اور کثرتِ زرِ خزانہ و آمدنی خراج دیکھ کر شاید تمہاری ہمت پست ہوتی ہے کہ ایسی سلطنت کیونکر دفعتاً تباہ ہو سکتی ہے لیکن جو لوگ مسلمان برادر ایمانی ہیں انہیں چاہیے کہ اگر بمقتضائے بشریت کچھ بھی اضطرار و خطرہ دامنگیر خاطر ہو تو اپنی کتب دینی قرآن و تفسیر و حدیث کی طرف رجوع کریں اور جو لوگ ہندو دھرم ہیں وہ اپنی گیان و دھرم کے پرکاش سے دل روشن کر کے اول یقین کریں کہ سوائے آدپرش یعنی ذات قدیم جناب الٰہی کے کسی کو قدرت کاملہ اور ہمیشہ بقا نہیں ہے اپنے دھرم کی کتھا کی کتابیں دیکھیں کہ اسی ہندوستان کی سلطنت میں کیسی کیسی زبردست عالی شان سلطنتیں ہوئیں اور کیونکر فنا ہو گئیں۔ راون سنگل دیپ کا راجہ کہ راکشش یعنی دیوزادوں کی فوج اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ راجہ رام چندر کو کہ چشم و چراغ خاندان سورج بنس کے تھے شکست دی اور غالب آیا۔ لیکن غور کرو قدرت الٰہی سب پر غالب ہے۔ دشمنوں کی فوج سے راجہ رام چندر تے اس کا اور اس کی فوج کا نام صفحۂ عالم سے مٹا دیا۔ کنس متھرا پوری کا راجہ کیسا زبردست ہوا کہ تمام دنیا کو فتح کر کے اندر لوک تک چڑھ جانے کا ارادہ کیا۔ یدوکل اور سورسین کے خاندان میں ایک سری کشن مہاراج ایسا پیدا ہوئے کہ سوائے نام کے نشان بھی نہ چھوڑا۔ علاوہ ازیں چھتریوں کا خاندان کیسا شجاع اور صاحب ہمت تھا کہ براہمنوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ رکھتا تھا۔ خدا کی قدرت پر نظر کرو کہ پرسرام نام راجہ نے انہیں کیسا غارت کیا اور انجام کو بعد راجہ جنم جی کے ایسے نیست و نابود

ہوئے کہ نام و نشان اون کا بھی کہیں نہیں رہا۔ پس جب کہ تم دیکھتے ہو کہ ہمیشہ کیسی کیسی سلطنتیں اور حکومتیں بعد چند مدت کے دوسری قوم کے ہاتھ سے خدا تباہ کر دیتا ہے تو تم کیوں نہیں خیال کرتے کہ خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ سامان غیبی بھیجا ہے تاکہ اوس قوم کو جو سو برس کے استقلالِ سلطنت سے خلقِ خدا کو حقیر اور تمام تمہارے بھائی بندوں کو کالا آدمی کالا آدمی کہہ کر ذلیل و خوار کرتے تھے شان الٰہی کا نمونہ دکھلائے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اسی فکر تردد اور رنج والم سے تمہارے کھانے پینے اور سونے بیٹھنے میں فرق آ گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس یاد دہانی سے خدا تم کو صبر و استقلال اور عنایت کرے اور پراگندگی خاطر رفع ہو جائے بلکہ لازم ہے کہ اب بالکل خوف و خطر کو اپنے دل سے اٹھا دو کہ اب ڈرنا یہاں تک کہ بھیم دیا اس سے شہر چھوڑ کر بھاگنا گویا قدرت کاملہ اور حفاظت حافظ حقیقی کا انکار کرنا ہے۔ اے برادران عزیز اس معرکہ میں جتنا تم گھبراتے ہو اور بے صبری کرتے ہو اور مارے ڈر کے دہلتے ہو اور ہول کھاتے ہو زیادہ تر قابل الزام ہے کہ گویا صاف ضعفِ ایمان اپنا ظاہر کرتے ہو۔ کیا نہیں دیکھتے کہ کتابوں میں ایک غریب بڑھیا کے روٹی پکانے کے تنور میں سے ایسا طوفان آب کا نکلا کہ تمام عالم کو غرق کر دیا۔ فرعون کو باوجودِ شان و شوکت و جاہ و حشمت و ملک و مال کے کہ انتہائی درجہ ہے یعنی دعوئ خدائی بھی کرتا تھا اس کی تمام جمعیت و جماعت کو ایک دم غرق رو ذلیل کر دیا۔ قوم عاد کہ ساٹھ ساٹھ اور اسی اسی گز کے قد رکھتے تھے اور عظیم الشان محل اور قلعہ اون کے آسمان

سے باتیں کرتے تھے، ایک آندھی کے جھونکے میں جڑ بنیاد سے اُکھاڑ کر اُڑا دی۔ کفار ثمود یعنی امت حضرت صالحؑ کو ایک زلزلہ ہولناک اور آواز خوفناک سے ہلاک کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس نمرود کو معہ اوس کے لشکر کثیر اور جم غفیر کے مچھروں سے مار ڈالا۔ اصحاب الفیل کو معہ فیلانِ کوہ پیکر ابابیل جیسے طائرانِ ضعیف الجثہ سے ایسے سنگریزوں سے کہ چنے کے دانوں سے بڑے نہ تھے طرفۃ العین میں خاک میں ملا دیا اور باوجود اس کے قدرت نمائی یہ ہے کہ ان تمام گروہوں مذکورۂ بالا میں جملہ اہل کفر و عناد مبتلائے عذاب الٰہی ہوئے اور سب اہل ایمان صحیح و سلامت محفوظ رہے۔ وہ خلفائے عباسیہ کہ جن کی ستر ستر گز کی آستینیں ہوتی تھیں مصافحہ و قدمبوسی اونکی میسر نہ آتی تھی، دور سے جو شخص آستین کے سرے کو عوض مصافحہ کے مس کر لیتا تھا گویا بہشت کی جاگیر حاصل کر لیتا تھا بعد چند مدت کے تاتاریوں کو ہمت مردانہ دیکر ہلاکوی چنگیز خانی ایسا پیدا کیا کہ جملہ سلطنت عباسیہ تباہ ہو گئی اور عالم کا خون بہا دیا۔ ایک زمانہ میں سبگتگین و خاندان غزنویہ کو زیر و زبر کر کے ان کے قبائل اور رعایا کو تہہ تیغ کر دیا۔ غوریوں کو خلجیوں نے ہندوستان سے نکالا۔ علیٰ ہذا القیاس فارس میں صفویہ کو قاچار نے نیست و نابود کر دیا جب کہ بموجب تقریر مصرحہ بالا تم دیکھتے ہو کہ چنے کے برابر کنکر سے ابابیل جیسا جانور فیل و اصحابِ فیل کو ہلاک کرے اور ہوا کو نہایت سہل کا جسم سنبھال ہے قادر حقیقی نے ایسی قوت بخشی کہ قوم عاد کو باین عظم و شان خاک میں ملا دے، نمرود و لشکر نمرود کو، جیسا کہ ایک پشہ بے مقدار جانور فنا کر دے

علیٰ ہذا القیاس قوم ثمود کے لئے خود بخود زمین میں حرکت پیدا ہو یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوا ایس کیا جائے تردد بتہ تم کو بہمت خدا داد ایک آدمی دوسرے آدمی کو ہلاک کرے اور آدمی بھی وہ آدمی کہ گویا درحقیقت ان کے ہاتھ پاؤں بلکہ دراصل اُن کی چلتی تلوار کہ انہیں کے ذریعہ سے صدہا ملک فتح کئے اور بہتیرے ولایتوں کو زیر وزبر کیا۔ انہی کے ہمراہی و اعانت و پشت وپناہی سے سلاطین اولی العزم روم روس وعراق وفارس و چین وماچین بلکہ تمام ممالک فرنگ ویورپ اپنے ہی دل میں کچھ سمجھتے تھے اور چپکے ہو رہے تھے جہاں تک ممکن تھا مقابلہ اور جنگ وجدل سے پہلوتہی کرتے تھے اور باوجود اس کے عالم ظاہر میں دیکھتے ہو کہ جمعیت ان کی بھی بہ نسبت انگریزوں اور گوروں کی دوچند ہے بلکہ اگر اپنے تئیں بھی مرد سمجھو اور ہوش وحواس اور مردمی کو ہاتھ سے ندو اور واقعات مذکورہ بالا کو مدنظر رکھ کر ہمت مردانہ پر کمر باندھ لو تو وہی دو ہاتھ تمہارے ہیں وہی دو ہاتھ اونکے۔ تمہیں جیسے ہیں ایک ایک تم میں سے مردمیدان ہے کہ بتائید الٰہی مخالفوں کے لئے شیر ببر اور ہنر بر ہے اور تعداد میں اون سے صدچند بلکہ ہزار چند۔۔۔۔ اے سپاہ دلیر اے تلنگان تر بیشتر تاریخوں میں جس طرح سے کہ سلطنت ہائے سابقہ میں کارنامہ ہائے شجاعان زمان گذشتہ یادگار ہیں کہ تواریخ قدیمہ ہند میں خاندان یدوبنسی میں بھیم وارجن وغیرہ بہادری میں یادگار ہیں اور علیٰ ہذا القیاس تواریخ فارس میں شجاعت رستم وسام اور سلطنت اہل اسلام میں فتوحات حضرت صاحب قران امیر تیمور گان اور دلیران فوج چنگیز خانی و بہادران ہلاکو خانی وافواج نادریہ تواریخوں میں لکھے چلے آتے ہیں

اور آخر زمانے کے لوگوں کی ہمت کو بڑھاتے ہیں اور جرأت کو ترقی دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ معرکہ تمہارا بھی تواریخوں میں لکھا جائے گا اور صفحہ عالم پر یہ کارِ رستمانہ تمہارا یادگار رہے گا کہ کس بہادری اور جواں مردی سے تم نے ایسے اولوالعزم اور متکبر سلطنت کے کبر و غرور کو توڑا ہے اور ان کی نخوت فرعونی اور غرور شدادی کو یکسر خاک میں ملا دیا ہے اور ہندوستان کی سلطنت کو کہ جس پر بڑے بڑے بادشاہوں کا دانت تھا اور ان سے نہ لے سکتے تھے تم نے ان کے قبضہ اقتدار سے نکال لیا اور رعایائے ہندوستان کو کہ بلائے ناگہانی میں آ گئی تھی اس مصیبت سے نجات دی خدا کو اپنا مددگار سمجھو اور اس سے ہر وقت ڈرتے رہو اور خائف ہو کر مدد چاہتے رہو کہ وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے۔"

انگریزوں اور ان کے حامیوں نے درمیان جنگ دہلی کے عوام کو مجاہدین سے برگشتہ کرنے اور شرعی طور پر جنگ آزادی کو غیر شرعی ثابت کرنے اور مسلمانوں کو ہندوؤں سے برگشتہ کر کے اس معرکۂ حریت کو کمزور و ختم کرنے کے لئے ایک اشتہار شائع کیا تھا جو شہر کے محلوں مسجدوں اور شہر کے دیہاتوں کے تھانوں اور چوکیوں پر چسپاں کئے گئے تھے۔ اس کی نقل اور اس کا جواب ۵ جولائی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ جس اشتہار سے یہ نقل کی گئی ہے وہ اشتہار دہلی کی جامع مسجد کے دروازہ پر چسپاں تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"آگاہ ہو کہ رعایا خاص ودیعت خدا ہے اور حاکم لوگ ان پر بمنزلہ شبان کے ہیں، جس دن سے دہلی میں ہمارے نوکروں سرکش نے ازراہِ تمردی و نمک حرامی کے گستاخیاں کر کر حکام مع اون کے زن اور فرزندوں کے ازراہِ ستم بیدریغ تہ تیغ کیا اور شہر کو ملجا اپنا بنایا اور رعیت پر ظلم روا

رکھا اور ان کا مال بمعیت اوباشان شہر کے دستبرد کیا، بادشاہ کو بھی قید کیا چنانچہ بادشاہ کی برابر ان ستم شعاروں کی ظلم سے شکایت سنی گئی اب ہم کو ان کے تنبیہہ دینی فرض ہے جو یہاں پر اخیام ذو احتشام ہمارے قائم ہوئے۔ دریافت ہوا کہ بعضے جاہل نا عاقبت اندیش کہ ہمراہ اس فوج سرکش کے غارت گری میں شریک الحال تھے بنام جہاد کے آمادہ فساد ہوئے اور چند بار بمعیت اون کے آکر جدال و قتال میں شریک ہو کر اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالا پس ہم کو ان لوگوں کو بلکہ گروہ مسلمین کو اطلاع اس امر کی ضرور ہے اول تو مسلمان با ایمانوں کو بموجب اون کی شرع کے واجب تھا کہ تحقیق امر بالانزاع کے شواہد عادل کرتے یا بادشاہ صاحب اپنے سامنے اوس کی کیفیت دریافت کرتے اگر ہماری نسبت میں کچھ زیادتی ثابت ہوتی اس وقت حکم ہمارے قتل کا اور قتال کا بنام جہاد کرتے۔ اب ہم علماء دین سے مسئلہ ارکان جہاد و شرائط اوس کے دریافت کرتے ہیں اور بحلف انجیل شریف کے کہتے ہیں کہ یہاں سے کلکتہ تک کسی حاکم کی رائے یہ نہیں ہوئی کہ سپاہ مسلمین کو کارتوس ساختہ چربی خوک اور آرد مشمولہ استخوان ہائے خوک واسطے بگاڑنے ان کے دین کے دیویں .. .. اور جو کوئی جاہل از راہ جہل مرکب نے یہ کہی کہ بگاڑنا دین کا منظور تھا۔ اس حالت میں یہ سوال ہے کہ آیا لحم خوک کھانے سے مبتلائے گناہ کبیرہ ہوتا ہے یا بمجرد خورش کے خارج از اسلام ہو جاتا ہے اور جو کوئی حاکم جہاد حکم ارتکاب مناہی کرے اس وقت پر اگر تاب مقابلہ کی رکھتا ہو تب تو ارتکاب اس امر سے انکار کر سکتا ہے یہ نہیں ہے کہ اون کے قتل معہ زن و بچہ کرے اور

جوطاقت تقابل کی نہ رکھے اس وقت پر ہجرت کرے اور اب یہ بھی بگوش
دل سنا چاہئے کہ سپاہ مسلمین کو سپاہ ہنود نے کہ ناقص العقل ہیں اغوا
کیا نفس الامر میں کارتوس مشمولہ چربی گاؤ وغیرہ جانوران حلال بخیال
اس کے کہ سرکار کو مہم بر روس و ایران پیش تھی اور اس ضلع میں برف باری
ہوتی تھی جب ارادہ اون کے تقسیم کا کیا تب قوم ہنود نے یہ ڈھکوسلا
باندھا کہ ہم کو کارتوس چربی گاؤ دیا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کو چربی
خوک کی فرقہ سپاہ جو ناعاقبت اندیش ہوتی ہے سرکشی پیش کی اور
بلوہ کیا اور رعیت کو بھی بہکایا پس اہل شہر تم آگاہ ہو کہ اول تو مقصود
سزا دہی سپاہ ہنود کی ہے اور جان کی معیت و حمایت کریں گے
اون کے تئیں بھی سزا دی جائے گی۔ تم کو چاہئے کہ بموجب حکم شرعی کے
ہمارے شریک الحال ہو کر اہل ہنود کو قتل کرو۔ نہ یہ کہ ہم پر بلا تحقیق اور
بلا امام کے آمادہ پہ بیکار ہو فقط۔ یہاں تمام ہوا مضمون اشتہار کا۔

(جوابؔ[له]): بسم اللہ جو انہوں نے لکھا ہے کہ رعایا خاص ودیعت یعنی امانت
خدا ہے اور حاکم ان پر بمنزلہ شبان یعنی مثل چرواہے کے محافظ و
امانت دار۔ اب سنیں مختصر جواب اس کا۔ اول تو جب کہ رعیت
امانت اور حاکم محافظ و امین ہے تو حاکم کو حفاظت اور امانت داری
ضرور ہے یعنی جیسے چیز لیوے بجنس ویسی بلا تصرف و تغیر و تبدیل امانت
دہندہ کو واپس دیوے۔ ذرا اپنے دل میں شرما دیں اور غور کریں
کہ رعایای سلطنت ہند کے جو دو حاکم ہیں خواہ حضرت ظل سبحانی

له جواب چونکہ طویل ہے اس لئے اس کے ضروری اقتباسات درج کئے گئے ہیں۔

حاکم تخت نشین ظاہری کی طرف سے خواہ خداوند عالم بادشاہ ظاہری و باطنی احکم الحاکمین کی طرف سے سمجھیں تو رعایا اس ملک کی کرستان اور منضبطہ املاک ان کی تفویض میں آئی تھی یا ہندو مسلمان جاگیر و املاک گذاشت چین و آرام سے پیٹ بھر کے روٹی کھاتے ہوئے اپنے اپنے دین کے واجبات و فرائض کے ادا میں خواہ باعلان خواہ اپنے گھروں میں غیر مجبور تھے۔ اب جوان امین صاحب سے وہ امانت واپس ہوئی تو کتنے آدمی رعیت میں سے اپنے دین سے بے دین یعنی کرستان ہیں اگر وہ اپنے تئیں ہادی و معلم و واعظ و داعی دین عیسوی ظاہر کرتے تو اس طرح بے حساب ہوتا۔ لیکن چونکہ دعوی حاکمی و امانت داری کا ہے سو دیکھیں اہل عقل و انصاف کہ امین و بشان کی یہی شان ہے کہ امانت میں خیانت کرے یعنی تغیر و تبدیل و تصرف کو راہ دیوے اور کھانے پینے سے اپنے مفوض ریوڑ کر کو محتاج کرے۔ تفصیل اس کی یہ کہ ہزارہا عوام کالانعام کو پادری اور معلموں سے اور ان کے علوم دینی کے کساد بازاری کر کے زیادتی تنخواہ انگریزی خوانی اور انجیل خوانی کے طمع و بیحد مجبوری باطنی ترغیب کر کے ہزارہا لوگوں کو دین سے بے دین کیا اور ان کے خانۂ دھرم و ایمان کو ویران کر ڈالا اور دن رات اسی باب میں سعی و کوشش تھی گو کہ ظاہر میں جبر بروئے کار نہ لاتے تھے لیکن باطن میں صاف مجبوری عمومی جاری تھی اور ہزارہا رعایا کی جاگیریں دوامی اور ملک حیلہ اور بے حیلہ یا دفعتہً یا حسین حیات کر کے . . . ضبط کر لئے کہ ہزارہا آدمی ہندوستان کے نان شبینہ کو محتاج ہو گئے وقس علیٰ ہذا بہتیری باطنی اذیتیں اور دخل تصرف دینی اور مذہبی باتوں میں رعایا کے کام میں لانے لگی،

یہاں تک کہ بہتیرے فرائض و مستحبات دینی اور رسومات واجبی ہندو مسلمان کے بجز موقوف کردی مثلاً کیا مقدور کہ ہندو دستی ہوتے خصوص دہلی میں کیا مقدور کہ رسوم ضروری عید الضحیٰ وغیرہ ہر شخص عمل میں لاسکتا دقس علی ہذا بہتیری ایسی باتیں ہیں کہ تفصیل اس کی باعث طوالت ہے المختصر کہ رعایا اون کے ہاتھ سے نفس الامر میں نقصان دینی و دنیا وی ظاہری و باطنی زیادہ سے زیادہ پانے لگے اور بہتیرے آب و دانہ کو محتاج ہو گئے ... ... دوسری طرح سے اور سنیں کہ جب حاکم کو خود وہ شبان لکھتے ہیں تو کیا حضور بادشاہ سلامت کو وہ حاکم نہیں جانتے یا حرمان سیاہ کو رعیت نہیں سمجھتے کہ حضور اقدس پر حفاظت اون کی واجب نہ ہوتی جو امان وہی حضور پر اعتراض کرتے ہیں اور تماشا یہ ہے کہ خود حضور کو شاکی و مفید سیاہ لکھتے ہیں اور مجبور بھی جانتے ہیں اور پھر گولے دن رات برساتے ہیں اور ان کو بھی اذیت پہنچاتے ہیں حالانکہ خود حضور اقدس کو شبان صاحبوں نے اتنا مجبور و بے دست و پا کر دیا تھا کہ نفس الامر میں آج مجبوری حضور اقدس کی اور رعایا کی سپاہ سے ظاہر و باہر ہے۔ جس سبب سے کہ رعایا انواع و اقسام کی اذیتوں میں اب بھی مبتلا ہے کہ یہ وبال اس اذیت و نقصان ودیعت خدا کا بھی انہیں شبان صاحب کے ذمہ اور انہیں کے نامۂ اعمال میں ثبت ہے۔ حضور اقدس کو سوائے قطب صاحب وغیرہ بیرونجات شہر میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ بے توسط رزیڈنٹ کے خط و کتابت گورنر اور ملکہ سے ہوتی تھی۔ کوئی راجہ اور رئیس حضور اقدس سے شرف ملازمت نہ حاصل کر سکتا تھا آج اون کو پناہ دینے کا الزام

دیتے میں شرم نہ آئے، جو لکھتے ہیں اول مسلمان باایمان کو بموجب شرع شریف واجب تھا کہ امر نزاعی کے شاہد عادل طلب کرتے یا بادشاہ اپنے سامنے کیفیت دریافت کرتے اگر ہماری نسبت کچھ زیادتی ثابت ہوتی تو حکم ہمارے قتل کا بنام جہاد کرتے ۔ سبحان اللہ رعایا کو اب ایسا دعویٰ اختیار اور بادشاہ کو اب ایسا حاکم با اقتدار لکھتے ہوئے بافرہنگوں کو شرم نہیں آتی اور پر اپنے تئیں حکام اور نوکروں کو سرکش اور نمک حرام لکھتے ہیں اور باوصفے خود گوروں کی فوج جنگی اور میگزین بھی ہتھیار رکھتے ہوا اپنے نوکروں کا بال بانکا نہ کرسکے اور اس پر بادشاہ اور رعایا بے سپاہ و بے خزانہ اور بے میگزین کو الزام لگاتے ہیں ۔ سچ ہے جب اقبال جاتا رہتا ہے تو عقل بھی جاتی رہتی ہے ۔ تم نے ہمارے واجبات شرعی کے کسی تعمیل کی طاقت ہم میں کب چھوڑی تھی کہ آج شرع شریف کا نام زبان پر لاتے ہوئے شرم نہ آئی ۔ مرافعات امور شرعی عیدالفطر حتیٰ کہ دفن اموات تک سے بزرگان دین و اقربا کے پاس کسی کو دہلی میں قدرت نہ تھی اور سب کے مرافعات تمام بڑے شاہان صاحب تک ہوتے تھے اور کچھ شنوائی نہ ہوتی تھی سب سے زیادہ یہ ظلم ہے کہ مکان لعل بنگلہ جس میں سلاطین عظام و اہل خاندان شاہی مدفون تھے مردوں کی قبریں تک اکھاڑ ڈالیں اور کچھ پاس و آداب و اسلام و شفقت مفوضہ کا بھی نہ کیا ۔ تعجب ہے کہ اب لکھتے ہیں کہ ثابت کرتے اور ثابت ہوتا تو ہمیں قتل کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ جو لکھا ہے کہ ارتکاب اس امر سے ہم کو کیا مفاد تھا جواب یہاں ایسے بھولے بن گئے کہ ان کو اس کا فائدہ بھی معلوم نہیں ۔ فائدہ اس کا ہم سے سنیں یہ ہے کہ آخر انجام کو

مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے اور ہندوؤں کا دھرم بھرشٹ ہو اور یہ سب لوگ دین دنیا سے جاتے رہیں۔ دھرم ایمان ہر ایک کا گندا ہو۔۔۔۔ یہ جو لکھا ہے کہ جو کوئی جاہل از راہ جہل مرکب تا یہاں تک کہ خارج از اسلام ہو جاتا ہے۔ جواب: اول ہم پوچھتے ہیں کہ اگر انگریز سچے ہیں کہ کارتوسوں میں کوئی چیز ممنوع نہیں تھی تو اس عبارت طویل کی کیا ضرورت ہے کہ لکھتے ہیں لحم خوک کھانا گناہ کبیرہ ہے اس سے خارج از اسلام نہیں ہوتا۔ پس اس سے صاف جھلکتا ہے کہ ان کارتوسوں میں چربی خوک وغیرہ لگی تھی چنانچہ خود انجام کو ظاہر ہو گیا۔ نسبت ہنود کے اور اگر فی الحقیقت یہ لوگ سچے ہوتے اور ان کی نیت صاف ہوتی تو یہ اعتراض و جواب کیوں دیتے۔ یہی لکھنا کافی تھا کہ ان کارتوسوں میں کچھ میل ملاؤ نہیں۔ پادری فنڈر جیسے ہوں گے تو اس جواب کا مزا سمجھیں گے کہ اپنی اسی قسم کی نوشت کا پھل اور جواب بھی پا یا۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ لحم خوک کھانا گناہ کبیرہ ہے اس سے انسان خارج از اسلام نہیں ہوتا یہ عجب لطیفہ ہے۔ معلوم نہیں گناہ کبیرہ کے معنی یہ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے آگے کچھ چیز نہیں کل کہدیں گے کہ شرک بھی اور انکار رسالت خاتم الرسالت بھی گناہ کبیرہ ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ کونسا گناہ کیسا کبیرہ، کون سا کبیرہ فوراً کفر کو پہنچ جاتا ہے۔۔۔ یہ جو لکھا ہے کہ جو کوئی حاکم جبار حکم ارتکاب مناہی کا کرے تا آخر جواب عوام کے بہکانے کے لیے جو چاہیں سو لکھ دیں عقل مند یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کہتے ہیں اور کوئی دیکھے اور سنے گا تو کیا کہے گا۔ سنیں کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اگر تاب مقابلہ کی رکھتا ہو تو ارتکاب مناہی سے

انکار کرے۔ بھلے مانس ابھی تاب مقابلہ میں ادنہیں ننگ ہے ... ...
سب پر ظاہر ہے کہ تمام ان کی حکومت بے چراغ ہو گئی اسی سپاہ سے
یہاں تک کہ مظہر و مصداق ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ ہو گئی کہ گوشہ کھدر دیا
میں روڑے پتھروں میں پہاڑوں کے اور گڑھوں میں چھپے پھرتے ہو۔
۔ ۔ خلاصہ یہ کہ جب تک ان شبان صاحبوں کو طاقت تھی بہتیرے
افسروں کو قید کر لیا بہتیرے سپاہ کو موقوف کر دیا جب تک سپاہ ایک
دل نہ تھی قابل مقابلہ نہ تھی۔ چنانچہ تمام رعایا دہلی وغیرہ بہتیرے شہروں
میں سر بازار کوچہ بکوچہ اور مدرسوں میں اہانت دین محمدی اور نصائح ولدیت
حضرت عیسیٰ معاذ اللہ صاف جو سنتے تھے مجبور و بے بس تھے کچھ نہ کہہ سکتے
تھے جب سپاہ ایک دل ہو گئی سب قابل مقابلہ و مقاتلہ ہو گئے۔
اب فرضیت جہاد میں کیا کلام رہا اور جب تاب مقابلہ بعنایت خداداد
اس درجہ ساتھ امداد کے ہو تو پھر ہجرت اہل ایمان کے کیا جہت، سچ
ہے دروغ گو کو حافظہ نہیں ہوتا۔ خود تو اور یہ لکھا کہ ہمیں دین بگاڑنے
سے کیا مفاد تھا، پھر خود لکھتے ہیں کہ چربی گائے کی تھی۔ کوئی پوچھے کہ
کیا اس سے دین ہندو کا نہیں بگڑتا۔ اب ان کی کس بات کا اعتبار کیا
جاوے۔ کیونکر اب اس کا اعتبار ہو کہ خوک کی چربی نہیں۔ اور قطع
نظر اس سے بھی کہ ہو یا نہ ہو بہر کیف سپاہ اسلام نے عین عاقبت
اندیشی کے سمجھ گئے کہ آج یہ ظلم ہنود پر ہے کل ہم پر ہے۔"
اس جواب کے آخر میں سنی اور شیعہ حضرات کی کتابوں سے آزادی، ۱۸۵۷ء
کی شرکت اور جہاد کو ثابت کیا ہے۔ غالباً یہ جواب مولانا محمد باقر کا لکھا ہوا ہے۔
اس کے دلائل اور اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ اشتہار بھی لکھا ہوا پادری فانڈر کا معلوم ہوتا ہے

دہلی اردو اخبار پسندیدہ اور مقبول اخبار تھا۔ پڑھا لکھا طبقہ اس کو پڑھتا تھا چنانچہ مرزا غالب ۱۸۵۳ء کے ایک خط میں اس اخبار کی ایک دلچسپ خبر کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"ہاں بھائی پرسوں کسی شخص نے مجھ سے ذکر کیا اردو اخبار دہلی میں تھا کہ ہاتھرس میں بلوہ ہوا اور مجسٹریٹ زخمی ہو گیا۔ آج میں نے ایک دوست کے ہاں سے اس اخبار کا وہ ورقہ منگا کر دیکھا واقعی اس میں مندرج تھا کہ راہیں چوڑی کرنے پر اور حویلیاں اور دکانیں ڈھانے پر بلوہ ہوا اور رعایا نے پتھر مارے مجسٹریٹ زخمی ہوا۔"[1]

اس اخبار کا ذکر ظفر بادشاہ کے تاریخی مقدمہ میں بھی کیا گیا ہے۔ حکیم احسن اللہ خاں سرکاری گواہ سے سوال کیا گیا تھا۔

کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ فی الحال بادشاہ کا سفیر یا کوئی عزیز شاہ ایران کے دربار میں ہے یا حال میں گیا ہے۔ حکیم صاحب جواباً کہتے ہیں۔

جی نہیں موجودہ حالت کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دو تین سال گذرے جب محمد باقر کے اخبار میں پڑھا تھا کہ مرزا نجف ملزم کے بھائی شاہ ایران کے دربار میں گئے جن کا استقبال نہایت تزک و احتشام سے کیا گیا۔

اس اخبار نے بائیس سال کی عمر پائی اور ۱۸۵۷ء میں اپنے مالک و ایڈیٹر کے ساتھ شہید ہو گیا۔

اخبار کی ترتیب مضامین کا اندازہ لگانے کے لئے ایک اخبار کی مکمل نقل کی جاتی ہے۔

---

[1] نوادرات غالب۔

دہلی اردو اخبار

قیمت ماہواری دو روپیہ اور جو پیشگی دے تو لہ عہ ششماہی اور عسہ سالانہ

نمبر ۲۰۱ ۲۷ر دسمبر ۱۸۴۰ء یوم یکشنبہ جلد ۳

اشتہار

مشکوٰۃ شریف مترجم ساتھ ترجمہ اور فوائد کے بیچ زبان اردو کے جو نواب قطب الدین خاں صاحب نے بہت کوشش سے باستصواب مولوی محمد اسحاق صاحب کے ترجمہ اور فوائد لکھے ہیں مع متن کے نہایت احتیاط سے اس چھاپہ خانہ میں چھپتے ہی ایک ربع تمام ہو چکا ہے دوسرا ربع بھی قریب نصف کے آ پہنچا ہے اس کے لکھنے والے صحیح کرنے والے حسب بموجب صوابدید نواب صاحب کے مستعد دین دار لوگ ہیں جس کسی کو خریداری منظور ہو مہتمم کو لکھے، قیمت کی اب جو شخص درخواست کرے اور جتنی چھپ چکی ہے اس کی قیمت ادا کرے پہلے تو عسہ روپیہ قیمت کل کتاب کی ہے اور جو سب چھپ چکے گی اور سب چھپنے کے بعد دے گا۔ قیمت للعہ۔

احکام

مسٹر سی مکنزی صاحب جنٹ مجسٹریٹ اور ڈپیوٹی کلکٹر دہلی کے ہوئے اور مسٹر مکنزی کام ایڈیشنل سب جج بندیل کھنڈ کا کیا کریں گے۔ مسٹر ڈی روبرٹ سن جنٹ مجسٹریٹ اور ڈپیوٹی کلکٹر مین پوری کے ہوئے۔ مسٹر ایف ایچ روبنسن ایکٹنگ کمشنر روہیل کھنڈ نے رخصت تین مہینہ کی واسطے کاموں خانگی کے بیچ تاریخ ماہ آئندہ سے حاصل کی۔ مسٹر ڈبلیو ڈی ایچ رودکھ صاحب جنٹ مجسٹریٹ اور ڈپیوٹی کلکٹر میرٹھ کے ہوئے لیکن مسٹر موصوف ابھی کام مجسٹریٹی اور کلکٹری مین پوری کا کریں گے۔

حضور والا

عرض ہوئی کہ اسباب کپتان ولایت علی خاں کا قلعہ میں سے شہر کو جاتا تھا مرزا شاہ رخ بہادر نے دروازۂ قلعہ پر قرق کرا دیا اور کپتان اشرف بیگ مرحوم کے بھتیجے نے چار ہزار روپیہ بابت نذرانہ عہد کپتانی کے داخل کئے اور پانچ ہزار روپیہ بروقت مرحمت ہونے خلعت کپتانی کے داخل کرے گا بایں اقرار کہ بروقت موقوفی کے عہدہ مذکور سے زر نذرانہ واپس کرے گا۔

خبر ہوئی کہ وہ چور نو محلہ میں سے گرفتار ہوئے تھے چنانچہ انہیں قید کر کے صاحب قلعہ دار کو اطلاع کی مزاج مبارک زینت محل بیگم صاحبہ کا بعارضہ بخار کچھ علیل تھا۔ اب فضل الٰہی شامل حال ہے حضور انور بتقریب بسم اللہ صاحبزادی مرزا ولی عہد بہادر کے سیر روشنی اور آتشبازی کی اور رقص طوائف ملاحظہ فرما کے داخل محل مبارک ہوئے اور بتقریب جشن بیگمات سے نذریں لیں۔ دیوان خاص میں دربار فرمایا خلعت ملبوس خاص مرزا فخرالدین بہادر اور مرزا بلاقی اور مرزا مغل اور مرزا عبداللہ وغیرہ کو اور خلعت چھ چھ پارچہ کا مع تین رقم جواہر نواب ضمیر الدولہ آغا حیدر اور راجہ بھولا ناتھ کو مرحمت ہوا اور قریب چالیس خلعت کے علی قدر مرزا خواجہ سرایوں وغیرہ متعلقہ نظارت کو اور خلعت چھ چھ پارچہ کے حکیم احسن اللہ خاں اور حکیم امام الدین خاں اور حکیم اسد علی خاں اور حکیم شرف الدین خاں اور حکیم صادق علی خاں کو اور چھ چھ پارچہ اور تین تین رقم جواہر راجہ جے سکھ رائے اور نواب ذوالفقار علی خاں اور پرورش خان اور فرزند نوازش خاں وغیرہ کو عنایت ہوئے اور قریب دس اشرفی اور چار سو روپے بابت نذر جمع ہوئے۔ ۲۳ تاریخ دسمبر کو خلعت ملبوس خاص مع دستار سر بست اور گوشوارہ اور طرۂ مقیشی اور کلغی اور بازو بند اور دوشالہ اور قبائے کمخواب زر بفت اور سپر و شمشیر اور پرتلہ اور تین رقم جواہر اور پالکی اور

ایک ہاتی مع عماری اور ایک گھوڑے سار دار اور آٹھ عدد ماہی مراتب اور نقارہ اور قلمدان کے مرزا شاہرخ بہادر کو ساتھ عہدۂ جلیلہ وزارت کے سربلند ہوئے۔ مرزائے موصوف نے گیارہ اشرفی نذر گذرانیں بعد ازاں مرزائے موصوف نے دیوان عام دربار فرمایا۔ سرداروں اور اہل کاروں نے علیٰ قدر مراتب نذریں گذرانیں۔ مرزائے محمد فرخ نے چھ اشرفیاں کلو نقیب کو اور ایک ایک دوشالہ داروغہ ہائے ماہی مراتب اور توپ خانہ اور جواہر خانہ اور قلمدان اور فیل خانہ اور اصطبل وغیرہ کو بابت انعام مرحمت کئے۔

نواب احمد علی خاں بہادر دیر تک حضور انور سے عرض معروض کرکے برآمد ہوئے۔

(دوسرا صفحہ)

صاحبکلاں بہادر

شقہ حضور انور کا اس مضمون کا صادر ہوا کہ مابدولت بابت مختاری کل کے خلعت اور ماہی مراتب مرزا شاہرخ بہادر کو دیا چاہتے ہیں اور مرزا ولی عہد بہادر درخواست بیٹھنے کرسی کی روبرو حضور کے رکھتے ہیں عرضی درجواب بھیجی گئی کہ حضور کو اختیار ہے رخط بنام جاگیر دار فرخ نگر کے بیچ طلب کسی اسامی کے صادر ہوا۔ وکیل نواب فیض علی خاں جھجر کا اپنے موکل کا مع ۱۵ اشرفی بابت نذر روز کلاں واسطے گورنر جنرل بہادر کے گذران کے برآمد ہوا اور مولوی صدرالدین خاں ملاقات کرکے برآمد ہوئے۔

نصیر خاں

از روئے چٹھیات سپاہ بمبئی کے جو کہ بسر کردگی کرنیل مارشل صاحب کے تھی حال شکست نصیر خاں والیٔ قلات کا مفصلاً اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ۲۸ تاریخ ماہ گذشتہ کو ایک بڑا گروہ بلوچوں کا ایک پہاڑ پر نزدیک درہ ملّا کے نمودار ہوا کرنیل موصوف نے بغور دیکھنے کے گروہ مذکور پر حملہ کیا۔ سپاہ انگریزی نے باوجود

کثرت دشمنوں کے بہت داد شجاعت دی اور مردانگی دی اور باوجود مقام نشیب اور نامعقول کے ہر ۔ اپنی جگہ سے نہ ہٹی سات گھنٹہ تک لڑائی رہی سپاہی رجمنٹ انگریزی کے ایک دوسرے کو ترغیب جانفشانی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ قتل لفٹنٹ لوڈی صاحب کو یاد کرو۔ آخر کار دشمنوں کو شکست ہوئی۔ نصیر خاں اور گل محمد آغاز جنگ ہی میں بھاگ گئے تھے اور میر ذہن زہری جوان کا سپہ سالار تھا مع اپنے بیٹے اور چھ بڑے سرداروں اور ایک سو بتیس جوانان کار آزمودہ کے دستگیر ہوا اور تین سردار اور زیادہ پانچسو آدمیوں سے میدان جنگ میں تہہ تیغ غازیانِ سپاہ انگریزی ہوگئے

کہتے ہیں کہ درمیان مارشل صاحب اور محمد حسین خاں وزیر والی قلات کے کچھ عہد و پیمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ خان مذکور نے ہنگام جنگ کچھ مقابلہ نہیں کیا مگر بظاہر جنگ زرگری کرتا تھا اور یہ بھی مشہور ہے کہ نصیر خاں چاہتا ہے زیر پناہ گورنمنٹ انگریزی کے آجاوے مگر گل محمد اس کا چچا اس بات کو قبول نہیں کرتا۔

ایک اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی میں دشمنوں میں سے قریب سات سو آدمیوں کے کشتہ اور زخمی ہوئے اور قریب بیس افسروں کے کشتہ اور دستگیر ہوئے۔ سپاہ انگریزی میں سے آٹھ سو سپاہی مارے گئے اور اکیس زخمی ہوئے۔

دوست محمد خاں

ازروئے ایک اخبار صحیح کے واضح ہوتا ہے کہ امیر دوست محمد خاں ۱۶ تاریخ دسمبر کو بہمراہی رجمنٹ انگریزی اور رجمنٹ ۴۸ پیادگان ہندوستانی اور چالیس سواروں کو کرنل اسکنر صاحب بہادر اور دو توپ بسرکردگی لفٹنٹ مکنزی صاحب اور کچھ سواروں کے دوسری رجمنٹ سواروں کے پشاور میں پہنچے اور امیر صاحب تاآنے اپنے عیال و اطفال کے پشاور میں ہی قیام کریں گے۔ واضح ہوتا ہے کہ لواحقان خان موصوف کے ساتھ کچھ سوار توپ خانہ اسپی کے اور دو رسالہ رجمنٹ دوسری کے نویں یا دسویں

تاریخ ماہ حال کو روانہ ہونے کو ہے اور خبر تھی کہ سترھویں یا اٹھارویں تاریخ مذکور کو داخل پشاور ہوں گے۔ خان مذکور کے دو بیٹے تو آ گئے ہیں مگر ایک بیٹا محمد اکبر خاں بخارا میں ہے اور کہتے ہیں کہ وہاں کچھ توقیر اور خاطر داری اس کی نہیں ہوتی پس اغلب ہے کہ وہ بھی پناہ گورنمنٹ میں آ جاوے گا۔

بخارا

اس طرف کے اخبار مورخہ ۲۴ تاریخ اکتوبر سے واضح ہوتا ہے کہ کرنیل سٹوڈرٹ صاحب امن و امان ہیں، والی بخارا نے صاحب موصوف کو قید سے رہائی دیکر حکم دیا کہ ایک پلٹن نئی بھرتی کر کے قواعد جنگ سے انہیں آراستہ کرو۔ چنانچہ صاحب موصوف بیچ نگاہ داشت سپاہ کے مصروف ہے۔ واضح ہو کہ لفٹنٹ شیکسپیر صاحب قلعہ دیش میں پہنچے اور گورنر شاہ روس کے صاحب موصوف سے بہت تپاک سے ملاقات کی اور واسطے چھڑانے مردمان روس کے قید بخارا سے بہت آفرین کی۔

کابلی صاحب با من و امان جنیوہ میں پہنچے اور بہمہ وجوہ خیریت رکھتے ہیں۔ یار محمد وزیر ہرات اکثر در باب کوچ قندھار کے تذکرہ کرتا ہے۔

دادر

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر بیڈلی صاحب ملازم شاہ شجاع الملک اور لفٹنٹ ہوپر رجمنٹ ۲۱ پیادگان ہندوستانی ۲۸ تاریخ ماہ گذشتہ کو کوئٹہ سے مقام مذکور بقصد رہین پہنچے یہ ارادہ بمبئی کی روانگی ہے موجب تک کہ راہ خار وجودِ غارتگرانِ مذکورین اپنے فن میں بہت چالاک ہیں چنانچہ ایک گروہ نے قریب ڈیڑھ سو آدمیوں کے ایک ریوڑ بھیڑوں سرکار انگریزی کے جو ہمراہ لفٹنٹ کولنگٹن صاحب رجمنٹ ۲۰ کے کیمپ انگریزی میں آتا تھا حملہ کیا اور چھین لے گئے۔ حتیٰ کہ لفٹنٹ موصوف کو احتیاج استعانت کے واسطے چڑھانے گل مذکور کے ہوئی القصہ سواروں نے ان کی

مدد کر کے ریوڑ غارت گروں سے چھڑایا اور بعد دشواری غلے کے اونٹوں اور ریوڑ مذکور کو دوسری تاریخ ماہ حال کو کیمپ انگریزی میں با من و امان پہنچایا۔ خبر تھی کہ کرنیل ڈیلر صاحب پولیٹکل ایجنٹ اور پوسٹ ماسٹر مقام مذکور کے ہوئے ہیں۔ برف بشدت پڑتی ہے اور سپاہ بباعث تاخت غارت گروں کے بہت تکلیف پاتی رہتی ہے۔

فیروز پور

آگرہ اخبار سے دریافت ہوتا ہے کہ کچھ سپاہی رجمنٹ ۱۳ ملکہ انگلستان کے بسر کردگی کپتان ہیولوک صاحب کے اور کچھ بچھیرے بسر کردگی لفٹنٹ رچرڈسن کے توپ خانہ اسپی میں سے ۸ تاریخ ماہ حال کو یہاں پہنچے۔ برگیڈیر پال صاحب نے ہر صبح قواعد سپاہ شروع کی ہے۔

دتیسرا صفحہ) صاحب اخبار لکھتے ہیں کہ بباعث مسند نشینی رانی چند کنور کے علامت جنگ ہویدا ہوتی ہے اور اگر لڑائی بھی ہو تو بھی متحرک ہونے سپاہ میں طرف پنجاب کے کچھ شک ہیں۔

لدھیانہ

۱۴ تاریخ ماہ حال کو صاحب والامناقب کلارک صاحب بہادر ایجنٹ ملک محفوظہ کے مقام سبیاتسی سے رونق افروز لدھیانہ ہوئے اور درائے کشن چند صاحب وکیل دربار لاہور اور مولوی رجب علی خاں صاحب سر رشتہ دار اجنٹی انبالہ وغیرہ اشخاص بہمراہی صاحب موصوف کے بھی وارد لدھیانہ ہوئے۔

لداخ

اس طرف کے اخبار سے ظاہر ہوا کہ زورآور سنگھ ناظم لداخ نے جو کہ متوسلان راجہ گلاب سنگھ جموں والا میں سے ہے اپنے حسن سلوک سے بخوبی انتظام وہاں کا کیا ہے اور رعایا اور اہل حرفہ سب اپنے کاروبار میں مصروف رہتی ہے اور سرکش

اور مفسد زمیندار سب مطیع ہو گئے ہیں اور شہر لاس جو کہ مدت سے باجگذار مملکت چین کا تھا، اس شہر کو بھی ناظم مذکور اپنے قبضے میں لایا۔ زمینداران شہر مذکور نے ظاہر کیا کہ قدیم الایام سے ہم زر خراج سرکار لداخ کو دیا کرتے تھے اب جو کوئی حاکم زبردست یہاں آوے گا بے شک محصول اس کے پاس پہنچا کرے گا۔

لاہور

۲۸ تاریخ نومبر کو ارکان سلطنت اور مصاحبوں نے دربار میں اجلاس کیا۔ سردار لہنا سنگھ مجیٹھ نے عرض کی فدوی نے تقسیم تنخواہ سواران رام گڈھ کی جاری کی خرچ مرحمت ہوئے چنانچہ پروانجات بنام معتمدان سرداران سندھاں والا کے مشعر دینے ایک ہزار روپے کے اور بنام ٹھیکہ دار مصری امرتسر جیو کے متضمن دینے ایک ہزار نوسے روپے کے اور بنام مصری لال سنگھ کے واسطے ادا کرتے بارہ سو روپے کے بیچ وجہ تنخواہ سواران مذکورین کے سردار لہنا سنگھ کو صادر ہوئے۔ سردار فتح سنگھ مان نے عرض کی کہ بجائے جرنل امر سنگھ متوفی کے اس کے بھائی بدھ سنگھ کو مقرر فرما دیں چنانچہ سرداران کونسل نے نامزدہ کو بجائے اس کے بھائی کے مقرر کیا پروانہ بنام جرنل اولطائلہ صاحب کے متضمن انتظام معاملہ کوہاٹ اور ہٹ نگر وغیرہ کے صادر ہوا پروانہ بنام رام دیال پانڈہ کے اس مضمون کا جاری ہوا کہ تم مع اپنے سپاہیوں کے واسطے حفاظت اسباب انگریزی کے جو کہ کابل کو جاتا ہے گذرا فیروز پور روانہ ہوا اور بموجب دستی سرکار بن عالین کے اسے پشاور تک پہنچا دو۔ خبر ہوئی کہ بابا بکرما سنگھ بیدی مع چار ہزار آدمیوں کے ہمراہی کے وارد لاہور ہوئے ہیں بغور استماع حکم ہوا کہ ڈیرہ بابائے موصوف کا بیچ باغ شالا مار کے قائم کرا دیں۔ ۲۹ تاریخ تمام ارکان سلطنت پہلے قلعہ میں جا کر خدمت رانی صاحب میں باریاب مجرا ہوئے بعد ازاں بموجب حکم رانی صاحب کے شیش محل میں دربار فرمایا۔ عرضی جرنل ونتورا

صاحب کی متضمن عسرت خرچ اور درخواست تنخواہ پلٹن اور سواروں اور توپ خانہ کے ملاحظہ ہوئی۔ بعد استماع بموجب فرد برآورد دیوان دینا ناتھ وغیرہ کے پروانہ بنام شیخ غلام الدین کے جاری ہوا کہ دو لاکھ بیس ہزار روپیہ بابت معاملہ فصل خریف آمدنی ملک دوآبہ میں سے دستور صاحب کے پاس بھیجدیں۔ سردار لہنا سنگھ مجیٹھ کا دوار راولپنڈی کی ضبط ہوگئی ہے از راہ پرورش واگذاشت ہوئے چنانچہ پروانہ بنام دیوان حاکم رائے دربابِ معافی جاگیر مشارالیہ کے صادر ہوا۔ سردار فتح سنگھ نے عرض کی کہ واسطے بابا بکرما سنگھ کے وجہ خرچ عنایت ہووے۔ بمجرد سننے کے دو ہزار روپیہ عطا ہوئے۔

آگرہ

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ غلہ وغیرہ سامان اور اشیائے ضروری واسطے افغانستان کے ۸ تاریخ ماہ حال کو فیروز پور سے از راہ لاہور کے روانہ ہوا اور ہمراہ اسباب مذکور میجر مویٔ صاحب کچھ سپاہ رجمنٹ پانچویں ہندوستانی سے اور لفٹنٹ وائس صاحب سپاہ بمبیٔ کے مع چار سو گورکھوں کے اور لفٹنٹ جرڈ صاحب گوروں کے ساتھ چھ سو سپاہ دیسی کے تشریف لے گئے۔ سپاہ چھاونی فیروز پور خیال کوچ کا طرف لاہور کے رکھتے تھے واسطے تقسیم کرنے رجمنٹ انگریزی کے کچھ احکام نہیں آئے۔ چنانچہ اغلب ہے کہ رجمنٹ مذکورہ ماہ جولائی تک چھاؤنی مذکور میں بفراغ خاطر قیام کرے گی۔

گوالیار

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ لارڈ بشپ صاحب نے مہاراجہ جھنکوراؤ کے چچا اور اہالیان ریاست سے ملاقات حاصل کی مگر بباعث کسل مزاجی مبارک مہاراجہ کے ملازمت مہاراجہ : حاصل ہوئی۔ یوم یک شنبہ کو صاحب موصوف

نے کوٹھی رزیڈنسی میں تشریف لے جاکر بعد نماز کچھ وعظ کہی اور یوم دوشنبہ کو بہمراہی صاحب والامناقب صاحب رزیڈنٹ بہادر کے قلعہ گوالیار میں تشریف لے جاکر تمام روز وہیں رہے قلعہ میں سے گیارہ تشلک سلامی کی فیر ہوئی، ہنگام شام بتقریب ضیافت انواع ماکولات بطور ہندوستانی اور مغلی اور مرہٹی اور انگریزی کے چنے گئے بعد الفراغ کے تناول ماحضر سے صاحب موصوف ساتھ رقص طوائف اور تماشائے اقسام آتشبازی کے بہت مسرورالوقت ہوئے من بعد کار پردازان ریاست سے کشتیاں پارچہ پوشاکی کی اور ایک ہاتی اور ایک گھوڑا بطور تواضع پیش کیا۔ صاحب موصوف نے پیش کش ہائے مذکور پر بطور تکلف دست قبول رکھ کر بصد عذرات واپس کر دیا اور بعد ازاں طرف جھانسی کے تشریف لے گئے۔

جے پور

واضح ہوتا ہے کہ میجر فاسٹر صاحب بہادر نے مع اپنے برگیٹ کے قلعہ کالک کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ یہ قلعہ جھجنو سے اسّی میل کے فاصلے پر ہے اور بہت مستحکم قلعہ ہے۔ سنا جاتا ہے کہ یہ قلعہ اب تک ٹوٹ گیا ہوتا مگر توپیں موافق نہ تھیں ۱۳ تاریخ ماہ حال کو بباعث دن متواتر سر کرنے توپ، وافنگ کے سامان جنگ مثل گولہ اور بارود کے ہوچکا تھا توقع پہنچنے سامان آمد اجمیر کی تھی ۱۶ تاریخ میجر تھورلسبی صاحب بھی کیمپ انگریزی میں تھے اور تدبیر حملہ کی ہوئی تھی مگر سپاہ جے پور نے از بس بزدلی ہمراہی سپاہ موصوف سے انکار کیا بلکہ زینہ ہائے چوبی کے پہنچانے میں بھی ان کی مدد نہ کی، آخر کار میجر موصوف مع اپنے دو توپیوں اور سپاہ مختصر کے آگے بڑھے لیکن بباعث نہ مدد کرنے سپاہ جے پور کے آگے نہ بڑھ سکے۔ اب اتواپ کلاں اجمیر سے آنے کو ہیں یقین کہ بعد پہنچنے اول توپوں کے قلعہ مذکور بیچ قبضہ موصوف کے آجاوے گا۔

کلکتہ

چند ہفتے گذرے کہ قرا بجو مقام مذکور میں ایک عورت نوجوان خلاف اپنی خواہش اور رضا کے ستی ہوئی۔ حال مفصل اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ راجہ مانی ساٹول نام ایک مقام کا مر گیا۔ لواحقان راجہ موصوف نے اس کی نعش کو مقام مہیش میں جو کہ ایک میل کے فاصلہ سیرام پور سے واقع ہے لے جا کر رات کے وقت جلا دیا اور اس کی رانی کو بھی جو کہ قریب سولہ برس کے تھی نعش راجہ متوفی کے ساتھ بزور جلا دیا۔ متعلقان رانی مذکورہ نے آ کے استغاثہ کیا سو صاحب مجسٹریٹ اس کی تحقیقات میں مصروف ہیں۔ اگرچہ رانی مذکورہ کا بزور اور خلاف رضا ستی ہونا ظاہر ہے لیکن صاحب موصوف نہ گواہی دینے وہاں کے لوگوں جرم طرف مجرموں کے ثابت نہیں کر سکتے دریافت ہوا ہے کہ صاحب والا مناقب مسٹر لو صاحب بہادر رزیڈنٹ لکھنؤ کو ذریعہ رخصت طرف کیمپ کی تشریف لے گئے۔ کلکتہ میں وارد ہوئے کوٹھی مسٹر آرمین صاحب میں اترے ہیں اغلب ہے پھر طرف لکھنؤ کے جائیں گے اور مسٹر کالفلڈ صاحب اجنٹ مرشد آباد کے بجائے مسٹر لو صاحب کے مقرر ہیں طرف مرشد آباد کے مراجعت کریں گے۔

ان دنوں ایک جہاز بحر کلکتہ میں وارد ہوا ناخدا دارالشفا میں ان کی خبر دی کہ اکثر ملاح جہاز مذکور کے عارضہ چیچک سے راہی ملک عدم ہوئے اور بہت اس مرض سے بستر رنجوری پر پڑے ہیں اور بلحاظ اس بات کے کہ اگر انہیں دارالشفا میں حاضر کروں تو مرض شہر میں بھی جاری ہو جاوے گا۔ دارالشفا میں نہیں لا سکتا پس امیدوار معالجہ ہوں۔ ڈاکٹران دارالشفا بھی ان کے لانے سے مانع آئے چنانچہ جہاز پر ہی ان کا معالجہ ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اگر اسباب بھی جہاز مذکور کا شہر میں لایا جائے گا تو قباحت ہے۔

اکبر آباد

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ ایک شخص پریم داس نام بیراگی لب جمن

رہتا تھا اور اپنے تئیں زیج ہیئت درویشوں کے آراستہ کر کے اور زر قلب بنا کر معاش حاصل کرتا تھا۔ ایک روز اس بدبخت نے دریائے جمن پر جا کر غسل کیا اور تھیلی قلب روپیہ کی جو کہ ہمیشہ کمر میں رکھتا تھا بباعث سہو کے کنارے دریا پر بھول گیا اور اپنے مکانوں کو چلا گیا۔ ایک خاک روب وہاں بیٹھا تھا اس نے اس تھیلی کو نقد گرانمایہ تصور کر کے بخوشی اٹھا لیا اور ایک کوان روپیہ میں صراف کے پاس لے گیا صراف نے جو بغور نظر کی تو حقیقت زر قلب پر آگاہ ہوا اور فوراً غل مچایا اتفاقاً ایک برقنداز نے آن کر خاکروب کو گرفتار کیا خاکروب نے حقیقت حال من وعن بیان کی کر یہ زر قلب پریم داس کا ہے۔ القصہ پریم داس کو بھی گرفتار کیا اور کچھ آلاتِ صنعت اس کے گھر میں سے نکلے۔ مقدمہ روبکار ہوا بعد تحقیقات جرم اس پر ثابت ہوا ۱۳ ار تاریخ مجرم مذکور پہلے گدھے پر سوار کروا کے پھر بہ زار ذلت تشہیر کیا اور بعد ازاں بمیعاد دس برس کے قید کیا۔

لکھنؤ

از روئے مضمون ایک خط کے واضح ہوتا ہے کہ ایک روز اوائل شہر شوال میں زیچ شہر لکھنؤ کے ایک ماجرائے عجیب واقع ہوا یعنی درمیان اہل ہنود اور اہل اسلام کے نزع ہوئی اور آتش فتنہ نے سر بفلک کھینچا آدمی دونوں فرقوں میں سے جمع ہوئے اور بہت خونریزی ہوئی مسلمانوں میں سے بہت آدمی کشتہ اور مجروح ہوئے۔ سبب اس نزاع کا تحقیق نہیں ہوا، اغلب ہے کہ کچھ سبب قوی ہوگا۔

صاحب کلکٹر بہادر دہلی

صاحب موصوف بطریق دورۂ بیرونجات میں گئے ہیں۔ چند روز خاص قصبہ نجف گڈھ میں رہے پھر وہاں سے طرف دیہاتی غربی کے گئے۔

"باہتمام موتی لال پرنٹر و پبلشر کے چھاپہ ہوا۔" (ختم)

۱۸۴۰ء کی جلد میں جن اخباروں کا ذکر ہے ان کے نام یہ ہیں۔

زبدۃ الاخبار آگرہ، جام جہاں نما کلکتہ، اخبار سماچار درپن، اخبار بھاسکر بنگال کا ہرکارہ، اخبار انگلیش، آفتاب عالمتاب۔

مولانا باقر: مولانا صاحب کو اپنے خاندانی اثرات، اساتذہ کی تربیت وصحبت اور عالمانہ و باوقار سوسائٹی نے مجاہدانہ رنگ میں رنگ دیا تھا۔ انگریزوں کی غلامی کا ان کے دل و دماغ پر بہت اثر تھا۔ ملک کو آزادی نصیب ہو، یہ ان کی بڑی خواہش تھی۔ اپنا ہو یا پرایا اس کی پرواہ کئے بغیر مولانا حق بات کہنے اور نکتہ چینی کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ان کو ہندوستانی مذہب اور خاص طور پر اسلام اور اس کے بانی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عیسائیوں کا پروپگنڈہ کھٹکتا تھا۔ ان کے بے اثر کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ تعلیم کے زبردست حامی تھے علم وادب سے گہرا تعلق تھا۔ ترقی پسند اور دور رس انسان تھے۔ مذہبی اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ صلح کن روش اختیار کرتے تھے۔

ہندوستان کی صحافت میں راجہ رام موہن رائے اور مولانا باقر کی شخصیتوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ راجہ رام موہن رائے صاحب نے آزادیٔ صحافت کے لئے آئینی قدم اٹھایا۔ جب اس میں ناکام ہو گئے تو اپنے مراۃ الاخبار کو آزادی صحافت پر قربان کرنے کے لئے احتجاجی طور پر بند کرنے کا فیصلہ کیا۔

مولانا باقر نے اپنے اخبار کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ بذات خود مردمیدان بن کر سیف یداللہی کے ذریعہ آزادیٔ تحریر کی بقا کے ساتھ ملک کی آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر میں اپنے اخبار کو آزادی کی بھینٹ چڑھا کر اپنے آپ جام شہادت نوش فرمایا اور "ہند کے پہلے شہید فرنگ صحافی" ہونے کی عزت حاصل کی مولانا باقر کے اجداد ہمدان جو ایران کا مشہور خطہ ہے، اس کے باشندے

تھے آپ کا سلسلۂ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسی سے ملتا ہے۔ اس خاندان کا ہر فرد اپنی قابلیت کی بنا پر آخوند اور خلیفہ کہلاتا تھا اور علمار میں مجتہد کا درجہ رکھتا تھا۔

مولانا باقر کے جد اعلیٰ اخوند محمد ابراہیم الہمدانی تھے۔ ان کے صاحبزادے آخوند محمد یوسف ہوئے اور اخوند محمد یوسف کے بیٹے اخوند محمد عاشور ایران چھوڑ کر جب کہ محمد شاہ بادشاہ کی حکومت تھی اور عہد نادری تھا کشمیر میں آکر سکونت پذیر ہوئے، جہاں اخوند محمد عاشور کے فرزند اخوند محمد اشرف ہوئے۔ اخوند محمد اشرف کے بارے میں مولانا باقر نے ولد الکشمیر و مدفن الہند لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کشمیر سے دہلی آئے اور یہیں انہوں نے رہائش اختیار کی اور فوت ہوئے۔

اخوند محمد اشرف صاحب کے بیٹے اخوند محمد اکبر تھے جو صاحب تصنیف تھے اور مولانا باقر کے والد ماجد تھے جنہوں نے دہلی میں تبلیغ و تدریس کا عرصہ تک سلسلہ جاری رکھا۔ ان کو علمی اور دینی کتب جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ انہوں نے اسلامی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا۔

خاندانی دستور کے مطابق اخوند محمد اشرف اور اخوند محمد اکبر نے اپنی شادیاں ایران میں جا کر کیں۔ مغلیہ حکومت میں ان کی علمیت کا سکہ تسلیم کر لیا گیا تھا جس کی وجہ سے ان کو وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اور یہ دونوں حضرات راس الرئیس مومنین مشہور تھے۔ یہ کتب متبرکہ کا نام زبان سے نہیں لیتے تھے ان کا اشارۃً ذکر کرتے تھے۔

اس علمی خاندان میں مولانا باقر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدار میں اپنے والد ماجد اخوند محمد اکبر سے پڑھا۔ بعد میں میاں عبدالرزاق صاحب کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔ میاں صاحب دہلی کے نامور عالم تھے۔ کابلی دروازہ میں درس دیتے تھے۔ ان سے پڑھنے کے بعد آپ ۱۸۲۵ء میں دہلی کالج میں داخل ہوئے۔ تعلیم کی

تکمیل کے بعد اسی کالج میں مدرس مقرر ہوئے۔ ان کو تعلیم و تدریس سے بے پناہ شغف تھا۔ دہلی کالج کے اساتذہ میں آٹھویں مدرس تھے۔ ان کا طرزِ تدریس اور انداز تقریر اس درجہ پسندیدہ تھا کہ دوسری جماعتوں کے طلبا اپنی کلاسیں چھوڑ کر ان کی جماعت میں شامل ہونے کے متمنی ہوتے تھے۔

معلم کی حیثیت سے ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ گورنر جنرل نے ان کی خدمات کے صلہ میں ان کو خلعت عطا کیا اور جب رئیس المدرسین مولوی رشید الدین صاحب طویل رخصت پر گئے تو کالج کے پرنسپل نے ان کی جگہ پر درس دینے کے لئے مولانا باقر صاحب کو مقرر کیا۔[۱]

یہ بات زبان زد خاص و عام تھی کہ جو طالب علم ہدایہ اور اقلیدس جیسے مضامین مولانا باقر سے ایک مرتبہ پڑھ لیتا تھا تو اسے کسی اور مدرس کے درس میں لطف نہ آتا تھا۔ دہلی کالج میں مولانا باقر ۱۸۲۸ء سے ۱۸۳۴ء تک سات سال ملازمت کی۔ ملازمت کے بعد مٹکاف کلکٹر دہلی کی کوششوں سے ان کو محکمہ کلکٹری میں ملازمت ملی۔ آپ نے مدت تک تحصیلداری کی اور پھر محکمہ کے بندوبست میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔[۲] یہ ملازمت آپ نے سولہ سال تک کی۔ ملازمت سے علیحدگی کی وجہ کم تنخواہ تھی۔ ڈیڑھ سو روپے ماہانہ سے ان کی گذر اوقات نہیں ہوتی تھی۔

ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ان کا بیشتر وقت تصنیف و تالیف، پند و نصیحت وعظ اور تبلیغ علوم دین میں صرف ہوتا تھا۔ ۱۸۳۴ء میں آپ نے ایک لیتھو پریس خریدا۔ یہ پریس دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر اسپرنگر نے دہلی کالج کی کتابیں چھاپنے کے لئے لیا تھا۔ اس وقت طلبا کی تعداد بہت کم تھی جس کی وجہ سے کتابیں مہنگی پڑتی

---

[۱] مضمون آغا محمد باقر ادبی دنیا لاہور۔ [۲] دہلی اردو اخبار ۲۸ فروری ۱۸۴۱ء

تھیں، آخر مجبور ہو کر انہوں نے یہ پریس فروخت کر دیا جس کو مولانا باقر صاحب نے خریدا، اس پریس کا نام مطبع جعفریہ اور مطبع اثنا عشری رکھا گیا تھا بعد میں دہلی اردو اخبار پریس ہو گیا جس میں ۱۸۳۶ء سے دہلی اردو اخبار چھپنے لگا۔

مولانا باقر نے مولویت یا مجتہدیت کو اپنا پیشہ نہیں بنایا بلکہ محنت مشقت سے اپنا اور اپنے خاندان کا پیٹ بھرنا بہتر سمجھا۔ چنانچہ آپ نے دہلی اردو اخبار اسی لئے جاری کیا اور اپنے پریس میں اسی وجہ سے کتابیں چھپوائیں۔ ان کو ذریعۂ معاش بنایا۔ اسی کے ساتھ آپ نے ایک نیلام گھر قائم کیا جہاں ملکی و غیر ملکی تاجر سامان تجارت لے کر آتے تھے اور قیام کرتے تھے ہفتہ میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا جس میں شہر کے رئیس اور تجارت پیشہ طبقہ آتا تھا ضرورت مند بھی فائدہ اٹھاتے تھے جو سوداگر اس نیلام گھر میں مقیم ہوتا تھا وہ مکان کا کرایہ اور فروخت شدہ مال کی قیمت میں سے مقررہ رقم نیلام گھر کے مہتمم کو دیتا تھا جس سے مولانا کو کافی آمدنی ہو جاتی تھی۔

مولانا باقر نے گزر اعتقاد خاں میں ایک بڑا قطعۂ زمین خریدا اس میں ایک امام باڑہ بنوایا جس کی تاریخ مومنؔ اور استاد ذوقؔ مرحوم نے کہی۔ استاد ذوقؔ کی تاریخ حسب ذیل تھی۔

تعزیت گاہ امام دارین۔ ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۳ء

اس امام باڑہ میں بڑی دھوم دھام سے مجالس ہوتی تھیں، مولانا کی علمیت کی دہلی میں دھوم تھی بلکہ ان کی قابلیت و لیاقت و ذہانت کا شہرہ ہندوستان بھر میں تھا، ہر ذی علم ان کی عزت کرتا تھا، بقول صاحبِ تذکرۂ بے بہا آپ اس امام باڑہ میں:

"مجالس کرتے تھے ـــــ جس میں مجمع کثیر ہوتا تھا سو سیر بریانی کا

حصہ تقسیم ہوتا تھا اور خود ہی پانچ چھ گھنٹے تک وعظ فرماتے تھے۔

آپ کا بیان جادو بھرا ہوتا تھا۔"

اسی امام باڑہ کے نزدیک ایک مسجد ہے جو مولانا باقر ہی نے تعمیر کرائی تھی جو مولوی باقر کی مسجد کہلاتی ہے۔ واقعات دارالحکومت جلد دوئم میں اس مسجد کا ذکر ہے۔

"مولوی محمد باقر کشمیری دروازہ پہنچے کی گلی۔ ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۵ء ۱۸۵۴ء یہ مسجد امامیہ لوگوں کی ہے دوہرے دالان ہیں۔ اندر کے دالان میں پانچ در ہیں اور باہر والے میں صرف تین۔ صحن مسجد میں ایک چھوٹا سا حوض ہے جسے قلتین کہتے ہیں۔ داخلی دروازے کی پیشانی پہ یہ کتبہ ہے ہوالعلی الاعلیٰ مسجد شیعیان اہل بیت طاہرین ۱۲۷۱ھ"[۱]

کون سا انسان ہے جس کی مخالفت نہ ہوئی ہو حتیٰ کہ لوگ خدا کو بھی نہیں بخشتے۔ لیکن مخالفت و دشمنی میں دونوں طبقوں کا صحیح کردار سامنے آجاتا ہے، اور واقعات والزامات کی چھان بین سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کون سچا ہے اور کون کذب بیانی سے کام لے رہا ہے۔

قاری جعفر علی کو مولانا باقر نے تعلیم دلوانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا ان کے قیام وطعام کا بندوبست کیا ملازم بھی کرایا۔ لیکن ذرا سی بات پر بگڑ کے مولانا کے جانی دشمن ہو گئے۔

نواب حامد علی خاں کی مسجد میں قاری جعفر علی صاحب صبح کے وقت قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ ان کی خواہش ہوئی کہ اس مسجد کے امام بھی بن جائیں چنانچہ انہوں نے اپنے امام بننے کی خاطر مقررہ امام کو علیحدہ کرانے کی کوشش کی جس میں

---

[۱] واقعات دارالحکومت جلد دوئم ص

ان کو کامیابی ہوگئی لیکن مولانا باقر نے ان کی اس حرکت کو پسند نہیں کیا اور نہ ہی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹایا جس کی وجہ سے قاری صاحب مولانا باقر کے مخالف بن گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد مولانا باقر کے پاس نواب حامد علی خاں شاہ اودھ کی املاک سے متعلق محضر نامہ پر مہر لگوانے کے لئے آئے مولانا اس جائداد کے بارے میں مطمئن نہیں تھے اس بنا پر انہوں نے مہر لگانے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے نواب صاحب مولانا باقر سے ناراض ہو گئے اور نواب صاحب قاری صاحب کی علی الاعلان حمایت کرنے لگے۔

قاری صاحب کو جب نواب صاحب کی بھی شہ مل گئی تو کشیدگی اور بڑھ گئی اور یہاں تک بڑھی کہ دہلی میں دو پارٹیاں باقریہ اور جعفریہ بن گئیں اور آپس میں مکالمے اور مجادلے شروع ہو گئے اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ گئی۔ چناں چہ قاری جعفر علی نے ۱۸۴۸ء میں مولانا باقر کے خلاف مقدمہ دائر کیا جس میں مولانا پر یہ الزامات لگائے۔

"مولانا باقر میرے خلاف اپنے اخبار میں لکھتے ہیں اور مولانا کے آدمی راستہ میں مجھ پر آوازہ کشی کرتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے"

مقدمہ چلا دونوں طرف سے شہادتیں ہوئیں جس کی روشنی میں عدالت نے قاری صاحب کے الزامات کو ناقابل اعتبار سمجھ کر مقدمہ خارج کر دیا۔ اس غلط اور گمراہ کن استغاثہ کے بارے میں مولانا صاحب کے حامیوں نے علماء سے فتویٰ حاصل کیا۔ اس کی تشہیر ہوئی۔ وقتی طور پر قاری صاحب نادم ہوئے تو مولانا صاحب نے ان کو معاف کر دیا۔ لیکن قاری صاحب نے مولانا باقر صاحب کی مخالفت بند نہیں کی اور ایک کتابچہ ارشاد المومنین کے نام سے شائع کیا جو ۵ رجب ۱۲۷۰ھ کو مطبع نور مغربی میں باہتمام الہ بلند سہائے چھاپا گیا۔ (۳۰) کتابچہ میں تین پمفلٹ

ہیں۔ پہلا پمفلٹ ۲۷، دوسرا ۲۰، اور تیسرا ۱۸ صفحوں کا ہے۔ ان میں حسب ذیل الزام مولانا باقر صاحب پر لگائے گئے ہیں۔

(۱) "یہ شخص باوجود نہ تحصیل کرنے کتب معقول اور منقول کے فقط قطبی تک تحصیل کر کے اور چند ورق کسی اور کتاب مثل شرح ملا وغیرہ کے پڑھ کر اپنی شہرت کے واسطے مضامین کو از راہ جہالت کے خلاف واقع بلکہ خلاف ظاہر بیان کرتا ہے۔" (پمفلٹ اول ص۳)

(۲) مسمی نثار علی شاہ کے کہ جناب امیر کو خدا جانتا ہے اور جاہلوں سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا ہے اور شراب خور اور تارکِ صوم وصلوٰۃ ہے اور چارابرو کی صفائی رکھتا ہے اور حق میں محمد باقر کے کہ اس فقیر سے اعتقاد رکھتا ہے اور اسے مولا کہتا ہے اور اپنا بزرگ جانتا ہے اور جو کلمات کہ اس کی زبان سے نکلتے ہیں ان کو حق جانتا ہے اگرچہ خلاف شرع ہوں۔ اور بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ مولانا یعنی فقیر مذکور جس شخص کو چاہتا ہے جناب امیرؑ کو دکھلا دیتا ہے اور صاحب الزماں سے ملاقات کرلیتا ہے۔" (پمفلٹ اول ص۱۱)

(۳) (مولانا باقر) کہتا ہے کہ میرے نزدیک تبرا کرنا خلفائے ثلثہ پر قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں اس واسطے میں تبرّیٰ کو منع کرتا ہوں اس وجہ سے شہر کے شیعہ میرے دشمن ہو گئے ہیں اور کہیں تبرا کرتا ہے اور کہیں دست بستہ بے خوف نماز جنازہ سنی مذہب کی پڑھتا ہے اور کہیں ہات کھول شیعہ کے جنازہ کی نماز پڑھوا دیتا ہے۔" (پمفلٹ دویم ص۷)

(۴) یہ محمد باقر لامذہب کہ تمام عمر جس کی علانیہ ہزاروں فسق وفجور میں

اور رشوت ستانی کہ جس علت سے آپ تو موقوف ہوا لیکن اکثر مردم علمہ کچہری کو بھی موقوف کرا دیا اور غضب اموال اور مکرو دغا اور جھوٹی نالشیں کروانے میں کٹ گئی جیسا کہ مشہور و معروف ہے کہ ایک پتھر چھاپہ خانہ کا مسمی ریاض کے گھر میں آپ رکھوا کر بعلت دزدی اسی پتھر کے سات برس کی قید کرائی کہ وہ بیچارہ مسافر قید ہی میں مرگیا اور ملا رحمت اللہ شاگرد رشید مولوی رشید الدین خان پر کہتری کے لڑکے کو بہکا کر فعل شنیع کی نالش کرائی اور وہ اسی سبب سے مدرسہ سے خارج ہوا۔"

(پمفلٹ سویم ص۳۳)

انسان مخالفت میں اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ اگر اس کا مخالف کوئی نیک کام بھی کرتا ہے مسجد یا مندر بنواتا ہے یا کنواں کھدواتا ہے تو اس میں عیب نکالتا ہے اور اس مسجد و مندر کو بھی خلاف شرع اور خلاف دھرم ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ مولانا باقر صاحب نے جو امام باڑہ بنوایا تھا اس میں یہ عیب نکالا گیا ہے کہ یہ مکان میر شفاعت کا تھا جس کو انہوں نے میر کاظم کے پاس بطور امانت رکھ دیا تھا۔ جب میر کاظم کا انتقال ہو گیا تو ان کی صاحبزادی میر جان کو دھوکہ دیکر مولانا باقر نے نو سو روپے میں یہ مکان خرید لیا اور اس پر امام باڑہ تعمیر کر لیا۔

اس وضاحت کے بعد امام باڑہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

" ابو سفیان کے بیٹے یزید کے باپ معویہ نے مسجد خلاف حکم خدا بنائی تھی اس وقت جناب امیر مومنین امام متقین نے اس کو لکھا کہ حاصل اس کا یہ ہے کہ تیرا حال مسجد کے بنانے میں مثل اس عورت کے ہے کہ جو اپنی شرمگاہ سے مال کسب کر کے راہ خدا میں خرچ کرے۔۔

اسی طرح ان صاحب کا غصب کرنا مال میر جان کا اور مکان زمین غصبی میں بنا کر اس کا نام امام باڑہ رکھنا اور پھر اس پر مانند معاویہ کے امیدوار ثواب ہونا نزدیک جناب غالب کل غالب علی ابن طالب علیہ السلام کے مانند اس صدقہ کے ہو گا جیسے عورت فاحشہ بدشعار نے خاص اپنی پیشاب گاہ کے خرچے سے راہ الہٰی میں خرچ کیا۔"

ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں تھی محض دشمنی کی وجہ سے یہ گند اچھالی گئی تھی جس کی تردید مولانا صاحب کے حامیوں اور معتقدوں نے دھڑلے سے کی اور اصل واقعات لکھ کر علماء سے فتویٰ منگایا گیا جس کی پوری تفصیل فوائد دینیہ میں شائع ہوئی اور جب اس کی تشہیر ہوئی اور اصل واقعات سے لوگ آگاہ ہوئے اور جو قاری صاحب کے فریبی پھندوں میں پھنسے ہوئے تھے ان کو اصلیت کا پتہ لگا تو انہوں نے مولانا صاحب کی خدمت میں آکر معافی مانگی۔ یہ قضیہ ۱۸۴۸ء میں شروع ہوا اور ۱۸۵۴ء میں اختتام پذیر ہوا۔

اس قضیے میں مولانا باقر کے خلاف اور ان کی حمایت میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور مقدمہ میں مولانا باقر اور دوسرے گواہوں نے جو بیانات عدالت میں دیئے ان سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا باقر محتاط و معتدل طبیعت کے انسان تھے اختلافی معاملات میں دل شکن روش اختیار نہیں کرتے تھے۔ مولانا باقر شیعہ تھے لیکن سنی علماء بھی ان کی عزت کرتے تھے اور ان کو بھی ان پر اعتماد تھا۔ چنانچہ جب مولانا باقر کے خلاف قاری جعفر صاحب نے مقدمہ چلایا تو مولانا باقر نے اپنے بیان میں لکھا تھا۔

"رؤسا شہر مثل مفتی صدر الدین، مفتی عطاء اللہ خاں اور حکیم احسن اللہ خاں سے میرا نیک چلن اور مدعی کی زیادتی بذریعہ خط دریافت فرمالیں۔"

استاد ذوق بہادر شاہ ظفر کے نام کے استاد نہیں تھے بلکہ بہادر شاہ ظفر کو اپنے استاد سے بے پناہ محبت تھی۔ اسی طرح مولانا باقر کے استاد ذوق سے بڑے گہرے مراسم و تعلقات تھے ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے استاد ذوق کے ساتھ مولانا باقر کی لال قلعہ میں آمد و رفت تھی اور مولانا باقر بہادر شاہ ظفر سے اسی طرح محبت کرتے تھے جس طرح استاد ذوق کو بہادر شاہ ظفر سے انس تھا۔

دہلی میں ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو جنگ آزادی شروع ہوئی تو پہلے کھیپ میں مولانا باقر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دہلی اردو اخبار ہی کو نہیں بلکہ خود کو بھی اس جنگ کے لئے وقف کر دیا تھا۔

چنانچہ انگریزوں کے مخبر جیون لال نے اپنے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کے روزنامچہ میں مولانا باقر کی بہادر شاہ سے قربت دکھائی ہے، وہ کہتا ہے:

"آج کے دن بادشاہ نے مولوی محمد باقر اور مولوی عبدالقادر کو باریاب ہونے کی عزت بخشی کیونکہ انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو نہایت ذہانت اور بہادری سے سرانجام دیا تھا۔ موخر الذکر نے اطلاع دی کہ میں ایسے انتظام کرآیا ہوں جن کی وجہ سے باغی خود بخود شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ بادشاہ نے مولوی باقر کو خلعت عنایت کیا اور مولوی عبدالقادر کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شاہی ہودہ میں بٹھا کر ان کے گھر روانہ کیا۔" (۱۱۱)

پہلے روز کے بعد ہی دوسرے روز سے مولانا باقر نے جنگ آزادی میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اس کا ذکر بھی جیون لال نے ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کے روزنامچہ میں کیا ہے۔

"ایک سپاہی نے آ کر بیان کیا کہ کئی لاکھ کا خزانہ پیدل فوج کی ایک پلٹن اور چند سواروں کی زیر حفاظت گڑگاؤں سے دہلی آرہا ہے اور یہ کہ میواتیوں کی ایک جماعت نے حملہ کر دیا ہے اور میں امداد کے لئے بھاگ آیا ہوں۔ مولوی باقر نے پیدل فوج کی دو پلٹنوں اور سواروں کے ایک دستہ کو حکم دیا کہ جا کر خزانہ کی حفاظت کریں۔"
(غدر کی صبح وشام ص۱۱۲)

معلوم دیتا ہے کہ غدر کی صبح وشام کے مترجم نے ترجمہ کرنے میں غلطی کی ہے جس سے واقعہ کی نوعیت بدل گئی۔ اس لئے کہ واقعہ یہ ہے کہ بہادر شاہ ظفر نے مولانا باقر کو خزانہ لانے کا حکم دیا تھا، نہ کہ مولانا باقر نے فوجیوں کو حکم دیا تھا۔ چنانچہ رسالہ بغاوت ہند آگرہ مورخہ جولائی ۱۸۵۹ء میں اس واقعہ کو اسی طرح لکھا ہے اور اس رسالہ میں اس کی بھی وضاحت ہوگئی ہے کہ مولوی باقر کوئی دوسرے باقر نہیں ہیں چھاپہ خانہ والے ہی باقر ہیں جنہوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر کا ساتھ دیا تھا۔ بہادر شاہ ظفر کو نذرانے گذارے جارہے ہیں کہ

"اتنے میں ایک سوار آیا اور خبر کی کہ چند لاکھ روپیہ بابت مال گذاری گوڑ کا نوہ بحراست ایک کمپنی پیادگان اور چند سوار دہلی کو آتا تھا راستے میں تین سو میواتیوں نے حملہ کیا اور لڑائی ہو رہی ہے۔ یہ سن کر مولوی باقر چھاپہ خانہ والے کو حکم ہوا کہ فوراً دو کمپنیاں سپاہی اور ایک توپ سواران لے کے جاوے اور خزانہ کو محفوظ لے آوے۔" (۴۶)

روزنامچہ جیون لال میں تیسری مرتبہ ۴ جون ۱۸۵۷ء کے روزنامچہ میں

مولانا کا ذکر ملتا ہے۔ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کے واقعہ کو غلطی سے دہرایا گیا ہے یا اسی قسم کا واقعہ دوسری مرتبہ بھی ہو سکتا ہے جس کے لئے مولانا باقر کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

"ایک سوار نے خبر دی کہ جو پلٹن گورگانویں سے خزانہ لا رہی تھی اس پر میواتیوں نے حملہ کیا۔ مولوی باقر کے نام فوراً حکم جاری کئے گئے کہ پیدل فوج کی دو پلٹنوں اور سواروں کے ایک دستہ کو ساتھ لیجاکر خزانہ کی حفاظت کرو۔" (۱۳۱)

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب اپنی تالیف تاریخ عروج سلطنت انگلیشیہ ہند میں اتنا ہی نہیں لکھتے کہ ان کو خزانہ کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا تھا بلکہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ خزانہ بحفاظت لے آئے۔

"بادشاہ کے پاس مخبر خبر لائے کہ گورگانوہ سے تلنگوں کی کمپنی کئی لاکھ روپیہ کا سرکاری خزانہ لے کر چلی تھی کہ راستہ میں میواتیوں سے مٹ بھیڑ ہوئی اور لڑائی ٹھنی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مولوی باقر دو کمپنیاں پیدلوں اور ایک تراب سواروں کا لے جاکر خزانہ لے آئے چنانچہ خزانہ آگیا۔" (۶۶۹)

مولانا باقر میدان جنگ میں دشمنوں کے دانت کھٹے کرنے کے ساتھ باغیانہ مضمون اپنے اخبار میں چھپواتے تھے۔ چنانچہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو دہلی میں مجاہدین نے انگریزی حکومت کا خاتمہ کرنے والا جو تاریخی کارنامہ انجام دیا تھا اس کی جو رپورٹ ۱۷ مئی ۱۸۵۷ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوئی تھی وہ مولانا باقر کی مرتب کردہ تھی اور باہمت بنانے والی جو نصیحتیں دہلی اردو اخبار میں دوران جنگ چھپتی تھیں وہ بھی مولانا باقر کی لکھی ہوتی تھیں

اور خاص طور پر وہ اشتہار جو انگریزوں اور اس کے حامیوں نے دہلی کی جامع مسجد کی دیوار اور دیہاتوں کے تھانوں میں مجاہدین کے خلاف جہاد کو غیر شرعی ثابت کرنے کے لئے چسپاں کیا تھا جس کی نقل اور اس کا تفصیلی جواب ۵ جولائی ۱۸۵۷ء کے دہلی اردو اخبار میں شائع ہوا تھا وہ بھی مولانا باقر کے زور قلم کا نتیجہ تھا جس کو بعد میں رسالہ کی شکل میں چھپوایا گیا تھا اور اس کا نام اور پریس لائن یہ تھی۔

"رسالہ ہادی العباد فی جواز الجہاد الی یوم آتا متضمن جواب باصواب ورد اشتہار مکاران جعل ساز عدو مبین دین خاتم النبین نوکریدہ خامہ جناب اتسا ذی محمدؐ ابن محمدؐ در ۱۲۷۳ھ مطبع دہلی اردو اخبار ملقب بہ خطاب اخبار الظفر حسن اہتمام سید عبداللہ"

مولانا محمد باقر نے اپنا ادبی نام محمدؐ ابن محمدؐ رکھا ہوا تھا۔ اسی نام سے رسالے اور کتابیں شائع کرتے تھے۔

دہلی اردو اخبار کا وہ شمارہ جس میں یہ اشتہار اور اس کا جواب شائع ہوا تھا وہ آغا محمد باقر صاحب کی نظر سے نہیں گذرا۔ اگر گذر جاتا تو اپنے مضمون بعنوان مولوی محمد باقر مطبوعہ ادبی دنیا لاہور میں اس رسالہ کو اس فتوے سے متعلق یا منسوب نہ کرتے جس پر علماء دہلی کے دستخط ہیں۔

انگریزی حکومت یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ دہلی اردو اخبار نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی عوام کو بغاوت کے لئے آمادہ کیا اور خود مولانا نے بھی عملی طور پر اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔ ان کے خلاف قتل ٹیلر کا بھی الزام تھا۔ یہ الزام مولانا پر کیوں لگایا اس کا پس منظر یہ ہے۔

جس طرح آگرہ کالج سے آگرہ کے عوام نفرت کرتے تھے اور اس کو مشنریوں کا گڑھ سمجھتے تھے اسی طرح دہلی کے عوام دہلی کالج کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اور اس کو عیسائی مشنریوں کی تبلیغ کا اور ہندوستانی عوام کو عیسائیت کے پھندوں اور جالوں میں پھنسانے کا ایک مرکز سمجھتے تھے جس کی تائید ڈپٹی نذیر احمد صاحب کرتے ہیں جنہوں نے دہلی کالج میں تعلیم پائی تھی۔ اپنے ایک خطبہ میں سائنس کا ذکر کرتے ہوئے عیسائیت کے پروپیگنڈہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سائنس کی صدائیں کالج کے در و دیوار میں بڑی گونج رہی تھیں۔ بلکہ ایک وقت ایسا آیا کہ گونجتے گونجتے ڈھول بجنے لگے یعنی سائنس کے پروفیسر جناب ماسٹر رام چندر صاحب جو ذات کے کایستھ تھے اور جنہوں نے کتاب میکسیما اینڈ منما تصنیف کر کے تمام یورپ میں اپنی ریاضی دانی کا سکہ بٹھا دیا تھا اصطباغ لینے پر آمادہ ہوئے۔ وہ علمی سوسائٹی میں بڑے نامی نامور آدمی تھے اور انہوں نے ڈنکے کی چوٹ عیسائی ہونا چاہا تو تمام شہر میں ڈھنڈورا سا پٹ گیا اور جا بجا مباحثے کی مجلسیں گرم ہوگئیں۔ عربی جماعتوں کے مولویوں اور طالب علموں کے ساتھ بھی آئے دن جھوڑ ہوتی رہتی تھی لیکن میں دیکھتا تھا کہ مولوی جب تو نہیں ہوتے تھے کچھ نہ کچھ کہے ہی جاتے تھے مگر وہ کہا سمجھنے والے کے نزدیک لاجواب ہونے کے برابر تھا اس لئے کہ یہ لوگ عیسائی مذہب کے کونے کھدرے سے محض ناواقف تھے ان کو خبر ہی نہ تھی کہ عیسائیوں میں کہاں کہاں پانی مرتا ہے ورنہ نرا معارضہ بالمثل ماسٹر صاحب کو بند کرنے کے لئے بس کرتا تھا۔ غرض بات کہوں صاف سائنس کے زہر نے باوجودیکہ میں نے اس کو ذرا کی ذرا چکھا ہی تھا میرے ایمان کو ڈانواڈول کر دیا تھا۔"[1]

---

[1] لیکچروں کا مجموعہ جلد دویم صد ۴۲۳۔

اسی نفرت کی وجہ سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں دہلی میں مجاہدین نے پہلے روز ۱۱ فروری کو دہلی کالج پر حملہ کیا اور تمام اسباب میز کرسیاں تصویریں، صدہا اور ہزاروں روپے کے آلات و دوائیاں اور ہزاروں روپے کا کتب خانہ جس میں انگریزی فارسی کی کتابیں اور نقشے تھے ان کو لوٹا۔ یہاں تک کہ شطرنج وغیرہ اور دروازوں کی چوکھٹ تک نکال کے لے گئے۔" [1]

دہلی کے مشنریوں کے سرغنہ دہلی کالج کے پرنسپل ٹیلر تھے جو اپنے اثرات و اخلاق سے ہندوستانیوں کو عیسائی مذہب کی طرف راغب کرتے تھے، دہلی والے ان کی اس حرکت سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ منشی ذکاء اللہ نے "تاریخ عروج سلطنت انگلیشیہ ہند" میں ٹیلر صاحب کی اس حرکت کو طنزیہ انداز میں تسلیم کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"(ٹیلر) نیک سرشت میں یہ خوبی تھی کہ اس کے شاگردوں میں سے شاید ایک دو ہی صدری بھی بدکردار نہ ہوں گے۔ ان کے شاگردوں کو بھی استاد سے ایسی محبت تھی جیسے کہ باپ سے بلکہ بعض تو باپ سے بھی زیادہ کہ ان کا مذہب اپنے باپ کے مذہب کو چھوڑ کر اختیار کر لیا۔"

ٹیلر کے اور مشنریوں کے اس طریقے کے خلاف مولانا باقر بھی تھے۔ وہ اپنے اخبار میں مشنریوں کے خلاف لکھتے رہتے تھے جسے ٹیلر صاحب مشنریوں کے کاموں کے لئے سم قاتل سمجھتے تھے، اور چاہتے تھے کہ مولانا ایسے مضامین اپنے اخبار میں لکھنا اور مشنریوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا بند کر دیں۔ مولانا وضع کے پابند، اصول پرست اور خود دار انسان تھے وہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ وہ اپنے خیالات کو دبائیں اور ان کو ظاہر نہ کریں۔ ٹیلر کو مولانا کا یہ طریقہ ناگوار گذرا اور وہ ان کے دشمن بن

---

[1] دہلی اردو اخبار دہلی، ۱ مئی ۱۸۵۷ء

گئے۔ جب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء دہلی میں شروع ہوئی تو ٹیلر مولانا کے گھر پہنچادیئے گئے۔ مولانا کے گھر پر مجاہدین نے یلغار کی۔ مولانا نے اس یلغار اور ٹیلر کے دشمنِ انسانیت ہونے کی وجہ سے ان کو اپنے گھر سے نکال دیا جس کے بعد مجاہدین نے ان کو بری طرح قتل کیا۔ ٹیلر کا قتل اور مولانا باقر کی ٹیلر سے مخالفت کا ذکر بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب مرحوم نے اپنی تصنیف مرحوم دہلی کالج میں کیا ہے۔

"مسٹر ٹیلر اور مسٹر اسٹیر جان بچا کر بھاگے اور میگزین سے صحیح سلامت باہر نکل آئے لیکن ہوش و حواس باختہ حیران تھے کہ کہاں جائیں ہر سمت موت کھڑی نظر آتی تھی۔ ... بہزار وقت ٹیلر صاحب کالج کے احاطے میں آئے اور اپنے بڈھے خانساماں کی کوٹھری میں گھس گئے اس نے انہیں محمد باقر مولوی محمد حسین آزاد کے والد کے گھر پہنچا دیا۔ مولوی محمد باقر سے ان کی بڑی گاڑھی چھنتی تھی۔ انہوں نے ایک رات تو ٹیلر صاحب کو اپنے امام باڑہ کے تہہ خانہ میں رکھا لیکن دوسرے روز جب ان کے امام باڑے میں چھپنے کی خبر محلہ میں عام ہوگئی تو مولوی صاحب نے ٹیلر صاحب کو ہندوستانی لباس پہنا کر چلتا کیا۔ مگر ان کا بڑا افسوس ناک حشر ہوا۔ غریب بیرام خاں کی کھڑکی کے قریب جب اس ہیئت دھج سے پہنچے تو لوگوں نے پہچان لیا اور اتنے لٹھ برسائے کہ بیچارے نے وہیں دم دے دیا۔" (۶۱)

منشی ذکاء اللہ صاحب نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

"ٹیلر صاحب میگزین سے نکل کر اول اپنے کالج کے احاطے میں آئے اور اپنے بوڑھے خانساماں کی کوٹھری میں گئے۔ اس نے ان کو مولوی محمد باقر کے گھر پہنچا دیا جو ان کے بڑے قدیمی دوست تھے۔ مولوی صاحب نے

اپنے امام باڑہ کے تہہ خانہ میں ایک رات ان کو رکھا مگر محلہ میں یہ مشہور ہو گیا کہ ٹیلر صاحب کو مولوی صاحب نے چھپایا ہے اس لئے مولوی صاحب ان کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکے۔ ہندوستانی صورت ان کی بنا کے گھر سے باہر کیا وہ بیرام خاں کی کھڑکی سے باہر نکلے کہ اہلوں کی ڈونڈی پر اہل شہر نے پہچان کر لاٹھیوں کے مارے ان کا کچلا نکال دیا۔" [1]

ٹیلر کے قتل کی خبر دہلی اردو اخبار مورخہ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء میں بھی چھپی ہے جس انداز سے یہ خبر لکھی گئی ہے کیا اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ مولانا محمد باقر ٹیلر صاحب کے دوست تھے۔ خبر پڑھ لیجئے۔

"سنا گیا کہ ٹیلر صاحب پرنسپل مدرسہ بھی یہیں بند تھے اس دن تک کچھ آب و دانہ باقی تھا اور کوئی دن دنیا کی ہوا کھانی تھی کہ دوسرے روز یوم سہ شنبہ قریب دوپہر اسی تھانے کے علاقے میں مارے گئے۔ یہ شخص مذہب عیسوی میں نہایت متعصب تھا اور اکثر ناواقف لوگوں کو اغوا کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر چمن لال کا خون اسی کی گردن پر رہا۔ عجب شان ایزدی ہے کہ یہ شخص نہایت مالدار تھا قریب دو لاکھ روپیہ اس کا بنک کلکتہ و دہلی میں جمع تھا اور چند بنگلہ وغیرہ کرایہ کثیر کے چھاؤنی میں تھے اور یہ روپیہ بھی اسی قدر سعی و کوشش سے جمع کیا تھا کہ صرف ڈیڑھ آنہ یا چار پیسے روزانہ اپنی ذات کے صرف طعام میں لاتے تھے اور باقی سب داخل بنک۔ دن رات میں جو وقت فرصت ہوتا تھا اسے حساب کتاب زر بنک میں صرف کرتے

---

[1] تاریخ عروج سلطنت انگلیشیہ ہند ص۷۲۴۔

تھے کپڑے بھی ضرورتاً قابل جلسہ اہل جلسہ کے پہنتے تھے لیکن قابل عبرت ہے حال دنیائے دوں کا کہ باوجود اس زر کثیر کے دن بھر لاشہ برہنہ خاک و خون میں غلطاں پڑا رہا۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ اس وقت فقیری لباس تھا اور منہ میں خاک ملی ہوئی تھی۔"

۱۱ ر مئی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے کشمیری دروازے پر حملہ کیا جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی تو انگریزوں نے ہندوستانیوں کو گرفتار کرنا گولیاں مارنا شروع کر دیں۔ مولانا باقر صاحب ۱۴ ر اور ۱۶ ر ستمبر کے درمیان کسی دن گرفتار ہوئے۔

ایک روایت ہے کہ جب ان کو حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو ٹیلر کے دیئے ہوئے کاغذات ان کے پاس تھے انہوں نے وہ حاکم کے سامنے رکھ دیئے۔ کاغذات دیکھ کر وہ غضب ناک ہو گیا اور پوچھا ٹیلر کہاں ہے۔ مولانا صاحب نے جواب دیا جب تک وہ میرے پاس رہے زندہ رہے جب میرے مکان سے نکل کر بھاگے لوگوں نے انہیں مار ڈالا۔ یہ بیان سن کر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ طیش میں آکر حکم دیا موت کی سزا اور ساری جائیداد ضبط۔ اس کی میز پر طمنچہ بھرا ہوا پڑا تھا اسی وقت اس نے گولی مار کر شہید کر دیا، اور مولانا صاحب کی لاش خاک و خون میں تڑپنے لگی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں ان لوگوں میں دھکیل دیا گیا جنہیں گولی مارنے کا حکم ہوا تھا۔

دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے[۱] کہ جب مولانا باقر کے مکان میں ٹیلر پہنچے اور بلوائیوں نے شور و غل کیا تو ٹیلر صاحب باہر نکل آئے اور ایک لاکھ چھ ہزار کے نوٹ مولوی صاحب کو دیدیئے اور ان نوٹوں پر اپنے دستخط بھی کر دیئے اور یہ لکھ دیا کہ یہ رقم میں نے بطیب خاطر مولوی صاحب کو نذر کی ہے۔ یہ سب کچھ

---

۱ محمد حسین آزاد مؤلفہ جہاں آرا بیگم ص ۱۰۱۔

ہوا مسٹر ٹیلر جوں ہی باہر نکلے ان کو قتل کر دیا گیا۔ جب غدر کی فتنہ انگیزی ختم ہو گئی تو مولوی صاحب نے اپنی دیانت داری کا ثبوت دیا اور وہ تحریر اور دستخط شدہ نوٹ ہڈسن صاحب کے پاس لے گئے ان کی زبان سے تمام واقعات بھی نکلنے نہ پائے تھے کہ فوراً ہڈسن نے سوال کیا ٹیلر کہاں ہے۔ اس کا صاف و سچا جواب ملنے پر چراغ پا ہو گیا اور فوراً حکم دیا کہ گولی مار دو۔ حکم کی دیر تھی کہ مولانا باقر کی لاش وہیں تڑپنے لگی اور جان بحق ہو گئے۔

بہر حال کسی بھی صورت میں مولانا کو جام شہادت پینا پڑا، انہوں نے پیار گویا حق گوئی اور نصرانیت کی بیخ کنی اور بادشاہ کی حمایت کرنے کا بدلہ وانتقام قتل ٹیلر کے نام پر ۱۶ ستمبر ۱۸۵۷ء یعنی ۲۶ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو لیا گیا۔ اسی دن مولانا شہید ہوئے۔

آغا محمد باقر صاحب تحریر کرتے ہیں۔

خاندانی روایت یہ ہے کہ مولانا آزاد سردار سکندر سنگھ کے پاس کشمیری دروازہ چلے آئے اور سردار بہادر سے بصد منت سماجت التجا کی کہ میں اپنے شفیق باپ کی آخری بار زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ سردار بہادر نے جواب دیا حالات بہت خطرناک ہیں آپ کا دہلی میں ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں لیکن آزاد نہ مانے۔ آخر سردار صاحب راضی ہو گئے قرار پایا کہ آزاد ان کے ساتھ سائیس کا لباس پہن کر چلیں وہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور آزاد سائیس کے لباس میں ان کے پیچھے بھاگے۔ دہلی دروازے کے باہر میدان میں ایک ہجوم نظر آیا جو دن کی دھوپ سے نڈھال تھا فوجی پہرے میں وہ اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے تھے۔ اسی ہجوم میں ایک طرف ایک مرد خدا نہایت خشوع وخضوع سے اپنے پروردگار کی عبادت میں محو تھا۔ وہ آزاد کے شفیق باپ مولوی محمد باقر تھے، آزاد گھوڑے کی باگ تھامے فاصلے پر کھڑے تھے اور منتظر تھے کہ کب آنکھیں چار ہوں۔ مولوی صاحب نے نماز ختم کر کے نظر اٹھائی تو سامنے اپنے پیارے بیٹے کو پایا۔ چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا ہوئے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے

ادھر یہی حالت بیٹے پر گذری انہوں نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ساتھ ہی اشارہ کیا کہ بس آخری ملاقات ہو چکی اب رخصت، سردار صاحب نے اپنا گھوڑا موڑ لیا اور واپس چلے آئے۔

مولانا باقر صاحب کی شہادت پر جناب محمد اسماعیل صاحب منیرؔ شکوہ آبادی نے حسب ذیل قطعہ کہا تھا۔[۵۱]

جناب فاضل کامل محمد باقر سپہر علم و فضیلت کے اختر تاباں
شہیر عالم دہلوی مولد بزرگ اصل میں ان کے تھے ساکن ہمداں
حدیث و فقہ و کلام و مناظرہ میں وحید مصنفات سے ان کی ہے مثل شمس عیاں
خلیق و ناصر آل رسول و تعزیہ دار فدائے نام نبی عاشق شہ مرداں
حلیم و قابل و محتاط و مجمع حسنات جہان دانش و فضل و مروت احساں
خدا کی راہ میں مقتول ہو کے آخر کار گئے جہاں سے وہ سوئے روضۂ رضواں

لکھی منیرؔ نے یہ ان کی مرگ کی تاریخ
شہید و متقی و عالم، علوم نہاں
۱۲۷۴ھ

مولانا باقر صاحب تصنیف تھے ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔[۵۲]

(۱) ہادی التواریخ، اس میں تاریخ اسلام کے واقعات و حادثات تاریخ وار درج ہیں اور ان کی صحت اور عدم صحت پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ نہایت مفید اور پر از معلومات کتاب ہے۔ لکھنؤ سے یہ کتاب کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

(۲) سیف صارم المعروف بہ شمشیر تیز (مناظرہ) (۳) ہادی المخارج (قرأت)

---

۵۱ نظم منیر (دیوان سویم) ص۴۹۲۔ ۵۲ مضمون آغا محمد باقر، ادبی دنیا لاہور۔

(۴) ہادی الایمان (۵) مفید العلوم (دینیات) مولانا آزاد نے لکھا ہے یہ مولوی صاحب کی تصنیف ہے لیکن ان کے ایک شاگرد مولوی برکت علی کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ (۶) رسالہ نکاح، فارسی میں تھی جس کا ترجمہ مولانا آزاد نے اردو میں کیا تھا (۷) رسالہ قرات (۸) کتاب التقلیب (۹) سفینۂ نجات (۱۰) کتاب حدوث مذاہب (۱۱) رسالۂ بید قدر (۱۲) تفسیر انما ولیکم (۱۳) تفسیر آیۂ ولایت (۱۴) اعتقادات حسنہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب فارسی میں تھی مولانا آزاد نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور وہ حسین ابن محمد کے نام سے ۱۲۶۴ھ میں مطبع جعفریہ میں شائع ہوئی۔ اس رسالہ کا تاریخی نام بنائے دین و محافظ ایمان تھا (۱۵) آیۂ تطہیر۔

مولانا باقر صاحب کا شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ اس میدان میں وہ استاد ذوق کے دوش بدوش رہتے تھے فارسی اور اردو زبانوں میں شعر کہتے تھے مشکل سے مشکل زمین میں وہ بے تکلف شعر کہہ جاتے تھے۔ انہیں شاعری سے ہمیشہ دلچسپی رہی استاد ذوق کا کلام ان ہی کے پاس رہتا تھا، اور ذوق سوائے مولانا کے کسی کو اپنا کلام دیتے نہیں تھے اور مولوی صاحب کو اپنے ساتھ لئے بغیر استاد ذوق بھی مشاعرہ میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ سید الشہدا امام حسین کی شان میں عشرہ محرم میں مولانا باقر سلام کہا کرتے تھے جن میں سے ایک سلام نقل کیا جاتا ہے۔؎

اے سلامی صبر سبط مصطفیٰ پر ختم ہے
ظلم و کیں مجرائی شمرِ بے حیا پر ختم ہے
کیوں نہ ہو کحل البصر خاک شفا کونین کی
روشنی چشم بھی اس طوطیا پر ختم ہے
دے کے سر نانا کی امت کو چھڑایا نار سے
رحم اسے کہتے کہ اس نور خدا پر ختم ہے

سر سناں پر بھی سنا قرآن ہی پڑھتا رہا
یادِ حق باللہ شہِ معجز نما پر ختم ہے

سر سناں پر، پر سر ٹو مو نہ قبلہ سے پھرا
قبلہ رو رہنا شہِ قبلہ نما پر ختم ہے

جان ختم المرسلیں کے پاؤں پر سر دمِ اخیر
خاتمہ بالخیر حرِ با وفا پر ختم ہے

زیرِ خنجر دیکھ شہ کو بولے سب جن و ملک
صبر و تسلیم و رضا، آلِ عبا پر ختم ہے

جان گیا مخلوقِ ارضی کی جو جانے ان کا فضل
ان کا علم و فضل، خلاقِ سما پر ختم ہے

کیا کہے باقر اب آگے وصف آلِ مصطفیٰ
وصف ان کا خاص ذات کبریا پر ختم ہے

سید الاخبار

دہلی سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۳۷ء کو رونق افروز ہوا اس کے مالک سید محمد خاں صاحب مہتمم سید عبد الغفور صاحب تھے، ماہانہ چندہ دو روپے تھا، مطبع سید الاخبار میں چھپتا تھا۔

اس اخبار کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جب اس اخبار کے جاری کرنے کا خیال سید محمد خاں صاحب کو پیدا ہوا، چونکہ سید محمد خاں صاحب کو اپنے چھوٹے بھائی سید احمد خاں صاحب سے انتہائی محبت تھی جن کو ان کے رشتہ دار سید کہا کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس اخبار کا نام ان کی عرفیت کی مناسبت سے سید الاخبار رکھا۔ یہ اخبار اس وقت وجود میں آیا جب سر سید مرحوم کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی۔ سر سید کے ابتدائی مضامین غالباً اسی اخبار میں شائع ہونے شروع

ہوئے تھے۔ آثار الصنادید کا پہلا ایڈیشن بھی مطبع سید الاخبار میں چھپا تھا۔
علامہ برجموہن دتاتریہ کیفی اس اخبار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کھوج میں لگ جاتے ہیں کہ یہ اخبار کب تک جاری رہا۔ وہ پرانے اخباروں کی ورق گردانی میں لگنے کے بعد یہ ثبوت نکالتے ہیں۔

"۴ اگست ۱۸۴۳ء کے اخبار سے پایا جاتا ہے کہ کم از کم اس تاریخ تک یہ اخبار زندہ تھا اس کی اشاعت مذکور میں ایک خط ابوالقاسم کی طرف سے شائع ہوا ہے جو انہوں نے سراج الاخبار کے ایڈیٹر سید اولاد علی کو بھیجا تھا۔"

"بندہ گنہگار ابوالقاسم کا التماس سید اولاد کی خدمت میں یہ ہے کہ میر سید محمد خاں بہادر جو مطبع سید الاخبار کے مالک اور بزرگ اور بزرگ زادہ ہیں آپ کی تحریر دیکھ کر غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں نہیں جانتا کہ عبدالغفور نے کس اخبار میں خدام مہتمم گیتی نما کی شان میں بے ادبی سے لکھا ہے۔ یہ اسی سے دریافت کیا جائے اور اگر اخبار کے لکھنے پر ایسا گمان کیا جاتا ہے تو اس میں عبدالغفور کا قصور نہیں ہے کیونکہ سید الاخبار کا طرز ایسا نہیں ہے۔"

اگر محترم المقام کیفی صاحب کو مولانا حالی کی تالیف حیات جاوید کا خیال آجاتا کہ اس کتاب میں بھی اس اخبار کا ذکر ہوگا تو علامہ کیفی کو اس جستجو و تحقیق کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی اور ان کو مزید معلومات فراہم ہو جاتی۔ مولانا حالی لکھتے ہیں۔

"اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی سید محمد کا انتقال عین عالم شباب میں ہوا۔ جب کہ ان کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ اس کے بعد سرسید نے

اس اخبار کا انتظام ایک اور شخص کے سپرد کر دیا تھا لیکن زیادہ تر سر سید خود اس میں مضامین لکھا کرتے تھے۔"

مسٹر لارنس نے ۱۸۴۴ء میں اس اخبار کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی تھی۔

"سید الاخبار کی خبریں گھٹیا درجے کی اور مبالغہ آمیز ہوتی ہیں اور اس کا لب و لہجہ متعصبانہ اور مناظرانہ ہوتا ہے۔"

یہ رائے غالباً درست نہیں ہے جس میں ضرور تعصب کا رنگ جھلکتا ہے۔

سید محمد صاحب چونکہ سرکاری ملازم تھے اس لیے اس اخبار کے اہتمام کی ذمہ داری سید عبدالغفور صاحب کو انہوں نے سونپ دی تھی۔ عبدالغفور صاحب قانون داں تھے اس لیے اخبار میں قانونی مضامین نمایاں طور پر شائع کرتے تھے اور اس اخبار کا ایک ضمیمہ قانونی مسائل کو سمجھانے اور سٹہ کرنے کے لیے خاص طور پر شائع کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ اخبار وکیلوں میں پسند کیا جاتا تھا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل کے اخبارات میں سید الاخبار سے مرزا غالب کا خصوصی تعلق تھا۔ مرزا غالب سے سر سید کے دیرینہ تعلقات تھے اس لیے ان کے بھائی سید محمد کے اخبار سے ان کا قریبی تعلق کیوں نہ ہوتا۔ مرزا غالب میجر جان کوب کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"می دانم و دل کہ چہ شگرف بخشائیش است آنکہ دربارۂ سید الاخبار دانہ نگارش دادہ اندے دیگر برمن نہادہ اند۔ ہماں ہما تا دکہ نقش مطبع سید الاخبار انگیختہ طبع یکے از دوستاں روحانی من است۔" [1]

اغلب یہی ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۰ء میں بند ہوا ہوگا۔ اس لئے فوائد الناظرین

---

[1] کلیات نثر غالب صہ ۱۲۴۔

دہلی اپریل ۱۸۴۹ء کے پرچے میں اس اخبار کا نام حوالے کے طور پر آیا ہے۔

سید محمد: سید محمد صاحب کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے آنحضرت صلعم تک پہنچتا ہے۔ سید محمد ۱۸۱۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ سید محمد نے اپنے بھائی سر سید احمد مرحوم کے ساتھ منصفی کا امتحان دیا تھا یہ بہت زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے اور یہ بھی غلام علی شاہ سے بیعت تھے مگر وضع خلاف شرع تھی۔ اکثر والد کے ملنے والے ان سے کہا کرتے تھے کہ بیٹے کو سمجھاؤ اپنی وضع درست کرے اور داڑھی نہ منڈوایا کرے۔ وہ جواب دیتے کہ عمر کا تقاضا ہے جو اس کا دل چاہے کر لینے دو کبھی نہ کبھی درست ہو جائے گا۔ آخر ایک مدت کے بعد ان کا طریقہ خود بدل گیا۔ ڈاڑھی رکھ لی اور نماز کے سخت پابند ہو گئے۔ یہاں تک کہ تہجد اور اشراق کی نماز بھی ترک نہیں ہوتی تھی۔

مولانا سید محمد ضلع فتح پور میں منصف تھے۔ ۱۸۴۵ء میں جب آپ تہگام سے زمہرہ کی تعطیل میں آئے تو یہاں اس وقت بخار کی فصل تھی۔ سید محمد کو بخار آنے لگا۔ جب سر سید باہر جانے لگے تو انہوں نے ایسے کلمے کہے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے۔ اس کے بعد فی الواقع ان کا مرض بڑھنے لگا وہ اسی حالت میں خواجہ باقی باللہ گئے اور وہاں اپنی قبر کے لئے خود جگہ تجویز کی۔ ہر چند لوگ کہتے تھے کہ ایسی بیماری نہیں ہے تم کیوں اس خیال میں پڑے ہو مگر ان کو مرنے کا یقین ہو گیا تھا۔ جب قبر تیار ہو گئی تو سوار ہو کر وہاں پہنچے اور قبر میں اتر کر لیٹے اور قبر کو پسند کیا۔ اب مرض اور بھی زیادہ ہو گیا۔ ایک دن شاہ احمد سعید صاحب کو جو اس وقت خانقاہ میں سجادہ نشین تھے، بلایا اور ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور تیسرے دن فوت ہو گئے۔ مفتی صدر الدین خاں نے سر سید کو ان کی تعزیت کا جو خط بھیجا تھا اس میں یہ شعر لکھا تھا۔ ؎

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر یافت ۔۔۔ مرگے کہ زندگانی بہ دعا آرزو کند

خیر خواہ ہند

یہ مشنریوں کا ماہنامہ ۱۸۳۷ء کو مرزاپور سے شائع ہوا لیکن اختر شہنشاہی کا مؤلف اس کا سنہ اجراء یکم اگست ۱۸۴۶ء لکھتا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ دتاسی نے اپنے خطبہ مورخہ ۵ دسمبر ۱۸۵۹ء میں ۱۸۳۷ء تحریر کیا ہے۔

یہ رسالہ بارہ صفحات پر نکلتا تھا۔ مالک پادری ایف۔جی برایت صاحب ایڈیٹر پادری ماتھر صاحب، مہتمم ڈاکٹر حیدر صاحب تھے۔ سالانہ چندہ تین روپیہ تھا۔ مطبع سکول میں چھپتا تھا۔

اس رسالہ کا مقصد ہندوستانیوں میں عیسائی مذہب کی تبلیغ تھا۔ یہ امریکی مشنری سوسائٹی کا آرگن تھا لیکن عیسائیوں کے فرقہ پروٹسٹنٹ مشنریوں کے مضامین اس میں چھپتے تھے۔ اس رسالہ میں معلوماتی، تاریخی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ یہ رسالہ فارسی اور لاطینی حرفوں میں چھپتا تھا کبھی کبھی ہندی ناگری اور فارسی رسم الخط میں بھی چھپنے لگتا تھا۔

دتاسی نے اپنے خطبوں میں اس رسالہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"(۱) مرزاپور سے خیر خواہ ہند نکلتا ہے یہ امریکی پروٹسٹنٹ مشنریوں کا اخبار ہے اور اس کا مقصد تبلیغ مذہب ہے۔ (۴۴)

(۲) رسالہ خیر خواہ ہند مرزاپور سے ۱۸۳۷ء سے فارسی اور لاطینی حروف میں شائع ہوتا تھا، بند ہوگیا۔ یہ رسالہ لندن کی مشنری سوسائٹی کے پادری ماتھر کے زیر ادارت تیرہ سال سے جاری تھا۔ یہ صاحب بہت سی مذہبی کتابوں کے مصنف ہیں جو ہندوستانی میں لکھی گئی ہیں اور اس بائبل کے مرتب ہیں جو ہندوستانی زبان میں رومن خط میں لکھی گئی ہے جس کی تین ہزار کاپیاں لندن میں شائع ہوئی ہیں اور

اس کے حاشیہ پر اصل انجیل ہے۔ نہ صرف امریکن مشنری سوسائٹیوں نے اس اخبار کو چلایا جیسا کہ میں نے اپنے ۱۸۵۲ء کے لیکچر میں بیان کیا تھا بلکہ ہر فرقے کے پروٹسٹنٹ مشنریوں کے مضامین بھی فراخ دلی سے شائع کئے جاتے تھے۔ اس رسالہ کا مقصود تبلیغ مذہب اتنا نہ تھا جتنا کہ دیسیوں میں علم کی اشاعت۔ (خطبہ ۵ مئی ۱۸۵۹ء ص۲۵۲)

(۲) مرزاپور کا اخبار خیر خواہ ہند اس قسم کی ہندوستانی میں شائع ہوتا ہے جس میں انگریزی الفاظ کثرت سے کھپائے جاتے ہیں۔ مشنریوں کی بیشتر تصانیف جو مسیحی مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے شائع ہوتی ہیں اسی طرز کی زبان میں ہوتی ہیں۔" (خطبہ ۵ دسمبر ۱۸۶۴ء ص۴۱۴)

(۴) مرزاپور کے اخبار خیر خواہ ہند کی ماہ فروری کی اشاعت میں سر جان لارنس وائسرائے کی زندگی کے حالات ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی تصویر بھی ہے۔ اس اشاعت میں متعدد ایسی کتابوں پر تقریظیں بھی ہیں جو مشنری دیسی لوگوں میں دین مسیح کی نشر و اشاعت کی غرض سے طبع کراتے ہیں۔ (۴۳۲)

(۵) ڈاکٹر آر سی ماتھر مرزاپور سے خیر خواہ ہند ناگری اور فارسی دوم خط میں برابر شائع کر رہے ہے۔ اس اخبار کے بعض اہم اجزا کا انگریزی ترجمہ بھی کبھی کبھی شائع کر دیتے ہیں۔" (۴ دسمبر ۱۸۶۵ء کا خطبہ ص۴۸۱)

سترہ سال کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ایام میں یہ رسالہ بند ہو گیا تھا اور مجاہدین نے اس کا تمام کارخانہ برباد کر دیا تھا۔ غالباً ۱۸۶۱ء میں یہ رسالہ دوبارہ نکلنے لگا۔

۱۸۶۰ء میں خیر خواہ ہند کے مضامین اسی مرزاپور کی مشنری سوسائٹی نے مختلف

ناموں سے کتابی شکل میں چھپوائے تھے۔ دو کتابیں منتخب العلم اور مفرح القلوب میرے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب مرحوم و مغفور کے کتب خانہ میں ہیں جن کے دیباچوں میں لکھا ہے۔

"ان کتابوں میں بہت باتیں خیر خواہ ہند جو مدت تک پادری ماتھر کے اہتمام سے طبع ہوتا تھا، منتخب کر کے طبع کروایا ہے۔"

ان دونوں کتابوں کے مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔

بھاپ کی کلوں، دو خانی جہازوں، انگلستان کی آہنی سڑکوں، سرنگوں میں غوطہ لگانے والی نل، انگریزی ٹائپ اور پتھر کی یعنی لیتھو مشینوں اور برطانیہ کے پرانے باشندوں وغیرہ کے حالات۔

لیتھو مشینوں کے مضمون کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ خیر خواہ ہند میں کس قدر مفید معلوماتی اور تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے خواہ اس کی غرض اپنی قوم اور ملک کا پروپیگنڈا ہی کیوں نہ ہو۔ عنوان ہے پتھر چھاپنے کا احوال۔

"اس قسم کی چھاپے کی ایجاد اتفاق سے ہو گئی۔ موجد الایس بینے فیلڈر شہر کے بادشاہی ناچ گھر کے گویئے کا بیٹا تھا۔ شروع میں صاحب موصوف انگولڈ شادت کے مدرسہ میں علم فقہ اور ملک کے آئین پڑھنے کے لئے جاتا تھا لیکن بعد وفات اپنے باپ کی اس کا پیشہ سیکھنے لگا آخرش جب اس میں کچھ حاصل نہ ہوا تب وہ کتابیں تصنیف کرنے لگا مفلسی کی سبب سے وہ اپنی کتابیں ڈھالے حرفوں میں جو اس وقت مروج و مقبول تھا چھاپ نہ سکا اس لئے اور طرح سے چھاپنے کی تدبیر کرنے لگا۔ تانبے کے ایک پتھر کو برابر کر کے روشنائی صابن

موم اور کاجل سے بنا کر اس پر لکھنے لگا جب یہ سیاہی سوکھ گئی تو ایسی سخت ہو گئی کہ شورے کا تیزاب بھی اس پر اثر نہ کر سکتا تھا مگر تانبا بڑا مہنگا تھا اس لئے کفایت کے واسطے اس نے پتھر پر لکھنے کی تدبیر کی۔ اتفاقاً اس کو قسم مذکور کا پتھر جو سیاہی جذب کر لیتا ہے ملا۔ اس کو برابر اور صیقل کر کے اس پر لکھنے لگا۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ اس کی والدہ نے اس کو دھوبی کا حساب لکھنے کو کہا مگر چونکہ اس وقت کاغذ موجود نہ تھا اس واسطے صاحب مذکور نے اپنی بنائی ہوئی روشنائی سے اس پتھر پر لکھ لیا اس خیال سے کہ فرصت کے وقت کاغذ پر لکھ لیں گے۔ آخر کار جب اس لکھے ہوئے کو مٹانے لگا تب اس کو خیال آیا کہ اس کے نقشے اور بھی اتر سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اس نے تیزاب لگایا اور اس کے بعد چھاپے کی روشنائی لکھے ہوئے حرفوں سے بیلن سے پھیلائی تو دیکھا کہ نقلیں صاف اترتی ہیں۔ القصہ صاحب مرقوم نے نیا طریق چھاپنے کا بہت ہی پسند کیا پہلے صاحب موصوف نے چند رسالے علم موسیقی کے چھاپے جو ۱۷۹۶ عیسوی میں مشتہر ہوئے تو اس کے نقشے اور کتابیں چھاپیں۔ مگر الٹا لکھنا مشکل تھا اور اس سبب سے گوندکے کاغذ پر لکھنے کی ایجاد ہوئی۔ پھر اس نے معلوم کیا کہ صابن کی نشانیاں پتھر پر جذب ہو جاتی ہیں اس لئے چکنائی کی قلم سے تصویر کھینچنے کی ایجاد ہوئی۔ جب صاحب مذکور نے اس طرح کی آراستگی اس ہنر کو بخشی تب ۱۷۹۹ء میں اس کو بویریا کے بادشاہ سے پروانہ ملا کہ اپنا ہنر جاری کرے اور سب کام ملک بویریا اسی کارخانے میں آوے جبکہ

ایسا ہوا تو صاحب موصوف ایک دوسرے صاحب اندرے نامی کو اپنا شریک کر کے چھاپہ خانہ لندن اور پارس اور ویٹینا شہروں میں بنوانے لگا۔ اس لئے سنے فیلڈر صاحب اندرے صاحب کے ساتھ لندن میں آیا اور جب وہاں یہ فن خوب مشہور ہوا تو بڑے بڑے انگریزی ہنرمندوں نے اس کی آزمائش کی۔ پھر سنے فیلڈر جو اندرے سے علیحدہ ہو گیا تھا سنہ ۱۸۰۰ء میں ویٹنا کو گیا اور وہاں بادشاہی فرمان پا کے اپنے فن کو کپڑا چھاپنے کے کام میں لگایا مگر بدانتظامی اور ناموافق واقعات سے اس کی مراد حاصل نہ ہوئی۔ آخرش ۱۸۰۶ء میں کاروبار اوروں کے اختیار میں چھوڑ کر اپنے وطن کو پھر گیا۔ ان دنوں مٹور صاحب جو وہاں کے سرکاری مدرسے میں علم مصوری کا مدرس تھا، پتھر کے چھاپے کی مشاقی کرتا تھا کہ اپنے طالب علموں کے لئے تھوڑے داموں پر تصویریں تیار کر سکے اور اسی سے چکنائی کے اس قلم کی ایجاد ہوئی جو اب جاری ہے۔ اس وقت یہ فن بہت پھیلا اور اس کی بڑی ترقی ہوئی بلکہ خاص شہر مونیخ میں اور بھی زیادتی ہوئی وہاں اس کے بہت سے کارخانے جن میں کہ اچھے اچھے ہنر کے کام تیار کئے جاتے تھے۔ سو اس کی کتابیں اور نقشے متفرقات دفتر والے کے بھی چھپتے تھے۔ ۱۸۰۹ء اکتوبر کو سنے فیلڈر صاحب شہر مونیخ میں بادشاہی چھاپہ خانے کے مہتمم مقرر ہوئے اس غرض پر کہ ملک بومیا کا بڑا نقشہ تیار کریں۔ جولائی مہینے کی بیسویں تاریخ ۱۸۲۱ء کو سنے فیلڈر صاحب کے شریک نے لندن میں آ کر ہنرمندوں کی مجلس میں اس نئی ترکیب سے چھاپنے کا طور دکھلایا۔ انگلستان میں پتھر پر چھاپنے

کا فن ۱۸۰۷ء تک بخوبی جاری ہو گیا. فرانس ملک میں پتھر کے چھاپنے
کا استعمال کم تھا۔ آخرش ۱۸۱۰ء میں اچھے مصوروں سے یہ فن شروع ہوا۔
اور انہیں دنوں ملک روس اور یورپ کے اطراف میں یہ فن جاری ہوا اور
اب ہر ملک میں پھیلتا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی کئی برسوں سے ہے
چنانچہ کلکتہ میں سرکار کمپنی کا ایک بڑا چھاپہ خانہ ہے جہاں بڑے بڑے
نقشے اور تصویریں عمدہ طور پر بنائی گئی ہیں۔ سوا اس کے تین چار اور
چھاپے خانے ہیں جن میں کم و بیش کاری گری دکھائی پڑتی ہے اور
حال میں بہت سے چھاپے خانے ہندوستان کے شہروں میں ہو گئے۔
چنانچہ مرزا پور، لکھنؤ، الہ آباد، کان پور، آگرہ، لدیانہ، دہلی وغیرہ میں
بھی ہیں اور بمبئی مندراج میں بھی بہت ہوں گے۔"

خیر خواہ ہند

بنارس سے یہ ماہنامہ آٹھ صفحات پر ۱۸۳۷ء کو جاری ہوا۔ مالک پادری شرمن، مہتمم پادری تھامس تھے۔ سالانہ چندہ دو روپے چار آنے تھا۔ چھاپہ آہنی کلکتہ بپٹسٹ مشن پریس میں چھپتا تھا۔

آفتاب عالمتاب

یہ اخبار مدراس سے جلوہ افروز ہوا تھا۔ کب نکلا اس کا صحیح پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۴۱ء میں اس کے حوالے سے حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے۔

"ہوگلی از روئے آفتاب عالمتاب کے معلوم ہوا کہ ماہ دسمبر سنہ گذشتہ
میں نواب معلی القاب گورنر جنرل بہادر اور صاحبان سکرٹری اور
مبارز الملک ضیاء الدولہ، سید محمد حسین خاں بہادر تہور جنگ امام
باڑہ ہوگلی میں تشریف فرما ہوئے۔ بعد زیارت طرف مدرسہ جدید کے
قدم رنجہ کیا اور امتحان طالب علموں کا لیا۔۔ ۔۔ نواب موصوف

نے موافق استعداد اور مدارج ہر ایک کے انعام مرحمت کیا۔"

سراج الاخبار یہ اخبار ہفتہ وار ۱۸۴۱ء میں نکلا۔ اس کے ایڈیٹر سید اولاد علی تھے مطبع سلطانی میں مصلح الدولہ سید ابوالقاسم، واقع نگار اولاد علی بیگ کے اہتمام میں چھپتا تھا۔ یہ اخبار ظفر شاہ کے دربار کا کورٹ گزٹ تھا جو بادشاہ کی ہدایت کے مطابق دہلی کے قلعہ معلیٰ سے فارسی زبان میں شائع ہوتا تھا اور یہ بادشاہ کا روزنامچہ تھا۔ آخری صفحوں میں خاص خاص خبریں ہوتی تھیں جو عموماً دوسری سلطنتوں یا ریاستوں سے متعلق ہوتی تھیں یا کبھی دہلی کی مقامی شکایتوں، حکام کی بدعنوانیوں یا موسم وغیرہ کی کیفیت بتائی جاتی تھی۔ جب سراج الاخبار چھپ جاتا تھا تو تایوق چی خاں بادشاہ کے پاس اخبار لے جاتا تھا۔ بادشاہ جس کو کہتے اس کو اخبار روانہ کر دیا جاتا تھا، اور خاص طور پر ہر ہفتہ معظم الدولہ کی معرفت لفٹنٹ آگرہ کے ہاں یہ اخبار بادشاہ بھیجتے تھے تاکہ وہ اندازہ لگائے کہ اخبار میں کس قسم کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔

اس اخبار کی فارسی بہت پختہ اور ٹھیٹ منشیانہ ہوتی تھی جو دربار کی شان کے شایاں تھی اس کے علاوہ اسلوب فصیح اور عبارت بلیغ ہوتی تھی۔ زبان کے قاعدے اور اصولوں کی پابندی سخت تھی۔

یہ وہ دور تھا جب مغلیہ خاندان کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ برائے نام بادشاہت تھی لیکن عوام پر بادشاہ کا کچھ نہ کچھ اثر باقی تھا۔ چنانچہ وہ بہادر شاہ ظفر کو اپنا دکھ درد سناتے تھے۔ چنانچہ جب شہری پولس نے تنگ کیا تو عرضی بادشاہی کو گزاری، جو فروری ۱۸۵۲ء کے پرچے میں شائع ہوئی۔

"... سواری مبارک در صحن دیوان خاص رسیدہ بود کہ انبوہ کثیرانہ رعایا شہر وسکنائے صاحب باغ و دیگرا ملاک شاہی استغاثہ تعدی

عملہ پولس و ماخذ وجوہ چوکیدار مجوزہ حال کردو چند و سہ چند از روئے
تعداد نسبت معمول سابق بودہ نمودند عرض داشتند۔"

اس کا جواب کیا ہو سکتا تھا معذوری و مجبوری۔ چنانچہ بہادر شاہ ظفر نے ان لوگوں کو یہی مشورہ دیا: "آگرہ جا کر اپنی شکایت پیش کرو، محکمہ صدر ہی اس ظلم و ستم کی روک تھام کر سکتا ہے۔"

بادشاہ کے لڑکا پیدا ہوتا ہے مرزا غالب شاہزادہ کی پیدائش پر ایک قطعہ فارسی کا بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں۔ یہ خبر ۱۵ ستمبر ۱۸۴۱ء کے اخبار میں ان الفاظ کے ساتھ درج کی گئی ہے۔

"عرض داشت اسداللہ خاں غالب تخلص کہ زائچہ طالع نونہال حدیقہ
اقبال را بہ نظم درآوردہ معرفت نوروز علی خاں فرستادہ، در آں
داد سخنوری دادہ بود بہ نظر کرامت اثر گذشت و مورد تحسین گشت۔"

سراج الاخبار میں بہادر شاہ ظفر اور استاد ذوق، مرزا غالب وغیرہ کی غزلیں اور خمسے شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ مرزا غالب نے اپنے ایک خط میں اپنے کلام چھپنے کا ذکر کیا ہے۔

"پیر و مرشد عید کو بادشاہ ماندے ہوئے جو کچھ کہا تھا وہ رہنے دیا کہ
کبھی کام آئے گا بقر عید کو کچھ کہا نہیں۔ ایک رباعی پڑھ دی تھی اس
کا کچھ پتہ نہیں ...... قصیدہ کہہ رکھا تھا پڑھ دوں گا سراج الاخبار
میں چھپایا جائے گا اور آپ کی نظر سے بھی گذرے گا۔"

جب محل شاہی سے دو دستے نقرہ مور چھل چوری ہوئے اور وہ خواجہ سرائے صندل کے گھر سے برآمد ہو گئے اور اسی کے ساتھ ملزم نے جرم کا اقرار کر لیا تو سزا کے طور پر ڈیوڑھی اور قلعہ کے ہر دروازہ پر اس کو تازیانے لگائے گئے۔ یہ خبر

۱۹ شعبان المعظم ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔

"عرض شد کہ دو دستہ نقرہ مورچھل از سلحہ خانہ اندرون محل معلی گم شدند جرم سرقہ آن بہ صندل نامی خواجہ سرا ثابت شدہ و مال مسروقہ از خانہ اش بر آمد و از تہدید سرو سرافراز گلشن جاہ و جلال گل سر سبد بوستان حشمت و اقبال کار فرمائے منصب جلیلہ نظارت مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ بہادر اقرار و زدے ہم کرد۔ حکم شد کہ بر ہر ڈیوڑھی و ہر دروازہ قلعہ معلی پنج پنج تازیانہ زدہ بیرون سازند تا آئندہ بدکاران عبرت گردد کہ مرتکب ہیچو امور قبیحہ نگردند۔"

اسی طرح زوج بازوبند زمردی نواب تاج محل بیگم صاحبہ کے کسی نے چرا لیے تو بادشاہ کے پاس مقدمہ آیا اور بتایا گیا تا ثب ناظر خدا بخش نے چرائے ہیں تو بہادر شاہ ظفر نے سید بلال علی خاں کو حکم دیا کہ "فی الفور خدا بخش مذکور را النظر بندہ سازند و بخانہ اش رفتہ تفحص نمایند"۔ جب خدا بخش کے مکان سے صندوقچہ نکلا تو حکم دیا کہ نہرون تازیانہ۔

(۲۴ رمضان المبارک ۱۲۵۷ھ)

اس دور میں ہی نہیں بلکہ بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں بھی دہلی کے اندر غنڈے شریفوں کو ستاتے تھے اور غنڈوں کے سردار اپنے چیلے چانٹوں سے شریفوں کی پگڑیاں اچھلواتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک وفد نے ایک درخواست بہادر شاہ کے حضور میں گذاری کہ فیض اللہ نامی دربان جامع مسجد بدمعاش اور فتنہ پرور ہے اور حافظ مدن کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حافظ مدن بدمعاشوں کے سرغنہ ہیں کئی مرتبہ فیض اللہ فتنہ و فساد برپا کر چکا ہے۔ اسی کی وجہ سے آخری مرتبہ جمعہ کے روز رمضان المبارک میں زبردست فساد و جھگڑا ہو جاتا۔

بہادر شاہ نے مرزا محمد بخت عرف مرزا ہمایوں بہادر کو مقرر کیا کہ فیض اللہ اور

ان کے ساتھیوں کے بارے میں تحقیقات کی جائے۔
اگر فی الواقع بہ بدمعاشی دستگاہی دارد بمعرض معزولی خواہد بود۔ (۱۲ رمضان المبارک ۱۲۵۲ء)
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران کی دہلی کی چند خبریں درج کی جاتی ہیں۔
عیسائی عورتوں اور بچوں کے قتل نہ کرنے کے بارے میں مولوی اسحاق صاحب نے جو فتویٰ دیا تھا وہ ۷ امئی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں تحریر ہے۔

"مولوی محمد اسحاق نسبت بہ زنہا و یک طفلک نصرانی کہ اسیر پنجہ تقدیر تلنگاں شدہ بودند فتویٰ دادند کہ در شرع شریعت آنہا درست نیست در مذہب اسلام دارند۔"

دہلی کی جنگ آزادی میں جن لوگوں نے حصہ لیا تھا ان میں سے کچھ نام سراج الاخبار میں نظر آتے ہیں، خاص طور پر مولوی فضل حق صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ کی بہادر شاہ ظفر کے دربار کی باریابی کی خبر ۱۵ اگست ۱۸۵۷ء کے پرچے میں شائع ہوئی ہے۔

"۲۵ ذالحجہ: مولوی محمد فضل حق خاں مع برادر دلپسر دیگر افسران فوج ظفر موج عرض کردہ مرخص شدند بس ازاں داخل شبستان محلہ نیا شدند بنام ولی داد خاں عظیم الدولہ بہادر دربارہ ارسال زر تحصیل دو آبہ محبوب حسین بخش خاں عرض بیگی و مولوی فیض احمد مدد و معاون و بنجی بنام مولوی عبدالحق دربار سپردگی پنج کمپنی و دو ضرب الواب برائے تحصیل گوڑگانوہ۔
۲۶ ذالحجہ: مولوی محمد فضل حق خاں حاضر بارگہ والا گشتہ عرض کردنی معروض داشت بعد ازاں رخصت شدند۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے کچھ سال قبل اس اخبار کے آخری دو تین صفحوں پر اردو کی خبریں "دہلی اردو اخبار" "صادق الاخبار" کے عنوان کے تحت چھپتی تھیں اور اردو کی غزلیں بھی درج ہوتی تھیں۔

حیرت اور تعجب ہے کہ جس وقت سے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ابتدا دہلی میں ہوئی اس وقت سے سراج الاخبار میں اردو کا حصہ بالکل ختم کر دیا۔ البتہ جنگ کے دوران کچھ شماروں کے حاشیوں میں قلمی خبریں لکھی گئی ہیں۔

دہلی کی جامع مسجد کو اپنے قبضہ میں لینے کے لئے انگریزوں کا مستقل ارادہ تھا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد جامع مسجد پر قابض ہو گئے تھے۔ لیکن ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کے سراج الاخبار سے پتہ چلتا ہے کہ انگریزوں نے ۱۸۵۷ء سے قبل بھی جامع مسجد پر قبضہ کیا تھا۔

"ارتاریخ جون کو دفتر ڈپٹی کمشنر بہادر حسب الطلب صاحب موصوف بہت ذی عزت اہل اسلام شہر کے مجمع ہوئے اور میجر جان کلارک صاحب قائم مقام کمشنر نے ان سے کہا کہ گورنمنٹ نے اپنی رضا و رغبت سے اور بھی بموجب ان کے اس عزم کے کہ تمام رعایا آزادی کا ان دل سے حاصل کریں، مدت سے یہ ارادہ کیا تھا کہ جامع مسجد بادشاہی ان لوگوں کو سونپ دیں جن سے وہ تعلق رکھتی ہے سو چونکہ اب مکان سرکاری طیار ہو گیا ہے اور سامان میگزین اس میں بھجوا دیا گیا ہے اور مسجد موصوف خالی ہے اس لئے بموجب ہدایت چیف کمشنر بہادر کے تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ اب تم اس میں عبادت کیا کرو، اور اس کی ضروری مرمت کی آپ تدبیر کر لو اور گورنمنٹ بھی فی الجملہ مصالح وغیرہ سے جو اس کے چوک میں پڑا ہے اس کی مرمت میں مدد کرے گی۔"

انگریزوں کی غلامی سے ہندوستانی تنگ آچکے تھے اس غلامی کے خاتمہ کے لئے وہ اپنے اندر تو طاقت نہیں پاتے تھے اس لئے دوسری حکومتوں سے اس کی امیدیں رکھتے تھے چنانچہ جب وہ کسی غیر انگریزی حکومت کی اطلاع پاتے کہ وہ

ہندوستان پر انگریزوں کا خاتمہ کرنے کے لئے حملہ کا ارادہ رکھتی ہے تو ہندوستانی اخبارات ایسی خبر کو بلاجھجک شائع کر دیتے تھے۔ چنانچہ ۲۲ نومبر ۱۸۵۵ء کے پرچے میں روس کے اس قسم کے ارادہ کو خبر کی شکل میں شائع کیا ہے۔

"روس: ایک کارسپانڈنٹ یہاں کے گزٹ کا لکھتا ہے کہ قیاساً ایسا معلوم ہے کہ غالباً پھر کسی دن افواج انگریزی متعینہ ہندوستان کو میدان کارزار میں روسیوں کے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ محاربہ سباسٹوپال نے ان کے اس ارادہ کو نہیں روکا ہے جو کہ واسطے بڑھانے اپنی حکومت کے بروقت پاتے قابو اور موقع کے جنوب کی طرف رکھتے ہیں۔"

ہندوستانی اخبار ایسی خبروں کو بھی جن میں کسی طرح سے بھی انگریزوں کی مخالفت نظر آتی تھی اپنے اخبارات میں شائع کرتے تھے۔ چنانچہ روسی اور ایرانی حکومتیں جو انگریزوں کی مخالف تھیں۔ انہوں نے انگریزی حکومتوں اور ان کی حامی حکومتوں میں اپنے جاسوس و مخبر چھوڑ رکھے تھے۔ چنانچہ اسی قسم کی ایک خبر ۴ مئی ۱۸۵۶ء کے شمارے میں درج ہوئی ہے۔

"قندھار: کارسپانڈنٹ صاحب دہلی گزٹ مقام مرقوم الصدر ۱۲ مارچ کو لکھتا ہے کہ میں نے اپنے پچھلے خط میں حال پہنچنے ایک فرنگی کا ہرات سے اور بسبب اس کے اظہار کے اوس کا انگریز ہونا اور بسبب دریافت اس حال کے تواضع و مدارات سے پیش آنا امیر کا اور اوس کی نسبت مشروحاً لکھا تھا۔ انجام کار امیر کو ثابت ہو گیا کہ وہ انگریز نہیں ہے۔ ہرچند اب تک اپنے تئیں انگریز ظاہر کرتا ہے۔ امیر نے بسبب قیام کلکتہ کے جو چند باتیں انگریزی یاد کر لی ہیں انہیں فرنگی مذکور سے کام میں لایا مگر وہ ان کا جواب نہ دے سکا۔ اس کا امیر بسبب

پیدا ہونے شک کے اس سے مستندی لکھنے الف با تا ئی انگریزی کا ہوا۔ سو وہ بھی شخص مذکور نہ لکھ سکا اور اسی باعث اس کا پوچھا گیا تو اوس نے جواب دیا کہ پندرہ برس کی عمر سے ایران بیابان خراسان میں رہا ہوں اس لیے مجھے مزاولت تحریر و تقریر زبان انگریزی کی نہیں رہی۔ ان عذرات سے امیر کو یقین ہوا کہ شخص مذکور راہ فریب آیا ہے اور شاید روسیوں یا ایرانیوں کا جاسوس ہے مگر وہ پھر بھی اپنا انگریز ہونا ثابت کرتا رہا حالانکہ کوئی وجہ موجب اپنے انگریز ہونے کی اس نے بیان نہ کی۔ بالجملہ امیر دوست محمد خاں نے خیال کیا کہ قیام شخص مذکور قندھار میں برائے فساد ہوگا اور اس لیے اس نے بحوالات چند سواروں کے اسے سرحدات بلوچستان پر بھیج دیا اور کہتے ہیں وہاں بحکم امیر وہ مارا گیا۔ یہ فرنگی اپنا نام منڈوس صاحب بیان کرتا تھا۔"

حکومت برطانیہ ایرانیوں سے جنگ کے ذریعہ ان کی مملکت پر قبضہ کرنا چاہتی تھی لیکن اس کی تنہا اتنی طاقت نہیں تھی جو ایرانیوں سے مقابلہ کرسکتی۔ اس نے امیر کابل کو خریدا جس کا ذکر ۱۴ فروری ۱۸۵۷ء کے سراج الاخبار میں ہے۔

"۔ ۔ ۔ ۔ انگریز روسیوں اور ایرانیوں سے اس قدر خوف ناک ہیں کہ واسطے حاصل کرنے مدد افغانوں کی وہ لاکھوں روپیہ دینے کو طیار ہیں لیکن بروقت معاونت امیر دوست محمد کے کابل میں۔ میں حال مفصل سرگزشت امیر اور ملاقات (چیف کمشنر) لکھتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ امیر جمرود میں پہنچے وہاں اپنے سپاہ کو چھوڑ کر کے لشکر چیف کمشنر صاحب میں تشریف لے گئے۔ ۔ ۔ ۔ امیر نے کہا اگر انگریز حاکم ہونا چاہتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ مجھ سے عہد و پیمان کرلیں ۔ ۔ ۔ ۔ میں ایک

دفعہ اور ایرانیوں سے لڑوں گا۔ چیف کمشنر صاحب نے کہا میں اس باب
میں اپنی رائے بعد تین دن کے دوں گا۔ تیسرے دن صاحب نے امیر سے
کہا کہ میں ایرانیوں پر مہم نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس سپاہ اور روپیہ
نہیں ہے لیکن اگر ایک سپاہ مشتمل ہندوستانیوں اور کابلیوں سے بسر
کردگی افسران انگریزی نواح قندھار میں جمع ہو اور اسے تنخواہ سرکار
انگریزی سے ملا کرے تو مہم ایران جاری ہو سکتی ہے چیف کمشنر نے کہا۔
... .. گورنمنٹ انگریزی تمہارے اور تمہارے اہل و عیال کو بطریق
امداد بارہ لاکھ روپیہ سالانہ دے گی۔"
اس گفتگو کے بعد امیر کابل انگریزوں کے ہاتھ فروخت ہو گیا اور امیر
دوست محمد خاں اور حکومت برطانیہ کے مابین جو حسب ذیل عہد نامہ ہوا وہ مارچ
۱۸۵۷ء کے شمارے میں درج ہے۔
"کابل : مضمون عہد نامہ دوستی کا جو کہ ان دنوں امیر (کابل) اور
گورنمنٹ انگریزی کے ہوا درج ذیل کیا جاتا ہے۔
"شرط اول : امیر کو چاہیئے کہ نگران حال ایران رہے اور انہیں آگے
بڑھنے نہ دے۔ شرط دویم : ایک وکیل سرکار انگریزی کی طرف سے
دربار کابل میں اور ایک وکیل امیر کی طرف سے پشاور میں رہا کرے۔
شرط سویم : دو یا تین افسران انگریزی قندھار میں رکھے جا دیں۔
شرط چہارم : امیر بعوض رفاقت و ہمراہی سرکار انگریزی کے مقابلہ
ایرانیوں میں گورنمنٹ انگریزی سے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ پا دیں
گے۔ شرط پنجم : درصورت آپس کے نا اتفاقی کے افغانستان میں
گورنمنٹ انگریزی وہاں کے معاملات میں مداخلت نہ کرے گی۔

شرط ششم: اگر شاہ ایران ہرات کو سپرد امیر یا کسی اور افغان سردار کے کر دیں گے تو درمیان گورنمنٹ انگریزی اور شاہ ممدوح کے نزاع موقوف ہو جاوے گی۔ شرط ہفتم: درصورتیکہ شاہ ایران ہرات پر قبضہ رکھنے میں اصرار کریں تو سرکار انگریزی اون کی فوج ہرات سے نکالنے میں کوشش کرے گی۔"

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ایام میں اردو کی خبریں بعض اخبارات کے حاشیہ پر لکھی جاتی تھیں چنانچہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۷ء کے پرچے کے حاشیہ پر حسب ذیل دو خبریں قلمی تحریر ہیں جن میں انگریزوں کی کس مپرسی اور لاچاری کی حالت کو نمایاں کیا گیا ہے۔

"صفحہ اول ۔ فریب شاہ ایران ۔ ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ پچھلے دنوں والئے ایران نے کفار فرنگ سے لڑتے لڑتے پیغام صلح کر ڈالا۔ وہ خالی از حکمت نہیں اس میں کچھ نہ کچھ فریب ہوگا۔ ہنوز ہم اپنے قیاس پر نازاں ہیں کہ زبانی ایک معتبر قاتل کفار کے دریافت ہوا کہ اس صلح سے اصل منشاء ایران کا یہ تھا کہ وہ ہرات پر بدستور قابض رہیں اور انگریز بوشہر سے نکل جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حسب شرائط صلحنامہ جانبین فرنگیوں نے ابوشہر تو بالکل خالی کر دیا اور ہرات شاہ ایران نے نہیں دیا۔ اس بات سے انگریز بڑے نادم اور ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان سے سمجھیں گے مگر یہ سب ان کی دھمکیاں ہیں۔ جن تھوڑے دنوں میں تھوڑی بہت قدرت رکھتے تھے کیا کر سکے جو اب کریں گے۔ زبانی انہیں راوی سے یہ بھی روایت ہے کہ ایرانی ایسے وقت کو غنیمت سمجھ کر قندھار سے ورے اترے۔"

(۲) صفحہ چار۔ واپسی افواج لندن کی زبانی راوی اول کے منکشف ہوا کہ

آغاز قتل کفار میں گورنر کلکتہ نے ولایت کو اپنی رپورٹ بطلب سپاہ لندن بھیجی اور وہاں سے کچھ فوج گورنر سپاہ کی جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئی۔ جب وہ جہاز دریائے سویس میں پہنچے تو سعید پاشا ولیٔ مصر نے ان کو روکا اور عہد نامہ دکھایا تو کوئی شرط درباب جہاز رانی بجز اس کے نہ پائی کہ انگریزی جہاز تجارت یا ڈاک کے اس دریا سے آمد و رفت رکھیں اور سپاہ انگریزی کے آگبوٹ ادھر سے نہ گذرنے پائیں۔ یہ شرط دیکھ کر انگریز بہت پشیماں ہوئے اور جہاز اپنی سپاہ کا واپس لے گئے۔ سبحان اللہ عجب شان کبریائی ہے۔ جب تقدیر پلٹتی ہے تو تدبیر بھی الٹی سوجھتی ہے۔ یہ وہی دانایان فرنگ تھے جو بات ان سے سرزد ہوتی تھی ہمارے ہندوستانی اس کو اعجاز مسیحا سمجھتے تھے یا اب وہ نادان فرنگ ہے کہ جو کام کرتے ہیں اس پر ہمارے ہندوستان کے لڑکے ہنستے ہیں۔ سچ ہے جب ادبار آتا ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔"

سراج الاخبار کے اردو کے حصہ میں بہادر شاہ کی تضمین اور استاد ذوق کے صاحبزادے خلیفہ محمد ابراہیم فوق کی غزل چھپی ہے۔ پہلے بہادر شاہ ظفر کی تضمین جو ۱۴ دسمبر ۱۸۵۶ء کے پرچے میں درج ہے نقل کی جاتی ہے۔

ہوا ہوں سخت پریشان یا نبی اللہؐ ... بجا نہیں ہیں مرے اوسان یا نبی اللہؐ
ہجوم غم سے ہوں حیران یا نبی اللہؐ ... نہیں ہے چین، کسی آن یا نبی اللہؐ
بچاؤ غم سے میری جان یا نبی اللہؐ
تمہارے نام کے قربان یا نبی اللہؐ
مجھے نہ خواہش دولت نہ حرص دنیا ہے ... طواف کعبہ کی دل میں مری تمنا ہے

تمہارے در پہ رہوں عمر بھر تو اچھا ہے — نہیں ہے تم پہ نہاں کیوں کہوں کہ غم کیا ہے

بچاؤ غم سے مری جان یا نبی اللہؐ
تمہارے نام کے قربان یا نبی اللہؐ

بھرے ہوں دل میں جب اندیشہ ہائے رنگارنگ — دلِ ستم زدہ کیوں کر نہ زیست سے ہو تنگ
وہ شیشہ خاک بچے جس پہ ہو یہ بارشِ سنگ — بنی ہے جاں پہ مری، نہیں مقامِ درنگ

بچاؤ غم سے مری جان یا نبی اللہؐ
تمہارے نام کے قربان یا نبی اللہؐ

محیطِ قدرتِ خالق کے تم ہو درِ یتیم — تمہارے در سے ہے رونق پذیر عرشِ عظیم
مہِ تمام کو تم نے کیا فلک پہ دو نیم — خدا کے واسطے امیں اور یہ عذابِ الیم

بچاؤ غم سے مری جان یا نبیؐ اللہ
تمہارے نام کے قربان یا نبیؐ اللہ

نہیں ہے چرخِ ستمگر ہی کچھ مرا دشمن — کہ سو بسو ہے عدو اور جا بجا دشمن
کمال یہ کہ فلک سے میں ہے بڑا دشمن — جیوں میں کیونکہ جہاں ہو ہزارہا دشمن

بچاؤ غم سے مری جان یا نبیؐ اللہ
تمہارے نام کے قربان یا نبیؐ اللہ

تمہارے نام پہ ہر دم نثار ہوتا ہوں — تمہارے پاؤں میں سر رکھ کے روز سوتا ہوں
خیال ہائے پریشاں میں عمر کھوتا ہوں — کبھی تو میرے ہی آنسو پچھیں کہ روتا ہوں

بچاؤ غم سے مری جان، یا نبی اللہؐ
تمہارے نام کے قربان یا نبی اللہؐ

جو سرنوشت میں ہے شام تو سحر بھی ہو — ملا ہے نالہ تو نالے میں بھرا اثر بھی ہو
کبھی تو نخلِ تمنا میں کچھ ثمر بھی ہو — رکھا ہے تم نے ظفرؔ نام، تو پھر ظفر بھی ہو

بچاؤ غم سے مری جان یا نبی اللہ
تمہارے نام کے قربان یا نبی اللہ

۲۱ مئی ۱۸۵۶ء کے شمارے میں خلیفہ محمد ابراہیم فوقؔ کی غزل درج ہے جو بہادر شاہ ظفر کی مدح میں لکھی ہے۔ ؎

اے سراج الدین بہادر شاہ گردوں بارگاہ
نیر اقبال سے تیرے جہاں پر نور ہے
لعل کا ساغر ہے لالہ بادہ ہے، رنگ بہار
سرو گلشن مثل مینائے مئے انگور ہے
جلوہ آرائی میں گل رشک رخسار پری
پیچ و خم میں شاخ سنبل رشک زلف حور ہے
کیا تعجب اگر برنگ گل شگفتہ ہو کہ آج
غنچۂ تصویر بھی گویا دل مسرور ہے
لطف سے ہے تیری کبھی چارہ سازی یہ بہار
زخم پر ہر گل کی شبنم مرہم کافور ہے
وہ تری سے کار عالی ہے کہ جس میں خرد ا
آئینہ گر ہے سکندر، کاسہ گر فغفور ہے
تیرے حاسد کو زمانہ اس قدر ہے نیش زن
چرخ پر انجم نہیں ہے، خانۂ زنبور ہے
کیا لکھے فوقؔ تری اوصاف، قاصر ہے زباں
اب ترے حق میں فقط اس کو دعا منظور ہے

تاز ہیں پر ہے فلک اور ہیں فلک پر مہر و ماہ
چشم مہر و ماہ تا شام و سحر پر نور ہے
عید فرخ ہو شہا تجھ کو ہمیشہ با فروغ
روشن اب تجھ سے چراغ خانۂ تیمور ہے

جامِ جہاں نما کلکتہ ہوت کا مکا شریف دفتر لین بمکان نمبر ۲۸ سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۴۲ء کو جلوہ افروز ہوا۔ آٹھ صفحات پر جمعہ کو نکلتا تھا مالک منشی غلام حسین، مہتمم منشی منصور حسین تھے۔ سالانہ چندہ ۲۳ روپے چار آنے تھا مطبع جامِ جہاں نما میں طباعت ہوتی تھی۔

مظہرِ حق یہ اخبار مولانا محمد باقر صاحب نے ۱۸۴۳ء میں دہلی سے جاری کیا تھا یہ اخبار شیعہ فرقہ کے مذہبی نقطۂ نگاہ کی اشاعت کے لئے شائع ہوا تھا۔ مظہر حق کے متعلق سراج الاخبار نے ۱۳ ستمبر ۱۸۴۳ء کے پرچے میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۴۳ء کے شروع میں بغداد میں ایک بہت بڑا فساد سنی اور شیعوں میں ہوا تھا اور فساد میں شیعوں کا بہت کافی جانی و مالی نقصان ہوا تھا۔ ہندوستان کے سنی اخبار اس قتل و غارت گری کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اس اخبار کے جاری کرنے کا مقصد یہی تھا کہ اگر کوئی شخص قتل بغداد سے منکر ہو تو اس اخبار میں اس کا مسکت جواب دیا جائے۔ جب اس اخبار کی یہ غرض پوری ہوگئی تو اخبار بند کر دیا گیا۔ دتاسی اپنے خطبہ میں اس اخبار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مظہر حق کے ایڈیٹر ایک صاحب محمد علی ہیں جن کی اسی نام کی ایک تالیف ہے جس میں مذہب اسلام کی مختلف رسموں کا ذکر ہے۔" [1]

[1] خطبات گارساں دتاسی ص ۱۳۱

صادق الاخبار

مولانا عبدالرزاق صاحب ارشد مددگار معتمد فینانس حیدرآباد دکن لکھتے ہیں:۔

"صادق الاخبار معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں دہلی سے فارسی میں نکلتا تھا۔ سنہ اجراء مجھے معلوم نہیں لیکن قیاس ہے کہ ۱۸۴۴ء یا ۱۸۴۵ء میں نکلا ہوگا۔ اس کا حوالہ احسن الاخبار بمبئی مطبوعہ ۲۲ر اکتوبر ۱۸۴۶ء میں اس طرح آیا ہے "صادق الاخبار کے ایڈیٹر نے رفتہ رفتہ اپنے اخبار کو اردو زبان کا اخبار بنا دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے فارسی زبان سے کیوں رابطہ الفت منقطع کر لیا۔ شاید اخبار کے خریداروں نے تقاضا کیا ہوگا کہ فارسی زبان ترک کر دو اور اردو زبان میں اخبار جاری کرو اس کے علاوہ تو اور کوئی وجہ خیال میں نہیں آتی۔"

مولانا کا قیاس صحیح ہے اس لئے کہ میرے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں صادق الاخبار مر لغایت ۲۴ر جنوری ۱۸۴۵ء کا ایک پرچہ موجود ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۴۴ء میں ضرور جاری ہوا ہوگا۔ اس پرچہ کی وضع قطع اپنے معاصر اخباروں سے بالکل مختلف ہے۔ انداز طریقہ یہ ہے:۔

"صادق الاخبار مطبوعہ مطبع دارالسلام واقع محلہ حوض قاضی گذر الہ آباد منحلات دارالخلافہ شاہجہان آباد از ابتداء ہفتم ہم لغایت بست چہارم ماہ جنوری ۱۸۴۵ء"

اس زمانے کے دستور کے خلاف پریس کا نام اخبار کے نام کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، نہ مہتمم پریس کا نام ہے نہ ہی ایڈیٹر کا اور نہ ہی جلد کا نمبر ہے اور نہ ہی نمبر شمار ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا کہ اس اخبار کی ابتدا کب سے ہوئی اور

پریس کا مہتمم کون تھا۔ بقول قاضی عبدالغفار صاحب اس پریس کے مہتمم مولوی عنایت حسین تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلا دہلی میں دارالسلام پریس ۱۸۴۵ء میں جاری کیا۔ قاضی صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ دہلی کا پہلا پریس دارالسلام تھا بلکہ مطبع الرحمان دہلی تھا جو حوض قاضی پر کوچہ تاراچند میں غلام محی الدین خاں کے مکان گلی قادر علی سوداگر میں تھا جس کے مالک عبدالرحمن اور مہتمم سید حیات علی ولد امام علی تھے۱؎۔ یہ پریس ۱۸۱۳ء میں قائم ہوا۔ اس کے بعد دہلی اردو اخبار پریس جس کو ۱۸۳۶ء میں مولانا محمد باقر نے قائم کیا تھا۔ وہ دہلی کا دوسرا اردو پریس تھا۔

اس اخبار میں بھی اپنے معاصرین کی طرح دہلی کے دربار کی خبریں پہلے اور بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران کی خبریں شائع کرنے کے بعد ہندوستان کے مختلف صوبوں، شہروں، ریاستوں کی خبریں درج ہوتی تھیں۔

۲۴ر جنوری ۱۸۴۵ء کی اشاعت میں چند خبریں اہم ہیں۔ خاص طور پر عشرہ محرم پر بادشاہ دہلی بہادر شاہ اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کو پڑھنے سے پہلے خبر کا مفہوم سمجھ لیجئے۔

"عشرہ محرم کی تقریب پر مرزا علی بیگ عرض بیگی سپاہیوں کے ہمراہ جامع مسجد کی اس درگاہ سے جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف کے تبرکات رکھے ہوتے ہیں وہاں سے تبرکات اٹھا کر لائے اور تخت پر رکھا اور حرم سرائے کو منور کیا جہاں حضور پُرنور (بہادر شاہ) اور شاہزادے و بیگمات نے نذر و نیاز گذرانیں اور مرزا جہاں شاہ متولی درگاہ اور حافظ کو خلعت

۱؎ اختر شہنشاہی ص ۲۲۰۔

عنایت فرمایا اور شب شہادت کے لئے یہ حکم تھا کہ تمام رات قلعہ کے دروازے کھلے رہے تاکہ شاہزادے اور بیگمات قلعہ شہر میں تعزیوں کی زیارت کے لئے جا سکیں۔"

اصل عبارت یہ ہے:

"بتقریب عشرۂ محرم مرزا علی بیگ عرض بیگی مع تزک یک ثمن سپاہیان درجامع مسجد رفتہ تبرکات درگاہ آثار شریف حضرت سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بر تخت سایہ دار درحرم سرائے قدسی مشعشع انوار گردانید حضور انور اشرفی و بادشاہزادہ ہا و بیگمات روپیہ ہا نیاز ساختند چنانچہ ہمگی یک اشرفی وچہل ویک روپیہ نقد و چہار روپیہ رامزادے دو روپیہ را خرمہرہ ومورچہل وتہاں بافتہ وطشت مسے وچوکی چوبی وتہان پارچہ سفید وچاندنی سفید وشیشہ گلاب وغیرہ درنذر درگاہ ممدوح گذشتہ حضور انور خلقت سربستہ گوشوارۂ طرہ مقیشی ودوشالہ وقبائی کمخواب وسہ رقم جواہر بمرزا جہان شاہ متولی درگاہ وپنج پارچہ ودو رقم جواہر بہ بیگ حافظ عنایت نمودہ آثار ممدوحہ را رخصت جامع مسجد نمودند بصاحب قلعدار بہادر حکم رفتہ کہ بتقریب شب شہادت تمام شب آمد ورفت سلاطینان وبیگمات قلعہ بنا بر زیارت تعزیہ ہا در شہر خواہد گردید تمام شب دروازہ قلعہ کشادہ دارند۔"

اسی اشاعت میں دستار کلاں کا اعجاز بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

"شخصے خانساماں جہانشاہ بہادر شاہزادہ درخواصی شاہزادہ موصوف نشستہ در ہنگام شکار شیر حملہ آوردہ خانساماں مذکور را

از بالائے خواصی فیل بر زمین انداختہ بارا خوردن سرش دہن خود را
فرد برد از قدرت کاملہ صامت حافظ حقیقی صرف دستار سر شں کہ
کلاں بود در دہن شیر در آمد شیر از خائیدن دستار عطہ ہا زدن
آغاز نہاد و آخر ش مضطر شدہ چند قدم از انجا برگردید خانساماں
درین اثنا فرصت یافتہ از آں تہلکہ جاں گز السلامت بر در"

قلعۂ معلٰی کی زبان میں بھی یہ واقعہ گوش گذار کر لیجیے۔

"ایک خانساماں جو شکار میں مصروف تھا، اس پر شیر نے حملہ کیا اور اس کو ہاتھی پر سے زمین پر دے مارا شیر چاہتا تھا کہ اس کے سر کا لقمہ بنا لے لیکن خدا کی قدرت اور حافظ حقیقی کی عنایت سے خانساماں کی دستار کلاں اس کے منہ میں آ گئی، وہ اس کو چبانے لگا تنگ پریشان و مضطر ہوا اور کچھ قدم کے فاصلے پر چلا گیا، خانساماں کو چلانے کا موقع ملا اور اپنی جان بچالی۔"

انگریزوں کی نئی نئی حکومت تھی مذہبی جنون میں دیوانے بنے ہوئے تھے۔ غریب خاندان کی تلاش میں رہتے تھے کہ اس کا کوئی فرد پیسے یا ملازمت کے لالچ یا حکومت کے رعب میں آجائے اور اپنا مذہب تبدیل کر کے عیسائی مذہب اختیار کر لے۔ کوشش کرتے کرتے جال میں شکار پھنس ہی جاتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کے ایک واقعہ کا اسی اشاعت میں ذکر ہے۔ فارسی کی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"خبر کلکتہ کالی چرن قوم برہمن کہ در علم انگریزی مہارتے وافر ہم رسانیدہ بود طریقہ عیسائی اختیار نمودہ و زوجہ اش نیز بمذہب موصوفہ پیروی شوہر خود نمود۔"

مخزن الادویہ

یہ اخبار ۱۸۴۴ء میں کلکتہ سے نکلا جس کو ایک ایرانی نے جاری کیا تھا جس کا نام حاجی آقا احمد خاں شیرازی تھا۔

قرآن السعدین

دہلی سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۴۵ء کو جاری ہوا۔ بارہ صفحات پر نکلتا تھا۔ ایڈیٹر پنڈت دھرم نرائن تھے۔ ماہانہ قیمت دو روپیہ سالانہ قیمت بیس روپے ششماہی دس یا گیارہ روپے تھی مطبع العلوم میں چھپتا تھا۔

محب ہند، فوائد الناظرین قرآن السعدین اور تحفۃ الحدائق دہلی کالج کے اساتذہ کے اہتمام میں شائع ہوتے تھے اور ان کے مضامین کی نگرانی کالج کی ایک کمیٹی کرتی تھی۔ ان اخباروں کی اشاعت سے پہلے تمام چھپنے والے مضامین کالج کے شعبہ عربی کے اول اور دوئم مولویوں کو دکھلائے جاتے تھے۔ ان مضامین کے جو حصے ان لوگوں کو قابل اعتراض معلوم ہوتے، ان کو حذف کرنے کا اختیار ان کو حاصل تھا۔ طباعت کے بعد قرآن السعدین کی ایک کاپی مقامی کمیٹی کے ممبر مسٹر جے پی گیوینس کو اور فوائد الناظرین اور محب ہند کی ایک ایک کاپی مقامی کمیٹی کے عارضی سکرٹری مسٹر ٹیلر کو بھیجی جاتی تھی یہ حضرات ان کا بغور مطالعہ کرتے تھے بلکہ قرآن السعدین کے بانی تو دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر سپرنگر صاحب تھے جنہوں نے اس اخبار کے متعلق یہ فرمایا تھا۔

> "۱۸۴۵ء میں میں نے دہلی میں پینی میگزین کی طرز پر ایک باتصویر موقت رسالے کی بنیاد ڈالی اس کا نام قرآن السعدین تھا گویا مشرق اور مغرب، مشتری اور زہرہ تھے جن کا قرآن اس رسالے میں ہوا، تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ اس کی تقلید میں بارہ سے زیادہ رسالے نکل رہے تھے ۔۔۔۔ میرے نزدیک میری سعی کا یہ بہترین ثمرہ ہے کہ جن لوگوں کے نفع کے لئے میں نے

جد وجہد کی تھی ان کو اس سے ایسی تشویق ہوئی کہ وہ نمونے سے بہترین چیزیں بنانے لگے جو ان کے لئے اور ان کے ملک کے لئے مفید ہوں گی۔"

قرآن السعدین بلند ترین معیار کا حامل تھا اس کے مضامین بڑے وقیع و تاریخی و معلوماتی ہوتے تھے۔ اس کا مقصد اپنے ہم وطنوں کو یورپین علم و ادب سے روشناس کرانا اور تعلیم کی طرف توجہ دلاتا تھا۔ اس کا طرز تحریر دل کش اور دل پسند تھا اور زندگی اور قابلیت کے ساتھ عام ذہنوں کو ترغیب دینے میں کامیاب رہا۔

جو مضامین اس اخبار میں شائع ہوئے تھے، چند حسب ذیل عنوانات سے اس اخبار کی حیثیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۱) کاہلی اور سستی ہندوستانیوں کی تمام امور میں جن سے رفاہ عام مقصود ہے اور جو مفید ہند ہو۔ (۲) حال حکیم سقراط یونانی کا (۳) علم جغرافیہ کے فوائد میں۔ ۲۷ نومبر ۱۸۴۸ء۔ (۴) ثبوت وجود دیکھ کے بارے میں، ۲ نومبر ۱۸۴۸ء۔ (۵) خیالات ایک شخص کے جو بجائے خود یہ فکر کرتا ہے کہ مذہب کے باب میں کونسی باتوں کا معتقد ہو، ۱۶ اکتوبر ۱۸۴۸ء۔ (۶) حال ملکہ الزبتھ۔ ۲ اکتوبر ۱۸۴۸ء۔ (۷) حال شہنشاہ قسطنطین اعظم کا ۲۹ اگست ۱۸۴۸ء۔ (۸) اکبر بادشاہ کا بندوبست۔ ۲۲ اگست ۱۸۴۸ء۔ ہندوؤں میں علوم و فنون کی ترقی نہیں ہوتی۔ ۲۴ اگست ۱۸۴۸ء (۱۰) خلاصہ تاریخ ہندوستان اور عہد محمود غزنوی۔ ۲۴ اپریل ۱۸۴۸ء (۱۱) تاریخ ملتان ۸ مئی ۱۸۴۸ء۔

ان مضامین کے علاوہ محب ہند دہلی کے حسب ذیل مضامین بھی اس اخبار میں نقل کئے گئے تھے۔

(۱) تاریخ جے پور تین قسطوں میں۔ ۲۰، ۲۷ نومبر اور ۴ دسمبر ۱۸۴۸ء (۲) حال سسرو فصیح کا۔ ۲۹ اگست ۱۸۴۸ء (۳) حساب کسوف و خسوف کا جن سے یہ

معلوم ہو جائے گا کہ کون سی تاریخ سے فلانے سال میں چاند سورج کا گہن ہوگا۔ ۵ر جنوری ۱۸۴۸ء (۳) حال ایک مجوبہ دوا کا۔ یکم فروری ۱۸۴۸ء (۴) حال خواب کا۔ ۱۲ر جون ۱۸۴۸ء

دھرم نرائن صاحب کے بعد اس اخبار کی ایڈیٹری کی ذمہ داری موتی لال صاحب نے نہیں بلکہ محمد حسین صاحب جو دہلی کالج کے انگریزی کے مدرس تھے، انہوں نے سنبھالی چنانچہ جب دھرم نرائن صاحب قرآن السعدین کی ادارت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے تو انہوں نے ۲۷ر نومبر ۱۸۴۸ء کے پرچہ میں یہ اعلان کیا تھا۔

"اظہار از طرف مہتمم: مہتمم اخبار ہذا خدمت میں ان جمیع صاحبان والا ہمت اور دوستان شفیق کی جن کی عنایت و نوازش ہیچ تر ذیج اس پرچہ اخبار کی بدل مبذول تھی بصد اظہار نیازمندی عرض کرتا ہے کہ کہ اس ذرۂ بے مقدار کو جناب ہملٹن صاحب بہادر اقبال رزیڈنٹ مالوہ نے محض اپنی والا ہمتی اور بزرگی کو کار فرما کے او پر اہتمام مطبع اور مدرسی ثانی اندور کے مامور فرمایا ہے۔ اگر ہمہ تن زبان ہو تو بھی اس عنایت کا ادائے شکر نہیں کر سکتا ازبسکہ عزم روانگی اس دیار کا درپیش ہے اس واسطے جمیع صاحبان بزرگ طبیعت سے امید ہے کہ وہ بطور قدیم مہتمم ثانی پر بھی اپنی عنایت شفقت مبذول رکھیں اور یکم دسمبر ۱۸۴۸ء سے جمیع خطوط متعلق داد و ستد قیمت اخبار وغیرہ سید اشرف علی مہتمم مطبع العلوم کے نام مرحمت فرمادیں۔" (۵۰)

چنانچہ ۱۱ر دسمبر ۱۸۴۸ء کے شمارے سے اخبار کی پریس لائن میں اخبار کے مہتمم یا ایڈیٹر کا نام محمد حسین چھپنے لگا تھا۔ محمد حسین صاحب کے بعد اس اخبار کے ایڈیٹر موتی لال صاحب، سید محمد اشرف علی صاحب، اصغر علی صاحب اور کریم بخش صاحب مقرر ہوئے۔

یہ اخبار بہت محتاط تھا، اور انگریزی حکومت کے خلاف تو اس لئے نہیں لکھ سکتا تھا کہ اس کا ہر ایک مضمون انگریزوں کی نظر سے گذرتا تھا لیکن بعض اوقات اس میں ہندوستان کے صحیح حالات چھپ جاتے تھے۔ چنانچہ جس زمانے میں پنجاب میں انگریزوں نے ہندوستان کو غلام بنانے کے لئے جنگ چھیڑ رکھی تھی اس وقت ایک انقلابی اشتہار کی مختصر سی عبارت ۱۶ اکتوبر ۱۸۴۸ء کے شمارے میں چھپ گئی تھی۔

"امرت سر کے ایک معابد کے دروازہ پر ایک اشتہار کسی ناعاقبت اندیش نے لگایا تھا۔ خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے۔ چونکہ انگریزوں نے بد عہدی اور ظلم کیا ہے اس واسطے جمیع اشخاص جو گورو کے معتقد ہیں واجب ہے کہ بدل و جان ساعی ہوں اور انگریزوں کو قتل کریں اور اپنی ریاست مقرر کریں اور جو شخص اس بات پر کمر ہمت نہ باندھے گا وہ سکھ نہیں ہے۔" (۴۹۶)

ہندوستان سے انگریز کس قدر روپیہ انگلینڈ روانہ کرتا تھا، اس کی تفصیل زیر عنوان حال روانگی روپیہ کا ہندوستان اور ولایتوں کے تحت ۶ مارچ ۱۸۴۸ء کے قرآن السعدین میں دی ہے۔

"نقشہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان سے انگلستان کو سال رواں میں کتنا روپیہ روانہ ہوا ہے تعداد از ابتدائے یکم جنوری لغایت ہفتم جنوری سنہ حال۔

انگلستان کو	۱۷۴۰۱۴۲	روپیہ
انگلستان کو سونا قیمتی	۱۰۰۰۰	روپیہ
کل	۱۱۸۶۷۰۹	

ہشتم جنوری سے ۱۴ ماہ مذکور تک

انگلستان کو	۳۷۴۱۴۲

انگلستان کو سکہ سورن	۴۴۰۶
اقاب کو روپیہ	۲۰۲۴
مدراس سونا قیمتی	۱۳۰۰
کل	۳۸۱۷۷۲
۱۰؍جنوری سے ۱۲؍ماہ مذکور تک	
انگلستان کو	۲۰۲۴۰۰
مسقا	۲۰۰۰۰
مول میں	۵۰۰۰
اقاب	۳۰۰۰۰
کل	۲۰۶۹۰۰۰
۳۰؍جنوری سے ۴ فروری کو	
انگلستان کو	۱۰۲۵۰
〃 سکہ دیگر قیمتی	۵۴۷۵۰
〃 سونا قیمتی	۱۳۰۰۰
کل	۸۰۰۰

مہارانی جندہ والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اپنے ملک سے محبت تھی اور ان کے دل میں غیر ملکی غلامی کے خلاف نفرت تھی۔ وہ طوقِ غلامی کو توڑنے کے لئے جتن کرتی تھیں جس کا علم جب انگریزی حکام کو ہوا تو انہوں نے مہارانی کو اپنی حراست میں لینے کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کئے وہ ۳۰؍مئی ۱۸۴۸ء کے شمارے میں درج ہیں مضمون کا عنوان ہے "خبر مہارانی چندہ اور لاہور کی" چونکہ مضمون طویل ہے اس لئے اس کا ابتدائی حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

"یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مہارانی چندہ والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کی اس سازش میں جو حال میں لاہور کے اندر ہوئی تھیں اور اہل سازش کو زر سے امداد کرتی تھیں، یہ یاداش اس حرکت بد کے صاحب رزیڈنٹ لاہور نے مناسب جانا کہ مہارانی صاحبہ شیخو پورہ سے بنارس بھیجی جادیں۔ جب تدابیران کی نقل مکانی کی مستحکم ہو گئیں تو لفٹننٹ ملسڈن اور ہوڈسن صاحب یہ پیغام لے کے مہارانی صاحبہ کی خدمت میں ۱۴ تاریخ ماہ حال کو گئے کہ نزدیک صاحب رزیڈنٹ اور دربار لاہور کے آپ کا لاہور جانا ضرور ی ہے۔ اگلے روز اس کے کچھ سپاہ معہ دو توپوں کے شیخو پورہ روانہ کر دی گئیں اور افسر فوج کو ہدایت کر دی گئی کہ اگر رانی صاحبہ یا ان کے متوسل لاہور کے آنے سے انکار کریں تو انہیں جبراً شیخو پورہ سے لاؤ۔ مگر رانی صاحبہ نے کچھ اصرار نہ کیا اور روانگی پر فوراً آمادہ ہو گئیں اور اسی واسطے جانا فوج کا شیخو پورہ کو بیکار رہا۔ لیکن خلاف توقع رانی صاحبہ کو لاہور دیکھنا نصیب نہ ہوا یعنی انہوں نے جب آب راوی کو پار کیا تو فوج ہمراہی انہیں بجائے لاہور لے جانے کے "کھان کچ" میں لے آئی اور اب تک رانی صاحبہ کو یہ نہ معلوم تھا کہ وہ کدھر جاتی ہیں۔" (۲۶۱)

خاندان مغلیہ اور لکھنؤ کی نوابی کا خاتمہ کیوں ہوا تھا، اس لئے کہ ان سے غیر ذمہ دارانہ طفلانہ حرکتیں سرزد ہونے لگی تھیں۔ ان کی بیگمات بھی اسی انداز سے زندگیاں گذارتی تھیں۔ لکھنؤ کی بیگمات کا ایک اسی قسم کا واقعہ ۲۱ فروری ۱۸۴۸ء کے پرچے میں درج ہے۔

" ایک روز شاہ والا ہمت کی زبان مبارک پر یہ کلمہ آیا کہ بیگمات وغیرہ

کی تنخواہیں بہت ہیں۔ اسی وقت ارکان دولت بول اٹھے کہ جناب عالی ارشاد حضور بجا ہے اور بلاشک تخفیف تنخواہ اس نہج پر ہو سکتی ہے کہ کمی مشاہرہ سے بیگمات کے عیش و عشرت میں فرق نہ آوے۔ رفوراً تخفیف عمل میں آئی اور مبلغ کثیر مواجب مقرری میں وضع کر لیا گیا۔ ایڈیٹر خزانۂ عامرہ زر بحث سے پُر ہوا، ادھر بیگمات کا دل درد والم سے لبریز۔ بیگمات کو رنج میں یہ سوجھ پڑی کہ چونکہ حضور والا نے ہمیں مفت ستایا ہے سو ہم بھی ان کی رعایا کو ستائیں۔ اس ارادہ سے انہوں نے چھت پر محل کے جو سر بازار واقع ہے خوب پتھر جمع کئے اور ایک روز سب اس جگہ جمع ہوئیں اور جس وقت حسین آباد میں جانے والوں کا ہجوم تھا محل سے پتھروں کی بوچھاڑ کر دی یہاں تک کہ سارے راہ گیر ادھر ادھر جان بچانے کو تتر بتر ہو گئے ان بیگمات نے سارے شہر میں کھلبلی ڈال دی اور ارکان ریاست کو بجز اس کے کچھ اور علاج نہ سوجھا کہ تنخواہیں بیگمات کی بحال کرا دیں۔" (۱۰۱)

انگریزی حکومت نے ہندوستان میں اپنے ابتدائی عہد میں اخبار کا محصول ڈاک اخبار کی سالانہ قیمت کے برابر بڑھا دیا تھا جس کی وجہ سے اخبار کے خریدار اخبار لینا بند کر دیتے تھے۔ اس قسم کی پریشانی ایک انگریزی اخبار کو پیش آئی جس کا ذکر اس نے اپنے اخبار میں کیا تھا۔ چنانچہ اس مضمون کا ترجمہ ۱۰ جنوری ۱۸۴۸ء کے قرآن السعدین میں چھپا تھا۔

"مہتمم اخبار انگریزی لکھتے ہیں کہ ایک خریدار نے میرا اخبار محصول کے مارے لینا چھوڑ دیا۔ قیمت اخبار کی چونسٹھ روپے ہے اور محصول ڈاک

اٹھاون روپے۔ اس قدر محصول اخبارات پر بڑا بوجھ ہے اور موجب کمی شیوع علم کا ہوتا ہے۔ شکایت اس کی حکام ولایت پر ہے کیونکہ ڈپوٹی گورنر بنگال اور گورنر جنرل نے تو نیا طریقہ فی اخبار ایک آنہ قرار دیا تھا اور اجازت کورٹ آف ڈائرکٹر کی چاہی تھی لیکن صاحب ڈائرکٹر اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور کورٹ بھی محصول نہیں گھٹاتے۔" (۲۴)

اس اخبار کو شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں ہے۔ پوری ۱۸۴۸ء کی فائل میں مفتی صدرالدین صاحب آزردہ کی غزل چھپی ہے، اس کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں:۔

ہے مفت دل کی قیمت اگر ایک نظر ملے
یہ وہ متاع ہے کہ نہ لیں مفت اگر ملے

انصاف کر کہ لاؤں میں پھر کون سا وہ دل
محشر کے روز بھی جو نہ دادِ جگر ملے

پروانہ وار ہے حدِ پرواز شعلہ تک
جلنے ہی کے لئے مجھے یہ بال و پر ملے

اس کی گلی میں لے گئے آزردہ کو، اسے
دی تھی دعا یہ، کیسے کہ جنت میں گھر ملے

غالباً قرآن السعدین ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے قبل تک جاری رہا۔

پنڈت دھرم نرائن: پنڈت دھرم نرائن ابن پنڈت لیشن نرائن دہلی کالج کے شعبۂ انگریزی کے سینیر سکالر تھے اور ان کا کالج کے نہایت قابل اور ذہین طلبا میں شمار ... پولیٹیکل اکانومی (معاشیات) کا ترجمہ انہوں نے اردو میں

کیا، کچھ حصہ تاریخ انگلستان کا بھی ترجمہ کیا، دونوں کتابیں اسی زمانے میں سوسائٹی نے چھاپ دی تھیں۔ قرآن السعدین کی ادارت کے بعد ۱۸۴۹ء میں مالوہ اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور اندور سکول کے ہیڈ ماسٹری کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ۱۸۵۳ء میں مالوہ اخبار کی ایڈیٹری کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے۔ اندور کے میر منشی رہے رائے بہادری کے خطاب سے سرفراز رہے۔ سر سید احمد خاں کی سائنٹفک سوسائٹی کے لئے مل کی پولٹیکل اکانمی کا انتخاب سیاست مدن کے نام سے کیا جس کو سائنٹفک سوسائٹی نے ہی طبع کرایا۔ [1]

اخبار قرآن السعدین کی مہتممی کے زمانے میں پنڈت جی کو ایک صدمہ پہنچا تھا۔ ان کے خانگی زیورات چوری ہو گئے تھے جس کے حاصل کرنے کے لئے انہوں نے مال برآمد کرنے والے کو کچھ دینا بھی طے کیا تھا۔ چنانچہ اس مضمون کا اشتہار انہوں نے ۱۲ ستمبر ۱۸۴۸ء کے قرآن السعدین میں شائع کرایا تھا۔

"دوسری تاریخ ماہ حال کو شام کے وقت کہ اس دن یوم شنبہ تھا میرا مال قسم زیورات تعدادی تخمیناً ایک ہزار چھ سو پچانوے روپے کا چوری گیا ہے۔ اس واسطے اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص کل مال کو برآمد کروائے گا اس کو میں علاوہ کمیشن کے جو سرکار کی طرف سے مقرر ہے دو سو روپیہ زیادہ بطور حق الخدمت کے دوں گا اور اگر مال برآمد ہوگا تو حساب بالا کے بموجب جو کچھ حساب سے نکلے گا وہ دیا جائے گا۔" (۴۵۹)

مولوی کریم الدین صاحب مؤلف طبقات الشعراء بھی دہلی کالج کے تعلیم یافتہ

---

[1] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱۷۱

تھے۔ اس بنا پر پنڈت دھرم نرائن صاحب سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے انہوں نے طبقات الشعراء میں ان کا ذکر کیا ہے۔

"پنڈت دھرم نرائن ابن بشن نرائن بہت خلیق اور با ادب اور عقل مند اور ہوشیار اور چالاک اور تیز اور ذہین آدمی ہے اس نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ ایک پولٹیکل اکانومی کا اردو میں اور کچھ تاریخ ہندوستان کا کیا ہے وہ دونوں چھپ گئی ہیں۔ درمیان ۱۸۴۷ء کے عمر اس کی ۲۲، ۲۳ برس کی ہے۔"

گارساں دتاسی نے بھی ان کا ذکر اپنے خطبہ میں مالوے اخبار کے ساتھ کیا ہے۔

"اندور کا اخبار جو مالوہ کا دارالحکومت ہے، مالوہ اخبار ہے۔ یہ آٹھ صفحوں کا ہفتہ واری ہے اس کے ایک کالم میں اردو اور دوسرے میں ہندی ہوتی ہے۔ اس کے ایڈیٹر دھرم نرائن ہیں جن کی عمر صرف چھبیس ستائیس برس کی ہوگی۔ یہ بہت اچھے شاعر ہیں اور انہوں نے مل کی پولٹیکل اکانمی معاشیات اور انگلستان کی ایک تاریخ کا ترجمہ بھی کیا ہے۔" (خطبہ ۲۹ نومبر ۱۸۵۳ء صہ ۲۴۵)

پنڈت موتی لال بسمل : پنڈت جی دہلی کے کشمیری پنڈت تھے۔ دہلی کالج کے بہت ممتاز طلبا میں سے تھے۔ ان پر دہلی کالج کو فخر تھا۔ انگریزی کی اعلیٰ قابلیت تھی۔ ۵۰، ۱۸۴۹ء میں سالانہ مضمون نویسی کے لئے مسٹر جے گبنز نے ذیل کا مضمون تجویز کیا۔

"ان دنوں ہندوستان میں اہل علم اور اہل فہم کون کون پیشہ عمدہ اور فائدہ بخش اختیار کر سکتے ہیں اور ہر ایک سے کامیابی کے واسطے کہا گیا، تعلیمیں اور پھر کیسی محنت اور کوشش درکار ہے۔"

اس مضمون کے جوابی پرچوں میں تاریخی اور عام معلومات اچھی پائی گئیں اور

لکھنے والے قومی تعصبات سے بری تھے۔ موتی لال کا مضمون انگریزی میں اور محمد حسین کا اردو میں سب سے بہتر خیال کیا گیا۔ موتی لال نے اس کے علاوہ مضمون نویسی کے دو تمغے بھی حاصل کئے۔ ایک نقرئی تمغہ انگریزی مضمون کا تاریخ برطانیہ ہند پر، بیرسٹر مٹکاف کا عطا کردہ تھا۔ دوسرا طلائی تمغہ جو اردو مضمون کے لئے سر ہربرٹ میڈوک نے عطا کیا تھا۔ یہ مضمون دونوں شعبوں کے طلبا کے لئے تھا۔ مضمون کا عنوان یہ تھا۔

"مختلف آزاد پیشے اور مفید کاروبار جو ہندوستانی دیسی ریاستوں میں پائے جاتے ہیں اور ہر ایک میں کامیابی کے بہترین طریقے خواہ ابتدائی ترتیب کے لحاظ سے یا مابعد کی مساعی کے اعتبار سے۔"

ان کے وظیفے کی توسیع کے لئے گورنمنٹ میں سفارش کی گئی تو منظوری دیتے وقت خصوصیت کے ساتھ ان کے متعلق یہ الفاظ لکھے گئے تھے۔

"وہ اس رعایت کا خاص طور پر مستحق ہے کیونکہ انگریزی زبان کی تحصیل میں اس نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اور اپنی فرصت کا وقت ترجمہ کرنے اور اردو رسالوں کے آڈٹ و مرتب کرنے میں صرف کرتا ہے۔"[1]

تعلیم ختم کرنے کے بعد ۱۸۵۰ء میں بورڈ آف ایڈمنسٹریشن لاہور کے ۱۵۰ روپے ماہانہ پر فارسی مترجم ہوئے۔ کئی سال تک گورنمنٹ پنجاب کی میر منشی گری کے عہدہ پر ممتاز رہ کر پھر ایکسٹرا جوڈیشل کمشنر درجہ اول مقرر ہوئے بعد میں ڈسٹرکٹ جج بھی ہوگئے تھے۔ اس عہدہ سے پنشن پائی اور گجرات میں مقیم ہوگئے تھے۔[2]

اگرچہ یہ ایسے محکمے میں چلے گئے تھے جہاں تعلیم و تعلم کا چرچا نہ تھا لیکن ان

---

[1] مرحوم دہلی کالج صد ۱۶۵۔

کا علمی ذوق ہمیشہ قائم رہا۔ بلوٹارک کے تذکرہ مرو کا ترجمہ اردو میں کیا جو ورنیکلر ٹرانس لیشن سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوا۔ طالب علمی کے زمانے میں ایک تذکرہ شعرا لکھا تھا۔ تعلیم نسواں اور صغر سنی کی شادی پر انگریزی کے دو رسالے لکھے دو کتابیں فن مسمریزم میں انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیں۔ مسمریزم میں بھی اچھا دخل تھا۔ تعلیم نسواں اور دیگر مضامین کے صلے میں سرکار سے طلائی تمغے انعام میں ملے۔ اردو فارسی میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ ۶۲ برس کی عمر میں ۱۸۹۰ء میں لاہور میں فوت ہوئے۔

رندانہ مزاج پایا تھا۔ شعر گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی بسمل تخلص رکھتے تھے۔[1]

گھر پر آنے ہی ترے پاس سے مرجاتا ہوں
بس ادھر آتا ہوں میں اور اُدھر جاتا ہوں

یہ سمجھے دیکھ کر ہم خالِ لب اس آفتِ جاں کا
بجائے خضر زنگی پاسباں ہے آبِ حیواں کا

عاقبت تک رہے پابستۂ زنجیر بلا
دیکھ پائے جو تری زلفِ گرہ گیر کے بل

بہا دیں اشک کے طوفان سے کشتی نوح کی بھی ہم
اٹھا دیں ایک پل کو ہم جو پردہ چشمِ گریاں کا

چمن میں سرو کہتے ہیں تمہارے سایۂ قد کو
فلک نے پرچا ندر کھا نام عکس روئے تاباں کا

بہت سا فرق تجھ میں اور اِن میں ہے نکرہ دعوی
نہ تو ہمسری ناخنِ دابروئے جاناں کا

---

[1] خم خانۂ جاوید جلد اول ص۵۸۶

میر اشرف علی: میر صاحب دہلی کالج میں منشی تھے اور بہت قابل شخص تھے۔ تاریخ کشمیر کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ رسالہ اصولِ حساب کی تالیف میں بابو ہر دیو سنگھ کو مدد دی اور بریلیٹ سر دے آف ہسٹری کے اردو ترجمے کی اصلاح کی۔

مولوی کریم الدین صاحب طبقات الشعراء میں ان کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔

"منشی میر اشرف علی، منشی مدرسہ دہلی بہت ذہین اور ذکی آدمی ہیں اردو زبان بہت پاک وصاف اور اچھی مہارت فارسی کی ان کو حاصل ہے۔ ایک تاریخ کشمیر کی جو فارسی میں تصنیف کی مولوی محمد اعظم کی تھی بموجب صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ دہلی کے اردو میں انہوں نے ترجمہ اس کا کیا ہے، بہت اچھا ترجمہ ہے اور رسالہ اصول حساب میں بابو ہر دیو سنگھ کے مدد دی ہے اور بریلیٹ سر دے ہسٹری کے ترجمہ میں بھی انہوں نے تصحیح اور اصلاح جاری کی ہے۔ غرضیکہ یہ شخص بہت خلیق اور متواضع، کشادہ پیشانی، ہنس مکھ صورت ظریف وادیب اور عقل مند آدمی ہے۔ دوستی میں بھی صاف اور بے لگاؤ ہے، یار وفادار اور بامروت قوم سے سید زیدی واسطی بڑے خاندان کا ہے۔"

مطبع العلوم متعلقہ دہلی کالج کے آخری مہتمم سید اشرف علی صاحب تھے۔ اس مطبع میں دہلی کے مدرسوں کی کتابیں چھپتی تھیں۔ فوائد الناظرین، قرآن السعدین وغیرہ اس مطبع میں طبع ہوتے تھے۔ اس مطبع کے شیر ہولڈر تھے اور ان کے شیر کی رقم سے مطبع چلایا جاتا تھا۔ دہلی کے بیشتر اساتذہ اس اسکیم میں شامل تھے مثلاً مولوی مملوک علی صاحب، ماسٹر رام چندر، مولوی سبحان بخش، میر سید محمد خوشنویس بھی اس کے حصہ دار تھے۔ بہت دنوں تک اس مطبع نے تنہا اپنا سکہ جمائے رکھا لیکن جب اور مطبع جاری ہو گئے تو چھپائی سستی ہو گئی اور اس کا اثر اس مطبع پر پڑا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۵۲ء

میں سید اشرف علی صاحب کو اس پریشانی کا ذکر کرنا پڑا۔

"یہ نیاز مند اشرف علی مہتمم مطبع العلوم متعلقہ مدارس دہلی (متعلقہ مدرسہ دہلی) کا سب شرکا کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اب اس شہر میں کثرت چھاپے خانوں کی ایسی ہوئی ہے کہ جو کتاب ایک روپیہ میں تیار ہوتی تھی اس کو دوسرے چھاپے خانے والے چار آنہ بدون مآل اندیشی کے کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ انجام ان کا بخیر نہیں ہوتا اور آخر کار پشیمانی اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں بہت نقصان مطابع قدیم کا ہوتا ہے کیونکہ جو نرخ ان مطابع میں مقرر تھا وہ اب تاجروں کے نزدیک بہت گراں معلوم ہوتا ہے۔ تو اس سبب سے کوئی تاجر بیرونی اس مطبع میں نہیں چھپواتا اور بصورت ناچاری قرض ودام کرکے کتب ملکیت مطبع سے چھپوائی جاتی ہیں اور ان کتب کو بضرورت اجبار کار تاجروں کو بوعدہ بدمن روز کے دی جاتی ہیں اور ان سے بڑی دقت سے کچھ وصول ہوتا ہے اور کچھ ڈوبتا ہے اور یہاں بیوپار کرتے کرتے دم ناک میں آتا ہے اور جو صاحب کہ مجتہد اسکے ہیں اس کی چھپائی برسوں تک نہیں دیتے اور لیت ولعل میں گذارتے ہیں تو اس صورت میں بجز نقصان کے کوئی صورت نفع کی نہیں معلوم ہوتی اور شرکا کہتے ہیں کہ ہر ششماہی ہر سال پر نفع بانٹا کرو اور تقسیم نفع کے واسطے مجھ کو تنگ کرتے ہیں۔ اگرچہ اس مطبع مدارس دہلی میں دو دفعہ نفع تقسیم ہوچکا ہے یعنی فی حصہ گیارہ روپیہ پہنچ چکا ہے اور اب فی حصہ انیس روپے لگتا رہا ہے۔"

عمدۃ الاخبار کوہ نور لاہور ۱۸۵۱ء کی جلد میں دو مقامات پر عمدۃ الاخبار کے حوالے ہیں ایک مدراس کے عمدۃ الاخبار کا دوسرے بریلی کے عمدۃ الاخبار کا، گویا ۱۸۵۱ء میں یہ دونوں اخبار جاری تھے۔ دتاسی اپنے خطبہ میں لکھتا ہے۔

"اس نام کا اخبار بیشتر بریلی سے نکلتا ہے لیکن یہ اخبار مدراس میں بہت عرصہ سے جاری ہے۔ یہ بھی مہینہ میں تین بار نکلتا ہے۔ کبھی کبھی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔"[1]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوہ نور کے حوالے کے مطابق عمدۃ الاخبار بریلی کا ۱۸۵۱ء میں نکلتا تھا تو مدراس کا اس سے بہت عرصہ پہلے یعنی ۱۸۴۵ء میں نکلتا ہوگا۔ "مدراس میں اردو" کے مصنف نے تو دتاسی کے ان فقروں سے یہاں تک خیال آرائی کی ہے کہ

"اردو کا پہلا اخبار غالباً عمدۃ الاخبار مدراس ہوگا اگرچہ اس کے اجرار کا سنہ ہنوز تحقیق کے ساتھ تعین نہیں کیا جا سکتا لیکن گمان غالب ہے کہ اس کی اجرائی عمدۃ الامراء جن کا ۱۸۰۲ء میں انتقال ہوا، کے زمانے میں ہوئی اور ان کے نام پر ہی عمدۃ الاخبار نام رکھا گیا۔ ممکن ہے ہمارا خیال صحیح ہو اور ممکن ہے کہ غلط ہو مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ عمدۃ الاخبار مدراس کا پہلا اخبار تھا۔" (صہ ۱۴۲)

بہر حال اس بات میں زیادہ شک نہیں کہ عمدۃ الاخبار ۱۸۴۵ء میں نکلا ہوگا۔

---

[1] خطبات دتاسی۔ صہ ۱۹۵۔

بنارس گزٹ

یہ ہفتہ وار اخبار بنارس سے ۱۸۴۵ء کو جاری ہوا[۵۱] ۔ ایڈیٹر گوبند رگھوناتھ تھے، قیمت ماہانہ ایک روپیہ تھی ۔ مطبع بنارس اخبار میں چھپتا تھا ۔ اس اخبار کی آمد رجسٹر نیوز پیپر ۲۴ اپریل ۱۸۴۷ء میں درج ہے ۔ یہ اخبار اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں نکلتا تھا ۔

اس اخبار میں دھرم شاشتر اور اسی قسم کی دوسری سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے شائع ہوتے تھے اس کے علاوہ مقامی خبریں ہوتی تھیں جو دوسرے اخباروں سے نقل کی جاتی تھیں ۔ اس کی چھپائی بہت خراب تھی مشکل سے عبارت پڑھی جاتی تھی ۔ راجہ نیپال اس اخبار کی مدد کرتے تھے بلکہ مشہور یہ تھا کہ یہ اخبار راجہ نیپال کا زرخرید ہے ۔ یہ پرچہ عیسائی مشنریوں کے خلاف لکھتا تھا اور ہندو مذہب کی پرزور حمایت کرتا تھا اور جو راجہ نیپال کی حکومت کی مخالفت کرتا تھا اس کا یہ پکا دشمن تھا ۔

اس اخبار کے ایڈیٹر کو ۱۸۵۲ء میں بنارس کے فسادات کے سلسلہ میں مقامی مجسٹریٹ نے گواہی دینے کے لئے طلب کیا تھا کیونکہ خود ان ہی کے بعض مضامین سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کو ان واقعات کا علم ہے لیکن ایڈیٹر صاحب نے عدالت میں جانا پسند نہیں کیا بلکہ اپنی توہین محسوس کی اس لئے کہ ان کو ادارتی فرائض کی انجام دہی میں رکاوٹ ہوتی تھی ۔ اصلی بات یہ تھی کہ ایڈیٹر صاحب نے اس سلسلہ میں مجسٹریٹ کے عمل کے خلاف لکھدیا تھا جس کی پاداش میں ان کو ایک بار اپنے اخبار میں تحریری معافی لکھنی پڑی ۔[۵۲]

---

[۵۱] ہندی کی پتر اور پتر کائیں ص۸ ۔

[۵۲] صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات ص۸۶ ۔

کریم الاخبار و گل رعنا

۱۸۴۵ء میں مولوی کریم الدین صاحب نے دہلی سے ایک ماہنامہ گل رعنا اور ہفتہ وار کریم الاخبار نکالا تھا۔ گل رعنا کے مولوی صاحب خود مرتب تھے۔ انہوں نے ۱۸۴۵ء میں ایک تاریخی مشاعرہ کا اعلان کیا جو ہر مہینہ یا ہر ہفتہ منعقد ہوتا تھا اور ان ہی مشاعروں کا کلام گل رعنا میں چھپتا تھا۔

"۲۸ جمادی ثانی ۱۲۶۱ھ کو محفل ارباب کمال و مجلس اصحاب ذوق جمال نہایت اہتمام کے ساتھ منعقد ہوئی اور شعراء نے اپنی نکتہ سنجیوں سے حاضرین کو مستفید کیا۔"

مولوی کریم الدین صاحب نے اپنے تذکرہ طبقات الشعراء میں اپنے ان مشاعروں کا ذکر کیا ہے جن کا کلام گل رعنا میں چھپتا تھا۔

جن شعراء کرام نے اس مشاعرہ میں کلام سنایا تھا۔ ان کے حالات و کلام طبقات الشعراء سے نقل کئے جاتے ہیں۔

"اشتیاق: یہ ایک بادشاہ زادہ ہیں۔ غلام محی الدین خلف مرزا غلام حیدر دہلوی ۱۲ شعبان ۱۲۶۱ھ کو میرے مکان پر مشاعرہ میں یہ دو غزلیں سنائیں۔ طبع مستقیم، ذہن سلیم رکھتا ہے۔ قلعہ میں رہتا ہے چالیس برس کی عمر تھی۔ یہ بادشاہ زادہ شاہ عالم کے پوتوں میں سے ہے۔ شاگرد میر نظام الدین ممنون کا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد مفتی صدرالدین سے اصلاح لیتے رہے۔ قد لمبا، سفید پوش اکثر رہتا ہے اور تقوی پن سے ظاہر صورت سے ہویدا ہے۔ ؎

قبر میں بھی سوزِ غم تیرا لگا کر لے گئے
داغ ہم سینہ کا سینہ میں چھپا کر لے گئے

ہم ترے کوچہ میں آئے تھے لئے دلبستگی
تہمت آوارگی سر پہ اٹھا کر لے گئے
صبر تھا، طاقت تھی، دل تھا کیا ہمارے پاس تھا
ہوش باقی تھا سو کل وہ بھی تم آ کر لے گئے
گو رقیبوں سے حیا تھی پھر ہمارا مدعا
وہ نگاہوں کا نگاہوں میں چرا کر لے گئے
احوال ہمارا نہ عبث پوچھ مسیحا
یہ درد ہے دل میں کہ بیاں کر نہیں سکتے
کیوں خواب میں پوشیدہ نہیں آپ ہیں آتے
اس میں تو رقیب اور گماں کر نہیں سکتے

رساؔ: مرزا کریم الدین بادشاہ زادے پرانے شوقین شاعر تھے۔ ۱۲۶۱ھ کے ہر ایک مشاعرہ میں شامل ہوتے اور سب شاعروں سے پہلے آتے تھے اور جب تک تمام شاعر پڑھ نہیں لیتے بیٹھے رہتے تھے ان کے پڑھنے کی نوبت دو تین شاعروں کے بعد آتی تھی اسی سنہ میں ستر برس کی عمر تھی۔ بہت ضعیف تھے مگر مضامین عاشقانہ کی بندش نوجوان کے مانند جوش و خروش کی تھی۔ ان سے چند سلاطین اصلاح بھی لیتے تھے۔ انہوں نے شاہ نصیر سے اصلاح لی۔ رساؔ شاعر اوسط درجہ کا ہے، نہ بڑے شاعروں میں نہ چھوٹوں میں۔ اتنی بھی لیاقت نہ تھی کہ عبارت صحیح لکھ لے۔ اکثر اپنے اشعار جو لکھتے اس میں غلطیاں اس قدر ہوتی تھیں یعنی بجائے طا کے تا، اور خط بھی بہت کریہہ، جو پڑھا نہیں جاتا تھا مگر رحم دل، خوش خلق سادہ

آدمی ہیں۔ دغا فریب سے دور رہے ایک دفعہ مشاعرہ میں آئے ہوئے
رات کو مینہ برسنے لگا۔ بہت پریشان ہوئے اس لئے کہ ان کا گھر
بہت دور تھا کیونکہ مشاعرہ قاضی حوض پر مبارک النساء بیگم کے
مکان میں جو مبیکے کرایہ کا تھا ہوا کرتا تھا۔ وہ قلعہ میں رہا کرتے تھے
راستے میں نہ روشنی تھی اور بڑی کیچڑ دلدل تھی۔ مولوی کریم الدین نے
اپنے نوکر میاں جان کو ان کے ہمراہ روانہ کیا اور روشنی کا انتظام
کردیا۔ راستے میں انہوں نے اس کا جوتہ خود پہن لیا اور اس کو اپنا
جوتہ دیدیا کہ تو لے چل۔ وہ ننگے پیر ان کے ہمراہ ان کا جوتہ اٹھائے
چلا گیا۔ جب گھر پہنچے تو ایک نیا جوتہ قیمتی اس کو دیا۔ ۱۲ شعبان
۱۲۶۱ھ کے مشاعرے میں یہ شعر انہوں نے سنائے تھے۔ (۲۱۴) ؎

بازآ ستا تو ہم کو بہت عشوہ گر نہیں
کرتا کسی پہ ظلم کوئی اس قدر نہیں
اُس بن وبالِ جان ہوئی زندگی ہمیں
آیا نظر وہ جب سے دلا مو کمر نہیں
گو نزع میں ہوں میں تیرے بن اے جانِ من
کرے گی جاں بُتی مری تن سے سفر نہیں

فسوں: مرزا منجھلے ایک بادشاہ زادے ہیں قلعہ معلی میں رہتے تھے
مجھ سے بھی اکثر ملاقات مشاعرے میں میرے مکان پر ہوئی۔ شعر
اچھا کہتا ہے۔ درمیان ۱۲۶۱ھ میرے مکان پر آکر وہ غزل خوانی
کرتے تھے۔ ہر ایک غزل میں سے شعر منتخب کرکے لکھتا
ہوں۔ ؎ (۲۱۵)

اللہ رے جذبۂ دلِ مضطر کہ تیر کا
باہر ہمارے پہلو سے سوفار بھی نہیں

کچھ آپ ہی آپ دل پہ میرا بیٹھا جائے ہے
ظاہر میں تو الٰہی میں بیمار بھی نہیں

چلتے ہی چلتے مر گئے ہم کوئے عشق میں
جو سہل جانتے تھے وہی سخت راہ تھی

مارا تو ہوتا جان سے ہمیں اور رقیب کو
دونوں کو آزماتے ستمگار چاہ تھی

محو نظارہ ہوئے ایسے کہ ہم رونے لگے
محفلِ غیر کو ہی سمجھے ہیں گھر اپنا سا

دیوانہ سا پھرتا ہے فسوں گر تا جو ہر سو
یاد آگیا ہنسنا اسے کسی ہوش ربا کا

مسرور: نواب غلام حسین خاں ولد نواب زین العابدین خاں عارف کی میری ان کی ملاقات اس طور پر ہوئی تھی کہ ۱۲۶۱ھ میں ساٹھ برس کی عمر تھی، گھر سے باہر کبھی نہیں جاتے، وجہ معیشت سے بے فکر ہیں اچھا شعر کہتے تھے مدت سے شعر کہنا چھوڑ دیا ہے، جن ایام میں میرے ہاں مشاعرہ ہونا شروع ہوا انہوں نے ایک غزل اپنے صاحب زادے کی معرفت روانہ کی تھی، بہت تعریف و تحسین ہوئی۔ (۲۱۹) ؎

آساں کسی سے دل کا لگانا اگر نہیں
میں بھی تو وہ بشر ہوں کہ رکھتا جگر نہیں

دس بیس کے گلوں پہ چھری پھیرتے ہو روز
میرے ہی ذبح کرنے پہ کچھ منحصر نہیں

باہر نکل کے آپ سے پھر آپ میں نہ آ
مسرور اس سے خوب جہاں میں سفر نہیں

محمد سعید صاحب سعید قاضی بدایوں، جنہوں نے ۱۲ شعبان ۱۲۶۱ھ کے مشاعرہ میں یہ غزل پڑھی تھی اس کے دو شعر یہ ہیں۔ ؎

اللہ رے ناز کی کہ وہ کہتے ہیں ہر گھڑی | زلفوں کے بوجھ سے مری پتلی کمر نہیں
صدمہ اٹھائے فرقت جاناں کا یوں سعید | میرے سوا یہ اور کسی کا جگر نہیں

گارساں دتاسی نے اپنے خطبہ ۴ر دسمبر ۱۸۵۴ء میں گل رعنا کا ذکر کیا ہے۔

"مولوی کریم الدین نے کچھ عرصہ ہوکہ ایک خاص رسالہ گل رعنا میں جو دہلی سے شائع ہوا ہے ایسے شاعروں کی نظموں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔" (۵۸)

کریم الاخبار دہلی کی تصدیق ایک اشتہار سے ہوتی ہے جو فوائد الشائقین دہلی مورخہ ۸ر اپریل ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا ہے۔

"اشتہار: واضح ہو کہ پہلے اس سے ایک مطبع موسوم بہ مطبع رفاہ عام بشرکت چند آدمیوں کے جاری ہوا تھا اور اس میں سے ایک پرچہ اخبار موسوم بکریم الاخبار ہر ہفتہ جاری ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اب وہ مطبع موقوف ہو گیا ہے اور مالکان مطابع کو وصول کرنا اپنے روپیہ کا منظور ہے، اس واسطے وہ کتب ہائے مطبوعہ مطبع اپنی کو بقیمت ارزاں فروخت کرنا چاہتے ہیں اور تفصیل ان کتابوں کی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس واسطے التماس یہ ہے کہ جس صاحب کو خریدنا ان کتابوں کا منظور ہو درخواست اپنی خاکسار (ایڈیٹر فوائد الشائقین) کے پاس بھیجدیں (تفصیل کتب) ابوالفضل ہر سہ دفتر قیمتی تین روپے، سکندر نامہ باحاشیہ قیمتی دو روپے آٹھ آنے، گلدستہ نازنین جن میں اشعار استاد ماضی وحال کے درج ہیں قیمتی تین روپے، فسانہ عجائب قیمتی سوا روپیہ، قیامت نامہ ۳ر، دیوان مومن سوا روپے"

اس اشتہار سے واضح ہو گیا کہ کریم الاخبار دہلی سے نکلتا تھا اور مطبع رفاہ عام

میں چھپتا تھا اور یہ اخبار ۱۸۴۸ء میں بند ہو گیا تھا اور اس اشتہار سے یہ بھی پتہ چلا کہ مطبع رفاہ عام نے کون کون سی کتابیں شائع کی تھیں۔

بقول مؤلف اختر شہنشاہی "مطبع رفاہ عام ۱۸۴۵ء کو دہلی محلہ حوض قاضی میں قائم ہوا جس کے مہتمم کریم الدین صاحب تھے" (۱۲۸)

یہ مطبع کس طرح بند ہوا، اس کی داستان طبقات الشعراء مؤلفہ مولوی کریم الدین میں پڑھیئے۔

"ایک چھاپہ خانہ واسطے چھپوانے ترجموں کے بنایا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ اکثر فنون کی کتابیں جو مشکل ہیں ان کو ترجمہ کر کے بہت حل ان کا حتی الوسع کر کے اسی مطبع میں چھپوایا کروں مگر اس ارادہ کو توڑنے والے بھی مہیا ہو گئے۔ یعنی دو چار جاہلوں نے اس مطبع میں میرے شریک ہو کر مجھ سے فریب کر کے وہ مطبع مجھ سے چھین لیا، ہرچند کہ میں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اگر میں دعویٰ کروں گا، حاکم بے شک میرا انصاف کرے گا، لیکن بسبب واقع ہونے چند صدمات کے اب تک وہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ لاچار صبر کیا۔"

مولوی کریم الدین: مولوی صاحب کے جد امجد بیلی بھیت میں پیدا ہوئے تھے۔ اکثر شہروں میں ان کی آمد و رفت تھی چنانچہ ان کو پانی پت پسند آیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔ بادشاہی جاگیر کی آمدنی سے گذارہ ہوتا تھا اس لئے فکر معاش سے آزاد تھے۔ نادر شاہ کے زمانہ میں لوٹ مار ہوئی اس وقت سے آپ کے خاندان کی مالی حالت خراب و خستہ ہو گئی تھی۔ دادا صاحب زاہد و متقی تھے۔ دنیا سے بیزار توکل پر قانع یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ جس زمانے میں ایک صاحب مقبوضہ شہروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے،

پانی پت میں بھی آئے۔ جن سے اپنی جاگیروں کے بارے میں فرمان شاہی یعنی دستاویزی ثبوت پیش کر دیا اس کی جائیداد واگذار ہو گئی۔ آپ کے دادا نے جائیداد کی واگذاری کی طرف کوئی توجہ نہ دی مسجد میں بیٹھے رہے۔ لاپرواہی کی اور کچھ دماغ میں بھی خلل تھا۔ اس بے توجہی کا یہ نتیجہ نکلا کہ جاگیر ضبط ہو گئی۔ آپ کے والد سراج الدین پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ان کو جب آمدنی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آیا تو جو کچھ زیورات و اسباب گھر میں تھا بیچ کھایا۔ مولوی کریم الدین صاحب کے دادا نے اپنے صاحبزادے سراج الدین کو علم تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور دنیا سے قطع تعلق کرنے کی تعلیم دی تو وہ بھی مسجد میں بیٹھ گئے اور توکل پر قناعت فرمائی۔ ان کی ضرورت کے مطابق پانی پت کے لوگ ان کو مسجد ہی میں پہنچا دیتے تھے۔ مسجد میں نماز پڑھاتے اور لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اس سے جو کچھ آمدنی ہوتی خاندان کی گذر اوقات ہو جاتی تھی۔ ؎[1]

مولوی کریم الدین صاحب کا سلسلۂ نسب حضرت جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔

مولوی کریم الدین بن سراج الدین بن مولوی محمد فضل بن مولوی سردار بن مولوی فتح بن شیخ جلال الدین بن شیخ جمال ہانسوی رحمہم اللہ ؎[2]

مولوی کریم الدین صاحب پانی پت میں ۱۲۳۷ھ کو عیدالفطر کے روز پیدا ہوئے۔ آپ کے علاوہ دو بھائی اور تھے۔ آپ ان دونوں سے بڑے تھے۔ غربت کی وجہ سے سوائے مولوی کریم الدین صاحب کے تمام خاندان کے افراد نصرانیت کے جال میں پھنس گئے تھے   صاحب نے مع اپنی اہلیہ اور پانچ لڑکیوں

---

[1] طبقات الشعرا،   [2] واقعات عمادیہ۔

اور چار لڑکوں کے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اسلام اور اس کے بانی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ اور توہین آمیز کتابیں لکھیں مناظرے کئے۔ مشنریوں میں بڑی عزت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ ان کے عیسائی ہونے کے بعد ان کے والد بھی جن کی سو برس کی عمر تھی عیسائی ہو گئے تھے لیکن بعد میں اسلام لے آئے تھے[1]۔ ان کے دوسرے بھائی خیر الدین نے بھی یہی کھیل کھیلا اور نصرانیت کا چولہ پہنا اور عماد الدین صاحب کی پیروی میں ایک ٹریکٹ "انفصال خیر" شائع کیا جس میں اپنے عیسائی بننے کی وجہ ظاہر کی اور اسلام اور نصرانیت کا موازنہ کیا۔ توہین رسول کی اور قرآن مجید کی تکذیب میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔[2]

مولوی کریم الدین صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو آپ نے پہلے فارسی کی دو چار کتابیں پڑھ کر عربی کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ صرف و نحو پانی پت میں پڑھ کر دہلی چلے آئے۔ یہاں منطق، فلسفہ، طب، فقہ، اصول اور کچھ کتب حدیث تحصیل کیں۔ ان ہی ایام میں آپ نے اپنی گذر اوقات کے لئے کتابت کرنی شروع کر دی۔ ۱۸۲۱ء کے درمیان جناب طامسین صاحب لفٹنٹ گورنر نے دہلی کالج میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور طالب علموں کی تلاش ہوئی تو اس وقت آپ دہلی کالج میں داخل ہوئے جب کہ آپ کی عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ آپ کو مدرسہ سے سو روپیہ ماہانہ وظیفہ ملنے لگا۔ جہاں آپ نے ہندسہ، ہیئت، فلسفہ، پیمائش، منطق، مناظرہ، جبر و مقابلہ، تاریخ، عربی علم و ادب اور فقہ وغیرہ علوم حاصل کئے۔

---

[1] کوہ نور لاہور ستمبر ۱۸۶۹ء۔ [2] پنجابی اخبار لاہور، جنوری ۱۸۷۸ء

جس وقت انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہونے لگا تو آپ اردو کی ترجمہ شدہ کتابیں پڑھا کرتے تھے اس وقت انگریزی پڑھنے کا شوق ہوا۔ بوٹراس صاحب پرنسپل دہلی کالج کے حکم دمشورے سے قوانین فوجداری اور دیوانی اصول قوانین اور پولٹیکل اکانومی یعنی سیاست مدنی علم ریاضی اور انگریزی کی تحصیل کی۔ سلہ

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دہلی میں شادی کی اور یہیں رہنے لگے اور انگریزی سے اردو کی ترجمہ شدہ کتابیں اور گل رعنا رسالہ اور کریم الاخبار چھاپنے کے لئے ایک پریس ۱۸۴۵ء میں رفاہ عام کے نام سے شراکت میں قائم کیا۔ شراکت داروں سے نزاع کی شکل میں یہ پریس ۱۸۴۸ء میں ختم ہو گیا۔

مولوی کریم الدین صاحب کے دہلی کالج کے اساتذہ اور پروفیسر دل سے تعلقات تھے اور خاص طور پر آپ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ مسٹر اسپرنگر دہلی کالج کے ساتھ سوسائٹی کے سکریٹری بھی تھے ان سے بھی مولوی صاحب کے مراسم تھے۔ انہوں نے آپ سے تاریخ ابوالفدا عربی کی اردو میں ترجمہ کرنے کی استدعا کی جس کا ذکر آپ نے اس کتاب کے دیباچہ میں کیا ہے۔

"بعد حمد وصلوٰۃ کے کریم الدین جو کہ ادنیٰ طلبار مدرسہ کلاں ہے۔ بعد کتاب فن تواریخ زبان عربی کمیاب تھی ... ... ان ایام میں چند فنون اہیہ کا ترجمہ زبان اردو میں سکرٹری سوسائٹی نے چھپوا کے اس کی اشاعت تامہ کر کے رواج دیا ہے۔ اس واسطے صاحب مناقب اسپرنگر بہادر پرنسپل مدرسہ دہلی سکرٹری سوسائٹی ادودوام اقبالہ نے جو

سلہ طبقات الشعرار صفحہ ۹۰

عالم کامل ہیں . . . . . اس احقر العباد کم ترین کریم الدین کو ارشاد کیا کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان اردو میں کرے تو کہ مدا اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کمترین نے بسر و چشم قبول کیا اور درمیان ۱۸۴۶ء کے یہ ترجمہ تیار کیا۔ جلد دویم کا ترجمہ ۱۸۴۷ء میں ہوا۔ یہ تاریخ سید اشرف علی کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرسہ دہلی میں ۱۸۴۷ء میں چھپی ہے۔"

۱۸۴۷ء میں طبقات الشعراء طبع ہوئی اس کی ضخامت ۵۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر اردو کے علاوہ انگریزی میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"تذکرہ شعراء ہند ریختہ کا مسٹر فیلن صاحب بہادر مولوی کریم الدین نے گارساں دتاسی سے ترجمہ کیا۔"

مولوی صاحب نے اس تذکرہ میں دتاسی کی کتاب کے علاوہ اور دوسری کتابوں سے بھی حالات جمع کئے ہیں۔ مثلاً تیموری خاندان کے شہزادوں کی شاعری اور دہلی کالج کے پروفیسروں اور چند دہلی کے شعراء کے حالات دلچسپ انداز میں لکھے ہیں۔

تاریخ شعراء عرب کے "ٹائیٹل پیج" پر یہ عبارت درج ہے۔

"یہ تذکرہ مسمی فرید الدہر عرب کی شاعروں کا تذکرہ جو کہ مولوی کریم الدین نے چند کتب ادب سے تالیف کیا ہے اس میں تین سو ستانویں شاعروں کا بیان ہے۔ ابتداء ایام جہالت سے تیرھویں صدی تک ہر ایک صدی کا ایک حصہ اس میں ہے۔ جس صدی میں وہ شاعر گذرا ہے اس میں لکھا ہے۔ باہتمام سید اشرف علی مطبع العلوم دہلی میں چھپا ہے ۱۸۴۸ء۔"

دہلی میں ۱۸۵۷ء سے قبل مولوی کریم الدین صاحب نے حسب ذیل کتابیں تالیف و تصنیف فرمائی تھیں۔

(۱) تعلیم النساء: لڑکیوں کے لئے جس میں آٹھ ۔ باب ہیں۔ (۲) تذکرۃ النساء ایشیا اور افریقہ کی شاعر عورتوں کے حالات ۔ (۳) گلدستۂ نازنین: مشہور ہندوستانی شعراء کے کلام کا انتخاب دہلی میں ۱۲۶۱ھ ر ۱۸۴۵ء میں طبع ہوا۔ بہت مقبول ہوا اس کا حجم ۳۵۰ صفحہ کا ہے اور ہر صفحہ میں بیس سطریں ہیں۔[۵۱] (۴) گلدستۂ ہند: دلچسپ سفولوں اور سبق آموز لطیفوں اور منتخب اشعار کا مجموعہ ہے۔ (۵) کتاب وراثت۔ (۶) رسالہ فرائض (۷) علوم صحیحہ پر ایک مختصر رسالہ (۸) عجالۃ العلما۔ عروض پر (۹) روض الاجسام علم ریاضی پر۔ (۱۰) ترجمہ کتاب ڈاکٹری۔[۵۲]

۱۸۵۷ء کے بعد مولوی کریم الدین صاحب آگرہ کالج میں اردو کے مدرس مقرر ہوئے۔ وہاں انہوں نے مقامات حریری کا ترجمہ کیا اور تاریخ آگرہ لکھی جس کو یو پی کی حکومت نے اپنے مدرسوں کے نصاب میں لگایا تھا اور خاص تعداد میں اس کتاب کو خریدا تھا۔ مقام حریری کا اشتہار ۱۹ فروری ۱۸۴۹ء کے اسعد الاخبار آگرہ میں شائع ہوا ہے۔

"قدر دانان عربیت پر مخفی نہ ہے کہ مولوی منشی کریم الدین صاحب مدرس دویم درجہ اردو مدرسہ آگرہ کے نے جوہر ذی علم اور صاحب استعداد ہیں مقامات حریری کی ایک عجیب و غریب شرح تالیف کی ہے۔ خلاصہ اس کی کیفیت کا یہ ہے کہ تین کو نسخ قدیمہ وصحیحہ سے مقابلہ کر کے ایسا صحیح کیا کہ بالاتر اس سے ممکن نہیں اور ساتھ ہ

---

[۵۱] خطبات دتاسی ص ۹۳۔ [۵۲] طبقات الشعراء ص ۱۰۔

سلف کی شروح جمع کر کے ہر شرح سے اچھے اچھے معنی اور دل پسند توجیہات منتخب کر کے ایک نسخہ غریبہ تالیف کیا ہے۔"

۱۸۶۲ء میں پنجاب کے محکمہ تعلیم میں ملازمت کی اور لاہور کے حلقہ کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں آپ نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں جن کو مطبع سرکاری لاہور نے شائع کیا تھا اور نصاب تعلیم میں لگایا تھا۔

(۱) تسہیل القواعد۔ اردو کی صرف و نحو پر لکھی جو پنجاب کے مدرسوں میں رائج ہوئی۔ (۲) انشاء اردو۔ (۳) پند سود مند، اس میں قدیم و جدید مصنفوں کے ڈیڑھ سو مقولے نقل کیے۔ (۴) دیوان سعدی مع سوانح عمری (۵) دیوان حافظ کا انتخاب۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی مولوی کریم الدین صاحب کی ذیل کی چار کتابیں ہیں۔

(۱) واقعات ہند (۲) مفتاح الارض (۳) کریم اللغات (۴) خط تقدیر۔

اردو ادب میں تقریباً یہ تمام یادگار کتابیں ہیں اور کریم اللغات بہت مقبول ہوئی۔ اب تک اس کتاب کے بیسیوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

واقعات ہند ۱۸۶۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"تاریخ ہند جس کو مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر حلقہ لاہور نے کئی انگریزی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا اور ماسٹر رام چندر سابق مدرس ریاضی ضلع مدرسہ دہلی اور مولوی ضیاء الدین اسسٹنٹ پروفیسر عربی کالج دہلی نے اس کا مقابلہ تواریخ فارسیہ وغیرہ سے کیا مطبع سرکاری لاہور میں باہتمام بابو چندر ناتھ کیوریٹر کے چھپی۔"

خط تقدیر مولوی صاحب نے ۱۸۶۲ء کے درمیان لکھی اور کپتان فلر صاحب

ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب نے مطبع سرکاری لاہور میں ۱۸۶۴ء میں چھپوائی یہ کتاب ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ خط تقدیر مولوی صاحب کی ادبی تصنیف ہے مولوی صاحب کا کہنا ہے "ہوس میں ہندوستانیوں کو قصہ نویسی کا شوق پیدا ہو رہا ہے ہر ایک مصنف عشقیہ کہانیاں لکھتا ہے جس سے لوگوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اس لئے مولوی صاحب نے ایک عاشقانہ سبق آموز کہانی کے روپ میں تقدیر کے متوالوں کو بتایا ہے کہ تدبیر بنا تقدیر کا لکھا پورا نہیں ہوتا صرف تقدیر پر قناعت کر کے بیٹھنا اور تدبیر نہ کرنا حماقت ہے جس کا نتیجہ سوائے بربادی اور تباہی کے کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"کریم الدین بن سراج الدین پانی پتی عرض کرتا ہے کہ مدت سے دل میں یہ امنگ تھی کہ تقدیر و تدبیر کا مضمون بطور قصہ لکھا جائے جو باتیں اس میں درج ہوں وے اخلاق و اطوار اور تجربات انسانی ایسی طرح کے ہوں جس کا اثر طبائع انسانی پر ہو کے بہت نتیجہ پیدا کرے۔"

گارساں دتاسی جو کٹر قسم کا عیسائی تھا اور ہندوستانیوں کے عیسائی بننے پر بیحد خوش ہوتا تھا، اس کو ہندوستان کے مشنریوں کی طرح یقین تھا کہ جس طرح مولوی کریم الدین صاحب کے خاندان کے لوگ عیسائی ہو گئے ہیں اسی طرح یہ بھی عیسائی ہو جائیں گے۔ چنانچہ دتاسی اپنے خطبہ ۱۸۶۶ء میں لکھتا ہے۔

"بعض ایسے مسلمانوں نے مسیحی مذہب اختیار کیا ہے جو اپنی تعلیمی یا معاشی حیثیت سے ملک میں ممتاز سمجھے جاتے تھے چنانچہ مولوی کریم الدین جو ہندوستانی زبان کے مشہور انشا پردازوں میں ہیں اور ان کے بھائی مولوی عماد الدین جو خود فاضل آدمی ہیں

لیکن مشہور نہیں ہیں۔ یہ یہیں دگوں کے میل جول سے مسیحی مذہب کی طرف رجحان کرتے ہیں۔ ان دونوں بھائیوں نے عیسائی مذہب کی خوبیاں اور اسلام کی کوتاہیاں چن کر لوگوں میں بیان کرنا شروع کر دی ہیں۔ ان میں عماد الدین کا باقاعدہ بپتسمہ ہو چکا ہے اور کریم الدین بھی عنقریب باقاعدہ مسیحی زمرے میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ دونوں مل کر ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس میں اسلامی اصول پر اعتراض ہوں گے۔" (۵۷۲)

جب مولوی کریم الدین صاحب مشنریوں کے ہتھکنڈوں میں نہیں آئے اور مشنریوں کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو "انگور کھٹے ہیں" کے مصداق مولوی صاحب کو بزدل ہونے کا خطاب دتاسی نے دیا۔ چنانچہ ۱۸۶۷ء کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

"عماد الدین نے کھلم کھلا عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ عماد الدین کے بھائی کریم الدین کا رجحان بھی عیسائی مذہب کی طرف ہے لیکن ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ اپنے عقائد کا بلا کسی جھجک کے اعلان کریں۔ عماد الدین نے اپنی تصنیف تحقیق الایمان میں اسلام پر اعتراضات کئے ہیں۔" (۶۰۱)

جب دتاسی کو مولوی صاحب کے عیسائی بننے کا یقین تھا تو مولوی صاحب بڑے مشہور انشا پرداز تھے۔ جب اس امید کا خاتمہ ہو گیا تو ان کی انشا پردازی پر شک ہی نہیں بلکہ ان کو "مضمون چور" کہا جانے لگا۔ چنانچہ مفتاح الارض اور واقعات ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے دتاسی نے اپنے ایک خطبہ میں اپنا غصہ مولوی صاحب پر اتارا ہے اور ان کے ساتھ دوسرے ہندوستانی اہل قلم پر بھی برسے ہیں۔

"مولانا کریم الدین کی یہ دونوں کتابیں اور دوسری تصانیف دراصل تراجم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ مولوی کریم الدین اپنے اور دوسرے اہل وطن کی طرح اس بات کو کوئی عیب نہیں سمجھتے کہ کسی دوسرے مصنف کے خیالات کو بلا تکلف اپنی کتاب میں درج کر دیں ہندوستان میں یہ آزادی عام طور پر علمی دنیا میں برتی جاتی ہے۔ مترجمین کو ان کے بین الاقوامی معاہدوں کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی جس کے مطابق ان کا فرض ہے کہ وہ جب کسی مصنف کی کتاب سے کوئی مضمون لیں تو اس کا اعتراف کریں۔ ممکن ہے یہ شعار ہندوستان کے مؤلفین اور مصنفین کے لئے عارضی نفع کا باعث ہوتا ہو لیکن ذہنی ترقی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی مضر بات نہیں ہو سکتی۔ میں سمجھتا ہوں مولوی کریم الدین آجکل جس نئی کتاب کو تالیف کر رہے ہیں اس کا نام "خذ ما صفا" ہے۔ اس میں ضرور اعتراف کریں گے کہ انہوں نے دوسروں سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب حکومت پنجاب کی طرف سے طبع ہوگی جیسا کہ انہوں نے مجھے اپنے ایک خط میں لکھا ہے۔ نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں مختلف مصنفین کے خیالات کو ایک جا جمع کر دیا گیا ہے۔" سلہ

ہم نے مولوی کریم الدین صاحب کی کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ان پر دتاسی نے جو الزام لگایا ہے وہ صحیح نہیں ہے مولوی صاحب نے ہر ایک کتاب میں حوالہ دیا ہے حتیٰ کہ طبقات الشعراء میں تو صفحہ اول پر دتاسی کی کتاب کا

سلہ خطبات دتاسی ص۲۹۴

ذکر ہے کہ اس کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مولوی کریم الدین صاحب کو کتب بینی کا شوق تھا۔ کافی وقت کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔ چنانچہ ان ہی مصروفیتوں میں ان کا انتقال ہوا۔

فوائد الناظرین

دہلی سے یہ سائنسی اور تاریخی رسالہ دا خبارہ ۱۸۴۵ء کو ظہور پذیر ہوا۔ پہلے یہ ماہانہ نکلا تھا بعد میں پندرہ روزہ ہوگیا تھا۔ پہلے چار صفحہ پر پھر آٹھ صفحہ پر نکلنے لگا۔ ایڈیٹر ماسٹر رام چندر صاحب تھے۔ ۱۸۵۱ء میں اس کے نائب مدیر سید علی ہوگئے تھے۔ پہلے دو آنہ بعد میں چار آنہ ماہانہ چندہ ہوگیا تھا۔ شروع کے کچھ پرچے دہلی اردو اخبار برمکان مولوی محمد باقر چھپے۔ ابتدائی چند پرچوں کے سرورق پر دو ایسے ہاتھوں کی تصویر ہے جو ایک پتی کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سرورق پر بادشاہوں اور مشہور آدمیوں کی تصویریں شائع ہونے لگی تھیں۔

جب ۱۸۴۷ء میں شکایت کی گئی کہ اس اخبار میں خبریں کم ہوتی ہیں تو ماسٹر صاحب نے اس پر توجہ دی اور اس کے متعلق ۲۵ جنوری ۱۸۴۷ء کے شمارے میں یہ تحریر فرمایا۔

ہم نے اقرار کیا تھا کہ جب پرچہ دوگنا ہوجائے گا اس وقت سے آخر کے صفحہ میں اخبار تازہ درج کیا کریں گے۔ سو ہم اس اقرار کو پورا کرتے ہیں۔ یقین ہے جو صاحب اس پرچہ کو لیتے ہیں انہیں بذریعہ اس قیمت پرچہ کے اخبار سے بھی اطلاع رہے گی۔ بالفعل ایسا پرچہ کوئی ہندوستان میں نہیں چھپتا ہے کہ باوجود اتنے مضامین علمی اور اخبار پسندیدہ کے ایسی کم قیمت کو آتا ہے۔ اب یہ پرچہ کامل ہوگیا ہے کہ اس میں خبریں بھی درج ہونے لگیں جو صاحب فقط اخبار

کے شائق ہیں ان کے لئے بھی مفید ہو گا۔"

دہلی کے رسالوں میں مستند وجامع مضامین کے بارے میں فوائدالناظرین کا پلہ بھاری تھا۔ اس میں نقشے اور سائنٹفک مضامین کے علاوہ آلات، تاریخی اشخاص کی تصویریں اور قطعات وغیرہ کے نقشے شائع ہوتے تھے۔ اکثر علمی بحثیں بھی ہوتی تھیں۔ خدا، قادر و توانا، انسان کی تقدیر، عام توہمات، ذہانت، ضبط و نظم اخلاقیات، بالغوں کی تعلیم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جیسے مضامین چھپتے تھے۔ اس قسم کے مضامین کو پڑھ کر لوگ ماسٹر صاحب کو بدمذہب اور ملحد سمجھتے تھے۔ اس اخبار میں یورپین علوم کی بھی اشاعت ہوتی تھی۔ "ٹائمز لندن کے ہفت روزہ ایڈیشن کے مضامین کا ترجمہ شائع کیا جاتا تھا۔

یہ اخبار علم کو پھیلانے میں کافی دلچسپی لیتا تھا اور اس قسم کی خبروں کی اشاعت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ چنانچہ یکم اپریل ۱۸۴۹ء کے شمارے میں ایک خبر "تیاری مدرسے واسطے تعلیم ہندوستانی عورتوں کے" عنوان کے تحت شائع ہوئی ہے۔

> "عقلا اور امرا، کلکتہ میں ایک مدت سے مشورہ ہو رہا تھا کہ مدرسہ قائم کیجیے۔ اب بابو جے کشن مکرجی نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور مستقل ارادہ کیا کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ مقرر کریں، اور ایک شفا خانہ بھی بنایا جائے اور اس مدرسہ میں شرفا کی لڑکیاں پڑھیں۔ لیکن چونکہ اوس کے مصارف کے لیے تنہا بابو مذکور متحمل نہ ہو سکتے تھے اس واسطے انہوں نے او۔ تلہدم صاحب میر مجلس تعلیم و تربیت ہندوستان سے مشورہ کیا اور صاحب مذکور نے اقرار واثق کیا ہے کہ سرکار سے اس امر میں ضرور مدد ہوگی۔ اب یقین ہے کہ چند روز میں یہ مدرسہ خوب رونق

پاوے گا اور علم و عقل کی زیادتی ہوگی۔"

اس اخبار کی خبریں کس ڈھنگ سے شائع کی جاتی تھیں اس کا اندازہ لگانے کے لئے ۲۲ جنوری ۱۸۴۹ء کا پرچہ پڑھئے۔

"۱۱ تاریخ تک خطوط صاحب دہلی گزٹ کے پاس آئے ان سے کوئی بات تازہ نہ معلوم ہوئی۔ فوج سرکاری شہر ملتان کا قبضہ اور محاصرہ قلعہ کا کئے پڑی ہے۔ شب و روز توپ خانہ آتشبار جاری رہتا ہے اور صاحبان حرب و پیکار تجویز واسطہ قبضہ قلعہ کر رہے ہیں۔"

"۱۸ مارچ ۱۸۴۸ء: تمام ولایت فرنگ میں سورش واسطے ریاست جمہوری کے اٹھی اور چند شاہان اس دربار کے اپنی اپنی سلطنت کو استعفا دیکر بھاگ گئے۔"

اسی شمارے میں فراسو صاحب کی ایک اردو غزل بھی درج ہے جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

جو معرکہ الفت میں تری ہم سے نہ ہوگا
ہے ہم کو یقیں وہ کبھی عالم سے نہ ہوگا

اس اخبار میں ہر سال کے پہلے پرچے میں سال گذشتہ کی اہم خبریں شائع کی جاتی تھیں۔ چنانچہ جنوری ۱۸۵۲ء کے شمارے میں سال گذشتہ ۱۸۵۱ء کی اہم خبریں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند خبریں درج کی جاتی ہیں۔

"مولراج کی سرگرمیاں اور اس کی موت، قسطنطنیہ میں زلزلہ، کلکتہ سے ۴۰ میل تک ریلوے لائن کی تعمیر، مولراج پر جو نوٹ ہے اس میں ملتان کے محاصرہ، اس کی گرفتاری کلکتہ کو اس کی روانگی اور علالت اور واپسی کے وقت جہانہ پر اس کی موت، قسطنطنیہ کے زلزلہ کے

ہولناک نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے اس زلزلے سے جو

ترک اور یونانی ہلاک ہوگئے ان کی مجموعی تعداد ۱۸۳ ہے۔"

اس زمانے کے اخبارات اس طریقے سے خبریں شائع کرتے تھے جن سے انگریزی سرکار خوش ہو اور خاص طور پر جنگ کی خبروں میں ہندوستانی مجاہدوں کو پسپا ہوتے ہوئے دکھایا جاتا تھا۔ ان کی بہادری یا فتوحات کی خبریں بہت کم چھپتی تھیں اور جو چھپتی تھیں ان میں بھی پسپائی اور شکست کا پہلو نمایاں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ۲، ۳، ۴ نومبر ۱۸۴۸ء کی ملتان کی جنگ میں انگریزی فوج پسپا ہوئی اور ۶ تاریخ کے قریب میں انگریزی فوج کی چھ کمپنیاں مجاہدین سے مل گئیں۔ چنانچہ سیزدہم نومبر ۱۸۴۸ء کے پرچے میں ان واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کیا ہے۔

"خبر ملتان: واضح ہو کہ مولراج نے ایک ایسی جگہ پر قبضہ کیا تھا کہ دوستان سرکار انگریزی کو بہت دق کرتا تھا سو جنرل وس صاحب نے بھی ایسے مقام پر قبضہ کرنا چاہا کہ اس کے سبب دشمن آگے نہ بڑھ سکیں۔ چنانچہ دوسری اور تیسری اور چوتھی تاریخ نومبر کو فرودگاہ لشکر سے ایک میل کے فاصلہ پر تالاب کو دائیں طرف چھوڑ کر ایک مورچہ بنایا گیا اور چھ توپیں ہر قسم کی اس پر قائم کی گئیں۔ انگریزوں سے آٹھ نو سو گز کے فاصلہ پر دشمنوں کے مورچے تھے جن پر بارہ توپیں سنی جاتی تھیں اور سبب بلندی کے انہیں توپوں سے وہ دوستان سرکار انگریزی کی کمپنیوں پر گولہ مارتے تھے بالجملہ ۶ تاریخ درمیان سپہ گارد انگریزی محافظ سپہ اور ملتانیوں کے خوب لڑائی ہوئی۔ تین دفعہ اعدا حملہ آور ہوئے

اور شکست کھا کھا کر ہٹ ہٹ گئے۔ فوج انگریزوں میں سے کل دس پیادہ ہندوستانی مارے گئے اور ۴۳ گورہ اور سات ہندوستانی پیادہ زخمی ہوئے اور بسبب اس کے کہ دشمنوں نے بھاول خاں کے سپاہ کے لوگ اپنے تئیں قرار دیا۔ قریب میں آکر کپتان لینڈ صاحب اور بہت سپاہی رجمنٹ ۲۲ کے بھی مارے گئے سوا اس واردات کے واقع ہونے سے ۶ تاریخ یہ قرار پایا کہ چودہ چودہ سو آدمیوں کے دو کالم بسر کردگی لفٹنٹ کرنیل فرینکس صاحب کمانیر رجمنٹ کلکتہ اور لفٹنٹ کرنیل بروک صاحب رجمنٹ کلکتہ اور چھ سو سوار زیر حکم میجر دیلر صاحب اور ایک توپخانہ اسپی بہنہ سب سپاہ زیر حکم بریگیڈیر مارکھم صاحب گھنٹہ بھر راتا رہے ۔۔۔۔۔۔ گیارہ بجے رات کے یہ سپاہ مقام ماموره پر جاکر قائم ہوئی اور وہاں کچھ دیر انہیں نہیں ہوئی تھی کہ چھ کمپنیاں کورٹلینڈ صاحب کی جن میں پور بیہ تھے دشمنوں کے پاس چلی گئیں۔"

جب مہاراجہ دلیپ سنگھ نے لاہور کو خیرباد کہا اس وقت مفتی غلام سرور صاحب نے ذیل کا تاریخی قطعہ کہا جو اپریل ۱۸۵۴ء کے فوائد الناظرین میں شائع ہوا۔

چوں شد پنجاب از پنجاب رفت چشمہ ساں از چشم مردم آب رفت
عالمے در چشم مردم شد سیاہ چوں ز چشم آں غیرت مہتاب رفت
جملہ گل در ہجر او خوردند گل بلکہ از نرگس خمار خواب رفت
گفت سرور از سر دردیں سخن تو گلے از گلشن پنجاب رفت

محب ہند اور فوائد الناظرین کی شہری اور ملکی لوگوں نے کوئی مدد نہیں کی۔ خریدار بہت کم بنے۔ البتہ انگریزی افسران اور خاص طور پر سر جان لارنس

جو اس وقت دہلی میں مجسٹریٹ تھے۔ ڈاکٹر راس (سول سرجن) مسٹر گبن (جج دہلی) ان رسالوں کے متعدد نسخے خریدتے تھے جس سے چھپائی کا خرچ نکل آتا تھا۔ [51]

چنانچہ ماسٹر صاحب نے یکم مئی ۱۸۵۰ء کے پرچے میں اپنے ملکی بھائیوں سے ان کی بے توجہی اور بے اعتنائی کا گلہ کیا ہے۔

"بخدمت مشتریان رسالہ ہذا کی یہ ہے کہ بر وقت جاری کرنے اس رسالے کے مہتمم نے شائع کر اعلم تاریخ وعلوم مختلفہ پیش خود تصور کیا تھا بایں الفاظ نفسانیت کو دور کر کے اس قدر قیمت مقرر کی تھی کہ خرچ چھاپہ اور تصاویر وغیرہ کا نکل آئے اور ترجمہ کرنا مختلف کتب انگریزی سے بغیر کسی فائدہ کے اپنے اوپر گوارا کیا تھا کہ اس محنت سے میرے ہم وطن ان کتابوں سے جو انگریزی زبان میں ہیں بہرہ مند ہوں اور مجکو بنام خیر یاد فرمائیں اور بڑی توقع تھی کہ میرے ہم وطن اس مشقت پر آفریں فرمائیں گے اور اس رسالے کی قدر کریں گے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ اس طریقہ شیوع علم کی کسی نے قدر نہ جانی بلکہ اس مساعی اس امر کے ہوئے کہ یہ سلسلہ موقوف ہو جائے۔ کس واسطے اکثر مشتریان رسالہ پر نمبر اول کی تا نمبر تینتیں جو اس دفعہ جاری ہوا ہے۔ قیمت واجب الادا ہے جواب تک انہوں نے نہیں ادا فرمائی اگر طلب قیمت میں ان کی خدمت میں تیاز نامہ ارسال کئے گئے اول تو جواب نہ دیا اور پھر جو تکلیف دی گئی تو خط انہوں نے واپس بھیجدیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے

---

[51] مرحوم دہلی کالج ص۱۶۱۔

ان صاحبوں کو اس کا جاری ہونا منظور نہیں۔ اس دفعہ میں کل مشتریان کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ جن صاحب کے ذمہ زر قیمت اس رسالہ میں جو کچھ باقی ہو عنایت فرمادیں تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے اور عرصہ ایک مہینے میں زر قیمت یقایا بھیجدیں۔"

مولوی عبدالحق صاحب اور گارسان دتاسی نے اس اخبار کے بارے میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۲ء میں بند ہوگیا تھا۔ ایک صاحب اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ اخبار بند نہیں ہوا، حالانکہ اس بات کی تصدیق ۱۸۵۷ء کی سرکاری رپورٹ بھی کرتی ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۲ء میں بند ہوگیا تھا۔ چونکہ فوائدالناظرین کے ۱۸۵۹ء کے بعد کے پرچے موجود ہیں اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ یہ اخبار چند مہینے بند رہا ہو اور چند مہینے کے بعد دوبارہ جاری ہوگیا ہو۔

دتاسی نے اپنے خطبہ ۲۹ نومبر ۱۸۵۳ء میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔

"ایک ماہانہ رسالہ بھی جس کا نام فوائدالناظرین ہے اس میں علاوہ خبروں کے مضامین بھی چھپتے ہیں جو انگریزی ذرائع سے ماخوذ ہیں۔"

ماسٹر رام چندر: ماسٹر صاحب پانی پت کے رہنے والے تھے۔ آپ پانی پت میں ہی ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سندر لال تھا جو دہلی کے باشندے اور کایستھ تھے اور دہلی میں نائب تحصیلدار رہے اور تحصیلداری کی خدمت پر مامور رہے۔

سندر لال دفعتاً بیمار ہوئے اور ۱۸۳۱ء میں انتقال کر گئے۔ چھ بیٹے چھوڑے جن کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ ماسٹر صاحب کی والد کے انتقال کے وقت نو سال کی عمر تھی۔ ماں نے بڑی مشکلوں سے پالا پرورش کیا اور ابتدائی تعلیم کے مرحلے طے کرائے۔ پہلے انہوں نے مکتب میں پڑھا پھر ۱۸۳۳ء میں انگلش

اسکول میں داخل ہوئے۔ اس اسکول میں اس وقت ہر طالب علم کو دو روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔ ماسٹر جی بچپن سے ہی لکھنے پڑھنے کے شوقین تھے۔ اس مدرسہ میں چھ سال تک تعلیم پائی اور خوب دل لگا کر پڑھا۔ [1]

گیارہ برس کی عمر میں خاندانی رواج کے مطابق ایک خوشحال کایستھ خاندان میں شادی ہوئی لیکن آپ کی اہلیہ گونگی بہری تھیں شاید روپے کے لالچ میں (جیسے ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے) یہ رشتہ ہو گیا ہوگا۔

فکرِ معاش نے تعلیم چھڑوائی، محرری پر ملازم ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ دو تین سال نوکری کرنے کے بعد ۱۸۴۱ء میں جب دہلی کا مدرسہ کالج ہو گیا تو وہ پھر اس میں داخل ہو گئے۔ بڑی محنت کی سینیر وظیفہ میں کامیاب ہوئے۔ یہ وظیفہ تیس روپے ماہانہ تھا۔ ان کے بھائیوں کو بھی وظیفہ ملتا تھا جس سے خاندان کی گذر اوقات ہو جاتی تھی۔ ماسٹر جی ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ۱۸۴۴ء میں دہلی کالج میں شعبۂ مشرقی میں پچاس روپے ماہانہ پر یورپین سائنس کے مدرس ہو گئے۔ اس زمانے میں ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی قائم ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کے لئے اردو میں الجبرا اور علم مثلث پر کتابیں لکھیں یہ کتابیں نصاب تعلیم کے کام آئیں جس سے مشرقی شعبے کے طلباء کو بہت فائدہ پہنچا۔

ماسٹر صاحب بہت اچھے مدرس تھے اور اپنے شاگردوں پر بہت شفقت کرتے تھے اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ باوجودیکہ ۱۸۵۴ء میں آپ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ آپ کا شاگرد بہت ادب کرتے تھے اور خلاف مرضی بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب جو ماسٹر جی

---

[1] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱۶۰

کے شاگرد تھے جب کہ ماسٹر جی نے مذہب اسلام کی تردید میں ایک کتاب انگریزی میں لکھی تھی۔ ماسٹر صاحب نے ان سے اس کتاب کے ایک باب کا ترجمہ کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے بسر و چشم اس کا ترجمہ کر دیا جس پر ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے خلاف بڑا شور و غوغا ہوا۔ یہاں تک کہ مولوی عبدالقادر صاحب فتوے کے لئے پھرے کہ ڈپٹی صاحب کا نکاح رہا گیا۔ [1]

ماسٹر رام چندر کو ریاضی سے خاص لگاؤ تھا اور انہوں نے مطالعے سے اس میں بہت ترقی کر لی تھی۔ ابتدا میں ریاضی کی کتابوں کے ترجمے کئے اس سے ان کا ذوق و شوق اور بڑھ گیا۔ جبر و مقابلہ انگریزی کتابوں کی مدد سے تالیف کی جس کو سوسائٹی نے شائع کرایا۔ اس کے بعد اصول علم مثلث بالجبر اور تراش ہائے مخروطی میں اور علم ہندسہ بالجبر میں لکھا۔ ۱۸۵۰ء میں جب کہ ماسٹر جی مغربی سائنس کی تعلیم دے رہے تھے، کلیات و جزئیات کتاب شائع کی۔ یہ کتاب کلکتہ میں چھپی۔ کلکتہ کے اخباروں اور رسالوں اور خاص کر کلکتہ ریویو نے اس پر مخالفانہ تنقید کی جس سے ماسٹر صاحب کو بہت مایوسی ہوئی۔

۱۸۵۱ء کی تعطیلوں میں آپ کلکتہ گئے۔ دوستوں کے اصرار پر آپ نے کلکتہ کے اخبارات کی نکتہ چینیوں کا جواب دیا جو انگلش مین میں چھپا۔

کلکتہ میں دہلی کالج کے سابق پرنسپل ڈاکٹر سپرنگر نے آپ کو آنریبل ڈی بیٹھیون ممبر سپریم کونسل اور صدر لا کونسل آف ایجوکیشن سے ملایا۔ انہوں نے اس کتاب کو بے حد پسند کیا اور دو سو روپے ایک نسخے کے آپ کو دیئے۔

ماسٹر صاحب نے یہ کتاب اپنے خرچ سے چھپوائی تھی جس کے لئے انہیں بڑی

---

[1] حیات النذیر حصہ چہارم۔

پریشانی اٹھانی پڑی قرض بھی لینا پڑا مسٹر بیتھیون نے اس کتاب کے نسخے متعدد لوگوں کے پاس روانہ کئے جن میں سے ایک پروفیسر ڈی مارگن پروفیسر ریاضیات لندن یونیورسٹی بھی تھے۔ پروفیسر مارگن نے اس کتاب کی بہت قدر کی اور کورٹ آف ڈائرکٹرز ایسٹ انڈیا کمپنی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور اپنے خط میں ماسٹر صاحب کی اس ایجاد کی بہت تعریف کی اور یہاں تک لکھا تھا کہ "رام چندر کی کتاب کے انتخابات اس ملک (انگلستان) کی ابتدائی تعلیم کے نصاب میں شریک کئے جائیں"۔

غرض ایک مدت کی خط وکتابت کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹرز کے ممبروں نے ایک خلعت پنج پارچہ اور دو ہزار روپے نقد بطور انعام ماسٹر رام چندر کے لئے منظور کیا۔ ۱۸۵۹ء میں مسٹر ولیم ڈی آرنلڈ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے دہلی میں ایک مجلس کی۔ اس میں تمام معززین اور امراء اور افسران کو مدعو کیا۔ اس مجلس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ فضیلت پناہ ماسٹر رام چندر کو ان کی علمی وتعلیمی خدمات پر سرکار کی طرف سے خلعت عطا کیا جائے۔ چنانچہ رقم اور یہ خلعت اس جلسے میں عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ ماسٹر صاحب نے ایک اور کتاب جس میں تفرقی احصا کا ایک نیا طریقہ بیان کیا۔ اس پر پروفیسر کلانڈ اڈنبرا یونیورسٹی اور پروفیسر سین اینڈریوس نے بہت اچھی رائے کا اظہار کیا۔ ان کتابوں کے شائع ہونے سے ماسٹر صاحب کی اور شہرت ہوگئی اور ان کے ایجاد کئے ہوئے طریقے یورپ اور ہندوستان کے کالجوں میں رائج ہو گئے۔

مذہب کی تبدیلی کی وجہ سے ماسٹر صاحب کے تمام تعلقات ذات اور برادری کے منقطع ہو گئے تھے اور انگریزوں کی طرح ان سے بھی ہندوستانی جلنے لگے تھے۔ اس کی وجہ سے ماسٹر صاحب کو بھی بڑی تکالیف اٹھانی پڑیں

اور اسی وجہ سے ان کے مزاج میں ایک قسم کی سختی اور خشونت پیدا ہوگئی تھی جو مباحثے اور مناظرے کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی[1] جو ان کے شان کے شایاں نہیں تھیں۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتدا میں ماسٹر صاحب کو بھی مجاہدین سے واسطہ پڑا۔ ان ایام میں ماسٹر صاحب چاندنی چوک کے ایک کوٹھے پر رہتے تھے جب مجاہدین کی شورش دیکھی اور عیسائیوں اور انگریزوں کے قتل کی خبر سنی تو ماسٹر صاحب اپنے بالاخانے سے پیدل چل کر پن چکی کی سڑک پر ہوتے ہوئے قلعہ کے سامنے آئے انہوں نے دیکھا کہ چند ترک سوار یا مغلوں کا دستہ ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے لال ڈگی کی سڑک پر آرہا ہے۔ یہ اسے دیکھ کر اپنے گھر کی طرف مڑ گئے اور چاندنی چوک کے کوٹھے پر صحیح و سلامت پہنچ گئے وہاں سے انہیں ان کے بھائی رام شنکر داس اپنے ساتھ لے گئے اور کالیتھوں کے محلے میں اپنے کسی عزیز کے یہاں جا چھپایا مگر ان کے اقربا نے اس خیال سے کہ ان کی وجہ سے کہیں ہم پر کوئی آفت نہ آجائے ان کو وہاں زیادہ رکھنا گوارا نہ کیا۔ ان کا ایک قدیم نوکر جاٹ تھا۔ اس نے بڑی رفاقت اور وفاداری کی۔ انہیں جاٹ بنا کر گنواروں کے سے کپڑے پہنا کر پگڑ بندھوا کر اپنے گاؤں لے گیا اور وہاں رکھا۔ وہاں سے ماسٹر صاحب باؤلی کی سرائے میں انگریزی لشکر سے جا ملے۔ جب شہر میں امن و امان ہوگیا تو واپس آئے۔

جنوری ۱۸۵۸ء میں آپ نیٹو ہیڈ ماسٹر ٹامس سول انجینئرنگ کالج کے مقرر ہوئے۔ ستمبر ۱۸۷۵ء میں دہلی ڈسٹرکٹ اسکول میں ہیڈ ماسٹری پر مامور ہوئے۔ آپ ریاست پٹیالہ کے ڈائرکٹر تعلیمات بھی ہو گئے تھے۔

---

[1] تاریخ ادب سکسینہ دوم صفحہ ۸۰۔

ماسٹر صاحب ان کتابوں کے علاوہ تذکرۃ الکاملین کے مصنف بھی ہیں جس میں روم اور یونان کے مشہور و معروف فلاسفروں اور شعراء کے مختصر حالات انگریزی اور عربی کتابوں سے اخذ کر کے لکھے ہیں۔ اس میں بعض انگریزی شعراء اور فلسفی بعض مشہور اہل ہند مثلاً والمیک، شنکراچارج اور بھاسکر جوتشی کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ کتاب پہلے ۱۸۴۹ء میں چھپی تھی، دوبارہ ۱۸۸۷ء میں مطبع نول کشور میں چھپی۔ "عجائب روزگار" بھی آپ کی ہی تالیف ہے جس کا قلمی نسخہ میرے والد ماجد مولانا اشرف الحق مرحوم کے کتب خانہ میں ہے۔ یہ کتاب مصور ہے۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولانا عبدالحق صاحب "مرحوم دہلی کالج" میں ماسٹر صاحب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ بہت ہر دلعزیز تھے بہت سادہ مزاج تھے۔ سادہ ہندوستانی کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کا انتقال ۱۸۸۰ء میں ہوا" سلہ

فوائد الشائقین

دہلی سے یہ ہفتہ وار قانونی اخبار نومبر ۱۸۴۶ء میں جلوہ افروز ہوا۔ چار صفحات پر مشتمل تھا۔ مہتمم بر کھبو دیال تھے قیمت ماہانہ چار آنہ تھی گویا تین روپیہ سالانہ چندہ تھا۔ ۸ جنوری ۱۸۴۸ء تک مطبع دارالسلام دہلی میں چھپ۔ بعد میں دہلی اردو اخبار میں چھپنا شروع ہوا۔ عام طور پر ہفتہ وار اخباروں کی ایک جلد سال بھر کے اخباروں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن اس دور میں اس زمانے کے صحافی ایک جلد کتنے پرچوں پر قرار دیدیتے تھے اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اگر فوائد الشائقین کے ایک سال

سلہ مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱۶۴۔

کے پرچوں کو ایک جلد قرار دیا جائے تو یکم جنوری ۱۸۴۸ء کے فوائد الشائقین پر نمبر۱ جلد دوہم تحریر ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۴۷ء میں جاری ہوا۔ لیکن فوائد الشائقین کے ۸ر مارچ ۱۸۴۸ء شمارے میں واصلات کے عنوان کے تحت یہ عبارت درج ہے۔

"ولایت علی خاں وکیل عدالت دیوانی ضلع میرٹھ قیمت فوائد الشائقین معہ غرہ نومبر ۱۸۴۶ء لغایت آخر اکتوبر ۱۸۴۷ء ہے۔"

جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ پرچہ نومبر ۱۸۴۶ء میں جاری ہوا۔

اس اخبار کی قیمت کی شرح بھی مختلف تھی۔ پیشگی دینے والوں سے مقررہ چندہ لیا جاتا تھا لیکن جو بعد میں ادا کرتا تھا اس سے زیادہ وصول کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کی تشریح ایڈیٹر صاحب نے تتمہ فوائد الشائقین مورخہ یکم فروری ۱۸۴۸ء میں یہ کی ہے۔

"موجب رنجیدگی مزاج وہاج ان کے کا ہوا۔ نظر براں آئندہ سے یہ تجویز ہوگی کہ آئندہ سے جو صاحب کہ قیمت یک سالہ بطور پیشگی عنایت فرماویں، اون سے یہ ہی چار آنے قیمت مقررہ لی جائے اور جو صاحب کہ بعد یک سال کے عنایت فرماویں اون سے بحساب ۶ر ماہواری اور جو صاحب بعد ششماہی کے اون سے ۵ر ماہواری کی لے جایا کرے اس واسطے زیج بخدمت سب خریداروں کے اطلاع کی جاتی ہے کہ آئندہ سے صاحبوں کو مناسب تو یہ ہے کہ زر قیمت یک سالہ یا ششماہیہ جیسا کہ مزاج مبارک میں آوے مع باقیات قیمت سال ۱۸۴۷ء کے جلد عنایت کریں ورنہ جو صاحب کہ بعد ششماہی یا یک سال کی قیمت ادا کریں

گے اون کو بجساب مندرجہ بالا کے دیتی پڑے گی۔"

عام طور پر اخبارات کے خریدار نادہند بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ فوائد الناظرین کے بھی بعض خریدار نادہند تھے۔ ایڈیٹر صاحب نے ان سے سابقہ چندہ ادا کرنے کی درخواست کے ساتھ اخبار میں کس قسم کا مواد ہوتا تھا، اس کی بھی وضاحت ۸ مارچ ۱۸۴۸ء کے پرچے میں کی ہے جس کا عنوان ہے "اشتہار"

واضح رائے عالی ناظرین پرچہ ہذا کے ہو جیو کہ بعض بعض صاحب بیچ ادا کرنے قیمت اس پرچہ کی بہت سی لیت ولعل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اجرا اس پرچہ کا محض واسطے فوائد عام ہے نہ واسطے گرانی خاطر۔ اور یہ باب اوپر دل دانشمنداں عالی قیاس و نکتہ سنجان معنی شناس کے بخوبی تمام روشن ہے کہ پرچہ فوائدالناظرین مورث فوائد وافر و منتج بہرہ متکاثر ہے اور تمامی قوانین دیوانی اور آئین فوجداری اور رمال وغیرہ جو کہ بذریعہ گورنمنٹ گزٹ کے مشتہر ہوتے ہیں مع ادر اور سوالات عجیبہ و جوابات غریبہ کہ معاون اول جوابات کے فیصلجات صدر عالی قدر آگرہ کلکتہ بھی اپنے موقع پر ہوتے ہیں۔ بلا تغیر و تبدیل مندرج پرچہ ہذا کئے جاتے ہیں۔ اور ہر صاحب کے ہر روزہ کار آمد ہیں۔ اور ظاہرا قیمت بھی اس کی ایسی گراں نہیں ہے کہ لوگوں کو بیچ ادا اوس کے تامل ہووے۔ ... ۔"

اس قسم کے لوگ اس زمانے میں بھی ہیں جو کسی مصنف کی کتاب کو بلا اجازت چھاپ لیتے ہیں اور ایسے ہی قماش کے لوگ قدیم زمانے میں بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو قانونی شکنجے میں کسنے کے لئے قانون بنایا گیا تھا جس میں

اس بات کا بھی خیال رکھا گیا تھا کہ اگر مصنف کے انتقال کے بعد کتاب نہیں چھپتی ہے اور اس سے عوام استفادہ نہیں کر سکتے ہیں تو ایسی صورت میں کیا قدم اٹھنا چاہیئے اس کے لئے فوائد الناظرین دہلی مورخہ ۲۴ جنوری ۱۸۴۸ء دیکھئے۔

"...... اس واسطے حکم دیا جاتا ہے کہ جو کتاب ممالک محروسہ سرکار کمپنی بہادر میں بعد جاری ہونے آئین پارلیمنٹ..... بقید تاریخ ۳۰ اپریل ۱۸۵۴ء ہے بحین حیات مصنف چھپی ہوگی، حق مصنفی اس کا تا حین حیات مصنف اور بلکہ سات برس تک بعد ممات مصنف کے بنام مصنف اور اس کے ایسا منیں یعنی امینوں کو اور مفوض علیہوں کے رہے گا۔ لیکن اگر وہ سات برس درمیان بیالیس برس کی تاریخ انطباع اول کتاب مذکور سے آجاویں گے تو حق مصنفی بیالیس برس تک ہی قائم رہے اور جو کتاب کہ بعد وفات مصنف اور اجرائی آئین پارلیمنٹ مذکورہ چھپی ہوگی حق مصنفی اوس کا تاریخ انطباع اول اوس کی سے بیالیس برس تک ہوگا اور حق اس شخص کا گنا جائے گا جو کہ مالک ہوگا اصل کاغذات اس کتاب کا یعنی کہ جس کی نقل سے وہ کتاب پہلے پہل چھپی ہوگی۔ اور نہ با وہ حق اس کا ہوگا جن کو اوس شخص نے اپنا امین یا مفوض علیہ مقرر کیا ہوگا۔"

"اور از انجا کہ یہ ایک امر اہم ہے کہ عوام الناس کتب مفید وبکار آمد سے محروم نہ ہیں اس واسطے حکم دیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص شکایت پیش لاوے کہ مالک حق مصنفی فلاں کتاب کا جو کہ بعد اجرائی اس قانون کے چھپی تھی بعد وفات اصل مصنف کے نہ تو خود دوبارہ

چھاپتا ہے اور نہ دوسرے کو اجازت چھاپنے کی دیتا ہے اور بسبب
اوس کے عوام خلائق اوس سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں
نواب گورنر جنرل بہادر کو اجلاس کونسل اختیار ہے کہ اس کو
بقیود و شرائط مناسب اجازت چھاپنے اوس کتاب کے
مرحمت فرمادیں۔ اور وہ شخص بھی اس حال میں مختار ہوگا کہ بدستاویز
اوس اجازت نامہ کے اس کتاب کو شوق سے چھاپ ڈالے۔"

اس زمانہ میں عام طور سے پبلشر اور کتب خانوں کے ملازمین و منیجر کتابوں کی رجسٹری میں اپنا پرچہ لکھ کر رکھ دیتے تھے جو قانوناً جرم تھا لیکن اس جرم کے خلاف کوئی کارروائی ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھی تھی۔ البتہ بیچارے مہتمم فوائدالشائقین کو اس خلاف قانون حرکت کرنے کے جرم میں لینے کے دینے پڑ گئے۔ انہوں نے ۲۴ جولائی کے شمارہ میں اس حرکت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لئے "اشتہار" کے عنوان کے تحت اپنے جرم اور سزا اور پوسٹ ماسٹر کی عنایت کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں۔

"ایک پمفلٹ یعنی پولنڈہ کتب چھاپہ میں ایک خط رکھا ہوا اس
حقیر نے روانہ کیا تھا اور اس پر صاحب پوسٹ ماسٹر شاہجہان پور
نے حکم داخل کرتے پچاس روپے کا بسبب برآمد ہونے خط مذکور
کے صادر فرمایا تھا لیکن حسب تحریر جناب لیٹ صاحب بہادر
پوسٹ اس جگہ کے کہ صاحب موصوف از بس اشراف پرست
اور باانصاف ہیں پیش گاہ پوسٹ ماسٹر جنرل آگرہ سے وہ
جرمانہ معاف ہوا۔ چونکہ اکثر احباب کو بدریافت اس حال کے
تردد خاطر ہے۔ لہذا واسطے اطلاع اور آگاہی اور رفع تردد

ان صاحبوں کے اطلاعاً درج پرچہ ہوتا ہے۔"

یہ وہ وقت تھا جب عوام تو عوام خواص بھی انگریزی قانون سے بالکل ناواقف تھے۔ یہ اخبار اس سلسلہ میں رہنمائی کا کام انجام دیتا تھا جو شخص قانونی نکتہ معلوم کرنا چاہتا وہ سوال کی شکل میں اخبار کو بھیج دیتا۔ یہ اخبار حتی الوسع شافی جواب دیتا تھا۔ ایک سوال و جواب ۲۴ جولائی کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔ اس سے اس وقت کے قانون کی ناواقفیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

"سوال: ایک مکان پرستش گاہ ہنود مثل دیبی یا کالکا وغیرہ مدت سے قبضہ میں ایک شخص ہنود کے چلا آتا ہے اور اس شخص کے آباؤ اجداد اس کے اوپر بیٹھتے چلے آئے۔ اب چند عرصے سے ایک شخص مسلمین نے باظہار ہونے مکان مذکورہ کے زمینداری اپنی میں اس شخص کو بے دخل کر کے ایک شخص غیر قوم ہنود اس پر بٹھال دیکر چڑھاوا اس کا اپنے تصرف میں لاتا ہے۔ اب وہ شخص اپنی قبض و دخل مکان پرستش گاہ کے اوپر نام اسی مسلمین کے بشمول نام اس کے کہ وہ شخص حال میں بیٹھا ہے دیوانی میں نالشی ہے سوال یہ ہے کہ مالک مکان پرستش گاہ ہنود کا مسلمان ہو سکتا ہے یا ہندو، اور ایسا بھی کہیں دستور ہے کہ چڑھاوا مکان ہندو کا از روے دھرم شاستر یا شرع شریف کے مسلمان کو پہنچنا چاہیے یا ہندو کو۔ جواب اس کا بحوالہ کسی قانون یا چٹھی یا سرکیولر یا کسی نظیر کے عنایت فرمایئے اور اگر کوئی فیصلہ صدر اس باب میں نظر سے گذرا ہو درج پرچہ فرمایئے۔

جواب: واضح ہو کہ ایسے مکانات ملکیت تو کسی کی نہیں جو

شخص کہ قدیم سے قابض ہے اور پرستش اس کی کرتا ہے اور چڑھاوا اس کا پاتا رہا ہے وہی اس کا مالک ہے اور ایسی صورت میں مسلمان کو صرف باظہار اس بات کے کہ وہ مکان میری زمینداری میں ہے کسی نوع کی حقیقت کرنے قبضہ اور بٹھلانے شخص غیر کے اس پر نہیں پہنچتی ہے اور پرستش گاہ ہنود میں دخل مسلمان کا ہرگز نہ ہونا چاہیے اور ہر چند کہ کوئی فیصلہ صدر فی الحال نظر سے نہیں گذرا لیکن بصورت دستیابی اس سے بھی پیچھے اطلاع دی جائے گی۔"

فوائد الشائقین کی ۱۸۴۸ء کی جلد میں عجائب الاخبار، سید الاخبار مہتمم سید عبدالغفور صاحب اور کریم الاخبار کے ذکر ملتے ہیں۔

صدرالاخبار آگرہ سے یکم جنوری ۱۸۴۶ء کو یہ اخبار جاری ہوا۔ پہلے ماہانہ پھر ہفتہ وار اور اس کے بعد ہفتہ میں دو بار نکلنے لگا تھا۔ ایڈیٹر مسٹر سی فنک تھے بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ سالانہ پیشگی چندہ چودہ روپے اور ماہانہ ڈیڑھ روپیہ تھا۔ مطبع مدرسہ آگرہ میں چھپتا تھا۔

اس اخبار کے ایڈیٹر نے مضامین لکھنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا تھا اور ایک مضمون میں ہردوار کے گرد و نواح میں ذبیحہ گاؤ کے بارے میں مذہبی خیالات کو ملحوظ نہیں رکھا تھا جس کا سخت جواب اخبار جام جمشید میرٹھ نے دیا جس پر مجبوراً حکومت کو بھی قدم اٹھانا پڑا۔ اور دیسی اخبارات و مطابع اور اس صوبے کے سرکاری مدارس کی باہمی تعلق کی نگہداشت کے لئے آئین و ضوابط مرتب کرنے پڑے جس کی وجہ سے اس اخبار کے بانیوں کو بھی صدرالاخبار کا نام بدل کے الحقائق رکھنا پڑا۔ یہ اخبار ۵ جولائی ۱۸۴۸ء تک جاری رہا۔

پنجاب کی جنگ میں انگریزوں نے سکھوں کو گرفتار کر کے جیل بھیجدیا تھا اس زمانے میں جیل کا دستور تھا کہ جو قیدی جیل میں جاتا تھا اس کے بال کٹوا دیے جاتے تھے۔ لیکن سکھوں میں بال کٹوانا مذہباً جائز نہیں تھا اس لئے ان سکھ قیدیوں کے بال کٹوانے کے بارے میں انگریزی حکومت کو غور کرنا پڑا۔ یہ خبر ۱۷ جون ۱۸۴۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

"خبر بریلی: چھ شخص اکالی جو لاہور کے ہنگامہ میں میعاد سات سات برس کے قید ہوئے سو بموجب حکم گورنر جنرل کے جلاوطن ہو کر بریلی کے جیل خانہ میں آئے۔ چونکہ جیل خانہ کا دستور ہے کہ قیدیوں کے بال کتر ڈالے جاتے ہیں اور اکالیوں کے مذہب میں قطع کرنا بال کا ممنوع ہے اس لئے اس مقدمہ میں صدر کو رپورٹ کی گئی ہے۔"

مارتند اخبار

گارساں دتاسی لکھتے ہیں۔

"کلکتہ سے کچھ دنوں (۱۸۴۶ء) تک مولوی نصیر الدین مارتند اخبار شائع کرتے رہے جس کے پانچ کالم ہوتے تھے اور پانچ زبانوں ہندی، اردو، بنگالی، فارسی اور انگریزی میں چھپتا تھا۔"

بمبئی ہرکارہ، تازہ بہار

"بمبئی میں تین یا چار اردو اخبار بمبئی ہرکارہ، اخبار دفتر جریدہ بمبئی اور تازہ بہار وغیرہ ۱۸۵۴ء تک نکلتے رہے۔"

مراۃ الاخبار، قاصد الاخبار

"یہ دونوں اخبار ۱۸۵۴ء میں مدراس سے شائع ہوتے تھے۔" (خطبات دتاسی ۱۸۰)

اسعدالاخبار

آگرہ پھیلٹی بازار سے جمادی الاول ۱۲۶۳ھ[1] مطابق ۷ر مئی ۱۸۴۷ء کو یہ ہفتہ وار اخبار شائع ہوا۔ ہر دوشنبہ کو چار صفحات پر چھپتا تھا۔ اس کے مہتمم و مالک وایڈیٹر منشی قمرالدین صاحب تھے۔ فی پرچہ آٹھ آنے قیمت تھی۔ مطبع اسعدالاخبار میں چھپتا تھا۔

اس اخبار میں پہلے دو صفحوں پر پیغمبروں وغیرہ کے حالات، تیسرے صفحے کے پہلے کالم میں حکما، اولیاء کے واقعات اور بقایا ڈیڑھ صفحہ پر خبریں ملکی و غیر ملکی اور اشتہارات شائع ہوتے تھے۔

اخبار کا خریدار بنانے کے لئے ایڈیٹر صاحب نے ایک انوکھا طریقہ اور ذریعہ اختیار کیا تھا جو کسی اخبار یا رسالہ میں نظر نہیں آتا۔ وہ ذریعہ یہ تھا۔ جو صاحب اخبار کے خریدار بنیں گے ان کا نام تواریخ نبوی میں القاب و اوصاف کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ ایڈیٹر صاحب کی اصل عبارت جو ۱۷ اراپریل ۱۸۴۹ء کے شمارے میں چھپی ہے۔ پڑھیے۔

> "پرچہ ہائے اخبار ماضیہ نمبر اول یعنی آغاز واقعہ اصحاب فیل سے تجدید لکھواتے اور چھپوانے شروع کئے ہیں جب اختتام کو پہنچیں گے تو یہ اس کا دیباچہ لکھوں گا اور اس میں حمد و نعت کے بعد سبب تالیف خوب بسط و توضیح کے ساتھ بیان کردوں گا۔ اور جمیع حضرات مشتریان اخبار کے نام ان کے القاب و اوصاف سمیت ذکر کر کے لکھوں گا ... الحاصل جیسے کہ قدما مصنفین و مؤلفین نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں

---

[1] اسعدالاخبار ۲۸ر جنوری ۱۸۵۰ء

سلاطین اور خلفاء، عہد وغیرہ کا نام لکھ کر سبب تالیف یا تصنیف
اونیکو قرار دیا ہے اسی طرح یہ راقم اس تواریخ سعید کا سبب تالیف
حضرات مشتری کو قرار دے گا تاکہ مشتریان اسعد الاخبار کا نام
ابدالدہر صفحہ روزگار پر یادگار رہے۔"

اس زمانہ میں جلد اور نمبر شمار کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ بعض اخبار مثلاً مراۃ الاخبار کلکتہ وغیرہ میں جلد تحریر نہیں کرتے تھے بلکہ شمار نمبر شائع کرتے تھے یا شمار نمبر کو جلد قرار دیدیتے تھے۔ یہی حالت اسعد الاخبار کی تھی۔ ۹ر دسمبر ۱۸۵۰ء تک جلد اول جاری رہی اور شمار نمبروں سے کام لیا گیا۔ چنانچہ ۹ر دسمبر ۱۸۵۰ء کے شمارے پر نمبر ۱۸۴ تحریر کیا گیا ہے۔

ابتدا سے اس اخبار میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات قسط وار چھپنے شروع ہوئے جس کا اعلان ایڈیٹر صاحب نے اخبار کے ہر شمارے میں اس وقت تک کیا جب تک وہ ختم نہیں ہوئے۔ اس اعلان کی عبارت یہ تھی جو ۱۲ر مارچ ۱۸۴۹ء کے شمارے سے نقل کی گئی ہے۔

"جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ متبرکہ کا حال واقعہ
اصحاب فیل سے شروع کر کے تھوڑا تھوڑا ہر اخبار میں چھپا پاجاتا ہے
جب لفصلہ یہ حال تمام ہوچکے گا تو اہل بیت طاہرین اور خلفائے
راشدین اور معرکہ جگر سوز کربلا اور دوازدہ امام علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے حالات بے کم و کاست بتدریج و تفریق لکھے جائیں گے تاکہ
خلائق کو ان حالات فیض سمات پر بخوبی آگاہی حاصل ہو۔"

جب صفحہ ۳ پر حکمار کے حالات ۳ر جون ۱۸۴۹ء کے پرچے میں ختم ہوگئے تو ایڈیٹر صاحب نے اپنے آئندہ کا پروگرام کا اعلان اسی شمارے میں ان الفاظ

میں فرمایا تھا۔

"التماس۔ وہ کتاب جس سے یہ راقم حقیر مقالہ حکمار لکھا کرتا تھا، اختتام کو پہنچے۔ اب ہفتہ آئندہ کتاب اخبار الاخیار میں سے فقرا و اولیائ اسلامیہ کا حال مرقوم ہوا کرے گا۔ اگرچہ میرا ارادہ انہیں دنوں میں کہ مقالات حکمار متقدمین تمام ہوئے تھے اس سلسلہ کے ترک کا تھا اور کیمیائے سعادت یا اخبار الاخیار سے لکھنے کا قصد تھا مگر پھر یہ خیال آیا کہ حکمائے متاخرین بھی تمام ہوئے آئندہ کے لئے کتاب اخبار الاخیار اختیار کی گئی تاکہ ناظرین اخبار قصص خرق عادات و کشف و کرامات اولیا رسے فائدہ یاب اور محظوظ ہوں۔"

اسعد الاخبار میں خبروں کے علاوہ شعرار کا کلام بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کی طرز تحریر، خبروں کی نوعیت اور ترتیب کی باقاعدگی مثالی تھی جس میں مشکل سے ہی خامی نکالی جاسکتی تھی۔ جگہ کی قلت کی وجہ سے اخبار میں خبریں مختصر اور کم لیکن جچی تلی اور اہم درج کی جاتی تھیں۔

اسعد الاخبار کی پالیسی نرم اور معتدل تھی یہ نکتہ چینی کا عادی نہیں تھا لیکن جب ضرورت سمجھتا تو نکتہ چینی اور تنقید کرنے سے باز نہیں آتا تھا۔ چنانچہ جس وقت بارہ برس کی ایک ہندو لڑکی کو مشنریوں نے عیسائی بنالیا اور لڑکی کے لواحقین نے مشنریوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا جس کا فیصلہ ان کے حق میں نہیں بلکہ عیسائی مشنریوں کی حمایت و موافقت میں ہوا، تو اس وقت اس نے فیصلہ پر نکتہ چینی کی اور ہندوستانیوں کے خیالات کی ترجمانی ۲۹ اگست ۱۸۵۱ء کے پرچہ میں اس انداز سے کی۔

"خبر مدراس: ۱۸ جون کو ہندوؤں کی ایک بارہ برس کی لڑکی

نے جو پادریوں کے مدرسے میں پڑھنے جاتی تھی، نصاریٰ کا مذہب قبول کیا اور پادریوں کے گھر میں رہنے لگی اور اون کا اصطباغ بھی ہو گیا۔ ہندوؤں نے صاحب جج کے محکمہ میں نالش کی کہ یہ لڑکی ہنوز نابالغ ہے مذہب کا نیک و بد کچھ نہیں سمجھتی محض پادریوں کے بہکانے سے اور زر و مال کی طمع دینے کی سبب سے عیسائی ہو گئی ہے۔ لازم ہے کہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد کرو۔ جج نے ان کی نالش نامسموع کی۔ حاکم مسند عدالت پر بیٹھ کر جب پادریوں کی طرفداری کرے تب مدعی مدعا علیہ کون ہو اور انصاف کون کرے۔۔۔۔

پادری لوگ جمیع مذاہب کو روئے زمین سے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں اور سب کے سب خوک و خمر کھاتے پیتے ہیں۔"

انگریز کے ابتدائی دور حکومت میں حیدر آباد دکن میں ایک ایسا بھی کوتوال ہوا تھا جس نے انگریزوں کو شہر میں داخل ہونے سے منع کر دیا تھا اور دروازوں پر پہرے لگوا دیئے تھے۔ یہ خبر ۵ فروری ۱۸۴۹ء کے پرچے میں شائع ہوئی ہے۔

"محمد وزیر کوتوال بے تدبیر نے خود پسندی کی راہ سے جوانانِ عرب کو شہر کے دروازوں پر تعین کر کے حکم دیا کہ انگریزوں کو شہر میں مت آنے دو۔ رزیڈنٹ بہادر نے یہ خبر سنکر بندگان عالی کو اطلاع کی۔ حضور کوتوال پر بہت خفا ہوئے اور چار ہزار روپیہ جرمانہ کیا اور انگریزوں کی آمد و رفت شہر میں جاری ہوئی۔"

انگریزوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ اپنے دور حکومت میں ظلم و ستم کے عجیب و غریب طریقے اختیار کئے تھے جن سے ہندوستانیوں کے دماغ میں ان کے متعلق طرح طرح کے خدشات پیدا ہوتے تھے۔ جس زمانہ میں ملتان میں

مولراج سے انگریزوں کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ کلکتہ کے لوگ ڈاکٹری کے مدرسے میں جانے سے گریز کرتے تھے اور جن پریشانیوں کا اظہار کرتے تھے وہ ۲۲ جنوری ۱۸۴۹ء کے اخبار میں درج ہیں۔

"شہر کلکتہ کے نافہم لوگوں میں مشہور ہے کہ ڈاکٹری مدرسہ میں موٹے اور جسیم آدمیوں کو پکڑ کر خون اور چربی اور مغز نکالتے ہیں کہ اس سے کچھ ایسی شے بنائیں گے جس سے ملتان فتح ہو جائے سو اس خوف سے جسیم اور فربہ آدمی چھپے پھرتے ہیں۔ ایک دن چند کہاروں کے پکڑنے کو برقنداز دوڑے، کہار دوڑے کہ ہمیں چربی نکالنے کو پکڑیں گے۔ بازار کی طرف بھاگے اور ان کے بھاگنے اور غل شور کا ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ بازار لٹ گیا۔"

مولانا آل حسن صاحب کا ان علمارِ حق میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے انگریزوں کی حکومت کے ابتدائی عہد میں عیسائیت کے ابطال میں استفسار کتاب تصنیف فرما کر شائع کی تھی۔ جس سے عیسائی دنیا میں ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ مولانا آل حسن صاحب اور ان کے ساتھیوں کو اس پاداش میں رشوت لینے کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ گرفتاری، سزا اور اپیل و رہائی کی خبریں اسعد الاخبار کے مختلف نمبروں میں شائع ہوئی ہیں۔ یہ خبریں سلسلہ وار پڑھیے۔

"۱۸ اگست کو محکمہ صدر دیوانی میں ایک واقعہ ملال افروز وقوع میں آیا کہ تو اشخاص بڑے ذی عزت کہ بعض ان میں اپنے عہدہ کی رو سے سررشتہ کے ایک رکن رکین تھے، مراد آباد کے کسی مقدمہ میں باشتباہِ رشوت ستانی حوالات میں گئے اور کہتے ہیں حکم یہ ہوا ہے تحقیقات کے لئے مراد آباد بھیجے جائیں۔"

۹ اپریل ۱۸۵۰ء

"عمال صدر کا مقدمہ جو مراد آباد میں دائر تھا صاحب سشن جج کے محکمہ میں اس پنج سے فیصل ہوا۔ مولوی غلام جیلانی صاحب وکیل صدر، مولوی غلام امام صاحب پیشکار و منشی سراج الدین صاحب پیشکار کے حق میں چار چار سال کی قید کا حکم ہوا اور منشی محمد قاسم صاحب مسلخواں تین تین سال اور مولوی بدرالحسن صاحب مسلخواں اور مولوی آلِ حسن منصف دو دو سال۔ اب ان صاحبان کا اپیل صدر میں دائر ہوا اور مسل مقدمہ مراد آباد سے صدر میں طلب ہوئی۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے سب صاحبان کو بری کرے۔"

۷ مئی ۱۸۵۰ء

"عملہ صدر ماخوذہ مراد آباد کا مقدمہ جو صدر نظامت آگرہ میں اپیل ہوا تھا اس میں تین شخصوں کو باتفاق رائے دو حاکم کے رہائی ہوئی۔ وہ تینوں اشخاص یہ ہیں۔ مولوی سید آل حسن صاحب منصف، مولوی غلام امام صاحب شہید پیشکار صدر، منشی محمد قاسم صاحب مسل خوان۔ اب تین اشخاص مولوی غلام جیلانی صاحب وکیل صدر و منشی سراج الدین صاحب پیشکار و مولوی بدرالحسن صاحب مسل خواں جو باقی رہے بفضلہ تعالیٰ حاکم سوم کی رائے سے یہ بھی رہائی پاویں گے۔"

بادشاہوں، نوابوں اور راجاؤں کی حرکتیں بھی اپنی انداز کی نرالی ہوتی تھیں۔ چنانچہ نواب حیدرآباد دکن نے لوگوں کو تنخواہ دینے کے بجائے توپ کے منہ سے اڑا دینے کا حکم دیا تھا۔ یہ خبر بھی ۱۲ مارچ ۱۸۵۱ء کے شمارے میں چھپی ہے۔

"حیدر آباد دکن کے خط سے واضح ہوا کہ ظفر یار جنگ کی لین کے
سپاہیوں نے کئی برس سے تنخواہ نہیں پائی تھی لاچار تنگ ہو کر حضرت
بندگان عالی کے در دولت پر مجمع کر کے داد فریاد کرنے لگے۔
ان کی دیکھا دیکھی لشکر کے اور لوگ بھی مثل افغانوں اور سکھوں
کے جو تنخواہ کو ترستے تھے موقع دیکھ کر در دولت پر حاضر ہوئے
اور شور فریاد کرنے لگے۔ اس مقام پر تامل کیا جائے تو حق بجانب
لشکریوں کی ہے کہ جب برسوں سے تنخواہ نہ پائیں گے تو بھوکے
ماریں بلوہ نہ کریں تو کیا کریں۔ لیکن بندگان عالی نے ان بیچاروں
کے حال تباہ پر رحم نہ کر کے حکم دیا کہ ان لوگوں کو در دولت سے
نکال دو جب وہ نہ ٹلے تو توپ خانہ منگوا کر ان کو اڑا دینے کا حکم
دیا اور ایک باڑ بھی چلوا دی کہ کئی آدمی چھرے سے اڑ گئے۔ باقی
ماندوں نے جب یہ حال دیکھا تو اپنی اپنی چھاؤنیوں کو چلے گئے
بعد ازاں حضرت نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو موقوف کر دو اور تنخواہ
دے کر نکال دو۔"

دہلی میں ۱۸۴۸ء میں کتنی آبادی تھی کتنے محلے مکانات وغیرہ تھے اس
کی تفصیل ۲۸ اگست ۱۸۴۸ء کے اخبار میں پڑھیے۔

"دہلی میں اندرون شہر بارہ تھانہ ہیں اور پانچ سو ستر محلے اور
اٹھارہ ہزار تین سو ستاسی چونہ گچی کی عمارت اور سات ہزار دو
سو بیس کچے گھر، اور نو ہزار سات سو اسی دکانیں چونا گچ کی اور
ایک سو پینسٹھ کچی دکانیں۔ تمام دکانوں اور حویلیوں کی کل میزان
پینتیس ہزار پانچسو چھپن اور مسجدیں دو سو اکسٹھ اور مندر ایک سو

اکیاسی قوم فرنگ زن و مرد بچہ سب تین سو ستائیس، اہل اسلام چھپاسٹھ ہزار ایک سو بیس، قوم ہنود اکھتر ہزار پانچسو تیس، جس کی کل میزان یہ ہے مرد انچاس ہزار اور ساٹھ ہزار عورتیں، انکاون ہزار پانچسو چھیالیس ہزار ہندو مسلمان اور اہل فرنگ کے لڑکے، بیس ہزار چھ سو اکھتر لڑکیاں، سولہ ہزار چھ سو ترانوے۔ کل میزان ایک لاکھ سینتیس ہزار نو سو ستر۔ کذیا ایک سو اٹھارہ، مکتب ایک سو چھیانوے''

اسعد الاخبار میں پنجاب میں لڑائیوں کی خبریں، مولراج، مہارانی چندہ اور مہاراجہ دلیپ سنگھ وغیرہ کی خبریں کافی چھپی ہیں۔ مہارانی چندہ پر انگریزوں نے خط و کتابت نہ کرنے کی پابندی لگادی تھی۔ یہ خبر ۱۵ر جولائی ۱۸۵۰ء کے شمارے میں دیکھیے۔

" لاہور میں منادی کی گئی ہے کہ مہارانی صاحبہ سے سب کو ترک مراسلت وخط و کتابت کرنی چاہیے۔ اگر ثابت ہوگا کہ وہ کسی مفسد ... سے خط و کتابت رکھتی ہیں تو چنار گڈھ کو روانہ کی جائیں گی''

جب انگریزوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ انگریزوں کے خلاف سازش میں حصہ لے رہے ہیں تو انگریزی حکام نے مہاراجہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پنجاب کے محب وطن لوگوں کو انگریزی حکام کی یہ حرکت ناگوار گذری اور کچھ لوگوں نے مہاراجہ کو انگریزوں کے قبضے سے نکالنے کی کوشش کی جس کا ذکر ۹ر دسمبر ۱۸۴۹ء کے اخبار میں ہے۔

"خبر پنجاب: رانی چندہ نے پھر مکر و فریب کا جال پھیلایا مگر بسبب بر فق نہ ہونے اس کے کارندوں کے اس کا مطلب حل نہوا۔ اصل حال یہ ہے کہ وہ شخص جو رانی کے پاس سے بیڑا اٹھا کر واسطے بھگانے سیاہ اور لے جانے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے لاہور میں آئے تھے

گرفتار ہوگئے رجوں ہی انہوں نے کسی سپاہی کو فریب اور دم دیا فوراً اس نے اپنے افسر کو اطلاع دے کر ان کو پکڑوا دیا معلوم ہوا کہ یہ شخص مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ان کے جانشین کے عہد میں کمیدانی کے عہدوں پر مامور تھے۔"

علی گڈھ میں ایک عربی کا مدرسہ کمشنر علی گڈھ نے جاری کیا تھا جس کی مختصر سی روئیداد ۱۱ جولائی ۱۸۵۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

"خبر مدرسہ علی گڈھ: وہاں کے جمیع شرفا و رؤسا جناب لفٹنٹ گورنر کے شکر گذار ہیں کہ محتشم الیہ نے باستماع حال درس و تدریس مدرسہ علی گڈھ کمال رضا مند ہوئے سو روپے انعام دیئے اور مولوی مفتی عنایت احمد صاحب مہتمم مدرسہ اور مدرسین کی از بس تحسین کی اور واقعہ میں وہ مدرسہ اور مہتمم ممدوح اور مدرسین سب قابل تحسین و آفرین ہیں کہ ایک عجیب علوم خیز مدرسہ ہے۔ حال اس مدرسہ کا یہ ہے کہ عرصہ ۲۲ سال سے مسٹر ٹیلر صاحب کمشنر اکبرآباد نے اس زمانہ میں کلکٹر ضلع علی گڈھ تھے اس مدرسہ کو مقرر فرمایا۔ ... اس مدرسہ میں تین درجے ہیں۔ اول درجہ مدرس اعلیٰ کا ہے۔ اس میں علوم عربیہ کا تدریس ہوتا ہے۔ ہدایہ، مقامات حریری اور دیوان متنبی اور صدرہ اور شمس بازغہ اور سب علوم عربی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ دوسرے درجے میں ابتدار کی عربی کتابیں علم حساب اور تحریر اقلیدس اور جغرافیہ اور کتب اردو فارسی پڑھاتے ہیں۔ تیسرے درجے میں کتب اردو فارسی اور علم حساب پڑھاتے ہیں۔ غرض کہ اس مدرسہ میں سب علوم اچھی طرح پڑھائے جاتے ہیں اور طالب علم دور دور

کے اس مدرسہ میں آکر تکمیل تحصیل کرتے ہیں۔"

اس اخبار میں شعراء کا کلام بھی شائع ہوتا تھا جو زیادہ تر فارسی کا ہوتا تھا۔ مئی ۱۸۴۸ء لغایت اکتوبر ۱۸۵۲ء کے فائل میں حسب ذیل شعراء کا کلام چھپا ہے۔ (۱) منشی نبی بخش صاحب حقیر (۲ غزل فارسی)، (۲) سید کاظم علی صاحب کاظم اکبرآبادی (فارسی)، (۳) محمد علی تپش (فارسی)، (۴) قاضی محمد قاسم ناظر جہان آبادی (۳ غزلیں فارسی) (۵) منشی درگا پرشاد نشاط سکندرآبادی (۲ غزلیں فارسی) (۶) منشی واجد علی صاحب مہتمم زبدۃ الاخبار آگرہ (۳ غزلیں فارسی)، (۷) سید حسین شاہ واصف (فارسی)، (۸) شیر علی خاں مرادآبادی (۲ غزلیں فارسی) (۹) شاہ غلام اعظم (اردو نعتیہ) (۱۰) بابو لال ذائق (اردو نعتیہ) (۱۱) حافظ بلاقی صاحب اکبرآبادی (فارسی)، (۱۲) عبدالرحمٰن صاحب انصاف اکبرآبادی (اردو) (۱۳) حکیم حسین علی صاحب علوی (اردو)۔ [۱]

۲۲ جنوری ۱۸۴۸ء کے پرچے میں جناب عبدالرحمٰن صاحب انصاف اکبرآبادی کی غزل چھپی ہے اس کے منتخب اشعار یہ ہیں۔ [۱]

عشق کس کو ہے محبت کا اثر کس کو ہے — حضرت دل کہو اب درد جگر کس کو ہے
ہوں وہ گریاں کہ سمندر رہو یا طوفاں ہو — لاتا خاطر میں میرا دیدۂ تر کس کو ہے
آپ سیدھے ہیں تو بندہ بھی نہیں کج رفتار — خیر منظور جو تجکو ہے تو شر کس کو ہے
عذر بے جا نہ کرو، وعدۂ فردا نہ کرو — آج کی بات کہو، کل کی خبر کس کو ہے
ہم جو کہتے تھے رہو حضرت دل عشق سے دور — اب بھلا حالت عشق، دو دوپہر کس کو ہے

---

[۱] اسعد الاخبار کے مذکورہ فائل میں شروع کے دو صفحے نہیں ہیں آخری دو صفحے شامل ہیں ان صفحات پر اندازے کے مطابق تاریخ ڈالی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ فرق ہو۔

نقدِ دیں چاہیے ہے موسیٰ کی طرح سے انصاف
مثل قارون کے خواہش زرکس کو سے ہے ا

مولوی قمرالدین صاحب قمر اکبر آبادی: مولوی قمرالدین صاحب علم حدیث اور اسلامی تاریخ پر عبور رکھتے تھے۔ فارسی زبان پر پوری قدرت حاصل تھی۔ انہوں نے منشی شیخ محمد مصلح الدین صاحب مرحوم مدرس مدرسہ آگرہ سے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی[1] اور تواریخ نبوی اور حکماء و اولیاء کے حالات پر کتابیں مرتب کی تھیں۔ اسعد الاخبار پریس اور اسعد الاخبار کے مالک تھے۔ ان کے پاس شروع میں ایک کل یعنی ایک پریس تھا، اس کے بعد ایک پریس اور آہنی بنوایا[2] اور ترقی کرتے کرتے کافی پریس کے مالک بن گئے جس کی وجہ سے انہوں نے پریس کے لئے اور کشادہ جگہ حاصل کی۔ اس ترقی کی داستان ایڈیٹر کی قلم سے ۴ ؍ جون ۱۸۴۹ء کے شمارے میں پڑھیے۔

"مطبع اسعد الاخبار کا مکان جو بمقام پھلٹی بازار تھا تبدیل کیا گیا۔ یہ مکان بھی پھلٹی بازار واقع ہے اور اس میں چند قدم کا تفاوت ہے پہلا مکان دکانوں کی چھت پر تھا جب تک مطبع کا کارخانہ مختصر تھا اس میں گذارہ ہوا کیا اب کہ فضل الٰہی سے چار پریس ہوئے اور ایک اور بن رہا ہے تو مکان نے تنگی کی یہ مکان بھی برسر گذرگاہ واقع ہے۔ پہلا مکان پھلٹی بازار کے ترایہ پر تھا لیکن یہ ترایہ کے سامنے ہے۔"

جب قمر صاحب کو اللہ رب العزت نے تجارت میں ترقی دی تو انہیں

---

[1] اسعد الاخبار آگرہ ۱۸ ؍ نومبر ۱۸۴۹ء۔ [2] اسعد الاخبار آگرہ ۱۰ ؍ جنوری ۱۸۴۹ء

انہیں ایک دینی مدرسہ کھولنے کا خیال پیدا ہوا۔ جس کا انہوں نے اجرا بھی کر دیا۔ اس کی روئیداد اسعد الاخبار کے ۱۰ جنوری ۱۸۴۹ء کے شمارے میں درج ہے۔ جو قمر صاحب کی تحریر کردہ ہے۔

"الحاصل مطبع اسعد الاخبار ایسا نامور ہوا کہ بزرگان والا تبار نے یہاں کا کام دیکھ کر اور تمام سنکر اپنی کتابیں چھپنے کو بھیجیں اور اسی کمترین کے معاملوں سے ہر شخص خوشنود اور ثنا خواں ہو۔ یہ اور مدرسہ جو اوائل ۱۸۴۸ء میں اس مطبع میں مقرر و معین ہوا اور اس کی حسنات کا ثواب بلا شک مشتریان اسعد الاخبار کے واسطے مقسوم ہے خوب آباد اور ترقی پر ہے۔ حفظ کے طالب کلام اللہ حفظ کرتے اور مسائل شرعیہ کے شائق مسئلوں کے اردو رسالے پڑھتے اور فارسی کے طلبا رکتب درسیہ فارسیہ میں جو جس کا جی چاہتا ہے پڑھتے ہیں اور ہر قوم کے قریب پچاس لڑکوں کے تحصیل علم میں مصروف ہیں۔"

مولوی قمر الدین صاحب قمر خوددار انسان تھے۔ انگریزی سرکار سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ مولانا آل حسن اور ان کے ساتھیوں پر انگریزی سرکار نے انتقامی طور پر جو مقدمہ چلایا تھا اس مقدمہ کی صفائیوں کے گواہوں میں مولوی قمر الدین صاحب بھی تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی شہادت دینے کا ذکر ۱۶ اپریل ۱۸۵۰ء کے پرچے میں کیا ہے۔

"یہ کمترین ہیچ کارہ جو بتقریب ادائے شہادت نیک معاشی مولوی آل حسن صاحب منصف کے مراد آباد کو گیا تھا سو بعد ادائے شہادت مراد آباد سے رخصت ہو کر ہفتہ گذشتہ میں وارد اکبرآباد ہوا۔"

قمر صاحب کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ایام میں چند انگریزوں کی جان بچانے کے صلہ میں جاگیر ملی تھی، کچھ روز باندہ کے تحصیلدار بھی رہے پھر گورنر کے منشی خانہ کے میر منشی ہو گئے۔ ۱۸۷۱ء کے قریب انتقال ہوا۔[1]

سوانح عمری رسول مقبول، تاریخ حکماء، ترجمہ اخبار الاخیار، ملعات قمر، رقعات ابوالفضل، تاریخ آگرہ قلمی، انشا، خرد افروز، منتخبات انوار سہیلی، قصہ صادق خاں، قصہ شمس آباد، ان کی تصانیف ہیں۔ (معلم العلماء آگرہ ستمبر ۱۸۵۵ء)

منشی قمر الدین صاحب اچھے شاعر تھے قمر تخلص تھا۔ ان کو مرزا کلب حسن صاحب نادر ڈپٹی کلکٹر اٹاوہ سے تلمذ حاصل تھا۔[2] اسعد الاخبار کے صفحات سے ان کی ایک غزل اور ایک تعزیتی تاریخی قطعہ حاصل ہوا۔ یہ دونوں فارسی میں ہیں۔ افسوس ان کا اردو کلام حاصل نہ ہوسکا۔ یقیناً اردو میں بھی کہتے ہوں گے۔[3]

گنج در ریختہ بقربان تو گل از شبنم
بیکھا از تذرکنار ان تو گل از شبنم

شدہ زخمی و بزخم دلِ خود سود نمک
در خیالِ لب خنداں تو گل از شبنم

شبنم از آتش گل در غمِ دنداں تو سوخت
تر شدہ از رخِ تاباں تو گل از شبنم

بہ نثارِ گل روئے تو گلِ آوردِ چمن
گہر افشاند برافشانِ تو گل از شبنم

---

[1] رسالہ شاعر آگرہ۔ آگرہ نمبر جون جولائی ۱۹۳۶ء۔ [2] اسعد الاخبار
[3] اسعد الاخبار آگرہ ۲ر جنوری ۱۸۵۱ء

گل رخاں عاشق نہ ار گل روئے تو شدند
ہست یک بلبلِ گریاں تو کل از شبنم
گل ز شبنم بچمن گاہ تر ست است قمرؔ
خامہ ات رجنت بدیوان تو کل از شبنم

قمرؔ صاحب کے استاد منشی محمد مصلح الدین صاحب کا انتقال ۱۸۴۹ء مطابق ۱۲۶۵ھ میں ہوا۔ اس سلسلے میں قمرؔ صاحب نے دو تاریخی قطعے کہے جو ۱۸ نومبر ۱۸۴۹ء کے پرچے میں شائع ہوئے۔ پہلا قطعہ بلا تعمیہ ہے اور دوسرا تعمیہ ہے۔ ان دونوں کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ ؎

قمرؔ چوں او ستادم از جہاں رفت	مرا در فرقت خود کرد غم گیں
چہ استادے شفیقے جاں نوازی	پدر دارے بزرگے شفقت آگیں
ہمی جستم قمرؔ تاریخ فوتش	رواں از ہر دو دیدہ اشک خونیں
ز رداں دمنزلش ہاتف خبر داد	بجنت یافت، مہبط مصلح الدین

۱۲۶۵ھ

چوں شیخ مصلح الدین رفتہ از جہان فانی
کرد از گل رخ خود در باغ خلد تزئین
رضواں برائے سالش گفت از سر اشارت
آرائش جناں شد ز جمال مصلح الدین

تیسر خواہ ہند

یہ علمی و ادبی ماہنامہ ستمبر ۱۸۴۸ء کو دہلی سے جاری ہوا۔ اس کے صفحات ۵۰ ہوتے تھے۔ ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو نکلتا تھا۔ پنڈت موتی لال پرنٹر، ماسٹر رام چندر دہلوی مہتمم و ایڈیٹر تھے۔ ایک پرچہ کی قیمت ایک روپیہ تھی محصول ڈاک بذمہ خریدار تھا۔ مطبع دہلی اردو اخبار، مکان

مولوی محمد باقر میں چھپتا تھا۔ یہ رسالہ مصور تھا۔

ماسٹر رام چند صاحب نے خیر خواہ ہند کے جاری کرنے کا ایک اشتہار ۱۶ ستمبر ۱۸۴۷ء کے فوائد الناظرین دہلی میں چھپوایا تھا۔

"سابق میں ہم نے جو لکھا تھا کہ ایک رسالہ مسمی خیر خواہ ہند ہر ماہ میں ایک بار بزبان اردو اس عاصی کے اہتمام سے عنقریب میں اجرا ہوگا۔ اب وہ عنایت ایزدی سے بتاریخ اول ستمبر ۱۸۴۷ء کو جاری ہو گیا۔ اہل دانش نے اس کی بڑی قدر کی انشاء اللہ اس میں مضامین مدام ایسے چھپیں گے کہ جو خلقت ہند کو مفید ہوں گے اور تواریخ ہر دیار کی مثل ہندوستان، فرنگستان، ایران افغانستان وغیرہ کے اور مضمون پند و نصائح درج ہوں گے۔ اور باتیں علم اخلاق اور علم طبعی اور علم ہیئت کی مفصل بیان کی جائیں گی تاکہ ہر ایک شخص کے فہمید میں آ سکیں اور حال پارلیمنٹ کا اور تجویزیں اور صلاحیں حکام انگلستان کی اور عجیب و غریب حالات اور اشعار آبدار بڑے بڑے استادوں کے حتی المقدور مع تصویرات ان کی لکھی جائیں گی۔ اس رسالہ میں تصویرات بادشاہوں کے اور نقشے جات مکانات، وغیرہ کے جہاں کہیں جیسی تصویر ضرور ہوں گی مندرج ہو سکے۔ صفحہ اس رسالہ کے پچاس ہوتے ہیں اور قیمت اس کی ایک روپیہ ماہواری یعنی فی جلد ایک روپیہ۔ صاحبان علم و دولت پر واضح ہو کہ یہ رسالہ مثل اور پرچہ جات اخبارات کے نہ ہوگا کہ بعد دیکھنے کے وہ کچھ کام کا نہیں رہتا بلکہ یہ ایک مثل ایک کتاب کے رہے گا۔ بتاریخ اول ستمبر ۱۸۴۷ عیسوی کو جو اول جلد

رسالہ خیر خواہ ہند کی جاری ہوتی ہے اس کے مضامین واسطے آگاہی ناظرین کے حوالے قلم کرنا مخفی نہ ہے کہ اول مضمون اس میں شہر دہلی کا معہ نقشہ دہلی کے ہے دوم مضمون باعث کم شروع ہونے علوم مفید کا ہندوستان میں درج رسالہ ہوا سوم مضمون ولایت توا رنخ سوندیپ یعنی لنکا کے مندرج ہے چہارم تذکرہ بادشاہ ایران کا معہ تصویر مذکور کے درج کیا ہے پنجم حال مشاعرہ معہ تصویر مجلس مشاعرہ کے لکھا گیا ہے، ششم حال حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر بادشاہ غازی دہلی معہ تصویر حضرت کی اور چند ایسے مضامین مدام مختلف علوم مفیدہ کے درج ہوا کریں گے ۔"

بقول ڈاکٹر ابواللیث صاحب صدیقی خیر خواہ ہند پہلا رسالہ ہے جو اردو زبان میں پروفیسر رام چندر صاحب نے نکالا تھا۔ وہی اس کے مضمون کے لکھنے والے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ کوئی مضمون اپنے قلم سے نہیں لکھتے تھے مگر ان کے طلبا، جو عربی کی اول جماعت کے تھے وہ کہتے جاتے تھے اس کو لکھتے جاتے تھے، اس رسالے میں اکثر مضامین ان کے اسی طرح کے لکھوائے ہوئے تھے۔

پروفیسر قاسم علی سجن لال وغیرہ کا خیال ہے کہ اس رسالہ کا ایک ہی نمبر ستمبر ۱۸۴۷ء کا شائع ہوا ہے اور دوسرا نمبر نہیں نکلا ہے۔ چونکہ ان لوگوں کی نظر سے دوسرا نمبر نہیں گذرا، اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ فرما دیا۔ حالانکہ اس کا دوسرا نمبر اکتوبر ۱۸۴۷ء کا نکلا ہے جو میرے والد ماجد مولوی شرف الحق صاحب مرحوم مغفور کے کتب خانہ میں ہے جس کا فوٹو اس جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

خیر خواہ ہند کے دوسرے نمبر اکتوبر ۱۸۴۷ء کے شمارے میں حسب ذیل مضمون شائع ہوئے تھے۔

تاریخ ملک اودھ، سعادت علی خاں، نواب صفدر جنگ، نواب شجاع الدولہ، نواب غازی الدین حیدر، محمد علی شاہ، شاہ امجد علی خاں کے حالات تیس صفحات تک۔

(۲) ترتیب اہل ہند کے بیان میں (صفحہ ۳۷ تک)۔ (۳) بیان سادھوؤں کے طریقہ کا (صفحہ ۴۲ تک)۔ (۴) علم ہیئت بیان ستاروں کا (صفحہ ۴۹ تک)۔ (۵) قصیدہ شیخ ابراہیم ذوق (صفحہ ۵۰ تک)۔

اس شمارے میں نواب شجاع الدولہ، نواب آصف الدولہ کی تصویریں اور ستاروں کے مضمون میں نقشہ نظام شمسی، تصویر دم دار ستارہ اور ستاروں کے نظام کا نقشہ بھی ہے۔

اودھ میں جب کہ انگریز برسرِ اقتدار آ گیا تھا اس میں بدانتظامی اور رعایا کی پریشانی کا باعث کون تھا۔ وہ ماسٹر رام چندر کی معلومات کے مطابق انگریزی حکومت تھی، چنانچہ اس کا اظہار انہوں نے تاریخ ملک اودھ والے مضمون میں کیا ہے۔

"زمین ملک اودھ کی زرخیز ہے اور اس میں ہر قسم کا اناج پیدا ہو سکتا ہے بسبب اس کے کہ اس ملک میں دریا اور نہریں ہیں، تو وہاں کم قحط پڑتا ہے اور سوائے اس کے وہاں قریب اسی برس کے امن رہا ہے کسی اور ملک کے بادشاہ نے اس کو پامال نہیں کیا ہے لیکن تب ہی اس ملک میں ویرانی زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ وہاں کا بادشاہ چاہے جو کچھ ظلم اپنی رعایا پر کر سکتا ہے اور جب رعایا اس کے ظلموں سے عاجز ہو کر اس سے باغی ہوا چاہتا ہے تو انگریز بادشاہ کی مدد کرتے ہیں اور بیچاری رعایا کو زیر کر کے اس ظالم بادشاہ اور اس کے افسروں کو جو اس سے بھی زیادہ ظالم

ہیں حوالہ کر دیتے ہیں۔ آمدنی ملک اودھ کی حال میں قریب ڈیڑھ کروڑ کے شمار کی جاتی ہے اور انتظام تحصیل اس آمدنی کا اس طور سے ہوتا ہے کہ وزیر ہر ایک چکلہ کو اوس شخص کے سپرد کر دیتا ہے جو سب سے زیادہ روپیہ دینے کا اقرار کرے اور ان چکلہ داروں کو صرف یہی مدنظر نہیں ہوتی ہے کہ اب روپیہ حاصل کیجیے بلکہ اونہیں یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ کسی طور سے اس زیادتی سے روپیہ تحصیل کیجیے کہ اس میں رشوت وزرا اور افسروں شاہی کو دے سکیں، تاکہ اس کی برائی میں اور اس کی موقوفی کے درپے نہوں۔ پس جب یہ حال چکلہ داروں کا ہوا تو زمینداروں کی بربادی اور ان کے ساتھ ملک کی خرابی ظاہر ہے۔ اس سبب سے ہزارہا دیہات برباد ہو گئے اور دیہاتوں نے لوٹ اور چوری اختیار کی ہے اور کوئی نہیں پوچھتا کہ کیا ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ اودھ کی ریاست میں نہایت بے انتظامی ہے اور باعث اس کا صرف یہ ہے کہ وہاں کا بادشاہ کیسا ہی بے وقوف اور ظالم ہو اس کو کچھ خوف نہیں کیونکہ اس کے انگریز مددگار رہیں۔ فی الحقیقت جو جو زیادتیاں رعایا اودھ پر ہوتی ہیں وہ صرف انگریزوں کی مدد سے وقوع میں آتی ہیں۔"

اردو زبان کی مقبولیت آج سے ایک سو تیرہ سال پہلے کیسی تھی وہ ماسٹر رامچند صاحب کی قلم سے سنئے جو انہوں نے خیر خواہ ہند کے نمبر دو "ترتیب اہل ہند" والے مضمون میں تحریر کی ہے۔

"امید ہے کہ ایک دن اہل ہند عاقل اور عالی حوصلہ مثل فرنگیوں

کے ہو جائیں اس باعث سے ہوتی ہے کہ علوم اور فنون کے کتابیں زبان اردو میں ترجمہ کئے جائیں اور اس کے وساطت سے ہند کے آدمی علم حاصل کریں۔ واضح ہو کہ زبان اردو ایسی ہے کہ بہت بہت دور سمجھی جاتی ہے، گو اس کے بولنے میں اختلاف ہے یعنی اگر باشندے پنجاب کے اردو زبان دہلی کی بول نہیں سکتے ہیں پھر بھی اس سے بآسانی سمجھ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہی زبان بآسانی تحصیل ہو سکتی ہے جس کے سمجھنے میں چنداں مشکل نہ ہو۔ اب اگر غور سے دیکھو تو دریافت ہوگا کہ حیدرآباد دکن سے لگا کے سرحد نیپال، اور دریائے اٹک تک اور شہر صورت سے شہر پٹنہ تک زبان اردو یعنی وہ زبان جو دہلی میں لوگ بولتے ہیں، سمجھی جاتی ہے۔ اگر باشندے اس ملک کے ذرا بھی کوشش تحصیل زبان اردو میں کریں تو انہیں یہ زبان بآسانی حاصل ہو سکتی ہے، سوائے اردو کے کوئی ایسی زبان ہندوستان میں نہیں ہے جس کا اس قدر زیادتی سے رواج ہو ... صاحبان گورنمنٹ کو لازم ہے جب، مدرسہ انگریزی اور عربی وغیرہ ہیں اسی طور سے ایک دو مدرسہ بڑے بڑے شہروں میں اردو کے مقرر کریں اور وہاں زبان اردو سکھائی جائے۔ اور اسی کی وساطت سے ہر علم خواہ حساب خواہ تاریخ خواہ ہیئت خواہ ہندسہ سکھائے جائیں اور یقین ہے کہ اگر علم اور عقل زبان انگریزی سے تحصیل سے چھ برس میں آتے ہیں تو وہ سب عقل اور علم اردو کے طالب علموں کو دو برس میں آجائے گی۔"

"سادھوؤں کے طریقہ" والے مضمون میں ماسٹر رام چندر صاحب نے اس

فرقہ کے موجد کا نام اور ہندوستان کے کس مقام پر یہ لوگ زیادہ رہتے ہیں بتاتے ہوئے ان کے عقائد کا ذکر کیا ہے تحریر کرتے ہیں۔

"ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ یہ طریقہ سمہ ۱۷۱۵ بکر ماجیت مطابق ۱۶۵۸ء میں اول اول ہی جاری ہوا تھا، اور موجد اس کا بیر بھان تھا۔ اس شخص کو یہ طریقہ ایک بڑے ولی نے جس کا نام اودا داس تھا سکھایا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شروع شروع میں بیر بھان چیلا جوگی داس کا تھا اور جوگی داس راجہ دھول پور کی فوج میں نوکر تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک لڑائی میں بیر بھان مارا گیا اور اس کی نعش مقتولوں میں پڑی تھی کہ اس میں ایک شخص درویش کے بھیس میں میدان جنگ میں آیا اور بیر بھان کو زندہ کر کے ایک پہاڑ کے اوپر لے گیا اور وہاں طریقہ سادھوؤں کا اسے سکھا کر حکم دیا کہ تو اس طریقہ کو دنیا میں پھیلا۔ بیر بھان رہنے والا بیجھاسر کا کہ قریب نارنول کے واقع تھا۔ سب مقولہ طریقہ سادھوں کا کے ایک کتاب جس کا نام آدی اوپدیش ہے زبان ہندی میں لکھے ہوئے ہیں اس کتاب میں سارے طریقہ سادھوں کے بارہ احکام الہی پر مشتمل ہیں جن کو ہم بھی واسطے آگاہی ناظرین کے نقل کرتے ہیں۔

(۱) اول صرف ایک خدا کو مانو جس نے تمہیں بنایا ہے اور تمہیں غارت کر سکتا ہے اور جس سے کوئی بڑا نہیں ہے اسی کو فقط بندگی کرنی چاہئے اور نہ مٹی پتھر اور دھات اور لکڑی کو یا کسی اور شے کو جو مخلوقات میں سے ہے یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ آدمی جو جھوٹی اور خفیف باتوں پر خیال کرتا ہے اور ان پر یقین دلاتا ہے اس باعث سے

وہ مرتکب گناہوں کا ہوتا ہے اور جو آدمی گناہ کرتا ہے وہ دوزخ
میں جاتا ہے۔
پنجم۔ لالچ کسی بات کا دولت کا جسم کا نکرو۔ اور کسی اور آدمی کی چیز
نہ لو کیونکہ خدا سب اشیاء کا بخشنے والا ہے۔ اگر تم اس پر بھروسہ
کروگے تو بے شک اس سے پاؤگے۔
ہشتم: نشا کرنے والی اشیاء کو نہ کھاؤ اور نہ پیو اور نہ پان کھاؤ
اور نہ خوشبو لگاؤ نہ حقہ پیو نہ افیون کھاؤ۔ سجدہ سامنے بتوں کے
یا آدمیوں کے کرنا لازمی نہیں ہے۔"
شیخ ابراہیم ذوق کے قصیدے کے نو بند اس شمارے میں درج ہیں جس
میں سے اول و آخر کا شعر نقل کیا جاتا ہے۔

سر برائے گردوں جب تلک سلطان خاور ہو
قمر دستور اعظم صدر اعلی سعد اکبر ہو
ترا مداح دائم خسروا ذوق سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خواں ہو دعا گو ہو ثنا گر ہو

ماسٹر رام چندر صاحب نے خیر خواہ ہند کے دو نمبر نکالنے کے بعد اس کا
نام بدل کر محب ہند کیوں رکھا، اس کی وجہ انہوں نے فوائد الناظرین میں یہ بتائی تھی۔
" تبدیلی نام رسالہ خیر خواہ ہند کے۔ چونکہ ہم کو اس سے بالکل اطلاع
نہ تھی کہ کوئی اخبار خیر خواہ ہند ہندوستان میں اجراء ہوتا ہے تو اس
واسطے ہم نے اپنے رسالے کا نام خیر خواہ ہند رکھا تھا۔ اب ہم کو
معلوم ہوا کہ اخبار مسمی خیر خواہ ہند مرزاپور میں جاری ہوتا ہے
تو ہم کو مناسب نہیں کہ ہم اپنے رسالہ کا نام بھی خیر خواہ ہند رکھیں

اس واسطے ہم نے اس رسالہ کا نام تبدیل کیا اور بجائے خیر خواہ ہند کے محب ہند رکھا۔ اکتوبر ۱۸۴۷ء"

محب ہند خیر خواہ ہند کے بجائے محب ہند نومبر ۱۸۴۷ء سے نکلنا شروع ہوا۔ وہی صفحات پچاس، وہی فی پرچہ کی قیمت اور وہی اس کے ایڈیٹر ماسٹر رامچندر صاحب رہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد یہ رسالہ دہلی کالج کے پریس مطبع العلوم میں چھپنے لگا۔

یہ پرچہ حقیقتاً تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں بڑی جامع مستند و مفید تاریخی، علمی و ادبی و معلوماتی مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس کا ہر ایک پرچہ لائبریریوں کی زینت بننے کے لائق ہے اور بعض مضامین تو اس کے نادر اور شاہکار ہیں۔ اس کے مختلف پرچوں کے مضامین کے عنوانات اور اقتباسات پڑھیے جس سے میری رائے کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

جلد چہارم: (۱) تاریخ سلطنت پنجاب (۲) حال نکلنے مسجد کوٹلہ فیروزشاہ میں (۳) غزلیات حضرت شاہ دہلی یعنی بہادر شاہ ظفر۔

چھٹا نمبر: (۱) خاندان مغلیہ اورنگ زیب کی سلطنت تک (۲) بیان برف وغیرہ (۳) ذکر اس آلہ کا جس سے ڈوبا ہوا اسباب سمندر سے نکال لیں۔ اس کے علاوہ اپریل مئی، جون، جولائی ۱۸۵۰ء کے پرچوں کے عنوانات اور اس کے بعد ان کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

اپریل: (۱) تاریخ چین (۲) مختصر حال بخارا۔ (۳) سفر یوسف خاں کمبل پوش۔

مئی: (۱) مختصر حال شہر گور قدیم دارالخلافہ بنگال جس کو جنت آباد کہتے ہیں۔ (۲) بھوت بند (۳) مختصر حال تاریخ سندھ (۴) بقیہ تاریخ چین (۵) غزل شاہ نصیر

جون کے پرچے کے مضمون یہ ہیں: (۱) مختصر حال دمشق اور وہاں کے باشندوں کا۔

(۲) مختصر حال ملک مصر اور وہاں کے باشندوں کا، (۳) بھوت بند۔
جولائی کے مضمون: مفصل حال جنگ ہائے جدید ملک پنجاب (۲) بھوت بند
(۳) بقیہ تاریخ چین (۴) غزل شاہ نصیر الدین۔
اگست: (۱) بھوت بند (۲) مفصل حال جنگ ہائے جدید ملک پنجاب
(۳) ذکر سکندر اعظم (۴) غزل شاہ نصیر۔
مصر کے حالات میں مصر کی عورتوں کی صورت و پوشاک کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"چودہ برس اٹھارہ یا بائیس تک حسن وجمال عورات مصریوں میں خوب رہتا ہے۔ تناسب اعضا اور جس قدر کہ خوب صورت حسن کی ہوتی ہے سب پائی جاتی ہے۔ چہرے اکثروں کے خوب صورت اور اکثروں کے نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں رعنائی جیسے کہ چاہیے موجود ہوتی ہے لیکن اس عمر سے وہ گذریں اور سب باتوں میں فرق آیا بخصوص پستانوں کی سب سے پہلے رونق جاتی رہتی ہے نہایت موٹی بھدی اور لنبی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ چہرہ کی ضیا بدستور رہتی ہے اور ڈھنگ باقی اعضا کا چالیس برس کی عمر تک نہیں بگڑتا بخصوص وہ عورات جو بدصورت ہیں ان کی صورت جو عالم شباب میں ہو ویسی ہی چالیس برس تک کی عمر میں رہتی ہے۔ عورات مصر میں علامات شبابی اور رعنائی کی آٹھویں یا نویں سال میں ہو جاتے ہیں اور پندرھویں یا سولھویں سال میں انداز کنارا کرتا ہے جس میں عورات مصریوں کی بہت خوب صورت ہوتی ہیں۔"

گجرات کی ورنیکلر سوسائٹی نے بھوت پریت آسیب جن کے مضمون کے بارے میں اعلان کیا تھا کہ جو اس عنوان پر بہتر مضمون لکھے گا اس کو ایک سو پچاس روپے انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک طالب علم دلپت رائے کا مضمون پسند کیا گیا جس کو ایک سو پچاس روپے سوسائٹی کی طرف سے انعام دیا گیا۔ یہ مضمون انگریزی میں تھا۔ مئی سے اگست ۱۸۵۰ء کے پرچوں میں بالاقساط شائع ہوا۔

اس مضمون میں بھوتوں کے واقعات و توہمات کے تذکروں کے ساتھ بھوتوں کے بارے میں جو تمام مذہبوں کے خیالات وعقائد ہیں وہ بھی لکھے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ بھوت جن وغیرہ کا وجود نہیں ہے یہ جاہلوں کی ایجاد ہے۔ چنانچہ ایک بھوتوں کا واقعہ بیان کر کے دوسرا ایک فریبی اور مکار انسان کا واقعہ لکھ کے موازنہ کر کے بتایا ہے کہ اس طرح اس قسم کے واقعات مشہور ہو جاتے ہیں۔

"ایک شیر عالی برہمن نے ایک مقام دھولکا میں خرید کیا اور اس کو کھدوایا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک حجرہ زمین میں نمودار ہوا۔ اس کو جو کھولا تو دولت معلوم ہوئی مگر اس دولت پر ایک سانپ بہر حفاظت بیٹھا تھا۔ رات کے وقت جب برہمن خواب میں گیا تو اس کو معلوم ہوا کہ وہی سانپ کہتا ہے میں اس دولت کا مالک ہوں اور اسی واسطے برائے حفاظت یہاں رہتا ہوں۔ تو اس حجرہ کو ہرگز ہاتھ نہ لگا اور نہ دولت پر جو اس میں ہے تم بے جانا۔ اگر کرے گا تو میں تجھے لاولد رکھوں گا۔ علی الصباح برہمن نے بیدار ہو ایک برتن نہایت جوش کرتے ہوئے تیل کا اس حجرہ میں الٹ دیا۔ تیل کی حرارت سے سانپ جل گیا پھر اسی حجرہ کو توڑ کر دولت نکال لی اور سانپ کو معقول طرح پر تجہیز و تکفین کر کے

اپنے مکان کی صحن میں دفن کر دیا۔ بعدہٗ اس برہمن نے بمد د روپیہ مذکورۂ بالا کی عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کرائیں۔ مگر کہتے ہیں کہ اس کے لڑکا پیدا نہ ہوا اور دختر بھی لاولد رہی۔ بلکہ اس گور د خدمت گار کو جس نے اس دولت میں کچھ اپنے کام میں خرچ کیا لاولد رہا۔ کہتے ہیں کہ اس واردات کو گذرے عرصہ چالیس برس کا ہوا۔"

" جتنے ضعیف الاعتقاد آدمی ہیں ان داستانوں کو یقین کر لیتے ہیں بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں کہیں خزانہ ہے وہاں سانپ ضرور ہوتا ہے۔"

" عرصہ تین سال کا ہوا ہوگا کہ ایک سید نے ایک ناگر برہمن سے کہا کہ دریا پور میں فلانے مقام پر دولت عمیق ہے اور اس کا پاسبان ایک بڑا سانپ ہے اور یہ کہا کہ اگر تو اس قطعۂ زمین کو خرید لے تو میں بزور منتر کے سانپ کو اس جگہ سے ہٹا دوں گا بموجب فہمائش اس مکار کی برہمن سادہ لوح نے وہ قطعۂ زمین خرید لیا اور سانپ بھی وہاں واقعی دیکھا۔ اس کو یقین کلی ہو گیا کہ دولت یہاں ضرور ہے۔ پھر سید نے برہمن مذکور سے کہا کہ دس ہزار روپیہ درستی منتر صرف ہوں گے جب سانپ وہاں سے ہٹے گا۔ برہمن نے بخوشی اتنا روپیہ دیدیا۔ لیکن جب عرصہ دراز گذر گیا اور منتر کا کچھ اثر ظہور میں نہ آیا تو تب برہمن دیوتا کے پیٹ میں کھلبلی مچی۔ سید مذکور سے روپیہ طلب کیا۔ سید نے انکار کر دیا۔ برہمن نے پولس میں جا کر فریاد کی جس پر سرکار نے اس سید کو گرفتار کر کے قید کیا مگر وہ روپیہ

واپس نہ دلا سکی۔"

۱۸۴۸ء میں پنجاب کی جنگ پر پنڈت دیبی پرشاد نے ایک کتاب گلشن پنجاب لکھی تھی جس کو جولائی اور اگست ۱۸۵۰ء کے پرچوں میں نقل کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ہندوستانیوں کی ایک سازش کا ذکر ہے کہ انہوں نے کس طرح انگریزوں کو قتل کرنے کی سازش کی اور اس کا کیونکر انکشاف ہوا۔ اس واقعہ سے ہندوستانیوں کی حب الوطنی کا ثبوت ملتا ہے۔

"گنگا رام منشی مہارانی صاحبہ والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور کہان سنگھ اور گلاب سنگھ جاوارہ وغیرہ فوج انگریزی میں اکثر سپاہیوں کو آکر ورغلاتے تھے۔ یہ سب شخص آپس میں رات کو ایک مکان میں جمع ہوتے تھے اور در باب قتل انگریزوں کی صلاح کرتے تھے۔ چنانچہ یہ تجویز ہوئی تھی کہ تاریخ ۱۳ مئی ۱۸۴۸ء کو سب شخص جو کہ اس راز میں شریک تھے ایک مقام میں جمع ہوں اور ان میں سے ہر بنگلہ انگریزی پر دس آدمی متعین ہوں اور ان کو قتل کریں۔ سپاہی جو کہ سازش میں شریک تھے وہ تین طرف کے دروازے کھول دیں اور ظاہرا خالی کارتوس بھر کر مفسدین پر چھوڑیں۔ بلوہ پردازوں نے سپاہیوں کو ساٹھ روپے ماہواری دینے کا اقرار کیا تھا اور ایسے کمال دوستی اور اتحاد پیدا ہو گیا تھا۔ اور بعض کو انہوں نے کچھ روپیہ بھی دیا تھا۔"

"مفسدوں نے ایک سوار رجمنٹ ہفتم سواران ہندوستان کو بھی لالچ دے کر آپ نے آپس میں گانٹھا چنانچہ وہ ہر روز ان کے

یہاں جاتا تھا اور ظاہر ان میں بہت ملتا تھا جب کہ وہ ان کے
راز سے خوب واقف ہو گیا اس نے بالکل حال اپنے افسر سے آ کر کہا۔"
صاحب ریذیڈنٹ کو بھی اس امر کی اطلاع ہوئی چنانچہ انہوں نے
تاریخ ساتویں مئی روز یک شنبہ کو لفٹننٹ لمڈن کو معہ چند ہمراہیوں
کے جب کہ مفسدین ایک مکان میں بیٹھے تھے رات کو مشورہ کر رہے
تھے بھیجا۔ چنانچہ لفٹننٹ موصوف نے اس مکان کا محاصرہ اس
ہوشیاری سے کیا کہ کوئی شخص بھاگ نہ سکا اور سب کے سب
گرفتار ہوئے۔"

"گنگا رام، کہان سنگھ اور گلاب سنگھ اس سازش کے بانی مبانی
تھے۔ واسطے دریافت حال اور ثبوت اس سازش کے تاریخ نویں
مئی روز سہ شنبہ کو ایک دربار ہوا اور بعد ثبوت جرم کے تینوں
سرغنوں کو حکم پھانسی کا ملا۔"

(جولائی)

۱۸۴۹ء میں ملتان پر قبضہ کرنے کے لئے جو جنگ ہوئی اس میں بڑی
دلیری اور بہادری سے ہندوستانیوں نے مقابلہ کیا اور بہت سے انگریزوں
کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ۱۲ جنوری ۱۸۴۹ء کا معرکہ کارزار ملاحظہ ہو۔

"فوج سرکاری نے زیر حکم جناب کمانڈر انچیف صاحب بہادر
واسطے لڑائی بذات خود ہندوستان آئے تھے کیمپ بسوری ڈچی
کو کوچ کیا اور تاریخ تیرھویں کو طرف مونگ کے روانہ ہوئے۔
بعد دوپہر کے کمانڈر انچیف بہادر نے بدوں کہ بے اسباب کی
فوج حریف پر کدھر سے اور کس طریق پر حملہ کرنا چاہئے یکایک

حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فوج انگریزوں کی بمقابلہ سکھوں کے روانہ ہوئی۔ سکھوں نے یہ دیکھ کر دہانے توپوں کے کھول دیے اور اس باعث سے فوج انگریزی آگے نہ بڑھ سکی بلکہ بڑی بے انتظامی سے پیچھے ہٹ کر اپنے توپ خانہ ایسی پر آگری۔ فوج حریف بھی ان کے پیچھے پیچھے چلی آئی اور بعد قتل کرنے بہت گولہ اندازوں کے چھ توپیں سرکاری لے گئے۔ مگر ان چھ توپوں میں فوج سرکاری دو توپیں چھین لائے۔ اس لڑائی میں فوج سرکاری کو بہت سا نقصان ہوا۔ اس لڑائی میں چوبیس افسر انگریزی مقتول اور ترسیٹھ مجروح اور چھ سو ترپن افسر ہندوستانی اور سپاہ گورہ اور ہندوستانی مقتول اور قریب پندرہ سو سپاہیوں کے مجروح ہوئے۔ یعنی کل نقصان چوبیس سو آدمیوں کا ہوا۔"

ایک اور محب ہند کا فروری ۱۸۴۹ء کا اٹھارواں شمارہ ہمارے پیش نظر ہے اس کے مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔

(۱) حال نواب حیدر علی خاں والئے میسور (دس صفحہ تک)۔ (۲) حالات بادشاہ کابل (۱۹ صفحہ تک)۔ (۳) در بیان عظمیت حکام کی بلحاظ احتیاط قوانین بنانے کے (۲۰ صفحہ تک)۔ (۴) در بیان بادشاہ جہجاہ انگلستان کے باعتبار قوانین بنانے کے، در بیان کچہری امیروں کے، در بیان کچہری وکلائے رعایا کے (صفحہ ۳۸ تک) (۵) طریقہ حج اسلام (صفحہ ۴۰ تک)۔ (۶) امور مفید مختلفہ حاصل زر خراج و باج دولت انگریزیہ (صفحہ ۴۲ تک)۔ (۷) مساحت سطحی روئے زمین ہندوستان و شمار عدد نفوس (صفحہ ۴۳)۔ (۸) ممالک ہوا خواہان وخراج گذار دولت انگریزیہ دریا سنہائے (صفحہ ۴۳، ۴۴)۔ (۹) شمار نفوس بعضے از شہر ہائے مشہور ہندوستان (صفحہ ۴۵، ۴۶)

(۱۰) غزلیات حضور والا، چھ غزلیں بہادر شاہ ظفر کی (صفحہ ۴۷ تا ۵۰)
خانہ کعبہ کے فوٹو ہیں۔

اس پرچے میں نواب حیدر علی خاں والئے میسور اور رسالہ محب ہند کے مضامین کی ایک کاپی مقامی کمیٹی کے سکریٹری مسٹر ٹیلر کو دکھائی جانی ضروری تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تاریخی مضامین اور خاص طور پر مسلمان بادشاہوں کے حالاتِ زندگی میں انگریزوں کے منشا اور ان کے خیالات کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ انگریز مسلمان بادشاہوں کو بدنام کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس لئے انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ماسٹر رامچندر صاحب اس قسم کے اکثر مضامین میں یہی طریقہ اختیار کرتے تھے لیکن بعض مقامات پر اصل واقعات وحالات ان کی قلم پر آجاتے تھے۔ چنانچہ نواب حیدر علی خاں والئے میسور کے مضمون میں ان کو یہ تسلیم کرنا پڑا۔

"حیدر علی اپنی رعایا پر ظلم وستم کم روا رکھتا تھا۔ ان نے ہندوؤں پر واسطے ان کی مذہب کے زیادتی نہ کی اور جاگیریں برہمنوں کو بموجب دستور قدیم کے جاری رکھیں۔"

۱۸۴۹ء میں انگریز ہندوستان کے کن کن شہروں سے خراج وصول کرتا تھا اور ان کے علاوہ دوسرے ذریعوں سے کتنا روپیہ حاصل کرتا تھا اور اس کی کل رقم کتنی بنتی تھی۔ اس کی تفصیل مذکورہ شمارہ فروری ۱۸۴۹ء میں شائع ہوئی ہے۔

"تمامی حاصل مملکت، بنگالہ وہندوستان بابت خراج زمین ۱۲۲۴۰۵۰۲۰ روپیہ

وآن مملکت مدراس	روپیہ	۵۵۵۷۱۲۹۰
وآن مملکت بمبئی	روپیہ	۲۸۵۵۷۴۴۰

چنانچہ تمام خراج ولایت ہندوستان کا بست ویک کرور، ہفتاد وپنج لک دسی وسہ ہزار وہفت صد بست روپیہ ہوتا ہے ۲۱۷۵۳۳۷۲۰

حاصل تجارت خاصہ نمک	روپیہ	۲۰۶۰۷۶۸۰
حاصل تجارت خاصہ افیون	"	۱۱۲۵۷۲۷۵
حاصل کاغذ اسٹام		۲۱۵۷۶۰۰
باج ممالک قدیمہ		۳۷۹۰۰۱۴
باج ممالک جدیدہ		۸۴۷۴۴۹۰

رسالہ محب ہند میں نامور و مشہور شعراء کا کلام شائع ہوتا تھا۔ فروری ۱۸۴۹ء کے پرچے میں چھ غزلیں بہادر شاہ ظفر کی شائع ہوئی تھیں۔ ان کے چھ قطعے درج کئے جاتے ہیں۔ ؎

هزار خنجر و الماس و یک دل صد چاک
ظفر دریغ دریغ آہ صد ہزار دریغ

میں امور عاشقی میں اے ظفر ہشیار ہوں
لوگ دیوانہ مجھے کہتے ہیں دیوانہ دروغ

روشن ترے فروغ سے کیوں کر ہو چراغ
تو ہی ظفر ہے خانہ تیمور کا چراغ

واہ ہم پوچھیں راہ عشق کو مجنوں سے ظفر
عمر کیا ہم نے یونہی کھوئی ہے معقول یہ خوش

دل جن کا ہے روشن وہ ظفر صورت خورشید
یکساں ہیں سدا باعث تنویر پس و پیش

عجب طرح کا زمانہ یہ آگیا ہے ظفر
کسی کے ساتھ کسی کو نہیں ذرا اخلاص

اپریل، مئی اور جولائی ۱۸۵۰ء کے شماروں میں تین غزلیں شاہ نصیر کی چھپی ہیں۔ بہت خشک ہیں، اس لئے دو شعروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ؎

ہمرہان سفر، اسباب سفر باندھے ہیں
جیت عاقل کہیں اب یارکمر باندھے ہیں
کھیلتا ہے سا قیا گر تو بطِ مے کا شکار
تولبِ دریا بنا موج مئے احمر سے دام

عمدۃ الاخبار بریلی

بریلی سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۴۷ء کو جلوہ افروز ہوا۔ چھ صفحات پر نکلتا تھا۔ ابتدا میں اس اخبار کے نگراں مولوی عبدالرحمٰن صاحب تھے بعد میں ان کی جگہ لچھمن پرشاد کا نام درج ہونے لگا۔ اس کی ماہانہ قیمت ایک روپیہ تھی۔ اس اخبار کو مدرسہ سرکاری بریلی کے ذمہ دار لوگوں نے جاری کیا تھا۔ چنانچہ لچھمن پرشاد بھی اس مدرسہ میں انگریزی کے استاد تھے۔ یہ اخبار مطبع عمدۃ الاخبار میں چھپتا تھا۔ یہ مصور بھی تھا۔ اس میں لکڑی کے ٹھپے کی تصویریں چھپتی تھیں۔ ہر اخبار کے بیشتر حصے میں عام دل چسپی کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ انگریزی رسالوں اور علمی کتابوں سے بہ کثرت اقتباسات اخذ کئے جاتے تھے۔ خبروں کے علاوہ آگرہ گورنمنٹ گزٹ کے اقتباسات بھی اس میں درج ہوتے تھے۔ جہاں تک لیتھو کی طباعت کی صفائی کا تعلق ہے کوئی اخبار بھی غالباً اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن اس کی افادیت، اثر ورسوخ، نیز حسن ترتیب کا جہاں تک تعلق ہے اس کو اول درجہ کا نہیں کہا جا سکتا۔

بعض مرتبہ مضامین کے لکھنے میں خوشامدانہ طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ مثلاً ۲۷ نومبر ۱۸۴۷ء کے شمارے میں ... ... انگریزوں کو ہندوستان بدر کرنے کے خیال کا جس طرح مضحکہ اڑایا گیا تھا اس کا انداز بہت خوشامدانہ تھا۔

اچھے کاموں میں پہلے زمانہ کے لوگ کافی حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ بریلی کے چند مخیر انسانوں نے شفاخانے بنوانے شروع کر دیئے تھے جس کی خبر عمدۃ الاخبار

مورخہ ۲۵ر اگست ۱۸۴۸ء میں شائع ہوئی تھی۔

"بعض روسا رشہر و زمینداران علاقہ بیلپور نے کمال خوش نیتی سے ایک شفاخانہ بنوانے کے لئے پانچ ہزار دو سو روپے جمع کئے تھے چنانچہ ان روپیوں کا سود بارہ روپے ماہواری آتا ہے اور شفاخانہ میں غربا و مساکین کے معالجہ میں صرف ہوتا ہے۔ آنولہ کے زمینداروں کا بھی یہی ارادہ ہے کہ آنولہ میں شفاخانہ اسی نہج پر بنا دیں۔ دو ہزار وہ بھی جمع کر چکے ہیں۔ الحمدللہ کہ رئیسان اہل دل کو خیر کے رستے سوجھنے چلے، اللہ اور زیادہ توفیق دے"۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس اخبار نے بڑا نمایاں تاریخی کارنامہ انجام دیا تھا۔ جس وقت انگریز بریلی سے چلے گئے اس وقت مجاہدوں کی سرپرستی میں عمدۃ الاخبار کے نام کے بجائے اس کا نام فتح الاخبار رکھا۔ اس کو خان بہادر خاں کی حکومت کا سرکاری گزٹ بنا دیا گیا تھا۔ جب انگریزوں نے بریلی پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے مطبع کو ضبط کر کے اخبار کو بند کر دیا تھا۔ [۱۵]

گارساں دتاسی نے بھی اس اخبار کا اپنے ۲۹ر نومبر ۱۸۵۳ء کے خطبہ میں ذکر کیا ہے۔

"بریلی سے عمدۃ الاخبار شائع ہوتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر لکشمی پرشاد ہیں۔ انہوں نے چھوٹی سی علمی اور اخلاقی سائیکلو پیڈیا بھی لکھی ہے اور اس کا نام مشرقی طرز پر "دماغی زینت" رکھا ہے"۔

جام جمشید

میرٹھ سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۴۷ء کو نمودار ہوا۔ بابو شب چندر اس کے بانی تھے۔ ماہواری قیمت ایک روپیہ تھی۔ مطبع جام جمشید میں طبع ہوتا تھا۔ طباعت دیدہ زیب ہوتی تھی۔ خبروں کے

علاوہ مضامین بہت کم شائع ہوتے تھے جن کی ترتیب قابل تعریف انداز سے کی جاتی تھی۔ یہ اخبار ۱۸۵۱ء میں پہلی بار بند ہوا۔ ۱۸۵۲ء میں پھر جاری ہوا لیکن ۱۸۵۳ء میں دوبارہ بند ہوگیا۔

۱۸۴۹ء میں سکھوں کی انگریزوں سے جنگ ہو رہی تھی اس وقت اس اخبار میں سلیقے سے اور عجلت کے ساتھ جنگی خبریں شائع کی جارہی تھیں جن سے اس کی اشاعت میں اضافہ ہوا لیکن جنگ کے ختم ہونے کے بعد اس کی اشاعت نصف سے زیادہ کم ہوگئی۔

اختر شہنشاہی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اخبار جنوری ۱۸۵۷ء میں تیسری مرتبہ جاری ہوا۔ ہفتہ وار آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔

شاہانہ و نوابانہ وہم وخدشے بڑے ترالے ہوتے ہیں جن کا ان کے دماغ سے نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ البتہ ان کے نبض شناش ہی ان کے وہم کا علاج کرتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ والیٔ اودھ کے وہم کا جام جمشید مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۵۰ء میں درج ہے جو دلچسپ ہے اور پڑھنے کے قابل ہے۔

"حضور والا یعنی شاہ اودھ کی والدہ شریفہ نے سلطان عالم کی جی میں یہ وہم ڈال دیا ہے کہ اکثر عورتوں کے بدن پر ناگن ہوتی ہیں کہ اس سے خرابی شوہر کی منصور ہے۔ حضرت نے باوجود سماعت عذرات اختلاف شرع شریعت کے ایسا وہم کیا کہ سب محلوں کے بدن کو دکھلایا منجملہ ان کے پانچ محل کی کمر پر ناگن تجویز ہوئی اور ان کو معہ مال اسباب مقبوضہ ان کے نکال دیا۔ دو محل نے جن کا جی نکل جانے کو چاہتا تھا فوراً کانپور کی راہ پکڑی اور باقی شہر میں اپنے گھروں پر آگئیں بعد اس کے پنڈتوں نے

عرض کی کہ اگر ان کی ناگن سونے سے داغ دی جاوے تو پھر ناگن نہیں رہی
چنانچہ عرض ان کی قبول ہو کر محل مذکور ہیں پھر محلوں میں داخل ہو گئیں۔

مطلع الاخبار یہ ہفتہ وار اخبار آگرے سے ۱۸۴۷ء کو طلوع ہوا۔ شیخ خادم علی مالک و ایڈیٹر تھے۔ ماہانہ قیمت بارہ آنہ اور سالانہ چندہ چھتیس روپے تھا۔ مطبع اکبری میں چھپائی ہوتی تھی۔

یہ اوسط درجہ کا اخبار تھا۔ اس میں معمولی خبریں وہ بھی مقامی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ جہاں تک مقامی خبروں کے چھپنے کا تعلق ہے آگرے کے تمام اخباروں میں یہ اخبار ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔ اس کی طباعت اچھی ہوتی تھی۔ اخبار کے طرز تحریر کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو قابل ذکر ہو۔

لیکن گارساں دتاسی ۱۸۵۲ء کے خطبہ میں اس اخبار کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"مطلع الاخبار شہر آگرے میں خوب بکتا ہے"۔

انگریز اپنے مخالف کو گرفتار کر کے یا اپنے قبضہ میں لے کر طرح طرح سے پریشان کرتا تھا۔ چنانچہ جب رانی چندہ کو انہوں نے اپنی حراست میں لے لیا تو لوگوں میں ان کو پریشان کرنے کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہوئیں جس کی تردید ۲ ستمبر ۱۸۴۸ء کے پرچے میں چھپی ہے۔

"اکثر لیڈیاں بمقتضائے مروت اور دردمندی کے رانی صاحبہ کی ملاقات کو ان کے گھر گئیں۔ رانی کو ان کی صحبت اور مکالمہ سے ایک فرحت حاصل ہوئی۔ لوگوں نے جو مشہور کیا تھا کہ رانی لوہے کے پنجرے میں محبوس کی جاویں گی اور مکان کے دروازوں میں لوہے کی سلاخیں

سلہ رجسٹر نیوز پیپر نیشنل آرکائیوز، نئی دہلی۔

لگائی جائیں گی اور پہرہ جنگی لوگوں کی حراست کرے گا۔ یہ سب غلط ہے ہرگز قابل اعتبار کے نہیں۔"

سدھاکر رجسٹر نیوز پیپر نیشنل آرکائیوز میں ہے جس کا پہلا اندراج ۱۱ اپریل ۱۸۴۷ء کی تاریخ کا ہے جس سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ اخبار بنارس سے ابتدا ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا ہوگا۔ پندرھویں دن نکلتا تھا۔ پنڈت رتن ایشور تیواڑی اس کے پہلے ایڈیٹر و مہتم تھے۔ ان کے بعد بندرابن تیواڑی ۱۸۵۱ء میں ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس کے ایڈیٹر تارا موہن متر بھی تھے۔[1] ۱۸۵۱ء میں کچھ دنوں کے بعد اس کے ایک ہی صفحہ پر اردو ہندی دونوں زبانوں میں خبریں چھپنے لگی تھیں جس کی تائید گارساں دتاسی اپنے ۲۹ نومبر ۱۸۵۳ء کے خطبہ میں کرتے ہیں:

"سدھاکر اخبار انگریزی حکومت کو اچھا سمجھتا ہے پہلے ہندی اردو دونوں زبانوں میں نکلتا تھا، اب صرف ہندی میں شائع ہوتا ہے اس کی ہندی دقیق اور سنسکرت کے الفاظ سے بھری ہوتی ہے۔ اس کی اشاعت تعلیم یافتہ ہندوؤں تک محدود ہے۔" (۳۳)

لکھنؤ اخبار لکھنؤ اخبار کے بارے میں بھی رجسٹر نیوز پیپر نیشنل آرکائیوز دہلی میں ۲۴ اپریل ۱۸۴۷ء کے شمارے کی آمد کی اطلاع درج ہے جس کو لال جی صاحب نکالتے تھے۔ اس اخبار کو لکھنؤ کا پہلا اخبار کہنا چاہئے۔

خلاصہ اطراف اسی رجسٹر نیوز پیپر نیشنل آرکائیوز نئی دہلی میں ۲۴ اپریل ۱۸۴۷ء کی تاریخ میں دہلی "خلاصہ اطراف" اخبار کا ذکر ہے جس کے مہتمم و ایڈیٹر جناب متھراداس صاحب بیان کئے جاتے ہیں۔

---

[1] ہندی پتر اور پتر کائیں۔

عجائب الاخبار

یہ اخبار دہلی سے مئی ۱۸۴۷ء میں وجود میں آیا۔ اس کا ذکر خیر خواہ شائقین دہلی مورخہ یکم جنوری ۱۸۴۸ء میں زیر عنوان "واصلات" اس انداز سے ہوا ہے۔

"از سنبھل ضلع مراد آباد بھائی مولوی محمد تجمل حسین خاں صاحب، بابت پرچہ عجائب الاخبار عنایتی منصف صاحب من ابتدائے غرہ مئی ۱۸۴۷ء لغایت آخر دسمبر سنہ الحال سطے شہر۔"

رجسٹر نیوز پیپر

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں ایک قلمی رجسٹر ہے جس پر "بہی رسیدہ اخبارات ۱۸۴۷ء" لکھا ہوا ہے۔ اس بہی میں ان اخبارات و چٹھیوں کا نام ہے جو ۱۸۴۷ء سے ۱۸۶۲ء تک ہندوستان کے مختلف مقامات سے گورنری دفتر میں پنڈت جیورا لکھن پٹواری کے نام آئی ہیں ان کا سنہ اور تاریخ کا اندراج ہے کہ کب وصول ہوئے۔ چنانچہ جیورا لکھن پٹواری کی اس بہی کے شروع صفحہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔

"جملہ کاغذات کہ برائے سرکاری آیند ہمہ سر دس اینڈ پیس عرض حضور پر نور است کہ قطعی روبکاری یا چٹھی انگریزی بنام پوسٹ ماسٹر جنرل نوشتہ شود کہ اخبارات از دہلی و آگرہ و بریلی و شملہ و کلکتہ و بنارس مثنی در دفتر خانۂ فارسی گورنری بنام پنڈت جیورا لکھن پٹواری می آیند ہمہ از بندہ سر دس بیایند چرا کہ برائے کار سرکار طلب شدہ اند۔ فقط۔

عرضی جیورا لکھن پٹواری ۱۶ اکتوبر ۱۸۴۹ء"

"حکم شد کہ بدستور سابقہ بماند تاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۸۴۹ء"

بہی میں جس تاریخ اور سنہ میں جو اخبارات وصول ہوئے ہیں وہ تاریخ اور

سنہ وار نیچے لکھے جاتے ہیں تاکہ اندازہ لگ جائے کہ فلاں اخبار کس سنہ میں نکل رہا تھا۔

۲۴ راپریل ۱۸۴۷ء: (۱) بنارس اخبار، گھوس رگھوناتھ جی. (۲) سدھاکر اخبار بنارس کٹڑا اور چھاپہ خانہ (۳) صدر الاخبار آگرہ، پنڈت الیسری پرشاد (۴) جام جہاں نما کلکتہ کلنگہ (۵) مراۃ الاخبار کلکتہ تا لتلہ (۶) گوالیار اخبار، خیراتی لال (۷) دہلی خلاصہ اطراف، متھراداس (۸) لکھنؤ اخبار، لال جی (۹) دہلی اردو اخبار مولوی محمد باقر (۱۰) صادق الاخبار دہلی، شیخ امداد حسین (۱۱) مظہر الحق دہلی، عنایت حسین (۱۲) مطلع الاخبار آگرہ، شیخ خادم علی (۱۳) زبدۃ الاخبار آگرہ، واجد علی خاں (۱۴) قرآن السعدین، پنڈت دھرم نرائن (۱۵) آئینہ گیتی کلکتہ (۱۶) سلطان الاخبار کلکتہ۔

۳ جنوری ۱۸۴۹ء: (۱) فوائد الناظرین دہلی، رام چندر (۲) عمدۃ الاخبار بریلی، لچھمن پرشاد (۳) شملہ اخبار، گوبندر گھوناتھ۔

۱۲ جنوری ۱۸۴۹ء: اخبار الحقائق آگرہ، موتی لال۔

۵ فروری ۱۸۴۹ء: نزہت الارواح آگرہ، جواہر لال۔

۱۳ مارچ ۱۸۴۹ء: اخبار مالوہ، دھرم نرائن۔

۱۲ اپریل ۱۸۴۹ء: محب ہند۔ ۲ اپریل: کلکتہ اخبار۔

۲۱ جنوری ۱۸۵۰ء: اخبار النواح آگرہ، جواہر لال۔

۲۸ جون ۱۸۵۰ء: کوہ نور لاہور، ہرسکھ رائے۔

۱۰ جنوری ۱۸۵۱ء: دریائے نور لاہور، شہسوار الدین۔

یکم مئی ۱۸۵۱ء: تقویم ہندی بنارس، گوبند رگھناتھ۔

۱۲ جولائی ۱۸۵۱ء: اخبار بمبئی، رحیم الدین۔

۱۰ر دسمبر ۱۸۵۲ء : پرکاش آگرہ، سدا سکھ۔
۳ر جولائی ۱۸۵۴ء : اخبار دوربین کلکتہ۔
۱۹ر مئی ۱۸۵۶ء : مطبع پنجابی لاہور۔
۵ر نومبر ۱۸۵۶ء : مفید خلائق آگرہ۔
۲۷ر دسمبر ۱۸۵۶ء : اخبار جدھر کلکتہ۔
۸ر جولائی ۱۸۵۸ء : اردو گائڈ کلکتہ۔

مفید ہند دہلی سے یہ پندرہ روزہ اخبار ۱۵ر اپریل ۱۸۴۸ء کو جلوہ نما ہوا منشی حسینی اور پنڈت اجودھیا پرشاد مہتمم تھے۔ یہ دہلی کالج کا اخبار تھا۔ فوائد الناظرین ہی کی طرح کا تھا۔ مطبع العلوم میں طباعت ہوتی تھی۔

قرآن السعدین دہلی مورخہ ۲۰ر مارچ ۱۸۴۸ء کو اس کا پہلا اشتہار بلا اخبار کے نام کے شائع ہوا۔ معلوم دیتا ہے کہ اس وقت اس کا نام تجویز نہیں ہوا ہوگا اشتہار کا مضمون یہ ہے۔

"ان دنوں ایک پرچہ اخبار کا بحسن سعی اور توجہ ماسٹر حسینی اور پنڈت اجودھیا پرشاد جاری ہوا چاہتا ہے۔ غالب ہے کہ اس میں بھی مضامین ہر طرح کے عجیب و غریب اور خبریں دل پسند اور سچی درج ہوا کریں گی۔ امید ہے کہ بذریعہ اس پرچے کے لوگوں کو بہت فائدہ اور ترقی علوم کی اور زیادہ ہو قیمت بھی بلحاظ رفاہ عام اور منفعت افراد انام کے مقرر کی جاوے۔ واسطے اطلاع صاحبوں علم دوست اور طالبوں اخبار روزگار کے یہ چند سطریں درج اخبار ہوئیں۔" (۱۴۰)

دوسرا اشتہار مفید ہند کا قرآن السعدین ۱۷ر اپریل ۱۸۴۸ء میں جب چھپا

جس وقت اس اخبار کا ایک شمارہ وجود میں آگیا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

"اظہار خوشی : ہم بہت خوش ہیں اظہار اس امر سے کہ اس شہر سعادت بہر میں علم کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے اور چرچا ہنر کا روز بروز ترقی پاتا جاتا ہے۔ بھوڑے دن ہوئے کہ ہمراہ ہمارے اخبار کے ایک اشتہار جاری ہوتے ایک نئے اخبار موسوم بہ "مفید ہند" نکلا تھا۔ سو اول پرچہ اخبار مذکور کا شنبہ گذشتہ ۱۵ اپریل ۱۸۴۸ء کو بہ اہتمام منشی حسینی اور پنڈت اجودھیا پرشاد کے کہ یہ دونوں مدرسہ دہلی میں علاقہ مدرسی کے مامور ہیں، جاری ہوا۔ خدا ان کی کوشش کو تاج فتح نصیب کرے۔ کسی پرچے میں ہم بھی واسطے ملاحظہ ناظرین اپنے اخبار کی اخبار میں سے کچھ نقل کریں گے۔ ابھی اتنے پر قناعت کی جاتی ہے۔" (۱۸۸)

مفید ہند کا کوئی مضمون قرآن السعدین میں نہیں چھپا۔ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس اخبار کو بہت جلد موت کا تنکا رینا پڑا اور چند پرچے نکلنے کے بعد یہ بند ہو گیا۔

پنڈت اجودھیا پرشاد : اجودھیا پرشاد دہلی کے رہنے والے تھے اور کشمیری قوم کے ایک فرد تھے۔ مولوی کریم الدین صاحب طبقات الشعراء میں ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مرد متین اور ذہین اور عقلمند اور محنتی ہیں۔ حال اخلاق کا یہ ہے کہ خلیق اور اہل مروت اور نیک اطوار آدمی ہے۔ ایک رسالہ علم مساحت قوانین مستعملہ میں ۷۰ صفحات کا اس کی تالیف ہے اردو میں ہے جو چھپ گیا ہے اور ہرشل صاحب کا رسالہ علم ہیئت کا بھی اسی شخص نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔"

پنڈت جی نے اجمیر شریف سے ستمبر ۱۸۵۸ء میں خیر خواہ خلائق اخبار بھی جاری کیا تھا۔ اس اخبار کے ضمن میں گارساں دتاسی نے ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

"یہ اجمیر کالج کے قدیم طالب علم ہیں جہاں انہوں نے انگریزی زبان پر پورا عبور حاصل کیا۔ ان کی اردو زبان میں سادگی اور لطف بیان کے ساتھ ساتھ ہندوستانیت اور انگریزی اثر دونوں موجود ہیں۔"

پنڈت جی آزاد خیال لوگوں میں سے تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو گذرے ایک سال کا عرصہ بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے اپنے اخبار خیر خواہ خلائق میں انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کو اسلحہ سے محروم کرنے اور جبریہ تبدیل مذہب سے متعلق مضامین شائع کئے۔ جن کی وجہ سے حکومت نے ان کے اخبار کی اشاعت کو ممنوع قرار دیدیا تھا۔ (خطبات دتاسی ۵۔۲۷۴)

تحفۃ الحدائق

۱۸۴۸ء کو دہلی سے یہ اخبار جاری ہوا، جو مہینے میں دوبار شائع ہوتا تھا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ مہتمم محمد جعفر اور علی نقی تھے۔ بعد میں میر سید محمد مہتمم مقرر ہوئے۔ ماہانہ چندہ ایک روپیہ تھا۔ مطبع العلوم میں چھپتا تھا۔

۱۳ جون ۱۸۴۸ء کو قرآن السعدین دہلی میں اس اخبار کا ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

"بالفعل ایک پرچہ اخبار کا مسمی تحفۃ الحدائق بہ طرز جدید و وضع مفید کے اس چھاپہ خانہ (مطبع العلوم) میں چھپتا ہے۔ طرز اس کی یہ ہے کہ ورق اول میں بیان کلیات اور معالجات اور تشریح کا مشروحاً و مفصلاً ... ورق دوم میں تاریخ ابتدائے آدم ... سوم میں قوانین و احکام ... اور ورق چہارم میں

اخبارات مقامات متعلقہ درج ہوتے ہیں.. .. قیمت ایک روپیہ ماہواری ہے اور مہتمم اس کے محمد جعفر اور علی نقی ہیں۔"

یہ اخبار ایک سال کے بعد ۱۸۴۹ء میں بند ہو گیا۔

معیار الشعراء یہ شعر و شاعری کا گلدستہ آگرے سے نومبر ۱۸۴۸ء کو جاری ہوا۔ مہینے میں دو مرتبہ نکلتا تھا۔ مالک و ایڈیٹر مولوی محمد ابوالحسن تھے۔ فی پرچہ چار آنے قیمت تھی۔ مطبع اسعد الاخبار میں چھپتا تھا۔

اس گلدستہ کے جاری ہونے سے قبل اس کے مالک و ایڈیٹر نے اس کے جاری کرنے کا ایک اشتہار ہر ایک اخبار کو بھیجا تھا۔ چنانچہ فوائد الناظرین نے سیزدہم نومبر ۱۸۴۸ء میں، اسعد الاخبار آگرہ نومبر ۱۸۴۸ء میں اور قرآن السعدین دہلی ۱۴ دسمبر ۱۸۴۸ء میں بھی یہ اشتہار شائع ہوا۔ جس کی عبارت یہ تھی۔ اشتہار فوائد الناظرین۔

"واضح ہو کہ تفریح طبائع کے واسطے پندرھویں روز مجلس مشاعرہ راقم کے مکان میں منعقد ہوتی ہے چونکہ سب اضلاع کے رئیس اس سے حظ حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا راقم کو یہ منظور ہے کہ ہر مشاعرہ کی غزلیں ایک دو ورقہ پر مشتمل مثل اخبارات کے طبع ہوا کریں، اور چونکہ بعض شعراء علم عروض قافیہ سے کم ماہر ہوتے ہیں اس لحاظ سے نصف آخر صفحے میں اس کا بیان ہے تاکہ خریدار علم عروض و قافیہ سے واقف ہو جائیں اور رفتہ رفتہ ایک تذکرہ شعراء حال کا، بہ سبب اس کے کہ شروع غزل میں حال مختصر شاعر کا مندرج ہوگا، تیار ہو جائے گا۔ اور بہ نظر رفاہ عام چار آنے ماہواری جو کہ صرف کاغذ اور چھپائی کے واسطے تھا قیمت اس کی مقرر کی۔ ہاں اگر غزلیں زیادہ ہوں گی اور پرچہ اس قدر بڑھ جائے گا کہ اس کے صرف

کے واسطے وہ قیمت کافی نہ ہو تو فی ورق کچھ مناسب قیمت زیادہ کرنی پڑے گی اور مصرع طرح مشاعرہ آئندہ کا اس کے آخر میں طبع ہوگا۔ لہذا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جس صاحب کو اس پرچہ موسومہ بہ معیارالشعرار کا خریدنا منظور ہو تو درخواست اپنی راقم کے پاس مدرسہ آگرہ میں ارسال فرمادیں اور محصول ذمہ خریدار ہوگا۔ یہ پرچہ بہ تاریخ ۱۲ر نومبر روز سہ شنبہ کے طبع ہوگا۔ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۸۴۸ء دستخط فقط العبد ابوالحسن مدرس فارسی مدرسہ آگرہ۔"

معیارالشعرار کے پہلے نمبر میں غزلیں شائع کرنے کے لئے ۹ر نومبر ۱۸۴۸ء کو مولوی سید ابوالحسن صاحب نے اپنے مکان پر مشاعرہ کیا تھا جس کی روئیداد ۱۱ر نومبر ۱۸۴۸ء کے اسعدالاخبار میں شائع ہوئی ہے۔

۹ر نومبر کو وقت شب منشی سید ابوالحسن صاحب مدرس اول درجہ فارسی مدرس آگرہ کے مکان پر محفل مشاعرہ منعقد ہوئی۔ آگرہ کے اکثر اہل سخن عالی طبع جمع ہوئے۔ سب نے اپنا کلام سنا کر اہل محفل کو محظوظ کیا ایک عجیب جلسہ جاں افزا تھا اور کلام شعرار نہایت دلربا۔ پرچہ معیارالشعرار جو ہفتہ آئندہ میں طبع ہوگا، اس کے ملاحظہ سے ہر سخن فہم حظ وافر اٹھائے گا۔ فقط۔"

معیارالشعرار کے شمارے کے چھاپنے کی اطلاع سے ۲ر نومبر ۱۸۴۸ء کے پرچہ کو مزین کیا ہے۔

"مطبع اسعدالاخبار: مجموعہ اشعار موسوم بمعیارالشعرار جو منشی ابوالحسن صاحب مدرس اول مدرسہ سرکاری نے واسطے ترقی شوق نظم و نثر کے جاری فرمایا ہے کل کے دن ۲۶ر نومبر کو اس مطبع میں بہ اجازت منشی

صاحب موصوف چھپا پاگیا۔ ایک عجیب مجموعہ سرور افزا ہے جو دیکھتا ہے بڑا حظ اٹھاتا ہے۔ فقط"

معلوم دیتا ہے کہ سات مہینے کے بعد اخبار کے انتظام میں تبدیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ ۲۵ر جون ۱۸۴۹ء کا اسعد الاخبار اس بات کی اطلاع دیتا ہے کہ مولوی سید ابوالحسن صاحب کی جگہ پر سید مددعلی تپش اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

"پرسوں شب کو مشاعرہ ہوا۔ اکثر شعراء اکبرآباد اور بعض سخنوران عجم تشریف لائے ہر ایک کے کلام فصیح سے حاضرین بزم مشاعرہ محظوظ ہوئے۔ وے شائقان سخن جو مشاعرے میں تشریف نہ رکھتے تھے بملاحظہ معیار الشعراء جو اس مطبع میں چھپتا ہے اور سید مددعلی تپش اس کے تہذیب و تربیت کا اہتمام کرتے ہیں محظوظ ہوں گے مشاعرہ بڑی زیب و زینت کا ہوتا ہے اور پرچہ معیار الشعراء عجیب لطف خیز مطبوع ہوتا ہے۔ ہر شاعر کی غزل منتخب ہو کر لکھی جاتی ہے اور قیمت اس کی چار آنہ ماہواری اس کے لطف و خوبی کے آگے بہت کم ہے اس کے خرید بکمال شوق اسے خریدتے ہیں اور اس قیمت پر بہت ارزاں جانتے ہیں۔ جن صاحب کو اس کے ملاحظہ و مطالعہ کا شوق ہو سید مددعلی تپش کے پاس بمحلہ زین خانہ یا بمطبع ہذا درخواست بھیجدیں"

معیار الشعراء میں عمدہ کلام چھپانے کی کوشش کی جاتی تھی منشی واجد علی صاحب مہتمم زبدۃ الاخبار نے ایک عمدہ مثنوی لکھی تھی جو زبدۃ الاخبار میں شائع ہو چکی تھی۔ اہل سخن کی طرف سے اس کی مانگ تھی۔ وہ اسعد الاخبار جیسے مختصر اخبار میں شائع نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس کو معیار الشعراء میں طبع کرانے کا اعلان منشی

قمرالدین صاحب مہتمم اسعدالاخبار نے ۲۸ر اکتوبر ۱۸۴۹ء کے اسعدالاخبار میں کیا تھا۔

"خبر مثنوی جدید: جناب مولوی منشی واجد علی صاحب مہتمم زبدۃ الاخبار نے جن کی ناظمیت اور ناثریت کے کمال کا شہرہ زبان زد آفاق ہے دربنوالا ایک مثنوی فارسی دربیان شکایت گردشِ فلک بکمال فصاحت و بلاغت و متانت و ازانت لکھ کر زبدۃ الاخبار میں چھاپی ہے۔ سخن کے قدر شناس اس کے ملاحظہ سے بہت محظوظ ہوئے۔ راقم بھی بذریعہ پرچہ معیار الشعراء حضرات سخندان کے ملاحظہ کے لئے اس مثنوی کو قالب طبع میں لائے گا۔ اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں"۔

گارساں دتاسی نے اپنے خطبہ ۴ر دسمبر ۱۸۵۴ء میں معیار الشعراء کے بارے میں لکھا ہے۔

"معیار الشعراء قدیم و جدید شعراء کا کلام ہے جو آگرے سے منشی قمرالدین قمرؔ، گلاب خاں ہفتہ میں دوبار شائع کرتے ہیں"۔

دتاسی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار اس زمانے میں مطبع اسعد الاخبار کے اہتمام میں آگیا تھا۔ اس کے مالک قمرالدین صاحب قمرؔ تھے۔

یہ گلدستہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد بھی جاری رہا۔ اسعدالاخبار اور مطبع اسعدالاخبار غالباً اس زمانہ میں بند ہوگیا ہوگا۔ اس لئے معیار الشعراء مطبع مفید الخلائق آگرہ میں چھپنے لگا۔ اس پریس کے مالک منشی شیو نرائن تھے۔

منشی شیو نرائن کے پریس مفید خلائق میں جہاں اخبار مفید خلائق چھپتا تھا وہاں رسالہ "تاریخ بغاوت ہند" بھی طبع ہوتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے رسالہ تاریخ بغاوت ہند جولائی ۱۸۵۹ء میں معیار الشعراء کا اشتہار شائع کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

"اشتہار معیار الشعرا: مخفی نہ رہے کہ اس مطبع سے ایک پرچہ اشعار پندرھویں روز جاری ہوتا ہے۔ اس میں غزل ہائے طرح مشاعرہ جو آگرہ میں ہوتا ہے اور غیر طرح اور استادان حال و قدیم کی طبع ہوتی ہیں۔ قیمت اس کی ۱۴ر ماہواری ہے اور خریداران مفید خلائق کو نصف قیمت پر ملتا ہے۔ جو صاحب شوق خریداری رکھتے ہوں اپنی درخواست مطبع مفید خلائق میں روانہ کریں۔"

منشی شیو نرائن مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ معیار الشعرا مرزا غالب کے پاس بھی جاتا تھا۔ غالب اپنے دوستوں کو اس کا خریدار بھی بناتے تھے اور اس میں غالب کے مضمون بھی چھپتے تھے۔ چنانچہ غالب نے دو خط ۱۲ر جون ۱۸۵۹ء، ۱۷ر اگست ۱۸۵۹ء میں اس گلدستہ کا ذکر کیا ہے۔ ان ہر دو خطوں کے اقتباسات قابل مطالعہ ہیں۔

خط ۱۲ر جون ۱۸۵۹ء۔

"۔۔۔ اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رامپور کے ہاں بھی تمہارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں۔ اب کے تمہارے معیار الشعرا میں یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں۔ ہم کو جب تک ان کا نام و نشان معلوم نہ ہوگا ہم ان کے اشعار نہ چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں سے ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رامپور میں نواب کے پاس ہیں میں ان کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ میرا نام لکھ غزلوں کو چھاپ دو یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اس کے لکھنے سے ان کا نام اور ان کا حال

معلوم ہوا، اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اس کو معیار الشعرا ر میں چھاپ کر ایک دو ورقہ یا چہار ورقہ رام پوران کے پاس بھیجدو اور سرنامہ پر یہ لکھو کہ در رامپور بدولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد اور مجکو اس کی اطلاع دو کہ رام پور کو تمہارا اخبار جاتا ہے یا نہیں"۔

خط ۱۷ اگست ۱۸۵۹ء

"میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیجکر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الشعرار نہ بغاوت ہند، نہ میرے خط کا جواب، نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست سے دسمبر تک پنج ماہہ معیار الشعرار و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲/ے مجکو دیئے اور میں نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی"۔

مولوی سید محمد ابوالحسن صاحب : مولوی صاحب فارسی زبان کے ماہر تھے۔ اپنے زمانے کے اچھے ادیب و معلم تھے۔ مدرسہ عالیہ اکبر آباد کے میر منشی اور فارسی کے مدرس اول تھے۔ مدرسے والے ان کی قابلیت پر ناز کرتے تھے۔ چنانچہ مدرسہ عالیہ اکبر آباد کی ششماہی ۱۸۴۸ء کی رپورٹ جو ۱۸ اگست ۱۸۴۸ء اسعد الاخبار میں چھپی ہے اس میں دیگر اساتذہ کے ساتھ ان کی قابلیت کو تسلیم کیا ہے اور تعریف و توصیف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

مدرسہ سرکاری کا امتحان ششماہی تمام ہوا۔ صاحبان کمیٹی نے از راہ قدر دانی و جوہر شناسی کے منشی محمد مصلح الدین صاحب فتح پوری مدرس اول درجہ اردو کے مشاہرہ معینہ سابقہ پر دس روپیہ اضافہ کیا۔ الحق منشی صاحب ممدوح کی جتنی قدر و منزلت بڑھائی جائے لائق و

بجا ہے کہ از روئے استعداد علمی اور اخلاقِ حسنہ کے اپنے اقران و امثال سے سبقت لے گئے ہیں۔ مدرسہ کو انہیں دو تین صاحب کے وجود افاداتِ امور سے بڑی رونق اور علم کو ترقی حاصل ہے۔ مولوی سدید الدین خاں صاحب دہلوی منشی محمد ابوالحسن صاحب مدرس اول و میر منشی درجہ فارسی منشی محمد مصلح الدین صاحب موصوف بکمالات وہبی وکسبیہ ان صاحبوں پر ختم ہے۔"

مولوی ابوالحسن صاحب کا شمار اس دور کے اہل علم حضرات میں تھا، اور آگرے کی معزز ہستی مانے جاتے تھے۔ ان کی باریابی لفٹننٹ گورنر کے دربار میں بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ اپریل ۱۸۵۰ء میں آگرے کے معزز حضرات کے ساتھ آپ بھی لفٹننٹ گورنر کے دربار میں باریاب ہوئے تھے۔ جس کا ذکر ۱۹ اپریل ۱۸۵۰ء کے اسعد الاخبار میں ہے۔

"خبر دربار نواب لفٹننٹ گورنر بہادر: جناب محتشم الیہ کا دربار ہوا اور اشخاص مفصلہ ذیل باریاب ہوئے۔ مولوی مفتی حافظ محمد ریاض الدین خاں صاحب مفتی عدالت آگرہ، شیخ محمد شفیع صاحب وکیل سرکار محکمہ صدر، راجہ بلوان سنگھ، مرزا بہادر بیگ وکیل راجہ پٹیالہ، مولوی محمد کریم اللہ خاں صاحب صدر الصدور آگرہ، مولوی سدید الدین خاں صاحب مدرس عربی، منشی ابوالحسن صاحب مدرس فارسی، پنڈت کیول رام مدرس ہندی، قاضی باقر علی خاں صاحب قاضی شہر، حکیم مہر علی صاحب معتمد راجہ بہادر . . . . . ."

مولوی محمد ابوالحسن صاحب کو فارسی ادب پر پورا عبور حاصل تھا۔ انہوں نے قصائد و قطعات انوری کی شرح ۱۸۵۰ء میں کی تھی۔ جس کا اشتہار اسعد الاخبار

۲۱ مئی ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا ہے۔

"اہل علم وہنر سب جانتے ہیں کہ حکیم اوحدالدین انوری زبان فارسی کا ایک بڑا مشہور شاعر ہے اور کلام اس کا بہت متین اور لطیف ہے ایسا کہ ہر شخص اس کو حاشیہ یا شرح بدون سمجھ سکے لہٰذا جناب منشی محمد ابو الحسن صاحب مدرس اول درجہ فارسی مدرسہ آگرہ کے نے شرح اس کے قصائد اور قطعات کی تالیف کی مگر اس ہنج سے کہ جہاں جہاں چاہیئے حل مقامات کیا ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ایسی شرح مفید کثیر الحجم کے صرف تین روپے فی جلد مقرر ہوئے ہیں۔"

مولوی صاحب نے حکیم فضل الدین خاقانی کی کتاب "تحفۃ العراقین" تحشیہ و تصحیح کے ساتھ مطبع مدرسہ اکبر آباد میں ۱۸۵۵ء میں شائع کی تھی۔

آپ جہاں اچھے نثر نگار تھے وہاں اچھے شاعر بھی تھے۔ لفٹنٹ گورنر ۱۸۴۸ء میں آگرے میں جب دورہ پر آیا تھا اس وقت آپ نے اس کے لئے ایک قصیدہ کہا تھا جو ۵ جون ۱۸۴۸ء کے قرآن السعدین دہلی میں چھپا تھا۔ اس کے پانچ شعر درج کئے جاتے ہیں۔

غم گساراں مژدہ کا خر وقت شادی در رسید
جانب بیت شرف شاہنشہِ خاور چمید
یونسئے در بحرِ اخضر از دمِ ماہی بجست
آہوئے در مرتع برّہ سوئے آخور رسید
بر بیاض نیل گوں ہیں نقطۂ زر جا گرفت
در فضائے لاجوردی ہاں گلِ عبہر دمید
نرگس مخمور دیگر جامِ زر بر کف نہاد
شاہد گل باز در بزم چمن ساغر کشید

بلبلِ شیدا اگر نہ آشیاں بر شاخِ گل
قمری آشفتہ بر سرو سہی جا بر گزید

سید مدد علی تپش اکبر آبادی: تپش صاحب کے بزرگ ایران کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد میر سخبت علی جعفری سبزواری تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام جعفر صادق سے ملتا ہے۔ ۱۸۱۹ء کو آگرے میں تپش صاحب پیدا ہوئے اور محلہ زین خانہ میں سکونت رکھتے تھے۔ عربی فارسی دونوں زبانیں بہت اچھی جانتے تھے۔ فارسی مولوی قمر الدین صاحب سے اور عربی صحیح مسلم تک مفتی ریاض الدین صاحب سے حصول کی معلمی پیشہ تھا۔ ابتدا میں خلیفہ گلزار علی اسیر خلف میاں نظیر اکبر آبادی[1] سے اصلاح لی۔ بعد میں مرزا غالب کو کلام دکھانے لگے۔ اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ان کی پہلی تصنیف خزینۃ القواعد تھی جس کا اشتہار اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۸۴۹ء میں چھپا ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کس قسم کا مواد ہے۔ یہ اشتہار خود تپش صاحب نے چھپوایا تھا۔

"شائقان فارسیت اور قدر دان عروض و قافیہ پر مخفی نہ ہے کہ ان دنوں اس بندۂ ہیچمدان سید مدد علی تپش اکبر آبادی نے ایک رسالہ اردو زبان میں محاورہ کے موافق بڑی تحقیق کے ساتھ واسطہ نذر جناب حشمت و شوکت مآب مولوی غلام جیلانی وکیل عدالت صدر دیوانی کے تالیف کیا ہے اور اور اس کی تہذیب و ترتیب میں ایسی کوشش کی ہے کہ جو کوئی اس کو دیکھتا ہے پسند کرتا ہے۔ یقین کہ جناب مولوی صاحب ممدوح ازراہِ قدر دانی اس تحفۂ مختصر کو قبول فرمادیں ——— اور

---

[1] خم خانۂ جاوید جلد پنجم ص۲۳۷۔

چھپوا دیں اور اس رسالہ کے چار باب ہیں، پہلا باب اسم وفعل وحرکات و سکنات مرکب ومفرد حروف اوصاف اور جملوں اور اضافت وغیرہ کے بیان میں، دوسرا باب حروف تہجی وکلمات استدراک وتشبیہ وشرط وایجاب واستثنا وجاہی وانبوہی وزوائد وضرب المثل کے مصرعوں اور فقروں وغیرہ کے بیان میں، تیسرا باب ماضی ومضارع ومستقبل وحال وامر ونہی وغیرہ کے بیان میں، چوتھا باب شناخت میں مصدر لازمی ومتعدی وجعلی ولغات عربی وفارسی وار دو معہ نقشہ عروض وقوافی وصنائع وبدائع وغیرہ کے بیان میں۔"

اس کے علاوہ فاتح الاذہان، محاربات ہند، جغرافیہ منظوم، رسالہ مظہر علم درحساب اور ہدایت الانام بہ منقبت چہاردہ معصوم[1] ان کی تصنیفات ہیں۔

تپش صاحب کی ایک غزل اسعد الاخبار آگرہ کے شمارے ۱۰ اپریل ۱۸۴۹ء میں چھپی ہے چند شعر اس میں سے نقل کئے جاتے ہیں۔ سه

زخوش قداں سیہ چشم مدعا مطلب — دلا کنارہ ازینہا کن ووفا مطلب

بلاست دولت دنیا دلا مطلب — تو از خدائے تعالیٰ بجز خدا مطلب

تو ایکہ آب بقا خواہی وحیات ابد — بہ تیغ ناز کسے ہست جا بجا مطلب

صفا اگر طلبی زاہدا بمشرب ماست — بجز ریا وکراز فرش بوریا مطلب

تو جامہ زیب نگہ شاں وشوکت خود را
کلہ زغنچہ مخواہ وزگل قبا مطلب

خم خانۂ جاوید میں تپش صاحب کا ذکر طپش کے ساتھ بھی ہوا ہے جو غلط ہے،

---

[1] تلامذۂ غالب صفحہ ۶۰

صحیح تخلص تپش ہی ہے۔ ان کے اردو کے اشعار ملاحظہ ہوں۔ ؎

کبھی ناداں بنے ہم گاہ فخر الاذکیا ٹھیرے
کبھی رند شرابی اور کبھی ہم پارسا ٹھیرے

گدا تیرے کرم سے خسروِ حاجت روا ٹھیرے
تری دیوار کے سائے تلے آ کر ہما ٹھیرے

بسان دانۂ تسبیح جس کو ہو سدا گردش
قضا کے ہاتھ پھر کیوں کر نہ اس کا فیصلہ ٹھیرے

غم و درد و الم، رنج و مصیبت ساتھ ہیں میرے
خدا جانے یہ کس منزل پہ جا کے قافلہ ٹھیرے

رہوں چپکا تو کہتے ہیں زباں کیا کٹ گئی تیری
کبھی کچھ بولتا ہوں تو وہ شکوہ اور گلا ٹھیرے

لاکھوں جی جاتے ہیں اور سینکڑوں جی جاتے ہیں
سیر کو جب وہ نکلتا ہے ستمگر باہر

تری ہے عفو کی عادت مری عصیاں کی
کیا ہے کس لئے پھر موردِ قصور مجھے

بعد مردن قبر پہ آیا مری وہ شکر ہے — نخلِ الفت سچ کہا ہے بے ثمر ہوتا نہیں
بے اثر ہوتی نہیں سنتے ہیں آہِ عاشقاں — پھر یہ کیا ہے آہ کا اپنی اثر ہوتا نہیں

یار نے سن کے مرے نالے تجاہل سے کہا
کوئی تو روتا ہے واللہ مقرر باہر

النواح و نزہت الارواح

یہ ہفتہ وار اخبار آگرہ سے دسمبر ۱۸۴۸ء کو شائع ہوا۔ ایڈیٹر جواہر لال تھے۔ ماہواری قیمت

دس آنے تھی۔ مطبع مصدر الانوار دمیں چھپتا تھا۔

اس اخبار میں معمولی باتیں ہوتی تھیں۔ اس کے چونکہ ہندو زیادہ خریدار تھے، اس لئے ۱۸۴۹ء سے ہر ہفتے مزید صفحات ضمیمہ کی شکل میں ان کے لئے چھپتے تھے جو قدیم توہمات اور دیو مالا سے بھرا رہتا تھا۔ ان صفحات کے تین روپے علاوہ چندے کے لئے جاتے تھے لیکن ۱۸۵۰ء میں اس ضمیمہ کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔ ۱۸۵۰ء میں خاص طور پر علمی مضامین کے بجائے گورنمنٹ گزٹ کے اقتباسات اور تاریخ چین مصنفہ مسٹر نور کرین بالاقساط شائع ہوئی۔ مضامین کے علاوہ اس میں ملکی اور غیر ملکی خبریں بھی شائع ہوتی تھیں۔

ہندوستان میں انگریزوں نے قدم جماتے ہی ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی مہم زوروں پر شروع کر دی تھی۔ اس مہم میں ملکہ وکٹوریہ سے لیکر ادنیٰ درجہ کا عیسائی کوشاں رہتا تھا، اور اگر کوئی ہندوستانی عیسائی ہو جاتا تھا تو اس خوشی کی محفل میں ہر ادنیٰ اور اعلیٰ انگریز شریک ہوتا تھا۔ چنانچہ جب لندن میں راجہ گرک کی لڑکی عیسائی ہوئی تو اس تقریب میں ملکہ وکٹوریہ نے بھی شرکت کی اور عیسائی ہونے والی لڑکی کو کتوین وکٹوریہ کا خطاب دیا گیا۔ یہ خبر ۲ ستمبر کے ۱۸۵۲ء کے النواح میں چھپی ہے۔

"مقام لندن میں بدھ کے روز دوپہر کو راجہ گرک کی دختر نے کمال رضا و رغبت سے گرجا میں جاکر دین عیسوی اختیار کیا اور اس جلسہ میں ملکہ معظمہ انگلستان بھی جلوہ افروز تھیں اور پادری آرچ بشپ ہری صاحب پادری کلاں اور لارڈ پادری رسل صاحب اور چند صاحبان جلیل القدر اس جلسہ عجیبہ کے شریک تھے۔ پہلے اس رانی کا نام "گارمانہ" رانی تھا اور دختر راجہ دیری چند راجہ گھرک کی ہے

بعد ہونے رسمیات بپ ٹامیسٹ دین عیسوی کے ملکہ محتشم الیہ نے نہایت پیار اور مہربانی سے اپنا خطاب کوئین وکٹوریہ اس رانی کو مرحمت کیا۔"

۱۸۵۱ء میں پریسوں نے کتنی ترقی حاصل کی تھی اور ایک گھنٹے میں کتنی تعداد میں چھاپتے تھے۔ ۹ راگست ۱۸۵۱ء کے شمارے میں وہ اعداد و شمار درج ہوئے ہیں۔

"خبر چھاپہ: اولاً ۱۸۱۲ء میں دخانی کل سے جب اخبار چھپتے تھے تو ایک گھنٹے میں گیارہ سو اخبار چھپ جاتے تھے۔ ۱۸۴۶ء میں ایسی حکمت اور تدبیر سے کل بنائی گئی کہ بڑے سے بڑے آٹھ صفحوں کے اخبار ایک گھنٹے میں چھ ہزار چھپتے تھے اور ایک صفحہ ہندوستانی اخبار سے آٹھ گنا ہے۔ لیکن اب ایسی کل ایجاد کی ہے کہ اوس سے ایک گھنٹے میں دس ہزار چھپتے ہیں اور ایک پرچے میں چھ ہزار سات سو اشتہار چھپتے ہیں اور ایک صفحہ اشتہار کے لئے دس ہزار اسی روپے اس کے مالک کو ملتے ہیں۔ ہر روز مسمی اتمر اخبار کے ۳۵ ہزار پرچے چھپتے ہیں۔ امریکہ میں ایک چھاپہ خانہ ہے کہ جس میں فی گھنٹہ بیس ہزار پرچے چھپتے ہیں۔"

جس طرح مہاجن غریب اور ضرورت مند لوگوں کو قرضہ دیکر ان کی جائیداد پر قابض ہوجاتا ہے اسی طرح انگریز بھی ریاستوں کو قرضہ دیتا تھا اور اس کی نیت بھی یہی ہوتی تھی کہ اگر قرضہ ادا نہ ہو تو ریاست پر قابض ______ ہو جاؤ۔ چنانچہ اسی قسم کا واقعہ نظام حیدرآباد کو بھی پیش ہوا۔ یہ خبر ۹ر جنوری ۱۸۵۱ء کے شمارے میں چھپی ہے۔

"اخبار انگلش میں بحوالہ ایک چٹھی حیدرآباد کی مرقوم ہے کہ صاحب

رزیڈنٹ بہادر نے نواب نظام الملک بہادر کو واقف کر دیا ہے کہ
اگر زرِ قرضہ سرکار کمپنی بہادر کا تاریخ معہودہ پر ادا ہو گا تو انجام اس
کا اچھا ہو گا اور زرِ قرضہ وصول ہونے میں کچھ تامل ہو گا تو رزیڈنٹ
کو حکم ہے کہ پھر اس معاملہ میں تحریک نہ کریں۔ عوام کی رائے یہ ہے کہ
بعد اس کے کچھ ملک منجملہ ممالک قلمرو نواب صاحب پر سرکار اپنا دخل
کرے گی۔"

دوسری خبر قرض کے عیوض برار کو دینے کی ۱۲ مئی ۱۸۵۱ء کے پرچے میں
شائع ہوئی ہے۔

"بمبئی ٹیمس سے دریافت ہوا کہ ایک خبر افواہاً گوش گذار ہوئی کہ نواب
نظام نے ملک برار کو واسطے ادا کرنے کسی قدر قرض کے حوالے کمپنی
بہادر کر دیا ہے۔"

غاصب انگریزوں کے خلاف لوگوں کا جذبہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ ان کے
ملک میں جا کر جنگ کرنے کے منصوبے بناتے تھے چنانچہ پشاور کے پٹھانوں نے یہ
عہد کر لیا تھا کہ وہ انگریز کے ملک میں جا کر جنگ کریں گے۔ یہ خبر اخبار النواح ۲۳ر
جنوری ۱۸۵۲ء میں درج ہوئی ہے۔

"خبر پشاور: افواہ مختلف پشاور میں مشہور ہے کہ تمام زئی اور کٹک
وغیرہ کہ اب تک سرکار کے عملداری سے خوش اور خاموش تھے، اب
ارادہ سرکشی رکھتے ہیں۔ اس خبر سے کچھ اضطراب ہے۔ وجہ اس شہرت
کی یہ ہے، سر کالین کیمل صاحب کے لشکر میں مشہور رہے کہ سردار قوم
سواتی نے عہد کیا ہے کہ کوہستان کو چھوڑ کر فوج انگریزی سے ان
کے ملک میں جا کر زور آزمائی کیجئے۔"

گارساں دتاسی اپنے خطبہ ۲؍ نومبر ۱۸۵۳ء میں اس اخبار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اخبار النواح پہلے ایک علمی پرچہ تھا مگر اب معمولی خبروں کا اخبار ہے۔" (۳۱)

اخبار النواح اور قطب الاخبار کے اجراء ہونے کا اشتہار ۱۹؍ مارچ ۱۸۴۹ء کے اسعد الاخبار میں شائع ہوا۔

"در میان اواخر دسمبر ۱۸۴۸ء اور اوائل ۱۸۴۹ء سے اس شہر میں دو اخبار نئے جاری ہوئے۔ ایک تو قطب الاخبار، اس کے مہتمم محمد امیر خاں صاحب ہیں اور بہت شائستگی اور تہذیب سے چھاپا جاتا ہے دوسرا نزہت الارواح و اخبار النواح، اس کے مہتمم حکیم جواہر لال صاحب ہیں وہ بھی عجیب کیفیت اور لطف و خوبی سے مطبوع ہوتا ہے۔"

حکیم جواہر لال اکبر آبادی: حکیم صاحب نے آگرہ کالج میں تعلیم پائی تھی۔ ان کو حکمت کا بھی تجربہ تھا۔ علم معدنیات کے بڑے ماہر تھے لیکن ان کی زیادہ زندگی ادبی اور صحافی گذری ہے۔ یہ اخبار النواح کے مالک و ایڈیٹر ہونے کے ساتھ مطبع مصدر النوادر کے مالک بھی تھے۔ چنانچہ اسعد الاخبار آگرہ ۱۸۵۰ء کے شماروں میں اس مطبع کی طرف سے اس کی مطبوعات مثلاً خلاصہ گورنمنٹ گزٹ مؤلفہ رائے منا لال، مخزن العلوم مؤلفہ پنڈت برجموہن لال وغیرہ کے اشتہار شائع ہوئے ہیں۔ یہ مطبع ہینگ کی منڈی میں تھا۔

اختر شہنشاہی میں صفحہ ۲۲۷ پر اس مطبع کا اجراء ۱۸۶۲ء لکھا ہے ہوسکتا ہے اس سنہ میں یہ مطبع دوبارہ جاری ہوا ہو۔

اس مطبع کے ساتھ اختر شہنشاہی میں اسی ۲۲۷ صفحہ پر حسب ذیل مطبعوں کا مالک بھی حکیم پنڈت جواہر لال کو لکھا ہے۔

۱۔ مصدر التعلیم آٹاوہ۔ مالک حکیم جواہر لال، مہتمم رائے بیجناتھ، پرنٹر فقیر محمد خاں اجرائے ۱۸۶۰ء۔
۲۔ مصدر البرکات الہ آباد۔ مالک حکیم جواہر لال، مہتمم ستیل پرشاد ڈپٹی منیجر اجرائے ۱۸۷۱ء۔
۳۔ مصدر الہدایات مرزا پور۔ حکیم جواہر لال، مالک رادھا موہن لال۔ اجرائے ۱۸۷۱ء۔
۴۔ مصدر الحسنات فتح پور۔ مالک حکیم جواہر لال مہتمم سعادت خاں۔ اجرائے ۱۸۷۱ء۔

حکیم جواہر لال کی ملکیت میں اٹاوہ سے بھی ۱۸۶۰ء میں ایک ہفتہ وار اخبار محب رعایا کے نام سے جاری ہوا تھا جو دوشنبہ کو چھپتا تھا۔ سالانہ چندہ بارہ روپے تھا، مہتمم رائے بیجناتھ تھے۔ مطبع مصدر التعلیم میں چھپتا تھا۔ [1]

گارساں دتاسی نے اپنے خطبوں ۲ر دسمبر ۱۸۶۱ء، یکم دسمبر ۱۸۶۲ء، ۷ر دسمبر ۱۸۶۳ء میں محب رعایا کا ذکر کیا ہے۔

۲ر دسمبر ۱۸۶۱ء۔

۱۔ اٹاوہ سے پندرہ روزہ گزٹ شائع ہوتا ہے جس کا نام "پرجاہٹ" ہے۔ یہ مطبع مصدر التعلیم میں طبع ہوتا ہے اس کے اردو ایڈیشن کا نام "محب رعایا" ہے اور انگریزی ترجمہ جو اس کے ساتھ شائع ہوتا ہے اس کا نام پیوپل فرینڈ ہے۔ اس کے مدیر حکیم جواہر لال ہیں۔ انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں اور انگریزی زبان سے ترجمہ بھی کی ہیں۔ اس گزٹ کو آگرہ کے گزٹ النواح کا قائم مقام سمجھنا چاہئے۔ اخبار النواح بھی حکیم جواہر لال ہی کے زیر ادارت

---

[1] اختر شہنشاہی صفحہ ۲۳۶۔

نکلتا تھا۔ ان دونوں اخباروں کا مقصد یہ رہا ہے کہ اپنے مضامین کے ذریعہ سے اخلاقی اصول کی نشر و اشاعت کی جائے اور مختلف ملکوں کی ٹھیک ٹھیک خبریں درج کی جائیں اور یوں ہی سنی سنائی باتوں کو بطور مستند نہ پیش کیا جائے۔" (۲۰۷)

۲۔ یکم دسمبر ۱۸۶۲ء۔

ایک اور ماہوار اخبار ہے جو اٹاوہ سے نکلتا ہے اس کا نام محب رعایا ہے مسٹر اے ہیوم کی سرپرستی اور دیسی لوگوں کی ادارت میں یہ اخبار نکلتا ہے۔" (۳۳۲)

۳۔ ۷ر دسمبر ۱۸۶۳ء

"محب رعایا مہینے میں دو بار نکلتا ہے۔ مجھے اس اخبار کا ایک نمبر ملا ہے جو ۲۸ر فروری سنہ حال کا ہے۔ یہ بھی چھوٹی تقطیع میں دو کالم پہ چھپتا ہے۔ جہاں تک اخبارات کا تعلق ہے ایسی مثال ہندوستان میں نہیں ملے گی کہ اس میں نسخ رسم خط استعمال ہوتا ہے۔ ہندوستان میں نسخ کا مطلق رواج نہیں ہے نستعلیق عام طور پر مروج ہے۔ اس اخبار کے سرورق پر ایک شعر ہوتا ہے جس کا مطلب ہے "محنت سے آدمی ادنیٰ درجے سے اعلیٰ درجہ پر پہنچ سکتا ہے" اس اخبار کے مدیر کا نام جواہر لال ہے۔ ان کا نام شاید آپ پہلے بھی سن چکے ہیں یہ اخبار مطبع صدر التعلیم میں بمقام اٹاوہ طبع ہوتا ہے۔" (۳۷۷)

حکیم جواہر لال صاحب تصنیف تھے۔ ان کی ایک کتاب زبدۃ التاریخ جس کا انہوں نے ترجمہ کیا ہے اسعد الاخبار مورخہ ۹ر مئی ۱۸۵۲ء میں اشتہار شائع ہوا ہے۔

"ترجمہ زبدۃ التواریخ جو اس مطبع میں منطبع ہوتا ہے اور اس کا اشتہار ہفتہ گذشتہ میں درج اخبار ہوا وہ ایک عجیب دل چسپ تواریخ ہے اس کی اصل اصول تو سیرۃ المتاخرین ہے۔ اس سے منتخب ہو کر زبدۃ التواریخ ہوئی مگر دونوں فارسی میں ہیں۔ چنانچہ حکیم جواہر لال صاحب مہتمم مطبع مصدر النوادر نے بحکم پادری مور صاحب زبان اردو میں اس کا ایسا ترجمہ کیا کہ عام فہم ہو گئی اور گویا اس کی لطافت اور دل چسپی دوچند ہو گئی۔ اب اس کا چھاپا بڑی تقطیع کے ولایتی کاغذ پر بخط نستعلیق ہوتا ہے جس کو مطلوب ہو درخواست مطبع اسعد الاخبار خواہ مطبع مصدر النوادر مقام آگرہ کے بھیجیں۔"

اس کتاب میں عہد سلطنت تیمور کے مختصر حالات، انگریزوں کی آمد اور بنگال کی جنگ کے پورے حالات و واقعات درج ہیں۔ یہ کتاب مولوی قمر الدین صاحب مالک اسعد الاخبار، حکیم جواہر لال، حکیم محمد اشرف خاں صاحب، مولوی منشی حافظ سید عبداللہ صاحب منشی سر رشتہ گزٹ اور منشی عبدالرحیم خاں صاحب کی شراکت میں مطبع اسعد الاخبار میں چھپی تھی۔ ایک کتاب کی قیمت آٹھ روپے تھی۔ اس کی سو کاپیاں آٹھ روپے کے حساب سے لفٹننٹ گورنر نے خریدی تھیں۔ [1]

حکیم جواہر لال صاحب نے ایک مثنوی جواہر البیان بھی لکھی تھی۔ جو ۱۸۵۲ء میں زیر طبع تھی۔ جس کا مطلب یہ نکلا کہ حکیم صاحب شاعر بھی تھے۔

ان کی تصانیف رسالہ فرہنگ و رسالہ معدنیات پند نامہ کاشتکاران ہیں۔

---

[1] اسعد الاخبار ۲ مئی ۱۸۵۳ء۔

الحقائق وتعلیم الخلائق

اس اخبار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صدر الاخبار میں کچھ غیر ذمہ دارانہ مضامین نکلے تھے جس کی وجہ سے اس کا نام تبدیل کرکے الحقائق رکھا گیا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو صدر الاخبار ۵؍ جولائی ۱۸۴۸ء تک نکلتا رہا۔ جس کا ثبوت اسعد الاخبار ۱۸۴۸ء کے پانچ شماروں ہیں جن میں صدر الاخبار کی خبریں ۲۴؍ جون ۱۸۴۸ء اور ۵؍ جولائی ۱۸۴۸ء تک کی درج ہیں۔ اس حساب سے الحقائق ۱۸۴۷ء میں نہیں بلکہ ۱۸۴۸ء میں نکلا۔

قاعدہ تو یہ ہے کہ جب کسی اخبار کا نام بدلا جاتا ہے اور دوسرا نام رکھا جاتا ہے تو پہلا پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا۔ الحقائق یکم جولائی ۱۸۴۸ء کی خبر ۷؍ جولائی ۱۸۴۸ء کے اسعد الاخبار میں نقل ہوئی ہے۔ اس کے بعد ۱۴؍ جولائی ۱۸۴۸ء کے اسعد الاخبار کے شمارے میں صدر الاخبار مورخہ ۵؍ جولائی ۱۸۴۸ء کی خبر درج ہے جس کا مطلب یہ نکلا کہ اخبار کا نام بدل کر بھی سابقہ اخبار نکلتا رہا۔

شاید اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ صدر الاخبار کا نام بدلنے کے بعد ایک یا دو پرچے الحقائق کے نکلے لیکن بعد میں وہ بند کر دیا گیا۔ تو یہ بات قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اس لئے ۵؍ جولائی ۱۸۴۸ء کے بعد حقیقتاً صدر الاخبار کا نام سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا۔ الحقائق ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا تھا۔ بدھ اور ہفتہ کو نکلتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر مسٹر فیلن صاحب تھے۔ سالانہ چندہ پیشگی چودہ روپے اور ماہانہ ڈیڑھ روپیہ تھا۔

یہ اخبار علمی و ادبی و تاریخی تھا۔ اس کا مقصد یورپین علوم اور سائنٹفک تعلیم کی ترویج و اشاعت تھا۔ روزمرہ کی خبروں اور مختلف قسم کے مفید و معلوماتی مضامین کے علاوہ مقامی حکومت کے احکام و قوانین ...... حرف بحرف ترجمہ کرکے شائع کئے جاتے تھے۔

صدرالاخبار کا نام المحقائق تبدیل کرنے کے بعد الحقائق کے پہلے ہی نمبر میں صدرالاخبار کے قابلِ اعتراض مضمون چھاپنے کی معذرت شائع ہوئی تھی۔[۵۰]

راجاؤں، نوابوں اور بادشاہوں کے دور میں عوام کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہ طبقہ مطلق العنان ہوتا تھا اور عوام کے مفاد کو کچلنا اور اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ چنانچہ سابق مہاراجہ کشمیر کی بھی یہی حالت تھی۔ ۲۳ نومبر ۱۸۴۹ء کے شمارے میں ان کی زیادتیوں کا ذکر ہے۔

"خبر کشمیر: واضح ہو کہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے درنیولا یہ شیوہ بدعنت اور ایذا رسانی کا اختیار کیا ہے کہ ہر ایک جنس بذات خود بیوپاریوں سے خرید لیتا ہے اور دونے نفع پر آپ اوس کو رعایا کے ہاتھ بیچتا ہے۔ مثلاً سات سیر غلہ فی روپیہ آپ مول لیکر اور دوں کے تیّں روپے کا تین سیر دیتا ہے۔ علاوہ اس کے بعض محصول بھی اوس نے زیادہ کر لئے ہیں۔ یعنی محصول چراگاہ کا بہت بڑھا لیا ہے چنانچہ پہلے ایک سو بھیڑوں پر سات روپے لئے جاتے تھے اور اب دس روپے گیارہ آنے مقرر ہوئے پہلے ایک بھینس کا محصول دو روپیہ تھا اب تین روپیہ دو آنہ ہوا۔ قصہ کوتاہ گلاب سنگھ نے اپنے اہلکاروں کو یہ اذن عام دیدیا ہے کہ جہاں تک تم سے بن پڑے رعایا کو تنگ کر کر روپیہ لو اور بازار میں کوئی چیز سوائے ہمارے اور تمہارے تیسرا شخص مول لینے نہ پاوے۔ میاں امیر سنگھ قلعہ دار کوہ فراں کا جو مختار تحصیل زرٹیکس ہے رعایا پر ظلم کرتا ہے اور رعایا اس کی تکلیف دہی سے نالاں و گریاں رہتی ہے۔ بہر حال اب

---

[۵۰] صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات ص۵۵۔

اہلکاروں کی بھی خوب بن پڑی ہے اور حتی الوسع وے بھی موقع پاکر اپنا
گھر بنا رہے ہیں۔ چونکہ کشمیر میں یہ حال ہو رہا ہے کہ اودھر عامل سرکار
کا محصول جبراً تحصیل کرتے ہیں اور اِدھر اپنے واسطے بیگار پکڑ پکڑ کر
پشمینہ تیار کرالتے ہیں۔ لہٰذا انجام اس ظلم کا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
آخر کار مظلوم بھی اپنی بہبودی کی کچھ فکر کریں۔"

انسان کی عجیب فطرت ہے۔ طاقت ور کمزور کو ستاتا ہے اور اس کی
حیثیت گاجر مولی سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ اس کی خواہش پوری ہونی چاہئے چاہے
اس کے لئے ساری مخلوق خدا ختم ہوجائے۔ چنانچہ والیٔ نیپال کی والدہ نے اپنے
صاحبزادے کے لئے جو بھینٹ دینا طے کی تھی اس کی تفصیل ۵ راگست ۱۸۴۸ء کے
الحقائق میں درج ہے۔ اس سے انسانی خصلت آشکارا ہوتی ہے۔

"ایک چٹھی آمدہ نیپال سے واضح ہوا کہ وہاں سے سینکڑوں آدمی بھاگ کر
ممالک محروسہ سرکار کمپنی میں آتے ہیں۔ سبب اس کا یہ معلوم ہوا کہ چند
روز سے والیٔ نیپال بسبب بیماری مہلک کے قریب مرگ پہنچا تھا۔
رانی صاحبہ یعنی والدہ راجہ نے یہ عہد باندھا تھا کہ اگر کالی دیوی میرے
بیٹے کو شفا عطا فرمادے تو ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کے سر اس کے بھینٹ
کروں۔ چنانچہ یہ مراد اس کی بر آئی یعنی راجہ نے شفا پائی۔ رانی پر
ایفائے عہد واجب ہوا۔ جو غریب محتاج اس کے ہاتھ آئے گرفتار
کیا ہے اور ایفائے وعدہ میں سرگرم ہے۔"

انگریزوں نے ہندوستان کے شہروں اور بادشاہوں اور راجاؤں کی
دولت کو اپنے قبضہ میں کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ جا و بیجا طور پر
دولت لوٹنے پر کمر باندھ لی تھی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ رانی چندہ کو دھوکہ سے

لوٹنے کا الحقائق مورخہ ۹ اگست ۱۸۴۸ء میں درج ہے۔

"رانی چندہ سکرول میں پہنچی وہاں کے اجنٹ گورنر جنرل کمشنر اور اور مجسٹریٹ نے شہر کے جوہریوں کو بلاکر رانی کا مال جواہرات وغیرہ ان کو دیا، سو دس لاکھ روپیہ کا سب مال ہوا، چونکہ اتنے کا مال رانی صاحبہ کے پاس رہنا موجب خطر تھا، سرکار نے وہ سب مال رانی سے لیکر تمام خزانہ کلکٹری میں رکھ دیا، رانی کو بڑا رنج ہے کہ ملک اور وطن بھی چھوٹا اور مال جو کچھ پاس تھا سو بھی گیا۔"

پریس واخبارات پر پابندیاں ہر دور میں لگتی ہیں لیکن کسی شہر میں تمام پریسوں کو بند کرنے کا حکم کہیں نہیں سنا تھا۔ لیکن لکھنؤ کے نوابوں میں کوئی بات ناممکن نہیں تھی۔ انہوں نے لکھنؤ میں تمام پریسوں کو بند کرنے کا حکم دیا تھا یہ خبر ۲ نومبر ۱۸۴۹ء کے اخبار میں چھپی ہے۔

"غرہ ذیحجہ کو خلعت دارغگی مطبع سلطانی شیخ مذہب علی کو حکم ہوا تب داروغہ جدید نے سب چھاپہ خانہ والوں کو بلاکے اسی وقت حکم دیا کہ سب کے سب یا تو آکر سلطانی مکان میں چھاپیں یا مچلکہ دیں کہ تمام عمر اس شہر میں پھر کبھی نہیں چھاپیں گے۔"

مہاراجہ گلاب سنگھ والئ کشمیر عوام کے دشمن ہونے کے ساتھ انگریزوں کے خوشامدی بھی تھے۔ جب کہ پنجاب میں سردار چتر سنگھ ملک آزاد کرنے کے لئے انگریزوں سے جنگ کر رہے تھے اس وقت مہاراجہ گلاب سنگھ انگریزوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے رزیڈنٹ کو خط لکھ رہے تھے۔ مہاراجہ کا خط اور رزیڈنٹ کا جواب ۲۸ اکتوبر ۱۸۴۸ء کے الحقائق میں شائع ہوا ہے۔

" لوگوں کو گمان تھا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ بھی مفسدین (مجاہدین) کے شریک ہیں اور سرکار سے منحرف لیکن اب بملاحظہ خط مرسلہ مہاراجہ موصوف موسومہ صاحب رزیڈنٹ بہادر کے معلوم ہوا کہ لوگوں کا گمان غلط تھا۔ چنانچہ خط مذکور اور اس کے جواب کا خلاصہ شملہ اخبار سے واسطے ناظرین کے حرف بحرف نقل کرتے ہیں۔ خلاصہ خط مہاراجہ گلاب سنگھ موسومہ صاحب رزیڈنٹ بہادر۔

بعد القاب کے آپ کو بخوبی روشن ہو کہ یہ دوست دار آپ ہی کا سرسبز کرا ہوا ہے اس واسطے امید ہے کہ آپ کسی اہل غرض کے کہنے پر اپنی خاطر مبارک میں شبہ نہ لاویں اور میری تمام فوج سرکار کی خدمت گذاری کے واسطے کمربستہ طیار رہے۔ آپ کبھی یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں سردار چتر سنگھ نمک حرام سے دوستی رکھتا ہوں۔ میں سرکار کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں اور اگر مرضی مبارک ہو تو قبل پہنچنے فوج سرکاری کے میں اپنی فوج لے جاکر اوس نمک حرام کو اس کے کئے کی سزا کو پہنچا دوں۔ مجھے سوائے سرکار انگریزی کے کوئی اور اپنا نہیں ہے اور آپ میرے مربی ہیں۔ محررہ دسویں اسوج سمت ۱۹۰۵۔

خلاصہ خط محررہ صاحب رزیڈنٹ بہادر موسومہ مہاراجہ گلاب سنگھ۔ بعد القاب معمولی کے۔

خط آپ کا متضمن دشمن جاننے سردار چتر سنگھ نمک حرام کے اور مستعد ہونے مع اپنی فوج کے واسطے سزا دہی کے پہنچکر موجب نہایت خوشی کا ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ باوجود چند آدمیوں کے

کہنے سننے کے بھی ہم کو آپ کی دانائی اور دور اندیشی پر بھی لحاظ رہا ہے
کہ آپ سے کبھی کوئی بات خلاف عہد و پیمان کے نہیں ہوگی اور
جو کہ آپ کے خط کے مضمون سے آپ کی توجہ چتر سنگھ کے خراب
کرنے پر قبل سرکاری فوج کے پائی جاتی ہے سو اس سے کچھ مضائقہ
نہیں۔ آپ کپتان ایبٹ صاحب بہادر کو اطلاع دے کر جس طرح
پر کہ چتر سنگھ کی خرابی ہو وے اس کا تدارک فرمائیے اس میں آپ
کی بہتری اور نیک نامی بھی ہے اور پھر کسی شخص کو کچھ کہنے کی جگہ
باقی نہ رہے گی۔ محررہ یکم اکتوبر ۱۸۴۸ء"

ایک طرف مہاراجہ گلاب سنگھ اپنے ملک سے غداری کر رہے تھے اور مجاہدین کو دھونس دے رہے تھے، دوسری طرف مولراج کی والدہ اپنے بیٹے کی ہمت بندھا رہی تھیں۔ یہ خبر ۲ر نومبر ۱۸۴۸ء کے اخبار میں درج ہے۔

"ایک دن مولراج نے توپ اور بندوق کی شلک کروائی اور مشہور کیا
کہ شلک اس فتح کی ہے جس کی خوشخبری چتر سنگھ نے ہمارے پاس
بھیجی۔ ہرکاروں کے زبانی یہ خبر آئی کہ گلاب سنگھ نے مولراج کے نام ایک
خط بھیجا اس کا مضمون یہ ہے کہ اگر تم اس خط کے دیکھتے ہی ملتان
کا قلعہ سرکار انگریزی کے حوالے نہ کرو گے تو میں اپنی فوج لاکر قلعہ
کو مسمار کر دوں گا۔ اس خط کا مضمون سنکر مولراج کی ماں نے کہا
گلاب سنگھ یا راجہ دلیپ سنگھ کی دھمکیوں سے ہمارا بیٹا ہرگز بزدل
نہ ہوگا اور دم واپسیں تک قلعہ کو نہ چھوڑے گا۔"

باغ و بہار بنارس سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۴۸ء میں وجود میں آیا۔ پہلے اس کی ماہانہ قیمت چودہ آنے تھی بعد میں ایک روپیہ ہوگئی۔ ابتدا

میں اس کے مہتمم بابو کدار ناتھ گھوش اور کالی پرشاد تھے۔ ۱۸۵۱ء میں کدار ناتھ گھوش مہتممی سے کنارہ کش ہوگئے صرف کالی پرشاد اس کے کرتا دھرتا رہ گئے۔ مطبع باغ و بہار میں اس اخبار کی طباعت ہوتی تھی۔

اس اخبار میں روزمرہ خبروں کے علاوہ بقایا حصہ صوبہ شمالی و مغربی کی صدر دیوانی کی عدالت کے فیصلوں کی اشاعت کے لئے وقف تھا۔ کبھی کبھی مفید مضامین مثلاً طب، نجوم اور تاریخ سے متعلق شائع ہوتے تھے۔ ۱۸۵۳ء میں یہ اخبار بند ہوگیا۔

گارساں دتاسی نے اس اخبار کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"اخبار باغ و بہار جس کا نام اسی نام کی مشہور کتاب پر رکھا گیا ہے یہ مہاراجہ بنارس کی سرپرستی میں نکلتا ہے۔ مہاراجہ جدید ادب کے بڑے مربی ہیں اور بہت سی کتابیں انہوں نے اپنے خرچ پر چھپوائی ہیں اور خود بھی ہندوستانی اور فارسی کے شاعر ہیں۔" (۳۳)

اعظم الاخبار مدراس ترپل کھیری سے یہ ہفتہ وار اخبار محرم ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء کو نمودار ہوا۔ ہر پنجشنبہ کو کبھی آٹھ کبھی دس صفحے پر نکلتا تھا۔ ایک روپیہ ماہانہ دس روپے سالانہ پیشگی چندہ تھا۔ مطبع اعظم میں چھپتا تھا۔

اس اخبار کا نام کرناٹک کے نواب محمد غوث خاں اعظم کے تخلص کی مناسبت سے رکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے سرورق پر نواب صاحب کی سرکار کا نشان اور یہ دو شعر چھپتے تھے۔ ؎

مہرباں امیدواروں پر نہ کیوں سرکار ہو　　　کیوں نہ رحمت کی نظر اس کی ہمیں درکار ہو
اسم اعظم کا وظیفہ مطبع اعظم میں ہو　　　نام سے جس کے یہ کاغذ اعظم الاخبار ہو

اعظم الاخبار کی دو خبریں اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۲۵ رجون ۱۸۵۱ء

اور ۱۹ ر نومبر ۱۸۴۹ء میں چھپی ہیں۔ ان سے نقل کی جاتی ہیں۔

۲۵ جون ۱۸۵۱ء :

"خبر مدراس : اعظم الاخبار میں لکھا ہے کہ ماہ گذشتہ کے طوفان میں اس طرف کے اکثر جہاز ٹوٹ گئے اور مردوں کی لاشیں بہہ کر کنارہ پر آگئیں اور عظمت علی نامی جہاز بھی اس صدمے سے ٹوٹ گیا لیکن اس جہاز کے اکثر آدمی اور اسباب صحیح سلامت کنارہ پر آگئے۔ از انجملہ ایک جلد قرآن مجید کہ جہاز کے اسباب میں تھا لہروں کے صدمے سے اس کا جزدان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا لیکن وہ کتاب اللہ جوں کی توں محفوظ رہی نہ اس کے اوراق کو پانی سے مضرت پہنچی نہ حروف کی سیاہی خراب ہوئی۔ حالانکہ عادت یہ ہے کہ لکھے ہوئے حروف نمی پا کر دھل جاتے ہیں چہ جائیکہ دریا میں ڈوب کر سلامت رہیں یہ شان الٰہی ہے۔"

۱۹ ر نومبر ۱۸۴۹ء

"خبر عجیب : صاحب مہتمم اعظم الاخبار بحوالہ تحریر ایک دوست کے لکھتے ہیں کہ در نبولا ضلع کھیم میں اس طرح کے کیڑے پیدا ہوئے ہیں کہ رات بھر میں سرسبز اور تر و تازہ کھیتوں کو صاف کر ڈالے ہیں اور دن کو باوجود تلاش کرنے کے ان کا سراغ نہیں ملتا۔"

قطب الاخبار

آگرے سے جنوری ۱۸۴۹ء کو یہ ہفتہ وار شائع ہوا۔ محمد امیر خاں مالک وایڈیٹر تھے۔ قیمت بارہ آنہ ماہانہ تھی۔ مطبع قادری میں طباعت ہوتی تھی۔

۱۸۵۱ء میں امیر خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اس اخبار کا انتظام واہتمام

ان کے بھائی وزیر خاں نے سنبھالا، اور ایک اشتہار اخبار کے خریداروں کے لئے شائع کیا جو ۲۲ر نومبر ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار میں شائع ہوا۔

"خلاصہ اظہار از طرف وزیر خاں برادر کوچک امیر خاں مرحوم:
منشی امیر خاں صاحب مہتمم مطبع قادری نے چہاردہم ماہ محرم کو انتقال کیا اور اپنے عزیزوں اور دوستوں کو سخت غم میں ڈالا۔ اب اس مطبع کا مہتمم یہ کمترین ہوا ہے۔ انشاء اللہ کام بخوبی سرانجام ہوئے چلا جائے گا۔ مشتریان قطب الاخبار کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ کل قیمت اخباروں کی ازراہ عنایت عنایت فرمادیں کہ مطبع کی کارروائی ہو اور اس کمترین کو خادم سمجھ کر جیسے اس مرحوم کے حال پر مہربانی رکھتے تھے مجھ پر بھی فرماتے رہیں۔"

اسی سال ۱۸۵۱ء میں اس اخبار کے نام میں اضافہ ہوا اور بڑا طویل نام "قطب الاخبار و تذکرۃ الاشعار و احکام سرکار و تواریخ اخبار" رکھا گیا۔ یہ اخبار اوسط درجہ کا تھا۔ اس کے ٹائپ کی طباعت حد درجہ گھٹیا تھی۔ روزمرہ کی خبریں، سرکاری قوانین و احکام، پیر و پیغمبر اور شہداء کے حالات شائع ہوتے تھے اور شعر و شاعری سے مزین رہتا تھا۔

گارساں دتاسی اپنے خطبہ ۲۹ر نومبر ۱۸۵۳ء میں اس کے بارے میں لکھتا ہے۔

"قطب الاخبار میں مذہب سے متعلق بحث ہوتی ہے۔ اس میں احادیث اسلام، انبیاء، شہدا اور اولیائے اسلام کے حالات شائع ہوتے ہیں اور قدیم کتابوں کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔"

مالوہ اخبار

اندور سے اوائل ۱۸۴۹ء کو مہاراجہ ہلکر کی سرپرستی میں یہ ہفتہ وار اخبار ظہور پذیر ہوا۔ ہندی اور اردو میں نکلتا تھا۔ قاسم علی سجن لال لکھتے ہیں۔ اس کے ایک کالم میں اردو اور دوسرے میں مرہٹی ہوتی تھی لیکن اختر شہنشاہی کے مؤلف اور گارساں دتاسی اردو ہندی زبانوں میں نکلنا لکھتے ہیں اس کے ایڈیٹر دھرم نرائن تھے سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔ مطبع مدرسہ میں چھپتا تھا۔

روزمرہ کی خبروں کے علاوہ اس میں کچھ نہیں ہوتا تھا اور خبریں بھی اندور کے علاوہ بھوپال اور گرد و نواح کی دوسری ریاستوں کی ہوتی تھیں۔ زبان سلیس اور سادہ تھی۔ ۱۸۵۲ء میں دھرم نرائن صاحب کی جگہ اس اخبار کے ایڈیٹر ماسٹر پریم نرائن صاحب مقرر ہوئے جو اندور سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔

۱۷ نومبر ۱۸۵۰ء کے شمارے میں سیاروں کے بارے میں نئی معلومات ملتی ہیں:

"خبر ولایت: بعض صاحبان صدر نے ولایت کے ان دو تین مہینے کے اندر کئی نئے اجرام فلکی دیکھے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ نیا ستارہ ۱۳ تاریخ ستمبر کو شکل پگیس میں مسٹر ہند صاحب نے دیکھا۔ رنگ اس کا قدرے نیلگوں ہے اور اس کو بنام ملکہ وکٹوریہ کے موسوم کریں گے۔ ۹ تاریخ کو مسٹر چارلس رو برٹسن صاحب نے ایک نیا دمدار ستارہ شکل لیلسو پردس میں ملاحظہ کیا۔ سیارہ سحون کا ایک نیا چاند دریافت ہوا ہے۔"

مفتاح الاخبار

یہ ہفتہ وار اخبار میرٹھ سے ۱۸۴۹ء کو جاری ہوا۔ حکیم محبوب علی اس کے ایڈیٹر تھے۔ قیمت ایک روپیہ ماہانہ تھی مطبع قادری میں طبع ہوتا تھا۔

اخبار کی کتابت و طباعت اچھی ہوتی تھی۔ خوش اسلوبی سے نکالا جاتا تھا۔ خبروں کے علاوہ شاہنامہ اور دوسری تاریخی کتابوں کے اقتباسات درج ہوتے تھے۔

اخراجات ناقابل برداشت تھے اس لئے ۱۸۵۲ء میں بند ہو گیا۔

دتاسی نے بہت اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

"مفتاح الاخبار جس کے ایڈیٹر محبوب علی ہیں انہوں نے ہندوستانی لغات اللغات کا خلاصہ بھی لکھا ہے جو لکھنؤ میں ۱۸۴۷ء میں طبع ہوا۔"

تیسیر الاخبار

مدراس سے ۱۸۴۹ء کو یہ ہفتہ وار اخبار جلوہ افروز ہوا کلاں سائز پر ہر ہفتہ کو شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر حکیم عبدالباسط عشق تھے۔ فی پرچہ پانچ پیسے اور ماہانہ پانچ آنے قیمت تھی۔ سرورق پر یہ دو شعر درج ہوتے تھے۔

بے شش و پنج ہووے گر تیسر — پانچ آنوں کی کچھ بساط نہیں
لیجئے ہم سے یہ کاغذ اخبار — سینکڑوں انبساط سے ہوں دچار

تیسیر الاخبار میں ملکی اور غیر ملکی خبروں کے علاوہ دیسی رجواڑوں کی خبریں بالخصوص نمایاں طور پر شائع کی جاتی تھیں۔ اخبار کا پہلا کالم قلعہ سینٹ جارج کی خبروں کے لئے مخصوص تھا۔ ہندوستان کے دوسرے اخباروں کی طرح خریداروں سے نادہندگی کی شکایت تیسیر الاخبار کو بھی تھی۔ وہ لکھتا ہے:

"ہمارے کاغذ کے مشتریوں کی جناب میں التماس یہی ہے کہ بعضے صاحبان تو ماہ بماہ بلا تامل قیمت تیسیر الاخبار کی پہنچا کر ممنون فرماتے ہیں۔ بعضوں پر مہینوں بلکہ برسوں کے پیسے چڑھتے ہیں۔ پھر ہم اہتمام سے کیوں کر پار اتر سکیں گے۔ پس توجہ قدیمانہ سے امید ہے کہ جو صاحبان اس باب میں تکاہل اور اعراض فرماتے ہیں سو پانچ آنے کی کچھ بساط نہ سمجھ کے ماہواری دینے میں سستی کرنا اور تمام و کمال باقی عنایت فرما دینا تا سر براہی اس کاغذ کی بوجہ احسن ہوا کرے

اور اخبار نادرہ سے ضیافت خاص وعلوم ہوتی رہے۔ ؎
اہلِ تیسر کی توجہ خاص   ہو میسر تو ہمیں دور نہیں ؎

پانچ سال کی عمر پاکر یہ اخبار ۱۸۵۳ء میں بند ہوگیا۔ عبدالباسط عشق عربی و فارسی کے علاوہ اردو انگریزی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی طبیعت کو لگاؤ تھا۔ [1]

مراۃ العلوم

بنارس محلہ بنگالی ٹولہ علاقہ بھیلوپور مقام کدار گھاٹ سے یہ علمی ماہنامہ اگست ۱۸۴۹ء کو وجود میں آیا۔ ۲۸ صفحات پر مشتمل تھا۔ مالک بابو بھیرو پرشاد مہتمم بیر سنگھ تھے۔ سالانہ چندہ بارہ روپیہ تھا۔ مطبع گلزار ہمیشہ بہار میں چھپتا تھا۔

اس رسالے کے ایڈیٹر ہربنس لال تھے جو جدید تاریخ اور زراعت کے انگریزی طریقوں کے عنوان پر مضامین شائع کرنے کے خواہشمند تھے۔ اس کے صرف تین نمبر نکلے۔ خرچ برداشت نہ کرسکا اس لئے بند ہوگیا۔

ضیاء الاخبار

ضیاء الاخبار جولائی ۱۸۴۹ء میں دہلی سے جاری ہوا جس کے مہتمم وایڈیٹر شیخ محمد ضیاء الدین صاحب تھے۔ اس اخبار کے جاری ہونے کا اعلان فوائد الناظرین میں ہوا تھا۔

رئیس الاخبار

۱۱ر نومبر ۱۸۴۹ء کے اسعد الاخبار آگرے میں رئیس الاخبار مدراس کی خبر "خبر مذہب جدید" کے عنوان سے چھپی ہے۔

" صاحب رئیس الاخبار مدراس نے اخبار انگلستان سے نقل کیا ہے کہ

---

[1] ہندوستانی اخبار نویسی ص۳۱۰

ولایت انگلستان کے قریب ایک جزیرہ کے باشندوں نے نیا مذہب اختیار کیا ہے اور اس مذہب کا بانی ایک شخص جولاہہ ہے اس فرقہ کی باتیں دہریوں کے اقوال سے بہت مطابق ہیں وہ لوگ بقائے روح اور عذاب ثواب کے معتقد نہیں۔ از زبدۃ الاخبار"

مجمع الاخبار یہ اخبار بمبئی سے نکلتا تھا اور غالباً ہفتہ وار تھا۔ اس اخبار کی خبریں اسعد الاخبار آگرہ میں کافی چھپی ہیں۔ پہلی خبر جو ہماری نظر سے اس اخبار میں گذری وہ ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء کے پرچے کی ہے۔

بادشاہ ظفر کے اقتدار و وقار کو بالکل ختم کرنے، ان کے نام کے ساتھ بادشاہ کا لفظ لکھا جاتا تھا اس کو ہٹانے کے لئے انگریزوں نے کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ یہ خبر اسعد الاخبار مورخہ ۱۶ اپریل ۱۸۵۰ء کے پرچے میں نقل ہوئی ہے۔

"مجمع الاخبار بمبئی سے منقول ہے کہ درخواست نواب گورنر جنرل بہادر کی درباب موقوفی ولی عہد شاہ دہلی اور موقوف کرتے خطاب بادشاہی کے اس خاندان سے اور انقطاع آداب و القاب مناسب بادشاہی کے دارالسلطنت لندن میں پہنچی اور وہاں کے اعیان و ارکان کے ملاحظہ سے گذری۔ خاطر ملکہ معظمہ انگلستان کا یہ ہے کہ خطاب القاب اور آداب بادشاہی خاندان تیموریہ میں قائم رہے اور تقرر ولی عہد کا بموجب مرضی بادشاہ دہلی کے ظہور میں آوے۔ لیکن اعیان سرکار کمپنی بہادر اس باب میں انکار کرتے ہیں اور اس مقدمہ میں دلیلیں پیش کرتے ہیں دیکھا جائے کہ مرضی ملکہ معظمہ کی قائم رہتی ہے یا خواہش سرکار کمپنی کی۔"

انگلستان کی ۱۸۵۱ء میں کتنی آبادی تھی اور اخبارات کی کتنی نکاسی اور کھپت تھی، یہ بھی خبر مجمع الاخبار بمبئی کی ۹ اپریل ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار میں چھپی ہے۔

"مجمع الاخبار سے معلوم ہوا کہ ۱۸۰۰ عیسوی میں تمام باشندگان انگلستان کے ایک کروڑ دس لاکھ آدمی تھے اور اب پچاس برس کے عرصہ میں دو کروڑ کی میزان ہے اور علیٰ ہذا القیاس مطابع انگلستان کا بھی یہی حال ہے۔ چنانچہ ۱۸۰۱ء میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پچاسی ہزار اور اسی لفافے اخبار کے بیل ڈاک روانہ ہوتے تھے اور اب ۱۸۴۹ء میں سات کروڑ چوبیس لاکھ سینتالیس ہزار سات سو اور سات لفافے اخبار کے ڈاک خانہ ولایت میں بھیجے۔"

جہاں بھی تعلیم پھیلی اس نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا اور پڑھے لکھے لوگوں نے اپنے حقوق کے حصول کی تحریک شروع کر دی تھی۔ چنانچہ انگلستان میں اس زمانہ میں بھی عورتیں تعلیم پاتی تھیں، انہوں نے ملازمتوں میں شامل ہونے کا مطالبہ کر دیا تھا یہ خبر بھی اسعد الاخبار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۱ء میں نقل ہوئی ہے۔

"مجمع الاخبار میں لندن کے اخبار سے منقول ہے کہ لندن کی شرفا و عمدہ عورتوں نے مجتمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ انگلستان میں بہت سی عورتیں جو علم و فضل و دانش میں عقلائے زمانہ سے سبقت لے گئی ہیں اور اپنے فضل و بلاغت کے زور سے صاحب تصنیفات ہیں پھر کیا سبب ہے کہ ایسی عورتوں کو سرکاری خدمات نہیں ملتیں۔ اگر ان کو بھی کار و خدمات دیئے جائیں تو مردوں کی طرح وہ بھی سرانجام کر سکیں گی بلکہ دیانت و امانت میں مردوں سے بہتر ہوں گی۔ الحاصل سب عورتوں نے اسی مضمون کی ایک درخواست ملکہ معظمہ انگلستان کی حضور میں گذرانی ہے۔ دیکھا چاہیئے کہ ملکہ معظمہ کے حضور سے اس پر کیا حکم ہوتا ہے۔"

آج سے ایک سو سولہ سال قبل ایسے بحری جہاز تھے جو ساڑھے تین مہینے میں سے

کرایہ میں حاجیوں کو حج کرادیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ اعلان کبھی مجمع الاخبار بمبئی ۲۲ جون ۱۸۵۰ء کے اخبار میں چھپا ہے۔

"عمدۃ التجار حبیب ابن یوسف نے حاجیوں کی آسائش و آسانی کے لئے دخانی جہاز مقرر کیا ہے جس سے بہت جلد منزل مقصود کو پہنچ جایا کریں گے اور ساڑھے تین مہینے میں حج و زیارت سے بہرہ اندوز ہو کر پھر آیا کریں گے۔ سو ایسا ہوگا کہ غرہ ذی قعد ۱۲۶۶ھ کو بمبئی سے جہاز کا لنگر اٹھے گا اور بیسویں پچیسویں تک جدہ میں پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے ایک رات دن میں خشکی کی راہ مکہ معظمہ میں پہنچیں گے وہاں سے حج کر کے ذی الحجہ کی بیسویں مدینہ منورہ روانہ ہوں گے اور محرم کی دوسری کو مدینہ منورہ میں پہنچ کر ایک ہفتہ وہاں رہ کر اکیسویں محرم تک پھر جدہ میں معاودت کر آئیں گے اور وہاں سے دخانی جہاز میں سوار ہو کر ماہ صفر کی بیسویں کو مع الخیر بمبئی میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اس جہاز کا کرایہ اس تفصیل سے ہوگا۔ جہاز میں ڈیوسہ کا مقام جو بہت اعلیٰ اور زنان پردہ نشین کے لائق ہوتا ہے، فی نفر ڈیڑھ سو روپیہ اور مقام چھتری فی کس سوا سو روپیہ اور بالائی ٹونک جو نوکروں اور خادموں کے لئے ہوتا ہے فی نفر پچھتر روپیہ۔"

کوہ نور

لاہور سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۴ جنوری ۱۸۵۰ء کو روشنا ہوا۔ مہتمم منشی ہرسکھ رائے تھے۔ ہر پیر کو بارہ صفحات پر نکلتا تھا۔ ماہانہ چندہ ڈیڑھ روپیہ سالانہ چندہ پیشگی بارہ روپے تھا۔ مطبع کوہ نور میں چھپتا تھا۔

مولانا احسن مارہروی مرحوم نے تاریخ نثر اردو میں اور مولانا عبدالرزاق صاحب نے اپنے مضمون رسالہ اردو دہلی اکتوبر ۱۹۳۵ء میں اس اخبار کا سنہ اجرا ۱۸۴۹ء

لکھا ہے جو غلط ہے۔ کوہ نور نے جب پانچ سال کی عمر ختم کی اور چھٹے سال میں اس نونہال نے قدم رکھا تو اس کے ایڈیٹر نے اس سعادت مند بچے کے اطوار و اقوال اور کردار و اعمال پر تبصرہ کرنے کے لئے قلم کو جنبش دی۔ ۱۶ر جنوری کی اشاعت میں تمہید ان الفاظ سے کی:

"ناظرین با تمکین اخبار صداقت شعار کوہ نور پر واضح ہو کہ یہ مطبع جس کا نام نامی و اسم گرامی کوہ نور لاہور ہے، جنوری ۱۸۵۰ء سے جاری ہے۔ عمر اس شرافت پناہ کی پوری پانچ برس کی ہے۔"

اس کے علاوہ اسعد الاخبار مورخہ ۲۸ر جنوری ۱۸۵۰ء میں بھی اس کے جاری ہونے کی خبر شائع ہوئی ہے۔ اس سے بھی سنہ اجراء ۱۸۵۰ء ثابت ہوتا ہے۔

"خبر اخبار جدید مسمی بکوہ نور: اخبار نویسوں کے لئے بڑی خوشی کی بات ہے کہ جنوری سنہ حال کی چودھویں تاریخ سے مقام لاہور میں ایک اخبار موسوم بکوہ نور منشی ہرسکھ رائے صاحب کے اہتمام سے جو پیشتر جام جمشید میرٹھ کے مہتمم تھے جاری ہوا ہے۔ از انجا کہ پنجاب اور کشمیر اور کابل کی خبروں کے اکثر لوگ شائق رہتے ہیں، اب اس اخبار کے ذریعہ سے وہاں کے حالات سارے اخبار نویسوں کو بے وقت دریافت ہو جایا کریں گے اور اخبار انگریزی سے ترجمہ نہ کرنا پڑے گا۔ یہ اخبار مہینے میں چار بار پیر کے روز چھپا کرے گا۔ اس کی قیمت اٹھارہ روپیہ سالانہ اور پیشگی بارہ روپے سال مقرر ہوئی اور چھ ورق کا اخبار ہوا کرے گا۔"

یہ پرچہ ۱۸۵۱ء میں ہفتہ میں دو مرتبہ پھر ہفتہ میں تین مرتبہ، ۱۸۸۳ء میں روزانہ ہو گیا تھا۔ پھر یہ ہفتہ وار ہو گیا۔ ۱۸۵۱ء میں اس کا سالانہ چندہ ایک روپیہ آٹھ آنہ

اور پیشگی سالانہ بارہ روپے اور قرض سالانہ چوبیس روپے تھا۔ اشتہار کی اجرت فی سطر دو آنے اور چھ سطر سے کم کے آٹھ آنے تھی۔ ہفتہ میں دو مرتبہ شنبہ اور سہ شنبہ کو نکلتا تھا۔ کوہ نور پریس محلہ بچہ دروازہ میں تھا۔ منیجر منشی نول کشور (مالک نولکشور پریس) پرنٹر غلام محمد اور پبلشر علی محمد تھے۔

کوہ نور پنجاب کے بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کی سرپرستی میں نکلا تھا اور گورنمنٹ کے بتلائے طریقوں اور اصولوں پر مرتب کیا جاتا تھا۔ لاہور کے معاصرین میں اس کی اشاعت سب سے زیادہ تھی۔ مضامین و خبروں کے علاوہ آگرہ گورنمنٹ گزٹ کے اقتباسات بھی شائع ہوتے تھے۔ اس کی اردو بہت سادہ ہوتی تھی۔ لوگوں میں روشن خیالی پیدا کرنے اور ان کی ترقی و بہبودی میں ممد ثابت ہوتا تھا یہ اخبار مدراس اور کلکتہ تک جاتا تھا۔ اس اخبار کا بظاہر ذہن اس قدر صاف تھا کہ اس کے پرچے کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ پرچہ کوئی ہندو نکالتا ہے یا مسلمان۔ اس میں مدح حضرت امام حسینؓ اور نعت رسول سرور کائناتؐ بھی شائع ہوتی تھیں۔ استاد ذوق کا ۱۸۵۴ء میں انتقال ہوا تو مہینوں تک صفحے کے صفحے ان کی تاریخ وفات اور ان کی شاعری کی قابلیت و لیاقت کے مضامین سے بھرے رہتے تھے۔

۱۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کے پرچے میں مولانا امام بخش صہبائی شہید فرنگ نے استاد ذوق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ کہا تھا درج ہے۔

ذوق آنکہ مدام ہمچو مردانِ خدا
برداشتہ بود دل ازیں جائے دنی
رفت از دنیائے دوں صہبائی گفت
خاقانئ ہند شد زدنیائے دنی

خریداروں کی اور چندے کی فہرستیں وقتاً فوقتاً چھپا کرتی تھیں۔ سر جان لارنس، لفٹننٹ انس، مسٹر میکلوڈ اور مسٹر میگریگر وغیرہ اعلیٰ افسروں کے نام ان ہی فہرستوں میں ملتے ہیں۔ یہ پرچہ کی پالیسی میں حکومت کی حمایت کرتا تھی اس لئے یہ پرچہ حکومت کا سخت ترین حامی تھا۔ تھانیداروں تک کی حمایت سے گریز نہیں کرتا تھا۔ اگر کوئی اخبار پولس کی بدعنوانیوں کا پردہ چاک کرتا تو یہ اس کی سخت مخالفت کرتا اور پولس کے عملہ کو بے قصور قرار دیتا اور شکایت کرنے والے کو مجرم گردانتا تھا۔ چنانچہ جب دریائے نور لاہور نے پولس افسران بدعنوانیوں کو آشکارا کیا تو کوہ نور نے ان کی حمایت ۲۴ر جون ۱۸۵۱ء کے نمبر میں ایک مراسلہ کی صورت میں کی جس میں پولس افسران کی انتہائی خوشامد اور چاپلوسی کی گئی ہے۔

"خطا ۔ نگرمی منشی ہرسکھ رائے مہتمم کوہ نور زاد عنایتہ۔ آج اخبار دریائے نور مجریہ ۲۲ر جون سنہ حال میں ہم نے جو حال بے انتظامی پولس کا بے وجہ لکھا ہوا بچشم خود دیکھا تو کمال تعجب بلکہ تاسف اوپر ایسے ایسے مردمان ناعاقبت اندیشوں کے ہوا کہ قابل تحریر بلکہ تقریر نہیں کیونکہ جس قدر اب بندوبست اور انسداد واردات کا ہے بعہد کوتوال سابق مرحوم کے کبھی نہ تھا خود ناظرین کوہ نور ملاحظ فرمائیں کہ شب دروز کس قدر بآرام و بے خوف وخطر گذران اپنے اپنے حوصلہ کے موافق فقیر امیر کرتے ہیں اور عدل و انصاف حکام وقت اور بے طول عملہ پولس کے اس قدر ہے کہ فقیر اپنے تئیں ہم پلہ امیر اور ذی اختیار سمجھتے ہیں اور اگر کہیں ناحق بندی روزگار ہو جائے تو کبھی امیر و غریب کو موبرابر نہیں اور اصلاح سے

کام نہیں رکھتے عہد سابق میں تو کوئی روز ایسا نہیں گذرتا تھا کہ فی تھانہ ایک دو واردات مثل چوری چکاری اچکہ گری خون خرابا نہیں ہوتا تھا وہ اب بالکل یک قلم مسدود بلکہ بے نام نشان ہوگیا ہے اور جو شاذونادر اگر کوئی واردات چوری چکاری کی ظہور میں آئی تو وہ اسی طریق پر ہوگئی بقول کہ ماں بیٹوں میں۔ غایت وہ یہ ہے کہ یا تو ملازم خاص نے چوری کرائی ورنہ خود ہی بطمع تغلب مال خویش واقربا ایک مکان سے نقل مکان کر کے شہرت دی کہ چوری ہوگئی۔ الا ہمارے شہر کے کوتوال یعنی پنڈت رام نرائن صاحب اور افیسر پولس پنڈت اجودھیا پرشاد صاحب ایسے بانی کارگذار ہیں کہ وہ ایسی چوریوں کو فی الفور نکال لیتے ہیں بلکہ جاتے ہی معائنہ مقام واردات سے صاف روبروئے خاص وعام کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام فلاں نے کیا ہے اور اقرار کرا دیتے ہیں ہم ایسے حاکمان عہد کے شکر گذار ہیں کہ یا الٰہی ایسے ایسے مردمان زود فہم ورسا کار حکام عادل وانصاف شعار کو خدا سلامت باکرامت رکھے اور ان ناعاقبت اندیشوں کو کریم کارساز بے نیاز ہدایت بخشے۔"

کوتوال شہر کو معصوم اور بے گناہ ثابت کرنے کیلئے مہتمم کوہ نور نے چوریوں کی نوعیت کو کس شان سے بدلا کہ جو چوریاں ہوتی ہیں وہ اصل میں چوریاں نہیں بلکہ خود لوگ اپنے مال کو ادھر ادھر کر دیتے ہیں یا اپنے ملازموں سے اٹھوا کر چوری ہونا مشہور کر دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ تاویل بھی انوکھی ہے اور خوشامد کا ڈھنگ بھی نرالا ہے۔ لیکن ۱۸۷۷ء میں منشی جی کو اس ٹوڈیت سے نفرت ہوئی اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس اخبار کو چھوڑ کر کوئی اور اخبار نکالیں جو حکومت کے اثر سے آزاد ہو اور

بلا تکلف حکومت پر نکتہ چینی کرے۔[1]

کوہ نور میں خبروں کے علاوہ تاریخی معلوماتی اور ادبی مضامین ہوتے تھے۔ کتابوں پر آزادانہ تنقیدیں کی جاتی تھیں۔ یہ تنقیدیں صرف اردو زبان کی کتابوں پر ہی نہیں بلکہ فارسی، عربی، سنسکرت کی کتابوں پر بھی ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ انجمن لاہور جو علوم و فنون مشرقی کی اشاعت کرتی تھی یہ اخبار اس کو بہت سراہتا تھا اور اس کی روئیدادیں شائع کرتا تھا۔ بعض مضامین تعلیم نسواں پر بھی لکھے گئے تھے اور نوجوان شعراء کے کلام بھی درج ہوتے تھے۔

۱۸۵۴ء میں کوہ نور کے دفتر میں ایک مشاعرہ کی بھی بنیاد ڈالی گئی تھی اس سلسلے میں ۱۲ مارچ ۱۸۵۴ء کے پرچے میں یہ اطلاع دی گئی ہے۔

"بخدمت شائقان مشاعرہ مطبع کوہ نور لاہور یہ ہے کہ پہلے سے جو جلسہ مشاعرہ کا ہر یک شنبہ کو سات بجے شام ہوتا تھا۔ اب حسب صلاح اجتماع جلسہ مذکور پانچ بجے شام سے قرار پایا لہذا گذارش ہے کہ آئندہ سب اصحاب پانچ بجے شام سے رونق پذیر جلسہ ہوا کریں۔ اور تجویز ہے کہ آئندہ سے کچھ غزلیں منتخبہ ہر پرچہ اخبار میں چھاپی جاویں گی اور بعد اس کے مشاعرہ آئندہ کے لئے مصرع طرح لکھے جاویں گے۔ چنانچہ اس ہفتہ کے مشاعرہ کی مصرع طرح یہ ہیں:

طرح فارسی: کلہ کج کردہ و خنجر بکف مستانہ می آید

طرح اردو: غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے"

۵ اپریل ۱۸۵۴ء کے مشاعرہ کا مصرع طرح یہ تھا۔ ع

---

[1] مقالات دتاسی دوئم ص۴۳

خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی

۱۱ اپریل ۱۸۵۴ء کے پرچہ میں اس مشاعرہ کی ایک منتخب غزل شیخ اللہ دیا منشی محکمہ فنانشل کمشنری لاہور متخلص عاصی کی شائع ہوئی ہے۔

گرہ زلفوں کی جس دم اس نے وا کی ... تو دوں گا نذر میں مشکل کشا کی
عیادت کو نہ آیا وہ دمِ مرگ ... دلِ بیمار کی اچھی دوا کی
اٹھا کر خواب میں اس فتنہ گر کو ... یہ اپنے ہاتھ سے محشر بپا کی

کیا ترک لباس اس نے اپنا
سنا جس دم کہ عاصی نے قضا کی

۹ اپریل ۱۸۵۴ء کے مشاعرہ مصرع طرح یہ :

مصرع اردو : اس کا دیدار جو ہوگا تو قیامت ہوگی

" فارسی : پس از کشتن بخواہم دید یارِ سرگرانی را

۱۸ اپریل ۱۸۵۴ء کے شمارے میں یہ غزل پسندیدہ ہونے کے بعد شائع ہوئی ہے۔ جو پنڈت نرائن داس دہلوی مظہر خوش نویس مطبع کوہ نور کی تھی۔

جوشِ وحشت نے کیا ہے مجھے اس درجہ عزیز
خارِ صحرا میں بھی نہیں چھوڑتے داماں اپنا
کھولیں جب قبا یار کے اغیار نے، تو میں
رشک سے کیوں نہ کروں چاک گریباں اپنا
حشر برپا ہو ابھی روئے زمیں پر مظہرؔ
سر کروں غم سے اگر نالہ و افغاں اپنا

مشاعرے میں شریک ہونے والے شعراء اونچے درجے کے نہیں تھے۔

اوسط درجے کے شعراء کا کلام اخبار میں نظر آتا ہے۔ اسی لئے یہ مشاعرہ دیرپا نہیں رہا بہت جلد ختم ہوگیا۔

کوئی فرد دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ جس کی مخالفت نہ ہوں اور اخبار تو ایک دوسرے کی پگڑی اچھالے بغیر کامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔ کوہ نور کی بھی اپنے معاصرین سے لپکا ڈپکی ہوجاتی تھی اور چھیڑ چھاڑ اور طعن و تشنیع کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیا اخبار پرانے اور مقبول اخبار سے چھیڑ خانی شروع کرتا ہے تاکہ اس کے تنازع اور مخالفت میں اس کا پرچہ ترقی کرلے۔ کوہ نور کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ نوزائیدہ چشمۂ فیض کے مہتمم کوہ نور کے منہ آتے لگے مہتمم کوہ نور بزرگانہ انداز سے حقیر نظروں سے ٹھکراتے ہوئے ۱۸ اپریل ۱۸۵۱ء کے پرچہ میں اس طرح مہتمم چشمۂ فیض سے مخاطب ہوئے۔

"اکثر سنتے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ لالہ دیوان چند صاحب مہتمم چشمۂ فیض بلا کسی اسباب کے، اکثر بھلے بھانسوں کی بکتے ہیں اور مہتمم کوہ نور کی نسبت خود روجو جی چاہتا ہے کہتے ہیں اور ہر خاص و عام کو ان کی میٹھ بولیوں کو سہتے ہیں۔ آیا چشمۂ فیض کے معنی یہی ہیں بار بار منہ آنا اور بھلا ناعلت سے خالی نہیں ہے کیا داہیات ہے۔ واضح ہو کہ مہتمم کوہ نور کو نہ تو ان سے کچھ نسبت ہے نہ کچھ رسم و ملت پس اسے چھیڑ چھاڑ سے کیا سروکار۔ سمجھ لیا کہ ایک لینڈی کتیا کسی بازاری کتے سے چند بچے نکال اپنی عادت سے لاچار راہ چلتوں کو بھونکنے اور کاٹنے کو دوڑتی ہے آخر کار اپنا سر کھاوے گی اور جہل مٹی پر دم فریاد ے گی۔ سہ

توانم آں کہ نیازارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کو زخود برنج دراست"

عجب اتفاق ہے کہ جو بات منشی ہر سکھ رائے نے مہتمم چشمہ فیض کے بارے میں طعناً کہی تھی وہ صحیح نکل آئی۔ ان کے والد گنپت رائے کے خلاف ایک دیوی نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فعل شنیعہ کیا اور جبراً حمل ساقط کرادیا، اس لئے مجھ کو اس زیادتی کا معاوضہ ملنا چاہیئے۔ اس مقدمہ کی تفصیل ۸ جون ۱۸۵۱ء کے اخبار میں درج ہے:

"کچہری سیالکوٹ میں ایک قطعہ روبکار موصول ہوا جس میں مسماۃ حکم دیوی ساکن موضع گھرتل زوجہ نندگوپال مدعی، بنام گنپت رائے مدعا علیہ ساکن سیالکوٹ، دعویٰ ایک ہزار چار سو روپے کا ہے کہ گنپت رائے نے مجھ سے فعل شنیعہ کیا تھا اور حمل جبراً ساقط کرادیا تھا مسماۃ مذکور کو ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ دیکھنے آئے اور پروانہ تحصیلدار گنپت رائے ساکن گھرتل والد بزرگوار مہتمم چشمہ فیض سیالکوٹ کو معرفت تھانیداران اور جمعدار متعلقہ ضلع کے پہنچا۔"

اگر یہ واقعہ صحیح نہیں ہے اور منشی ہر سکھ رائے نے مہتمم چشمہ فیض کو ذلیل کرانے کے لئے یہ دعویٰ دائر کرایا تھا تو یقیناً بہت دلچسپ اور مشفقانہ جواب اور حملہ ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس مقدمہ کے بعد آپس میں ضرور صلح و صفائی اور دوستی ہوگئی ہوگی اور مہتمم چشمہ فیض کو کوہ نور کی بزرگی کا سکہ ماننا پڑا ہوگا۔

دہلی اب بھی سیاست کا مرکز ہے اور غدر سے قبل کیا ہمیشہ سے مرکز رہا ہے۔ چنانچہ دہلی کی خبریں لوگ بڑی دلچسپی سے پڑھتے تھے اور خاص طور پر قلعۂ معلّٰے کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے بہت بے تاب رہتے تھے۔ مغلیہ خاندان کی تباہی کا وقت آچکا تھا اس زمانہ کی خبریں اچھی ملنی ناممکنات میں سے نہیں۔ قلعہ کی ایک بیگم صاحبہ کی زیادتی غریب کنیز پر ۶ مارچ ۱۸۵۵ء کا اخبار بیان کرتا ہے۔

"خبر دہلی : ایک واردات عظیم قتل سنگین کی قلعۂ معلیٰ دہلی میں وقوع میں آئی یعنی ایک بیگم صاحبہ نے کسی کنیز خورد سال کو ہلاک کیا۔ صاحب خبر لکھتے ہیں کہ اس واردات کی تفصیل بڑی حیرت افزا ہے مگر اس قدر معلوم ہوا کہ بیگم صاحبہ اس کنیز سے کسی باعث بہت خفا ہو گئیں اور بعالم غضب نا کی ایک سلاخ آہنی گرم کرا کر اس کے جسم میں گھسیڑ دی اور اس کو نہایت بے رحمی سے مارا۔ بعد اس کے ایک چادر میں اس کے جسم کو لپٹوا کر گھر سے باہر پھنکوا دیا کہ اس حالت میں سسکتی ہوئی کنیز مذکور پائی گئی۔ صرف اظہار لینے تک زندہ رہی، بعد ازاں مر گئی۔ اب مقدمہ دہلی کی ایجنسی میں ہے۔ روبکاری اور صاحب ایجنٹ گورنر جنرل نے گورنمنٹ کو رپورٹ کی ہے۔ سابق میں جو سزا ایک شہزادہ کو بعلت قتل اپنی زوجہ کے ملی تھی اس کو شاید اہل قلعہ بھول گئے۔"

ایک طرف تو اپنوں کی طرف سے اس قسم کی بہیمانہ زیادتی ہو رہی تھی، دوسری طرف عیسائی مشنری اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہندوستانیوں کے ایمان اور مذہب پر ڈاکے ڈال رہے تھے اور ہندوستانیوں کو روز بروز اپنا مذہب چھوڑنے اور عیسائی بننے پر مجبور کر رہے تھے۔ ۱۲ر جولائی ۱۸۵۱ء کا کوہ نور رقمطراز ہے:

"خبر کلکتہ : جب کہ ہنود کلکتہ جوریا دریان فریب سے بچا ن آئے اور نوبت فریاد بزرگوں تک پہنچی یعنی ظاہر ہوا کہ اسکول کلاں موضع بھوانی پور میں اکثر ہنود نے تحصیل علم انگریزی کی اور نصرانی ہو گئے اور اس طرح موضع بھالا میں بھی علیٰ ہذا القیاس چند کس نصرانی ہو گئے۔ بزرگان و مجتہدان ہنود نے اس میں سے کنارہ کشی

راحب سمجھ کر بتقریر محفل مشورت تصرف زر خاص تجویز احداث مدارس انگریزی کی چنانچہ چند اصحاب نامور نے صاحبان دولت و ہمت میں سے ایک اشتہار تجویز مذکور کا چھپوا کر مشتہر کیا ہے اور راجہ رادھا کا مودنت بہادر اور راجہ کالی اور بابو آشوتا صاحب نے اپنے دستخطوں سے اشتہار دیا ہے کہ ہندوؤں میں سے کوئی شخص پادریان مذکور میں نہ جاوے گا اور ایمان سب کا فضل الٰہی سے قائم اور سالم رہے گا کیونکہ بجز تعلیم علم کے ان کے اسکولوں میں تلقین مذہب نہیں ہوتی۔"

بیوہ عورتوں کی شادی کو ہندوستان میں خاص طور پر ہندو طبقہ بہت برا سمجھتا تھا۔ شروع میں جب بیوہ عورتوں کی شادی کی تحریک چلی تو اس وقت مصلحین قوم کے سامنے یہ نظریہ پیش کرتے تھے کہ بال ودھوا کی شادی تو ضرور ہونی چاہیے لیکن خاوند سے ہم بستر ہونے والی کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کی شادی کرائی جائے۔ اس نظریہ کی اشاعت ۲۷ اپریل ۱۸۶۰ء کے شمارے میں کی گئی ہے۔

"شادی بیوگان: شادی بیوگان ہنود کا پونا میں بڑا چرچا پھیل رہا ہے اور بہت لوگ اس بات کے رواج دینے پر مستعد ہیں۔ برہمنوں کے کئی افضل خاندانوں میں کئی بیوہ عورتوں کی شادی کی گفتگو ہو رہی ہے اور تین سو برہمنوں اور پنڈتوں کے قریب اس رائے پر متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ پتر بواہ مناسب اور دھرم شاستر کے موافق ہے۔ بنگالہ میں یہ رواج کئی برس سے جاری ہو گیا ہے اور تیس عورتوں بیوہ سے زیادہ کا دوسرا بیاہ ہو چکا ہے۔ ناظرین نے

اخبار دیکھا ہوگا کہ اس باب میں پہلے اس سے ۱۸۵۴ء و ۱۸۵۵ء میں حسب جہد بابو کشب بعل صاحب گھوش میر منشی رزیڈنٹی نیپال کے کس قدر تحریرات اور تنقیحات طول وطویل ہو چکی ہیں۔ چنانچہ اکثر صاحبوں نے بہت سے گرنتھوں اور بہت سے پورانوں کو بھی متھ ڈالا تھا اور سانجام کار یہ بات قرار پائی تھی کہ رواج ملک سب پورانوں اور سب شاستروں پر رہے اور رواج ملک اس کو کہتے ہیں کہ جس کو دس بیس پچاس سو ہزار دو ہزار آدمی ایک قوم کے مان لیں خصوصاً ایسا کام کہ جو دھرم شاستر سے بھی مانا جا سکتا ہے اور عقل سلیم کے نزدیک بھی انصافاً واجبات سے ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد اس کے ۱۸۵۷ء میں جو ایک بے تمیزی کے طوفان نے جوش مارا تھا جرچا اس کا مدھم ہو گیا تھا۔ ہماری رائے سلیم تو اس باب میں یہ ہے کہ جو عورتیں بال بدھوا ہو جاتی ہیں وے تو ضرور ہی قابل رحم ہیں اور جو عورتیں کہ اپنے خاوندوں سے ہم بستر ہو چکی ہیں اولاد ہوئی ہو خواہ نہ ہوئی ہو وے شادی ثانی سے محروم رہیں تو مضائقہ نہیں۔"

غدر ۱۸۵۷ء کا سماں دیکھنا ہو اور ان دکھوں اور تکلیفوں کی یاد پھر تازی کرنی ہو اور دشمنوں کی فتح پر اخباروں کو خوش ہوتا دیکھنا ہو تو کوہ نور کے اس زمانے کے تاریخی اوراق میں یہ سب کچھ آپ کو مل جائے گا۔

۱۴ ستمبر کا دن دہلی والوں کے لئے معمولی دن نہ تھا۔ آزادی کے سانس کی آخری گھڑیاں تھیں جن پر کچھ سہارا تھا کہ غلامی کی لعنت اور مصیبت میں نہیں پھنسیں گے اور اس سے نجات مل جائے گی، وہ بھی سہارا اس دن ٹوٹ گیا، وہ قلم اور وہ زبان اور وہ دل جو کبھی غلامی پر خوش ہونے والا نہ تھا اس قلم اور زبان نے

"کوہ نور" کو جو کہ ہند کا سپوت تھا، جو ہندوستان ہی میں پلا اور بڑھا، یہ لکھنے پر مجبور ہوا "مژدہ فتح دہلی"۔

یہ عنوان ۲۱ ستمبر ۱۸۵۷ء کے کوہ نور کے ضمیمہ کا تھا۔ اس دن دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ دہلی والوں کی گردنوں میں غلامی کے طوق ڈال دیئے گئے تھے۔ وہ "مژدہ" سنئے:

"مورچہ بدی پر دلیران انگریز نے کل شام کو حملہ کرکے ۶ ضرب توپ اور ایک بم بلا کسی نقصان کے اپنے قبضے میں کر لیں اور آج صبح کو لاہوری دروازہ قبضہ میں آگیا۔ اجمیری دروازہ اور مورچال بیرونی سے اب گولہ نہیں چلتا، مفسدین ان جملہ مقامات کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور سپاہ گان سرکاری قبضہ کرنے کے واسطے چلے جاتے ہیں۔ ۔ ۔ اور مفسدین نے آج صبح کو اپنے کیمپ کا میگزین بھی اڑا دیا۔ آمد و رفت ہماری آج چاندنی چوک میں جاری ہو جائے گی۔ ۔ ۔ اور شاہ دہلی اور اس کے خاندان کا کچھ پتہ نہیں۔ ۔ ۔ پھر ۱۰ بجے صبح اجمیری دروازہ اور دیگر مورچال پر سرکاری قبضہ ہو گیا۔ ۔ ۔ اور لال محل (لال قلعہ) میں داخل ہونے کی تیاری ہے دوپہر کے وقت لال محل جامع مسجد و اجمیری دروازہ پر سرکاری تسلط ہو گیا۔ بعد اس کے دو بجے دن کے خبر آئی کہ سلیم گڑھ ڈپی پر سرکار کا قبضہ ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ میں دروازہ ترکمان تک کل شہر دہلی و دیگر مورچال پر تسلط کامل ہو جائے گا۔ پھر ۵ بجے شام کے یہ خوشخبری آئی کہ معرکہ دہلی تمام ہوا۔ تمام شہر دہلی اور محل بادشاہی اور سلیم گڑھ اور ڈپی وغیرہ پر "شجاعان" سرکار کا بالکل

تسلط ہو گیا۔ ۔ ۔ سنا جاتا ہے کہ شاہ دہلی مع عیال و اطفال ایک گانوں میں جو شہر سے قطب صاحب کی سمت چار میل کے فاصلے پر ہے چلے گئے ہیں۔"

۲۶ جنوری ۱۸۵۸ء کا شمارہ خبر دیتا ہے:

"مسٹر سی ٹی لباس صاحب نے دہلی پہنچ کر چارج عہدۂ جج کا لے لیا۔ دوکانداروں وغیرہ کے نام پروانہ جاری کئے ہیں کہ وے شہر میں آکر سکونت اختیار کریں۔ جس شخص کو شہر میں رہنے کی اجازت ملے گی، بعوض کچھ روپے کے ایک ٹکٹ ملے گا۔ اگر کسی شخص کے پاس چار دن کے بعد ٹکٹ ملے گا تو وہ شہر سے خارج کر دیا جائے گا۔"

۹ مارچ ۱۸۵۸ء کے اخبار میں دہلی میں دوبارہ آباد ہونے کی خبر ان الفاظ میں چھپی ہے:

"کارسپانڈنٹ دہلی نے یکم مارچ کے خط میں یہ لکھا ہے کہ شہر دہلی میں اہل ہنود بستے جاتے ہیں اور خال خال مسلمان بھی آباد ہوئے ہیں جن کی نسبت "احکام خاص" ہوتے ہیں۔ چاندنی چوک اور دریبہ میں کچھ رونق ہو گئی ہے۔ شہر میں تھانجات بھی بجز کوتوالی ابھی قائم نہیں ہوئے بلکہ تمام شہر میں ابھی چوکیدار بھی مقرر نہیں ہوتے۔ مگر تھانجات بیرونی قائم ہو گئے ہیں۔ باغ شاہی واقعہ چاندنی چوک کی تیاری بنام نہاد باغ کمپنی ہوتی ہے۔ بادشاہ کی نسبت ابھی حکم آخر نہیں ہوا مقدمہ زیر تجویز ہے۔ شہر کی آمد و رفت ساکنان دہلی بلا حصول پاس حاکم کے نہیں ہوتی۔ ۔ ۔ کہتے ہیں کہ شہر کے اندر سڑکیں نکلیں گی اور شہر کی فصیل منہدم ہو گی۔"

۱۲ اپریل ۱۸۵۸ء کا اخبار یہ لکھتا ہے :

"لکھنؤ میں اشتہار جاری ہوا ہے کہ جو لوگ باہر چلے گئے ہیں، تین دن کے اندر واپس آکر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو جائیں اور دوکانیں کھول لیں ورنہ باغی تصور کئے جا دیں گے اور ان کے گھر اور دوکانیں لوٹ لی جائیں گی۔"

ایک طرف یہ حالت ہے دوسری طرف لاہور کے نور احمد چشتی "میلہ چراغاں" احباب کے ساتھ منا رہے ہیں اور فی البدیہہ یہ اشعار فرما رہے ہیں، ۲۳ فروری ۱۸۵۸ء کے اخبار میں یہ غزل درج ہے :

وہ جو پہلو سے اٹھے درد دل ایسا اٹھا
ضبط کی تاب نہ باقی رہی چلا اٹھا
حالت عشق مری دیکھ کے وہ ہنستا تھا
کیوں رہے ہاں اب تو بتا شور یہ کیسا تھا
اس کی الفت سے بھلا فائدہ کیا نکلا ہے
نام بدنام ہوا مفت میں پیسا اٹھا
عشق کی رمز و کنایہ کی سمجھ میں یارو
مجنوں مشہور تھا پر چشتی بھی ویسا نکلا

۱۸۵۷ء کے بعد کوہ نور کے فائلوں میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدوں کے کافی حالات ملتے ہیں۔ ہمارے سامنے ۸ نومبر ۱۸۵۹ء سے لیکر ۲۲ دسمبر ۱۸۶۰ء تک فائل ہے جس سے یوپی، دہلی اور راجپوتانہ وغیرہ کے کچھ مجاہدوں کی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے اور ان کی گرفتاریوں اور سزایابیوں کے متعلق معلومات ملتی ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں رہیل کھنڈ کے کرتا دھرتا نواب بہادر خاں صاحب

تھے۔ ان کی گرفتاری اور ان کے مقدمہ کی کچھ روئیداد اس فائل کے صفحات پر نظر آتی ہے۔ ۲۰ر دسمبر ۱۸۵۹ء کے پرچے میں ان کی گرفتاری کی خبر درج ہے طرزِ نگارش انتہائی خوشامدانہ ہے۔

"خبر گرفتاری خان بہادر خاں و ممو خاں و دیگر نمک حرامان تحقیق ہے قریب دو ہزار مفسد تیپا لیوں کی معرفت مطیع سرکار ہوئے اور خبر ہے کہ سرداران مفسد مذکور لکھنؤ میں بھیجے جاویں گے۔ بیگم مفسدہ معہ خاندان مالا راؤ و تانا وغیرہ بوٹوال سے نکل گئے مگر شجاعان سرکار کی سعی سے جلد گرفتار ہوں گے۔"

خان بہادر خاں صاحب گرفتاری کے بعد کہاں کہاں لے جائے گئے اس کا حال ۲۷ر دسمبر ۱۸۵۹ء کے اخبار میں ہے۔

"از روئے تحریر آمدہ گورکھپور معلوم ہوا کہ خان بہادر نواب بریلی والا اور ممو خاں ۱۱ر تاریخ دسمبر کو بحراست گارڈ جوانان گورکھہ مقام لوٹان پہنچیں گے۔"

"خط آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ر تاریخ کو خان بہادر خاں بحراست سپاہ پولس بریلی کو روانہ کیا گیا۔"

خان بہادر خاں صاحب کی مقدمہ کی شنوائی کے لئے جو کمیشن مقرر ہوا تھا، اس کی خبر ۱۱ر فروری ۱۸۶۰ء کے شمارے میں درج ہے۔

"تحقیقات مقدمہ خان بہادر خاں مفسد کی یکم فروری سے شروع ہوگی چنانچہ صاحبان مندرجہ ذیل کمیشن میں مقرر ہوئے۔ مسٹر رابرٹس صاحب بہادر کمشنر روہیل کھنڈ۔ پریسیڈنٹ مسٹر وانسٹارٹ صاحب بہادر جج بریلی، مسٹر شکسپیر بہادر قائم مقام جج مرادآباد۔

ممبران ۔ مسٹر مورس صاحب بہادر اسسٹنٹ مجسٹریٹ بریلی ۔ مدعی از جانب سرکار۔"

خاں بہادر خاں صاحب پر کیا کیا الزام لگائے گئے تھے اس کی تفصیل ۱۸ار فروری ۱۸۶۰ء کے نمبر میں ہے اور اسی میں ان کی سزا کی خبر بھی شائع ہوئی ہے ۔

" اخبار ہفتہ گذشتہ میں حال تقرری کمیشن صاحبان انگریز بہادر درباره تحقیقات مقدمہ خان بہادر خاں باغی بریلی درج ہوا ہے اب جو جرائم مسٹر مورس صاحب مدعی مجانب سرکار نے نسبت خان بہادر خاں مذکور برسر اجلاس صاحبان کمیشن بیان کئے ہیں درج ذیل ہیں ۔

۱۔ باوجودیکہ وہ پنشن خوار اور بذات خود مطیع سرکار انگریزی تھا اس نے مئی ۱۸۵۷ء سے مئی ۱۸۵۸ء تک مفسدہ کیا اور سرکار سے مقابلہ کیا اور روہیل کھنڈ میں جو عرصہ مذکور میں مرکز فساد کا تھا سردار اور سرغنہ باغیوں کا بنا رہا اس کا ثبوت مراتب مندرجہ ذیل سے ہوتا ہے ۔

اول یہ کہ اس نے اشتہارات اس مضمون کے جاری کئے کہ میں روہیل کھنڈ کا حاکم بنا ہوں ۔

دوئم یہ کہ اس نے بدایوں، شاہجہاں پور اور پیلی بھیت میں ناظم مقرر کئے ۔

سوئم یہ کہ اس نے عملگان پولس مقرر کئے ۔

چہارم یہ کہ اس نے محاصل زمین وصول کیا اور ٹیکس بھی لیا ۔

پنجم یہ کہ اس نے سکہ چلایا ۔

ششم یہ کہ اس نے نینی تال پر حملہ کرنے اور جناب کمانڈر انچیف

صاحب بہادر سے لڑنے کو فوج بھیجی ۔

۲۔ خان بہادر خاں ۱۲؍مئی و یکم جون ۱۸۵۷ء کو قتل صاحبان مندرجہ ذیل میں شریک تھا بلکہ وہ سردار قاتلان کا تھا، اور اس نے کئی اور عیسائیوں کو قتل کرایا۔

اول۔ مسٹر روبرٹس صاحب، وڈاکٹرہی صاحب ومسٹراورصاحب۔

دویم۔ مسٹر ریکس صاحب وڈاکٹر بچ صاحب۔

سویم۔ مسٹر تکوس صاحب۔

چہارم۔ مسٹر انسپنل صاحب معہ میم صاحبہ، مسٹر انسپنل سینیر صاحب دو اطفال۔

پنجم۔ ڈاکٹر ہالینسورہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل بریلی۔

ششم۔ مسٹر جیکنس صاحب داروغہ پاگل خانہ۔"

سزا کی خبر کا عنوان" خان بہادر خاں" ہے۔

"۲۳؍تاریخ کو بریلی سے تار برقی پر خبر آئی کہ اس دن مقدمہ خان بہادر خاں کا طے ہو گیا۔ صاحبان کمیشن نے اس کی نسبت حکم قصاص کا دیا ہے۔"

۱۰؍مارچ کے کوہ نور میں خان بہادر خاں کا بیان صفائی اور سرکاری وکیل کی نامکمل بحث شائع ہوئی تھی۔ پہلے خان بہادر خاں کا بیان بعد میں سرکاری وکیل کی بحث پڑھئے۔

"وجوہات بریت خان بہادر خاں۔ چونکہ گورنمنٹ میرے جرائم کی تحقیقات کرتی ہے جن میں میں ماخوذ ہو کر حاضر ہوا ہوں۔ میں آزادانہ یہ جواب دیتا ہوں۔ ۲۱؍مئی ۱۸۵۷ء کو مقام بریلی واقع قسمت روہیل کھنڈ

میں مفسدہ فوج نے برپا کیا جن نے جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھ کر سرکار سے سرتابی کی، میں نے کسی ترغیب مفسدہ پردازی کی نہ دی اور نہ میں نے حکم قتل کسی صاحب انگریز بہادر کا دیا۔ شہادت گواہوں کی جو مجھکو ان جرائم کا الزام دیتے ہیں غلط ہے بعض ان میں ملازم سرکار ہیں وے باُمید پانے ترقی اپنے عہدہ جات کے گواہی دیتے ہیں، رئیسان شہر جو گواہی دیتے ہیں مجھ سے حسد رکھتے ہیں ان کا مطلب سرکار کو خوش کرنے کا ہے۔ بعض اپنے تئیں اس تدبیر سے اون جرائم سے صاف کرنا چاہتے ہیں جو ان سے ایام غدر میں سرزد ہوئے ہیں۔ بعضے سرکار سے ڈرتے ہیں۔ ان مسلوں کو دیکھنے سے جن میں صاحب جج اور دیگر حکام ضلع نے احکام جاری فرمائے ہیں اور ان اظہارات کے ملاحظہ سے جو بعض گواہوں نے اُن مسلوں میں دیئے ہیں عدالت کو صاف واضح ہو گا کہ اظہارات سابق اون کے بالکل برخلاف اظہارات حال کے ہیں، چناں چہ انہوں نے پہلے لکھوایا ہے کہ میں بے اختیار تھا۔ اس صورت میں ان کے اظہارات حال لائق التفات عدالت نہیں ہونے چاہئیں۔"

۳۱ مئی ۱۸۵۷ء ۱۲ بجے دن کے شیخ بدرالدین سابق کوتوال بریلی میرے گھر پر آیا (جو محلہ بہردں میں واقع ہے) اور خبر دی کہ فوج نے سرکشی کر کے جیل خانہ کو توڑ دیا ہے۔ بہت سے صاحبان انگریز شہر سے نکل گئے ہیں اور روپوش ہو گئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور میں کھانا کھانے کو گھر میں گیا۔ اگر مجھکو خبر ہوتی کہ شیخ بدرالدین نینی تال کو گیا ہے تو میں بھی ضرور جاتا۔ میں کھانا کھا چکا تھا کہ مراد علی خاں

نے میرے پاس آکر درخواست کی کہ میں کوتوالی میں جاؤں ورنہ سپاہی لوگ مہاجنوں اور باشندگان شہر کو لوٹیں گے اور عورات پردہ دار کے ننگ و ناموس کو خراب کریں گے۔ میں مراد علی کے ساتھ کوتوالی میں چلا گیا اور مبارک شاہ بھی رستہ میں میرے ہمراہ ہو لیا، فیض اللہ و میاں جان اور دیگر سید نو محلہ کے بھی میرے پاس آئے۔ جب میں پا پیادہ کوتوالی میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوتوالی کا کوئی سپاہی موجود نہیں مگر لوگ شہر اور دیہات قرب وجوار کے بگروہ کثیر جمع ہیں۔ دفتر اور سب اسباب کوتوالی کا پراگندہ پڑا ہے۔ میں کوتوالی کے اندر جا کر ٹھیرا، مہاجنوں اور باشندوں نے مجھ سے کہا کہ فوج شہر کے لوٹنے کو آئی ہے اور قریب نو محلے کے آگئی ہے کچھ تدبیر شہر کے بچاؤ کی کرنی چاہئے۔ اس امر کے واسطے میں نے فیض اللہ کو معہ کچھ آدمیوں کے بخت خاں صوبیدار فوج کے پاس بدیں پیغام بھیجا کہ وہ شہر کو نہ لوٹے کیونکہ بڑی خونریزی ہوگی اور اگر اس کو رسد درکار ہو تو دیدیں گے۔ بخت خاں نے بجواب کہلا بھیجا کہ وہ شہر میں داخل نہ ہوگا بشرطیکہ اس کو رسد مل جاوے اور بھیجا تھا دخزانچی جن سے اوس نے کہا میں نے حساب فرنگیوں کے روپیہ کا لینا ہے بھیجدیں۔ یہ دونوں آدمی اگلے دن حساب دینے کو بھیجے گئے ـــــ میں نے حسب درخواست صاحبان ورئیسان بریلی شہر کو لوگوں کے ہاتھوں بچانے میں سعی کی ـــــ ۳۱ تاریخ مئی ۱۸۵۷ء کو بعد دو بجے دوپہر خبر آئی کہ تین لاشیں صاحبان انگریزی کی لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں اور کوتوالی

کے آگے ڈالی گئی ہیں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ مفسدین نے مسٹر رابرٹسن صاحب بہادر جج و ڈاکٹر ہی ... صاحب کو منشی حامد حسین منصف بریلی کے گھر میں مار ڈالا اور مسٹر صاحب بہادر سشن جج کو امان علی خاں کے گھر میں ہلاک کیا ہے اور ان کی لاشیں کو توالی میں لاتی گئی ہیں۔ میں یہ حال سنکر بہت حیران ہوا مگر اس وقت کوئی کچھ نہ مانتا تھا اور مجھ سے کچھ بند و بست نہ ہو سکا۔ اسی تاریخ قریب ۴ بجے دن کے میں نے سنا کہ مفسدین مسٹر ہنری ایلپس صاحب کو معہ ان کے جورو دو بچوں کے کوتوالی میں لاتے ہیں۔ مگر لوگوں نے ان کو سنہلے مسجد کے پاس مار ڈالا۔ کسی نے ان کے مار ڈالنے کی مجھ سے اجازت نہیں چاہی۔ اگلے روز مجھ کو معلوم ہوا کہ مسٹر ہنری ایلپنس صاحب کی ماں نے لوگوں سے کہا کہ میرے پاس روپیہ بہت ہے اگر تم میرے بچوں کو چھوڑ دو گے تو میں تم کو سب دیدوں گی۔ جن لوگوں کے پاس روپیہ تھا انہوں نے بارادہ خود لے لینے کے ان کو ہلاک کیا۔ میں نے کبھی حال مارے جانے مسٹر نکولس صاحب کا نہیں سنا ہاں اگلے دن یعنی یکم جون کو ڈاکٹر ہنس بورہ صاحب کے قتل کی خبر پہنچی تھی کہ ۱۰ بجے دن کے لوگوں نے ڈاکٹر صاحب کو مار ڈالا ہے ــــ جب تک فوج باغی بریلی میں رہی کسی نے اطاعت نہیں کی اور میرے پاس فوج نہیں تھی کہ ان کو شرارت سے باز رکھتا ــــ میں نے کسی منجملہ بہادر کے مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ میں نے ملک کو بدمعاشوں کی یورش سے بچانے کے واسطے کوششیں کیں۔ میں بیکس تھا اور انتظام شریروں کا نہ کر سکا۔

انہوں نے میرے حکم کو نہیں مانا، بلکہ وے حسب مرضی خود کار بند رہے ۔۔۔ چند میں نے عذر کیا کہ میں پیر مرد ضعیف ہوں مگر .... مہاجنوں نے مجھ کو رئیس ملتہ وجہ سے بتایا کہ میں حافظ الملک حاکم سابق کچھ کی اولاد میں سے ہوں ۔۔۔ سب امور کا انتظام انہوں نے کیا۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ایک اشتہار بھی در باب قتل صاحبانِ انگریز کے جاری ہوا تھا۔ وے مجھ کو کہتے تھے کہ فرنگی اب نہ آ دیں گے۔ جب میں نے آمد آمد انگریزوں کی سنی تو میں فوراً بریلی سے نکل گیا ۔۔۔ کوئی آدمی میرے مقدمہ میں سچ نہ کہے گا کیونکہ اس کو خود پھنس جانے کا ڈر ہے۔ میں ایک فہرست گواہوں کی پیش کرتا ہوں کہ ان سے اظہار لئے جاویں شاید سچ بات ظاہر ہو جائے۔ اور مثلہائے منفصلہ سابق بھی دیکھی جاویں۔ حسب نشاندہی خان بہادر خاں چار گواہ طلب ہوئے اور مثلہائے مذکور پیش ہوئیں۔

ردجواب مدعی منجانب سرکار: بیشتر اس کے کہ میں وجوہات بریت پیش کردہ خان بہادر خان کو بیان کروں میں حسب اجازت عدالت دو تین امور کی نسبت کچھ کیفیت گذارش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ عدالت کی تحریک سے کاغذات مقدمہ عنایت احمد پرنسپل صدر امین سابق بریلی پیش ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اون کی نسبت جرم شرکت مفسدہ و نفاذ حکم قتل ڈاکٹر ہنس بوڑہ صاحب عائد تھا اور گواہوں کا بیان ہے کہ اوس نے کوتوالی میں بیٹھ کر فتویٰ دیا تھا اس مقدمہ میں جو کہ پیش ہے گواہ بیان کرتے ہیں

کہ یکم جون کو عنایت احمد، خان بہادر خاں کے گھر پر تھا اور دیوان خانہ میں بیٹھ کر اوس نے حکم قتل صاحب ممدوح دیا تھا۔ پس عدالت ان دو مختلف بیانوں کو سنکر حیران ہے اور خیال کرتی ہے کہ عنایت احمد کے مقدمہ سے میرے گواہوں کا اعتبار جاتا رہا۔ میری رائے اور ہے میں خیال کرتا ہوں کہ گواہی مقدمہ عنایت احمد سے میرے گواہوں کا اعتبار مستحکم ہوتا ہے اور کسی صورت میں کمزور نہیں ہوتا۔ اس کی تصدیق دلائل مندرجہ ذیل سے ہوتی ہے۔ • عنایت احمد کے برخلاف جو گواہ آئے تھے صرف تین تھے۔ ان تینوں گواہوں کا بیان ایسا ایک دوسرے سے مختلف تھا کہ مسٹر آرالگذینڈر صاحب کمشنر سابق نے اوس کو بری کر کے روبکاری میں لکھا ہے کہ ہم نے بخیال اور لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ عنایت احمد نے فتوی قتل ڈاکٹر ہنبورہ صاحب کا دیا تھا ہم کو ان تینوں گواہان مختلف البیان پر اعتبار نہیں اور چونکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ عنایت احمد نے فتویٰ مذکور کو توالی میں نہیں دیا تھا ہم اس کو اس قدر جرم سے بری کرتے ہیں فقط۔ بس میں نہیں جانتا کہ جن گواہوں کو مسٹر الگذینڈر صاحب بہادر نے دروغ سمجھا تھا، ان کی گواہی برخلاف شہادت ان گواہوں کے کیوں سچی جاوے جن کو میں نے پیش کیا ہے اور وے معزز ہیں ان کی نسبت کوئی الزام نہیں لگا، اور عدالت نے خوب احتیاط سے ان کا اظہار لیا ہے اور کسی بات میں اختلاف نہیں پایا۔ ہاں عنایت احمد کے اظہار سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ وہ یکم جون کو کوتوالی میں

نہیں گیا۔ چنانچہ اس بات کے واسطے اس نے گواہ بھی گذرانے ہیں۔ ایک یا دو ان گواہوں میں سے بیان کرتے ہیں کہ وہ شروع سے خان بہادر خاں کے ساتھ رہا مگر کوتوالی میں نہیں گیا۔ یہ سب مطابق بیان میرے گواہوں کے ہے اور ان کا بیان ضرور سچ ہے۔ ورنہ خان بہادر خاں جب کہ اوس نے چار مسلوں کو اس اس امید پر پیش کرایا کہ کوئی بیان برخلاف بیان میرے گواہوں کے ظاہر ہوگا، اپنے وجوہات بریت میں اس اختلاف کا ذکر ضرور کرتا ـــ اب میں وجوہات بریت خان بہادر خاں کو دیکھتا ہوں کہ اوسکو سب جرموں سے انکار ہے جو بہت سہل ہے مگر مفید نہیں ایسے انکار سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جب کہ ایک قیدی کی نسبت الزام ہر بار جرم کا عائد ہے، الاوہ ایسے دلائل قوی پیش کرے جس سے اوس کی بریت کا یقین ہو جائے تو رہائی ممکن ہے ـــ یہ قیدی یعنی خان بہادر خاں دو وجہ اپنے بریت کے لئے بیان کرتا ہے ـــ اول یہ کہ اس گواہان مدعی کے اعتبار میں کئی اعتراض ہیں، دوم یہ کہ کسی نے اوس کا حکم نہیں مانا اور وہ بجبر کاربند تھا۔ اوس کا پہلا اعتراض نسبت گواہوں کے یہ ہے کہ بعضے اون میں ملازم سرکار ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا گواہی ملازمان سرکار بباعث کسی خاصیت اون کے عہدہ کے ممنوع ہے۔ میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ ملازمان سرکار کیوں لحاظ حلف کا نہ کریں گے اور سچ نہ بولیں گے جیسا کہ اور لوگ جو ملازم سرکار نہیں علاوہ اس کے یہ قیدی بیان نہیں کرتا

کہ وہ ملازمان سرکار نے جو گواہی دی ہے انہوں نے کیا جھوٹ لکھوایا ہے ــــ وہ بیان کرتا ہے کہ بعضے لوگ بغرض حصول معافی اپنے تقصیرات کے گواہی دیتے ہیں۔ یہاں وہ ایک شخص جیمل سنگھ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیمل سنگھ کا حال سب پر روشن ہے کہ اس نے ۱۸ صاحبان انگریز کو ایام غدر میں پناہ دی تھی جس سبب سے مئی ۱۸۵۸ء میں جناب گورنر جنرل بہادر نے اوس کو معاف کیا تھا۔ اور گواہوں کی تقصیرات بموجب اشتہار ملکہ معظمہ معاف ہوئے ہیں اور ان کو گواہی دینے سے نہ تو فائدہ ہے نہ نقصان، بلکہ نقصان ہے کیونکہ جو جو بڑے بڑے رئیس مسلمان شہر میں رہتے ہیں اور اس قیدی کے قریب رشتہ دار و ں میں سے ہیں ان سے عداوت رکھیں گے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ بعض باشندگان شہر جو گواہی دیتے ہیں مجھ سے حسد رکھتے ہیں۔ پر کوئی دلیل حسد کی بیان نہیں کی اور نہ ذکر کیا کہ کس گواہ کی نسبت اس وجہ سے اس کو اعتراض ہے۔ پھر وہ لکھواتا ہے کہ بیان گواہان مقدمہ ہذا و گواہان مقدمہ سوبھارام و چراغ علی و فیض علی و کالا خاں جن کی تحقیقات روبرو صاحب سپیشل کمشنر بہادر کے ہوئی تھی باہم مختلف ہے۔ سوبھارام کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ سوبھارام کو اختیار کل تھا جیسا اوس نے چاہا کیا۔ یہ سب سچ مگر سوبھارام مفسدوں سے ۵ دن بعد خان بہادر خاں سے شامل ہوا تھا اور بڑے بڑے گناہ اس قیدی سے اول یا دوم روز شورش کے سرزد ہوئے تھے اور جملہ گواہ اس مقدمہ کے بیان کرتے ہیں کہ سوبھارام میر منشی خان بہادر خاں کا

تھا۔ پس یہ بات ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ ملازم بہ نسبت اپنے آقا کے زیادہ قدرت رکھتا ہو اور اپنے آقا کے گناہوں کا جواب دہ ہو جب کہ وہ گناہ پیشتر ملازمی اس ملازم کے اس سے سرزد ہوئے ہیں۔ چراغ علی کے مقدمہ میں ایک گواہ منجملہ گواہان منظہر جہاگن رائے نے گواہی دی تھی لیکن وہ کسی اور ریاست میں تھی یعنی وہ گواہی قتل صاحبان لارنس میں تھی جس کا الزام خان بہادر خاں کو نہیں دیا گیا اس سے ثابت ہے کہ خان بہادر خاں ایک مقدمہ کی گواہی دوسرے مقدمے سے لگاتا ہے اور ایسے تذکار سامنے لاتا ہے جو اوس کے مقدمہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ یہ حجت منطقی ہے اور میری رائے میں بالکل بے بنیاد —— فرض کیا کہ جہاگن رائے کی گواہی ہم قبول نہیں کرتے، یہ قیدی ۶۰ آدمیوں کی گواہی کیوں کر رد کر سکتا ہے۔ جب ایک شخص کو الزام سنگین دیا جائے اور وہ جرأت انکار کی نہ رکھتا ہو تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ضرور مجرم ہے یعنی اس سے جرم جس کا الزام دیا گیا ہے سرزد ہوا ہے۔ باقی ہفتہ آئندہ۔"

افسوس اس فائل کے ۷ ارمارچ ۱۸۶۰ء کے شمارے کے چار صفحے غائب ہیں جن میں اس مقدمہ کی بقایا بحث تھی۔ یہ صفحے اگر مل جاتے تو بقایا بحث کا بھی پتہ چل جاتا۔ کہ کس قسم کی ہوتی تھی۔

ممو خاں کے مقدمہ کا فیصلہ سنانے کی خبر ۱۱ فروری ۱۸۶۰ء کے اخبار میں چھپی ہے۔

"مقدمہ ممو خاں نمک حرام کا طے ہو کر حکم آخر کے واسطے بخدمت جناب چیف کمشنر بہادر بھیجا گیا ہے۔ غالب ہے کہ جلد حکم مناسب

آوے گا۔ بیگم مفسدہ معہ برجیس قدر ابھی گرفتار ہو کر لکھنؤ میں نہیں آئے۔"
ممو خاں کی باغیانہ حرکتوں کی معلومات بھی جاری ہے جو ۱۰ر فروری ۱۸۶۰ء کے شمارے میں درج ہے۔

"ممو خاں نے امید علی کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ ...... ۲۸ تاریخ کو مسٹر لنکن صاحب بہادر اسسٹنٹ کمشنر لکھنؤ نے روبرو ممو خاں مفسد کے نواب شریف الدولہ کو بلاکر پوچھا کہ ایام غدر میں ممو خاں نے کوئی حکم قتل کسی صاحب انگریز بہادر کا دیا تھا یا نہیں۔ نواب مذکور نے جواب دیا کہ میں نے ممو خاں کو ایسا حکم دیتے کبھی نہیں سنا۔"

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ایک طوائف نے بھی حصہ لیا تھا جس کی گرفتاری کی خبر ۲۵ر فروری ۱۸۶۰ء کے اخبار میں شائع ہوئی ہے۔

"اودھ۔ ہتھیار برابر نکلتے چلے جاتے ہیں اور گڑھیاں مسمار ہوتی ہیں ایک طوائف کے گھر میں سے چار تلوار دو بندوقیں اور ایک برچھی نکلی ہے۔ چنانچہ طوائف مذکور حوالات بھیجی گئی ہے۔ ایسی طوائف کو اگر بیگم باغی کی سہیلی کہیں تو بجا ہے۔"

ممو خاں کو سزا دینے کا راوی ۷ر اپریل ۱۸۶۰ء کا کوہ نور ہے۔

"مقدمہ ممو خاں مفسد جو عاشق بیگم مفسدہ مشہور ہے طے ہو گیا۔ اگرچہ عوام کی رائے یہ تھی کہ وہ مستوجب سزا قصاص ہے مگر حکام نصفت نشان نے از راہ ترحم اس کی نسبت حکم جلاوطنی حین حیات نافذ فرمایا ہے۔"

نواب تفضل حسین خاں والیٔ فرخ آباد کی جلاوطنی کی حقیقت ۱۰ر فروری ۱۸۶۰ء کے اخبار کی زبانی سنئے۔

"خط مورخہ دوم فروری آمدہ عدن سے معلوم ہوا کہ ۲۷ر جنوری کو تفضل حسین خاں باغی نواب فرخ آباد عدن میں پہنچ گیا اور کل کی تاریخ صاحب انگریز بہادر محافظ نواب مذکور نے اس کو شمال کی جانب لے جا کر کنارہ عرب پر آزاد کر دیا اور کہہ دیا کہ اگر کبھی ہندوستان یا کسی ملک ماتحت سرکار انگریزی میں واپس آوے گا تو جان کو خطرہ میں ڈالے گا۔ ایک ہزار روپیہ بھی نواب مذکور کو دیا گیا کہ اپنے اور اپنے دو خدمت گاروں کے خرچ میں لگا دے۔"

خانقاہ بوعلی قلندر پانی پت کے خادموں نے بھی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا تھا جس کی بنا پر خانقاہ کو انگریزوں نے بند کر دیا تھا اور خادموں کے وظیفے موقوف کر دیئے تھے۔ یہ واقعات مختصر طور پر ۲۲ر نومبر ۱۸۵۹ء کے کوہ نور میں درج ہیں۔

"ماہ مئی ۱۸۵۷ء میں جب بمقام دہلی فساد ہوا تو شراکت خادمان درگاہ بوعلی قلندر ساتھ مفسدین کے پائی گئی اور خادمان خانقاہ مذکور نے مسلمانان ساکن شہر کو۔۔۔۔ فساد سے باز نہیں رکھا بلکہ مدد دی اور ان کو خانقاہ میں جمع ہونے دیا۔ اس واسطے صاحب ضلع کے حکم سے خانقاہ بند کی گئی اور وظیفہ مقررہ ملتوی کیا گیا۔ خادمان کا چال چلن جیسا کہ چاہیئے درست نہ رہا۔ شرائط جو واسطے ایسے عطیات کے جیسا کہ بوعلی قلندر کا ہے یعنی پیروی مقصود جس کے واسطے وہ مکان ہے اور چلن خادمان دونو ناتیر ہو گئے۔ اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ اعانت فساد خادمان درگاہ نے کری۔ اور اگر فوج اور کپتان میکنڈ ر صاحب بر وقت نہ پہنچتے اور تدبیر معقول

نہ فرماتے تو فساد ہوجاتا۔"

نواب فرخ آباد کے کوچوان وزیر خاں کو بھی نہیں بخشا گیا۔ اس کی ظالمانہ سزا کا ذکر ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ء کا اخبار کرتا ہے۔

"ایک دوست کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بتاریخ ۸ نومبر سنہ حال یوم سہ شنبہ وقت ۶ بجے صبح کے مسمی وزیر خاں مفسد کوچوان نواب باغی فرخ آباد کو خاص فرخ آباد میں پھانسی ہوگئی اور لاش اس کی جلائی گئی اور راکھ کھیتوں میں ڈلوائی گئی۔"

بندھیل کھنڈ کے انقلابیوں کے سرغنہ رن مست سنگھ کے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے کارنامے اور پھانسی کی خبر ۱۱ اگست ۱۸۶۰ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

"ایک صاحب معتبر اپنے خط مؤرخہ ۲۸ ماہ جولائی میں باندہ سے لکھتے ہیں کہ از روئے تحقیقات عدالت صاحب سپیشل کمشنر مقیم باندہ رن مست سنگھ بگھالہ مفسدہ باشندہ ریوا کی نسبت حکم قصاص ہوا ہے۔ یہ نمک حرام ایام غدر ۱۸۵۷ء میں راجہ پنّا کے پاس نوکر رہا اور ۳ مہینے نوکری کرکے ریاست چرکاری کو چلا گیا جہاں وہ مفسدوں سے شامل ہوکر ۱۸۵۸ء میں اس ریاست پر حملہ آور ہوا اور دیہات کو لوٹنے اور جلانے لگا۔ شروع ۱۸۵۹ء میں سے ایک گروہ صاحبان انگریز متعلقہ سڑک آہنی جبل پور جو مقام مانک پور تھانہ زبٹورن پرگنہ نزدیاں ضلع باندہ میں مقیم تھے حملہ کیا اور صاحبان سامول و اورلس کو قتل کیا اور کیمپ کو لوٹ کر جنگلوں میں روپوش ہوگیا اور بعد اس کے ڈاک سہاگ پور واقع

علاقہ مہاراجہ ریوا میں پناہ لی جہاں میجر اوسبرن صاحب پولیٹیکل
ایجنٹ نے اس کو محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا اور تحقیقات کے واسطے
مارچ گذشتہ میں عدالت صاحب اسپیشل کمشنر میں بھیج دیا۔"

بندھیل کھنڈ کے مجاہدین نے آسانی کے ساتھ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ہتھیار نہیں ڈالے۔ چنانچہ ۸ نومبر ۱۸۵۹ء کے اخبار میں ان مجاہدین کو محاصرے میں لینے کی خبر درج ہے۔

"محاصرہ باغیان۔ بندھیل کھنڈ برگیڈیر ویلر صاحب بہادر ۱۰ ار
تاریخ نگود میں پہنچے اور صاحب موصوف نے فہواں میں خیمہ زن ہوکر
محاصرہ باغیان بداندیشان کا خوب انتظام کر لیا ہے۔ اب کی دفعہ
باغیان بدسرانجام کو گنجائش بھاگ جانے کی نہ ہوگی۔ سردار
باغیان فیروز شاہ و فرزند علی ورنامست سنگھ اور مکھن سنگھ ہیں
مکھن سنگھ شدید بیمار ہے اور مور دریا کین پر بفاصلہ ۳۰ کوس ہیں۔"

۱۵ نومبر ۱۸۵۹ء کے شمارے میں مجاہدین بندھیل کھنڈ کے مقابلہ کرنے اور شہید ہونے کی خبر شائع ہوئی ہے۔ خبر کا عنوان ہے "شکست باغیان۔"

"اخبار سیکرٹ سے معلوم ہوا کہ مسٹر والٹس صاحب بہادر مالک
چند دیہات واقع ملک جبل پور تھے۔ ایام غدر میں انہوں نے
بڑی داد شجاعت دی۔ صاحب کمشنر کی اجازت سے وے باغیوں
سے لڑے اور خوب مردانگی دکھلائی۔ خصوصاً انہوں نے فرزند علی
سرغنہ مفسدین بندھیل کھنڈ و ریوا کو قتل کیا۔ مفصل حال یہ ہے
انہوں نے خبر صحیح دریافت کر کے ضلع پنا میں ۵۶ میل ۲۴ گھنٹوں
میں طے کئے اور بے خبر مفسدین ناعاقبت اندیش پر جا پڑے قریب

"... جہنمیوں کے کام آئے اور سرداران باغی فرزند علی، سکھ پال سنگھ تہہ تیغ بے دریغ ہوئے۔"

بندھیل کھنڈ کے مجاہدین کن کن انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوتے اور ان کی گرفتاری کے لئے کیا کیا انعامات مقرر ہوئے تھے، اس کی تفصیل ۵ مئی ۱۸۶۰ء کا اخبار بیان کرتا ہے:

نمبر	نام مفسد	تعداد انعام گرفتاری	کیفیت
۱	امراؤ سنگھ و ظالم اہیر جمعداران دسپت	۲ ہزار روپیہ ہر ایک کے واسطے	ان دونوں مفسدوں کو ہیتی صاحب بہادر کی کمانڈنٹ ملٹری پولس ہمیر پور نے قتل کیا۔
۲	الیسری سنگھ برادر زادہ دسپت	ایک ہزار روپیہ	اس مفسد کو نفٹنٹ کیڈل صاحب بہادر سابق کمانڈنگ فوج گشتی نمبر ۱ نے گرفتار کیا۔
۳	نبی جو، برادر زادہ دسپت	×	″ ″ ″
۴	فرزند علی سردار مفسدین اجے گڈھ	دو ہزار روپے	اس مفسد نے اپنے تئیں آپ ڈاکٹر کسٹراٹن صاحب بہادر قائم مقام اسسٹنٹ بندھیل کھنڈ کو سپرد کیا۔
۵	لوکپال سنگھ، وہ طفل جس کو مفسدین نے اجے گڈھ کی گدی پر بٹھلانا چاہا تھا	×	اس کو ڈاکٹر کسٹراٹن قائم مقام پولیٹیکل اسسٹنٹ بندھیل کھنڈ نے سرکار میں بھیجا تھا۔
۶	امان سنگھ برادر دسپت	دو سو روپیہ	″ ″
۷	گجراج سنگھ برادر زادہ دسپت	×	″ ″ ″

نواب علی بہادر والئ باندا کے مشیر کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے سلسلہ میں جو سزا دی گئی ہے اس کی خبر ۱۷ر نومبر ۱۸۶۰ء کے پرچے میں چھپی ہے۔

"۱۹ر اکتوبر کو پیشگاہ نظامت عدالت آگرہ سے ولایت حسین خاں مفسد مشیر خاص نواب سابق باندا کے نسبت حکم قید با مشقت ۱۴ سال معہ جلا وطنی دریائے شور نافذ ہو گیا ہے۔ وارنٹ مجرم مذکور کو سنایا گیا ہے اور آجکل میں کلکتہ بھیجا جاوے گا۔"

۱۵ر دسمبر ۱۸۶۰ء کے شمارے میں ولایت حسین صاحب کی سزا کی تخفیف کی خبر درج ہے۔

"ولایت حسین مفسد۔ اخبارات انگریزی سے معلوم ہوا کہ ولایت حسین مفسد دیوان نواب باندا کی نسبت پیشگاہ عدالت صدر آگرہ سے حکم قید چار سال کا صادر ہوا ہے۔"

نواب باندا کے ملازم منشی محمد اسماعیل حسین خاں کی گرفتاری کی اطلاع ۵ار نومبر ۱۸۵۹ء کے اخبار میں شائع ہوئی ہے۔

"فرخ آباد: ایک خط آمد فرخ آباد سے معلوم ہوا کہ سید محمد اسماعیل حسین خاں معروف بہ منشی ملازم نواب باندا بجرم بغاوت کی معرفت کوتوال فرخ آباد گرفتار ہو کر صاحب مجسٹریٹ کی خدمت میں روانہ ہوا اور وہاں سے ۳۱ر اکتوبر کو لسوار ئی بہلی معہ ایک آدمی بحراست سپاہیان سکھ کے روانہ باندا ہوا۔ باندہ میں تحقیقات جرم ہو کر حکم مناسب صادر ہو گا۔"

تلق خاں جن کی گرفتاری پر تین ہزار روپے کا انعام تھا، وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ جس کا راوی ۲۸ر جولائی ۱۸۶۰ء کا اخبار ہے۔

"قلق خاں مفسد : ۱۸ ار راہ رواں سے معلوم ہوا کہ ایک رسالدار میڈ صاحب بہادر نے ایک مفسد قلق خاں نام معروف ٹونڈا کو گرفتار کیا ہے۔ اس مفسد کا ایک بازو نہیں ہے اس لئے ٹونڈا مشہور ہے اور سرکار نے اس کی گرفتاری کے واسطے انعام ۳ ہزار روپے کا مقرر کیا تھا۔"

ریاست کوٹہ کے لوگوں نے بھی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں شمولیت کی تھی جس کی رہنمائی جے دیال، عوض خاں، اور محراب خاں کر رہے تھے۔ جے دیال کی گرفتاری کی خبر ۱۲ را پریل ۱۸۶۰ء کے پرچے میں چھپی ہے۔

"کوٹہ : از روئے تحریر آمد کوٹہ معلوم ہوا کہ ان دنوں میجر بروک صاحب بہادر کی تجسس اور سعی کامل سے جے دیال مفسد جو قتل میجر برٹن صاحب بہادر پولیٹیکل ایجنٹ و دیگر صاحبان میں شریک تھا، گرفتار ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس قاتل بدذات کی گرفتاری کے واسطے سرکار نے اشتہار انعام دس ہزار روپیہ کا دیا تھا۔"

جے دیال صاحب کی پھانسی کی سزا کی خبر ۹ رجون ۱۸۶۰ء کے شمارے میں درج ہے۔

"جے دیال مفسد جو جے پور میں پکڑا گیا تھا چھاؤنی دیولی میں کپتان بیلن صاحب بہادر پالٹیکل اجنٹ کوٹہ کے پاس پہنچ گیا ہے، اور محراب خاں مفسد بھی وہیں موجود ہے۔ عنقریب ان دونوں کی نسبت حکم پھانسیوں کا بمقام کوٹہ صادر ہونے والا ہے۔"

جن لوگوں کے دل میں ملک اور قوم کی سچی محبت ہوتی ہے وہ جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور دار پر بھی حق و صداقت کی آواز بلند کرتے ہیں۔ چنانچہ کوٹہ کے مجاہد عوض خاں نے دار پر بھی انگریز کے خلاف بغاوت کرنے کا اقرار کیا جس کی

تصدیق ۲۵ر اگست ۱۸۶۰ء کا شمارہ کرتا ہے۔

"کوئٹہ۔ ۷ر تاریخ ماہ رواں کو مقام کوئٹہ میں عومن خاں قاتل میجر برٹن صاحب بہادر پولٹیکل اجنٹ کوئٹہ دمحراب خاں سرغنۂ مفسدین نے اس جگہ پر جہاں انہوں کے خونریزیاں کی تھیں پھانسی پائی۔ عومن خاں نے تادم واپسیں اقرار اپنے گناہوں کا کیا ہے۔ جے دیال نمک حرام جو دکیل رزیڈنسی کا تھا پھانسی پانے والا ہے اور اور نمک حرامان بھی سزا رکیفر کردار کو پہنچنے والے ہیں۔"

۲۸ر اپریل ۱۸۶۰ء کا کوہ نور کان پور کے مجاہد جوالا پرشاد کی قصاص کی خبر اپنے خوشامدانہ انداز میں تحریر کرتا ہے۔

"تحریرات آمد کان پور سے معلوم ہوا کہ جوالا پرشاد مفسد کی نسبت بعد تحقیقات کامل حکم قصاص پیشگاہ حکام سے صادر ہوا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر سنگینی جرائم کے جو اس سے سرزد ہوئے اور شرکت جو قتل کان پور میں اس نے کی خیال کی جاوے کہ کیسی بیرحمی اور بزدلی سے نمک حرام مذکور نے اپنے ہاتھ خون عورات بے گناہ اور اطفال معصوم میں آلودہ کئے تو وہ بے شک قابل پھانسی کے ہے۔ ایام مفسدہ کان پور میں تین کس جوالا پرشاد و اعظم اللہ و نانا سرغنہ تھے۔ ان تینوں میں صرف ایک نمک حرام جوالا پرشاد گرفتار ہوا ہے۔ سو اس کو زندہ چھوڑنا انصاف اور عدالت سے بعد ہے۔"

کان پور کے مجاہد جوالا پرشاد کی پھانسی پانے کی خبر ۱۲ر مئی ۱۸۶۰ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

"کان پور۔ ۳ر تاریخ مئی کو جوالا پرشاد باغی اسی مقام پر پھانسی

دیا گیا جہاں اس سے ایام غدر میں افعال زشت خونریزی صاحبانِ انگریز بہادر کے سرزد ہوئے تھے۔ اس نے تادمِ زیست اپنے تقصیرات سے انکار کیا اور جب اس سے وجہ اس کی پوچھی گئی تو اس نے بیان کیا کہ اب سچ بولنے سے کچھ فائدہ نہیں اور نہ تب تھا یعنی ۱۸۵۷ء میں۔"

جودھ پور کے ایک مجاہد ٹھاکر آدا کی گرفتاری کی خبر ۲۲ دسمبر ۱۸۶۰ء کے کوہ نور میں درج ہے۔

"ٹھاکر آدا: خبر ہے کہ ٹھاکر مفسد آدا واقع علاقہ جودھ پور جو پہاڑیوں میوار کو بھاگ گیا تھا، رانا میوار کی سعی سے اسیر پنجہ سیاست سرکاری ہوا ہے۔ یہ ٹھاکر بڑا اشریر ہے ۱۸۵۷ء میں جودھ پور رجمن کے سرکش ہوتے ہی وہ بھی فساد پر آمادہ ہو گیا تھا اور آخر کار بعد پریشانی و سرگردانی پہاڑیوں مذکور میں بھاگ گیا تھا۔"

گوالیار کے ایک محب وطن کی گرفتاری کی اطلاع ۵ مئی ۱۸۶۰ء کے اخبار نے دی ہے۔

"جہاں گیر خاں نامی باغی کو گرفتار کیا۔ یہ نمک حرام قبل مفسدہ کے کنجنٹ گوالیار میں عہدہ معزز رکھتا تھا اور ہنگام شور انگریزی سپاہ کنجنٹ مذکور کے سازش قتل صاحب رزیڈنٹ و دیگر صاحبان انگریز بہادر گوالیار میں شریک تھا۔ ہر چند تلاش کی گئی مگر مفسد مذکور کا پتہ نہیں لگا تھا۔ اب بسعی اور جستجو اسیر پنجۂ سیاست سرکاری ہو گیا چنانچہ تحقیقات کے واسطے گوالیار کو روانہ کیا گیا ہے۔"

اودھ میں انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں جو بغاوت ہوئی تھی اس کو

ختم کرنے کے بعد انگریزی حکام نے ایک رپورٹ شائع کی تھی جس کا خلاصہ یکم دسمبر ۱۸۶۰ء کے اخبار میں چھپا ہے۔

" اکثر سرداران مفسد مثل ممو خاں و خان بہادر خاں بریلی والا اور جوالا پرشاد کان پور والا کو شجاعان انگریز نے اسیر کر لیا۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ نمک حرامان بالا راؤ و نانا بخار میں مبتلا ہو کر دنیا سے رحلت کر گئے اور عظیم اللہ قاتل بھی اسی بیماری سے مر گیا۔ منجملہ تعلقہ داران مفسد اودھ جو بروقت بحالی انتظام سرکار انگریزی پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے اور جنہوں نے باوجود فہمائش اور معافی تقصیرات کے اطاعت سرکار قاہرہ انگریزی قبول نہیں کی۔ راجگان گونڈا و بوندی بھی بمرض بخار جہان ناپائیدار سے گذر گئے اور صرف تعلقہ دار چردا زندہ ہے جو اب بھی شمالی قطار پہاڑوں میں آوارہ اور سرگرداں ہے اور وہاں اس کے کوئی رشتہ دار بھی ہیں۔ رہا مفسدہ بیشتر یکم جنوری ۱۸۶۰ء فرو ہو گیا اور بعد غور اور خوض کامل جملہ حالات کے جناب صاحب چیف کمشنر بہادر اودھ قیاس فرماتے ہیں کہ جب ۱۸۵۹ء میں جناب صاحب کمانڈر انچیف بہادر نے مفسدین کو پہاڑیوں میں بھگا دیا تھا تو تعداد مفسدین مفرورین کی کم خیال کی گئی تھی۔ خیال کرنا چاہیے کہ بہت سے سرداران باغی اور ہزار ہا سپاہی وبا مہلک سے ضائع ہوئے ہزار ہا تلنگے جو مطیع سرکار ہوئے یا جن کو سپاہیان جلادت نشان انگریزی نے گرفتار کر لیا تھا نہایت خراب اور خستہ حال تھے۔ ان کی صورت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آب و ہوا پہاڑوں کی ان کو نہایت

ناموافق ہوئی ہے۔ ہزارہا ان میں سے بہادران انگریزی کے ہاتھ سے مارے گئے اور صدہا روپوش ہو گئے اور قریب دو ہزار کو سپاہیان گورکھو نے اسیر کر کے حوالہ سرکار انگریزی کیا۔ ان باتوں پہ لحاظ کر کے صاحب چیف کمشنر بہادر رائے دیتے ہیں کہ قریب ۲۵ ہزار سپاہی ہمراہ بیگم مفسدہ اور دیگر مفسدان کے پہاڑوں میں داخل ہوئے تھے۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر کی کس کس اولاد نے حصہ لیا تھا، اس کی تفصیل ۱۴ مئی ۱۸۶۰ء کا اخبار بیان کرتا ہے۔

"شاہ دہلی: فہرست مندرجہ ذیل نہایت معتبر اور صحیح ہے اس لئے تفنن طبع شائقین کے واسطے درج ذیل ہے۔ شروع مفسدہ دہلی میں ابوظفر بہادر شاہ شاہ دہلی کے گیارہ بیٹے حسب تفصیل ذیل تھے:

(۱) مرزا خوش، جس نے کمان باغی نصیر آباد کی لی (۲) مرزا عبداللہ (۳) مرزا مغل یا مرزا ظہیرالدین کمانڈر انچیف فوج باغی، مارا گیا۔ (۴) مرزا مندو یا مرزا سراب ہندی کرنیل رجمنٹ ۱۱ پیادگان ہندوستانی پلٹن رسیت کی مقیم دروازہ اجمیری۔ (۵) ابونصر (۶) مرزا خضر سلطان جس کو کام تحصیل روپیہ کا سپرد تھا، مارا گیا (۷) مرزا بختاور شاہ کرنیل رجمنٹ ۷۴ پیادگان ہندوستانی یعنی پلٹن سکندری مقیم دروازہ دہلی (۸) مرزا محمدی (۹) مرزا جواں بخت جس کی ماں کا نام زینت محل بیگم خاص ہے۔ اس کی تنخواہ ۲ ہزار ماہوار تھی اور اس کے بھائیوں کو صرف سو سو روپیہ ماہوار بادشاہ سے ملتا تھا۔ (۱۰) مرزا کوچک (۱۱) مرزا شاہ بابر۔

شاہزادگان مندرجہ ذیل بادشاہ کے پوتے ہیں اور اکثر مفسدہ میں شریک تھے۔

(۱) مرزا عبداللہ کرنیل رجمنٹ و پیادگان ہندوستانی یعنی پلٹن جلیسر (۲) مرزا محمد اصغر بیٹا مرزا عبداللہ کا (۳) مرزا ابو بیٹا دارا بخت کا (۴) مرزا ولہ بیٹا دارا بخت کا (۵) مرزا ابوبکر بیٹا فخرو کمانیر رسالہ سوم۔ مارا گیا۔

مجاہدین کو سزا دینے کے ساتھ ملک کے غداروں کو انگریزی حکومت نواز رہی تھی ریکم ستمبر ۱۸۶۰ء کا اخبار بتاتا ہے کہ مرزا الٰہی بخش کو ملک کی غداری کے صلہ میں ایک لاکھ روپیہ دیا گیا۔

"دہلی، خطوط آمدہ سے واضح ہوا کہ ان دنوں سرکار انگریزی نے مرزا الٰہی بخش کو کہ اس نے گرفتاری شاہ دہلی میں مدد دی تھی ایک لاکھ روپیہ مرحمت کیا ہے اور کچھ تنخواہ ماہواری مقرر کی ہے۔ مرزا مذکور خسر مرزا فخر الدین ولی عہد کا ہے جو کچھ مہینے پیشتر مفسدہ کے راہی عالم بقا ہوا تھا"

انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرتے ہی ہندوستان کی بیش بہا چیزیں اپنے ملک انگلینڈ بھیجنی شروع کر دی تھیں۔ ۷ر جولائی ۱۸۶۰ء کا اخبار راوی ہے کہ تخت بلوریں جو لال قلعہ میں تھا، اس کو انگریزی حکومت نے انگلستان روانہ کر دیا تھا۔

"تخت شاہ دہلی، دہلی گزٹ میں لکھا ہے کہ تخت بلوریں شاہ دہلی جو بعد تخت طاؤس کے بنا تھا، ایک خاص گاڑی پر جو اس کام کے واسطے تیار ہوئی تھی، بنارس تک تو بڑی مشکل سے پہنچ گیا، مگر

وہاں پہنچکر وہ گاڑی ٹوٹ گئی۔ اس واسطے تجویز ہے کہ بذریعہ
اگن بوٹ سرکاری اس کو کلکتہ تک پہنچا دیں۔ دیکھئے شان الٰہی کو
کہ وہ تخت تو جس کا یہ قائم مقام ہوا تھا پچھم کو گیا تھا اور یہ یورپ
کو چلا اور جو تخت نشین تھے ان کو تختہ چوبیں نصیب ہوا۔"

انگریزوں نے جامع مسجد دہلی پر قبضہ کرنے کی جو دلیل دی تھی وہ بھی ۲۲
جون ۱۸۶۰ء کے اخبار میں پڑھ لیجئے۔

"دہلی۔ ایک صاحب اپنے خط مورخہ ۱۲ جون میں لکھتے ہیں کہ پہلے
یہ تجویز تھی کہ جامع مسجد بدستور مسلمانوں کو دی جاوے مگر جناب
سر رابرٹ مانٹ گمری صاحب لفٹنٹ گورنر پنجاب نے فیصلہ کیا
ہے کہ جامع مسجد ملکیت شاہ دہلی کی تھی اور مثل اسباب شاہ دہلی
کے سرکار نے اس کو ضبط کیا تھا پس وہ سرکاری کی ملکیت ہے اور
مسلمانوں کو واپس نہ ملنی چاہئے۔ سوائے اس مسجد کے اور مساجد مسلمانوں
کو واپس دی گئی ہیں۔ جامع مسجد میں اسباب جنگی رہا کرے گا۔"

دہلی کی جامع مسجد کو انگریز مسلمانوں کے قبضہ میں دینا نہیں چاہتا تھا، اور
اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈال رہا تھا۔ جامع مسجد میں تبرکات عرصہ سے رکھے
ہوئے تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد یہ تبرکات جامع مسجد سے
ہٹائے گئے تھے۔ انگریزوں نے جامع مسجد کے قبضہ دینے میں یہ رکاوٹ ڈالی کہ
مسلمانوں کا ایک طبقہ جامع مسجد میں تبرکات رکھنے کے حق میں نہیں ہے۔ اس معاملہ
میں فتویٰ بازی بھی ہوئی۔ چنانچہ اس کی تفصیل ۹ ستمبر ۱۸۶۰ء کے شمارے میں
درج ہے۔

"جامع مسجد دہلی کی نسبت سابق حکم واگذار ہو گیا تھا مگر بسبب

نزع باہم فرقہ وہابی و فریق ثانی اہل اسلام کے بیدخلی رہ کر حضور
نواب لفٹننٹ گورنر سے حکم ضبطی بدستور سابق نافذ ہوا تھا، اب
پیش گاہ نواب مستطاب گورنر جنرل نے پھر حکم واگذاشت اس کا نافذ
ہوا ہے اور قبل از دخل مسلمان دہلی کو حکم ہوا ہے کہ اول تم آپس کا
نزاع رفع کر کے فہرست ان رئیسوں کی پیش کرو جو حامی ہر نوع انتظام
مسجد مذکور کے ہوں گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایک فتوی علمایان دین
کا مرتب کر کے مع تفصیل ان عقائد کے پیش کیا ہے جو قبل از غدر
منعقد تھے اور جواب قائم رہیں گے۔ نقل اس فتویٰ اور عقائد کی سیر
ناظرین اخبار کے واسطے درج ذیل کی جاتی ہے۔ سنا ہے کہ یہ فتویٰ
اور نیز عقائد بذریعہ چٹھی انگریزی ضلع سے بحضور صاحب کمشنر بہادر
بھیجی گئی ہیں، اور بانتظار حکم صاحب کمشنر بہادر دخل مسجد کا ابھی
ملتوی ہے اور ابھی اس میں صاحبانِ فوج ہی دخیل ہیں۔

نقل فتوی علمایان دین شہر دہلی دربار جامع مسجد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمایان دین اس صورت میں کہ جامع مسجد
مسلمانوں کی ہاتھ سے چھن گئی تھی، اب حاکمان وقت نے کہ کسی کے
دین اور مذہب سے ان کو مزاحمت اور تعرض نہیں اور نہ پہلے تھا
اور نماز و اذان اور اقامت جمع و اعیاد و دیگر شعایر اہل اسلام علی الاعلان
ان کے عہد میں بخوبی جاری تھے اور جاری ہیں از راہ تصفت و عدالت
کے حکم دیا کہ اہل اسلام بدستور سابق جامع مسجد میں نماز پڑھا کریں
مگر بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ تبرکات منسوبہ حضرت سید کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سابق اس میں رکھے جاویں اور صورت

درگاہ کی قرار پاوے اور اکثر اہل اسلام مانع اس امر کے ہیں اور حکام کی طرف سے تاکید ہے کہ آپس میں سب مسلمان اتفاق کر کہ مسجد اپنے تصرف میں لاویں ورنہ مسجد نہ ملے گی۔ پس یہ عذر تبرکات کے رکھنے کا جو جانب بیٹھنے اسلام سے ہے حال میں اور اس وقت میں ٹھیک ہے یا نہیں۔

جواب: یہ عذر ٹھیک نہیں اور خلاف مصلحت وقت ہے۔ اول تبرکات با سناد صحیحہ کہاں بلکہ بیشتر وضعی ہیں اور وہ وضع بھی اب نہیں رہی، وضع ثانی ہے۔ دوسرے یہ کہ مسجد واسطے فرائض اور مکتوبات کے ہے نہ واسطے زیارت تبرکات کے۔ گو یہ اسناد ضعیفہ ثابت ہی ہو جاویں بلکہ اکابر اہل اسلام سنن و نوافل بھی مسجد میں ادا نہ کرتے تھے، اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔ تیسرے یہ کہ اس وقت میں ایسی تکرار باہم نہ چاہیے بلکہ تمام اہل قبلہ کو چاہیے کہ آپس میں اتفاق کریں اور متفق علیہ کو اختیار کریں مختلف فیہ کو چھوڑ دیں۔ چوتھے یہ کہ ایک امر زاید کی تکرار سے مقصود اصلی و مہتم بالشان یعنی صلواۃ اور امامت و جماعت کو چھوڑ دینا خلاف دینداری ہے اور موجب فساد کہ اس نزاع و تکرار مذہبی میں مسجد پھر مسلمانوں کو نہ ملے گی اور ہمیشہ کفِ افسوس ملتے رہیں گے۔

العبد	العبد	العبد
مفتی محمد صدرالدین سابق صدر الصدور	مولوی محمد قطب الدین	محمد نقی خان
العبد	العبد	العبد
سید محبوب علی جعفری	فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد	سید محمد نذیر حسین

العبد العبد العبد العبد
محمد عبدالقادر محمد رحمت اللہ محمد یوسف محمد اسماعیل

تفصیل ان صاحبوں کی جو اہتمام مسجد کے واسطے رضامند ہوئے جن کی طرف سے درخواست گذاشت کی ہے۔

(۱) صاحب عالم مرزا الٰہی بخش صاحب، شاہزادہ خیرخواہ (۲) مولوی محمد صدرالدین صاحب، (۳) سید محی الدین خاں بہادر (۴) مرزا اسفندیار بیگ صاحب (۵) سید احمد علی صاحب امام مسجد جامع (۶) حافظ داؤد خاں صاحب (۷) حاجی قطب الدین صاحب (۸) ممو بخش صاحب سوداگر (۹) شیخ برکت اللہ صاحب (۱۰) منشی تراب علی صاحب۔

تفصیل عقائد و دستور جامع مسجد کا زبانی۔ سید احمد علی صاحب امام مسجد تا تاریخ قرقی۔

دفعہ ۱۔ مسجد میں اذان نماز خطبہ ہوتا تھا، بعد نماز جمعہ کے کوئی کوئی مولوی ہمیشہ واسطے ثواب کے بیان کرتے تھے۔

دفعہ ۲۔ حجروں میں حافظ جو لڑکوں کو کلام اللہ پڑھاتے رہتے تھے اور بعض درویش متوکل بھی رہتے تھے۔

دفعہ ۳۔ رات کو ایک پہر دو گھڑی بجے جامع مسجد کی سمہال ہوتی تھی غیر آدمی سوائے معمولی رہنے والوں کے نہ رہنے پاوے تھا۔ اجنبی کو باہر کر دیتے تھے۔ الا ماہ رمضان میں میں اکثر اور لوگ معتقد بھی رات کو رہتے تھے، واسطے اعتکاف اور ختم کلام اللہ کے۔

دفعہ ۴۔ ایک پہر رہے پر دو گھڑی رات گئے کیواڑ بند ہوتے تھے اور

چار گھڑی رات رہے کھلتے تھے۔

دفعہ ۵۔ آثار شریف میں پانچوں وقت بعد نماز کے صلوٰۃ پڑھی جاتی تھی اور پنجشنبہ کو ختم ہوتا تھا اور مدح خوانی اور کچھ شیرینی تقسیم ہوتی تھی اور جمعہ کو بعد نماز کے صلوٰۃ پڑھ کر بعضے تبرکات کی زیارت ہوتی تھی اور محرم و ربیع الاول اور جمعہ وداع کو زیارت تبرکات کی ہوتی تھی۔

دفعہ ۶۔ جو نذر و نیاز مسجد میں چڑھتی تھی اس میں خادمان آثار شریف شریک نہیں تھے اور جو آثار شریف میں چڑھتی تھی اس میں خادمان مسجد شریک نہ تھے۔

دفعہ ۷۔ جو راجہ یا نواب آیا چاہتے تھے تو قلعہ دار صاحب کا حکم پہلے آتا تھا۔

دفعہ ۸۔ جو صاحبان انگریز بہادر مسجد میں آتے تھے جن کے موزے صاف ہوتے وہ مع موزہ چلے جاتے تھے۔ جن کے موزے ناپاک ہوتے تھے وہ اتار کر آتے تھے۔

دفعہ ۹۔ گوروں کی آنے کی ممانعت تھی۔

دفعہ ۱۰۔ آثار شریف میں جالیوں کے اندر حکام یا انگریز موزہ پہنے نہیں جاتے تھے جن کو جانا منظور ہوتا تھا موزہ اتار کر جاتے تھے۔

دفعہ ۱۱۔ جو صاحب واسطے سیر مینار کے آتے تھے پہلے صاحب قلعہ دار اس کا حکم بھجواتے تھے اور دروغہ مسجد ساتھ ہو کر سیر کراتا تھا۔

دفعہ ۱۲۔ ہندو مسجد میں نہیں جاتے تھے۔

دفعہ ۱۳۔ جس صاحب کی خوشی ہوتی تھی خادمان مسجد کو انعام دیتے تھے۔

دفعہ ۱۴۔ نواب گورنر جنرل جب تشریف لاتے تھے پانچسو روپیہ انعام

دیتے تھے اس میں خادمانِ آثار شریف اور درویشان وطالب علمان ساکن مسجد کو شرکت تھی۔

دفعہ ۱۵۔ سو روپیہ سالیانہ سرکار سے آثار شریف کی نیاز مقرر تھی۔

دفعہ ۱۶۔ آمدنی تہ بازاری وکرایہ دکاکین تقریباً تین سو روپے سے زیادہ تھی اس میں خرچ ہوتا تھا۔

دفعہ ۱۷۔ دو گھڑیال اور ایک نقارہ رہتا تھا۔

تفصیل ان عقائد کی جو حال کے واسطے درخواست میں پیش ہوئے۔

دفعہ ۱۔ تین پہرہ تینوں دروازہ جامع مسجد پر سرکار کی طرف سے معین ہوں اور ان کو ہدایت ہو کہ بموجب ہدایت مہتمان کے کاربند رہیں۔

دفعہ ۲۔ تھانہ دار اس علاقہ کو معاونت مہتمان کا حکم دیا جاوے۔

دفعہ ۳۔ محکمہ محتشمہ کمشنری سے تینوں دروازہ پر دستور العمل انگریزی بموجب عقائد سابق لگایا جائے۔

دفعہ ۴۔ بموجب دستور کے مرمت شکست ریخت مسجد کی سرکار سے ہوا کیے۔

دفعہ ۵۔ مسجد میں سوائے خدام اور معلم اور کوئی اجنبی نہیں رہنے پاوے گا۔

دفعہ ۶۔ لوگ نماز و وظیفہ ختم پڑھ کر چلے جایا کریں گے۔

دفعہ ۷۔ تہ بازاری وکرایہ دکاکین متعلقہ مسجد متعلق ہو جاویں۔

دفعہ ۸۔ گھڑیال اور نقارہ رکھنے کی اجازت ہو۔

دفعہ ۹۔ اگر کوئی مسجد میں دنگہ کرے گا یا ارادہ یا مشورہ دنگہ فساد کا کرے گا اس کا بندوبست کریں گے اگر ہم سے بندوبست اس کا نہ ہو سکا تو سرکار میں اطلاع کریں گے۔

دفعہ ۱۰۔ جو اخراجات ماہواری اور مرمت قلیل ہو گی اس کا بندوبست ہم

مہتمان کے ذمہ ہوگا کہ باعانت دیگر مسلمانان کے بندوبست کیا کریں گے"۔
دہلی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ انگریز دہلی والوں سے انتہائی جلا ہوا تھا۔ چنانچہ دہلی کے علاقوں کو دوسرے صوبوں میں ملا کر دہلی کے لوگوں سے اس نے انتقام لیا۔ دہلی کی تقسیم کی خبر ۱۲ر اکتوبر ۱۸۶۰ء کے پرچے میں چھپی ہے۔

"اشتہار: جناب لفٹنٹ گورنر بہادر اشتہار فرماتے ہیں کہ مواضع اجی پور اور ایٹہ اور رولاس پور اور بیلہ جو پرگنہ بلب گڈھ میں دریائے جمن کے کنارے چپ پر واقع ہیں، ضلع دہلی سے علیحدہ ہوکر ۱۹ر جولائی گذشتہ سے ضلع بلند شہر سے متعلق اور پرگنہ کور اور تحصیل سکندرآباد واقع ضلع مذکور میں شامل کئے گئے"۔

اخبار سفیر کرناٹک کے جاری ہونے کا اشتہار ۲۹ر نومبر ۱۸۵۸ء کے اخبار میں شائع ہوا ہے۔

"مژدہ ہو شائقین اخبار کو خوشخبری ہما ہل انتظار کو کہ ماہ جون ۱۸۵۷ء میں سفیر مدراس نام اسی مطبع سے جاری ہونے والا تھا چنانچہ پرچہ اشتہار اس کا شائع ہو چکا تھا مگر جاری کرنے کا سامان نہ ہو سکا اس لئے ملتوی کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ جلشانہ کا شکر ہے کہ آجکل حکام والا مقام کی کمال توجہ جانب علم و ہنر ہے اس لئے چرچا علم کا اکثر ہے۔ نظر بریں اس اخبار کو بنام سفیر کرناٹک جاری کرنا مناسب اور مستحسن سمجھا چنانچہ یہ اشتہار لکھ دیا کہ ہفتہ میں ہر جمعہ کے روز بارہ صفحہ کا کاغذ گوا یندر پر چھاپا جائے گا۔ اکثر اس میں اچھی اچھی خبریں اور ضروری احکام سرکاری و خلاصہ فورٹ سینٹ جارج گزیٹ

کے سوائے علوم متنوعہ و تاریخ، دل چسپ لطیفے و حکایت و ذکر شعر و اشعار موقع بموقع درج ہوتا جائے گا۔ چونکہ یہ اخبار سب کی نظر سے گذرا منظور ہے اس لئے اس کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے ۔۔۔۔ ماہوار دس آنے اور پیشگی بسال تمام چھ روپے اور بعد سال تمام بارہ روپے (چندہ سالانہ) بنام خاکپائے عالمیان سید محمد عبدالرحمٰن مہتمم مطبع رحمانی صبح صادق مدراس کے بھیجے۔"

دہلی والے کبھی غافل نہیں رہے جب انہوں نے موقع و محل دیکھا غلامی کے خلاف آوازا ٹھانے اور مظاہرے کرنے کی ٹھانی ۱۸۷۶ء کی بات ہے شہزادہ ویلز دہلی میں آئے۔ جب جامع مسجد کی سیر کو گئے" تو اس کو متنبہ کیا گیا کہ دہلی والے سوئے ہوئے یا مردہ نہیں ہیں۔ ۲۶ جنوری ۱۸۷۶ء کا کوہ نور اسی تنبیہہ کا ذکر کرتا ہے۔

"۲۶ جنوری۔ جس وقت شاہزادہ صاحب دہلی کی جامع مسجد میں سیر کو گئے تھے۔ مسجد مذکور کی ڈیوڑھی کے ایک گوشہ میں ایک پستول پانچ نال کا پانچ گولیوں سے بھرا ہوا پڑا ملا تھا جس کا مالک اب تک کوئی نہیں ملا۔ اس سانحہ کو معلوم کرکے غالباً ہر شخص کو دہلی کی نسبت یہ خیال گذرے گا کہ اس شہر میں پھر جو نحوست کا ستارہ ایک مدت سے آیا ہوا ہے ابھی بدستور جاری ہے۔ اس واسطے کہ ایسے نیک وقت میں ایسی بدحرکت ظاہر ہوئی تو اسی شہر میں ظاہر ہوئی اور وہ بھی جامع مسجد میں۔"

۷ نومبر ۱۸۵۰ء کی اشاعت میں کوہ نور کی تعریف میں میر انور حسین ہما نطیب اللسان میں اوستا ریخ اخبار تحریر کرتے ہیں۔

ہو گیا جب سے مرتب کوہ نور — مطلع الانوار یہ لاہور ہے
چار دانگ ہند اور پنجاب میں — صادق الاخبار یہ مشہور ہے
یوسف معنی رنگیں اے عزیز — پردۂ الفاظ میں مستور ہے
سطر اس کی رشک ابروئے پری — نقطہ اس کا خالِ روئے حور ہے
اس کے اخبار و عبارات صحیح — اہل دانش کو سدا منظور ہے
مہتمم اس کا وہ ہر سکھ رائے ہے — جو کہ عند الناس بس مشہور ہے
مصرع تاریخ اس کا اے ہما — گر تجھے لکھنا ایسا منظور ہے

یوں سر ہمت سے بے شک کر رقم
مطلع الاخبار کوہ نور ہے

۱۸۵۴ء

حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ اخبار اپنے زمانے کے اخباروں میں مقبول اور کثیر الاشاعت تھا۔ دتا سی لکھتا ہے :

"۱۸۵۶ء میں اخباروں اور رسالوں میں سب سے زیادہ مقبول اور کثیر الاشاعت اخبار لاہور کا کوہ نور تھا۔ لیکن اس کے خریداروں کی تعداد ۳۴۹ سے زیادہ نہیں تھی۔"

معاصر کسی کو بخشتے نہیں ہیں ان کو عیب اور برائی نکالنے سے بھی نہیں تو ملتا۔ اخبار انجمن پنجاب لاہور ۱۱ فروری ۱۸۷۶ء کے پرچے کے آخر اخیر پر تنقید فرماتے ہیں۔

"کوہ نور کو زبان پر غلطیوں کی کبھی پرواہ نہیں رہی اور اب تو غلط نویسی کا یہ حال ہے کہ جو طالب علم اس کو پڑھے گا اردو بھول جائے گا۔ قطع نظر اس کے اخبار کے نامہ نگاروں کا دائرہ وسیع ہے

اور اسی وجہ سے خبروں کا انتخاب بہت اچھا ہوتا ہے۔ اخبار کے مالک منشی ہر سکھ رائے کو اپنے کام کا بڑا تجربہ ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین نہایت کارآمد ہوتے ہیں، طرز بیان کی بات دوسری ہے۔"

نصرت الاخبار دہلی کا بھی تنقیدی طرز ملاحظہ ہو۔ یکم اگست ۱۸۷۶ء کے اخبار میں لکھتے ہیں۔

"کوہ نور اسم با مسمی ہے جو اس کا وصف لکھے بجا ہے۔ کیا معنی اگر نظر میں نور نہ ہو تو دیدۂ بے نور کہلائے اور آفتاب نور جہاں تابی سے رہ جائے۔ اس میں مضامین اور خبریں دونوں معقول ہوتی ہیں حق تعالیٰ رونق بخشے آخر پراناکوہ نور ہے جس کا معدن لاہور ہے۔"

کوہ نور: ۱۸۵۰ء میں حوالے کے طور پر یہ نام آئے ہیں۔

(۱) اخبار ہرکارہ کلکتہ (۲) مراۃ الاخبار کلکتہ (۳) مراۃ الخیال کلکتہ (۴) انجمن آرا کلکتہ (۵) مجمع الاخبار بمبئی (۶) دہلی اردو اخبار دہلی (۷) قران السعدین دہلی (۸) عمدۃ الاخبار دہلی (۹) دہلی گزٹ دہلی (۱۰) اخبار الحقائق آگرہ (۱۱) زبدۃ الاخبار آگرہ (۱۲) باغ و بہار بنارس (۱۳) بنارس گزٹ بنارس (۱۴) جام جہاں نما میرٹھ (۱۵) عمدۃ الاخبار بریلی (۱۶) ریاض الاخبار سیالکوٹ (۱۷) دریائے نور لاہور (۱۸) شملہ اخبار شملہ۔

۱۸۵۵ء کے پرچوں میں ان اخباروں کا بھی ذکر ملتا ہے، اور ان پرچوں کے مہتمم کی پریس لائن یہ ہے۔

"مطبع کوہ نور لاہور میں منشی غلام محمد پرنٹر کے اہتمام سے چھپا۔"

(۱) ریاض نور ملتان (۲) شعاع الشمس ملتان (۳) لاہور گزٹ (۴) مطلع الانوار گجرات (۵) مرتضائی پشاور (۶) قادری گورداسپور۔

کوہ نور کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بلالحاظ مذہب و ملت ہندو، مسلمان عیسائی ایڈیٹروں کے ہاتھوں میں رہا ہے۔ مولانا نادر علی شاہ سیفی، تاج الدین، منشی نولکشور، مرزا موحد، منشی نثار علی شہرت، منشی لال سنگھ، مولوی سیف الحق ادیب، مولوی عبداللہ، مولوی محمد دین فوق اور منشی محرم علی چشتی اس کی ادارت کی ذمہ داریاں سنبھال چکے ہیں۔

منشی ہر سکھ رائے، مولوی نادر علی شاہ سیفی، منشی نثار علی اور مولوی سیف الحق ادیب دہلوی کے حالات زندگی ملاحظہ ہوں۔ بقایا حضرات کے حالات ان کے اپنے اخبارات کے تحت درج کئے جائیں گے۔

منشی ہر سکھ رائے: منشی صاحب ذات کے بھٹ نگری (بھٹناگر) کایستھ تھے، جو سکندر آباد ضلع بلند شہر کے باشندے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ خواجہ دیپ چند تھے، جو فیروز آباد میں رہتے تھے۔ جب ان کو سکندر لودی کے عہد میں سکندر آباد کی قانون گوئی ملی اور سکندر آباد کے سواد میں جاگیر عطا ہوئی تو انہوں نے اس وقت سے سکندر آباد میں ہی سکونت اختیار کر لی اور اسی وقت سے قانون گوئی کا عہدہ اسی خاندان میں برابر چلا آتا رہا۔ دیپ چند کی نویں پشت میں بلند رائے مشہور نامور ہستی ہوئیں۔ [1]

منشی صاحب جوان العمر بلند شہر چھوڑ کر لاہور چلے آئے اور اخبار کوہ نور جاری کیا۔ اسی زمانہ میں جب کہ اخبار نکال رہے تھے ان پر ایک مقدمہ چلا جس میں ان کو تین سال کی سزا ہوئی۔ یہ واقعہ قبل ۱۸۵۷ء کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خورشید پنجاب لاہور کے ایک پرچے مورخہ جنوری ۱۸۵۷ء میں انہوں نے

---

[1] تاریخ بلند شہر ص ۲۵۶

غالباً اپنی اسی پریشانی و مصیبت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
منشی صاحب لاہور میں اتنے مقبول ہو گئے تھے کہ وہاں پر میونسپل کمشنر بنائے گئے اور ان کا شمار شہر کے معززین میں تھا۔ [1]
کوہ نور مجموعی اعتبار سے سرکاری خوشامدی پرچہ تھا۔ انگریزی حاکموں حتیٰ کہ تھانیداروں تک کی تعریفیں اور حمایت کرتا تھا۔ لیکن انہیں معلوم جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے سلسلہ میں یا کسی اور وجہ سے منشی ہرسکھ رائے ۱۸۵۷ء میں جیل میں بند کر دیے گئے۔ ان کی رہائی کی خبر ۱۹ ذالحجہ ۱۲۷۳ھ کے صادق الاخبار دہلی میں چھپی ہے۔
"لاہور: فرنگیوں نے لاہور میں یہ نیا ڈھکوسلا واسطے تحصیل زر کے نکالا ہے کہ جس قیدی کی مہینہ بھر کی قید ہے وہ پانچ روپے دیکر رہائی پائے۔ اسی حساب سے برسوں کے قیدی چھوٹے جاتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ اسی اثنا میں منشی ہرسکھ رائے مہتمم کوہ نور جو قید ہو گئے تھے دو سو روپے دیکر رہا ہوئے۔ پھر ہجو بلیغ انگریزوں کی خوب اچھالی۔"
مہاراجہ کشمیر منشی صاحب کی بہت عزت اور آؤ بھگت کرتا تھا۔ جب یہ ریاست کشمیر میں جاتے تو سرحد پر مہاراجہ کا ہاتھی انہیں لینے آیا کرتا تھا، اور منشی صاحب بڑی شان و شوکت کے ساتھ بطور شاہی مہمان قیام کرتے تھے، رخصت کے وقت مہاراجہ کی طرف سے ان کو گیارہ سو روپے رخصتانہ کا ملا کرتا تھا۔ منشی صاحب نے کوہ نور کے علاوہ خورشید پنجاب بھی لاہور سے نکالا تھا۔

---

[1] شجرہ منشی محمد عظیم۔

تعلیم کے پھیلانے میں منشی ہرسکھ رائے نے اپنے اخبار کے ذریعہ بہت کچھ کیا۔ پنجاب کی حکومت بھی ان کے اخبار میں مدرسوں کا بجوں کی کارگذاریاں شائع کراتی تھی۔ چنانچہ گورنمنٹ کالج لاہور کے بارے میں لاہور کے ڈپٹی کمشنر نے منشی ہرسکھ رائے سے ایک محفل میں گفتگو کی "ڈپٹی کمشنر) اکثر رئیسوں سے ذکر خیر مدرسہ سرکاری اور تعلیم ان کے صاحبزادگان کا دریافت فرماتے رہے اور جناب صاحب کمشنر بہادر نے بکمال مہربانی منشی ہرسکھ رائے صاحب مہتمم کوہ نور سے واسطے تحریر تذکار دلچسپی ترقی و تزئین مدرسہ سرکاری کے ارشاد کیا تاروسا دور نزدیک کو حالات نیک ترقی مدرسہ سے اطلاع ہوتی رہے اور تحریک ان کی مرضی کے واسطے بھیجنے ان کے صاحبزادوں کے مدرسہ میں ظہور میں آوے۔(۴۰۰)"

منشی ہرسکھ رائے کا انتقال ۲ستمبر ۱۸۹۰ء میں ہوا۔ ان کے انتقال کی خبر شحنۂ ہند میرٹھ مورخہ ۱۶ستمبر ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی

"منشی صاحب موصوف نے تقریباً نوے برس کی عمر میں انتقال کیا۔ وہ ایسے پریس اور اخبار کے بانی تھے کہ اس سے پہلے ہندوستان میں دیسی پریس اور اخبار نہ تھا۔ انہوں نے اس کے ذریعہ لاکھوں روپیہ پیدا کئے۔ منشی صاحب اخلاق و اوصاف پروپرائٹری میں بے نظیر تھے۔ بڑے مدبر و منتظم تھے۔ آج کے روز بعض وہ لوگ جو کارخانہ وارین گئے ہیں منشی صاحب کے نمک خوار رہ چکے ہیں بعض کاپی نویسوں نے بعض پرنٹروں نے اور بعض ایڈیٹروں نے کوہ نور سے نکل کر اور پریس جاری کیا۔ ان لوگوں کے لئے کوہ نور

۴۰۰ کوہ نور لاہور ۲۶ مارچ ۱۸۶۰ء

گویا یونیورسٹی تھا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کے فرزند لالہ جگت نرائن بھی اپنے مورث اعلیٰ کے ہم صفات ہوں گے اور وہ انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔"

سید نادر علی سیفی : پہلے آپ ضلع اسکول ہوشیار پور میں مدرس رہے۔ کوہ نور کے بعد آپ کا پٹیالہ اخبار سے تعلق ہو گیا۔ پنجاب کی ابتدائی اخبار نویسی کے زمانہ میں مشہور اہلِ قلم اور کامیاب مضمون نگار تھے۔ عربی فارسی خوب جانتے تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ تین شعر آپ کے دستیاب ہو سکے۔ حسب ذیل ہیں۔ [1]

اثر تو اتنا ہو تیری نگاہ مست میں شوخ
کہ میرے اشک سے ہو آہ آتشیں پیدا

ازل سے صاحبِ اقبال ہوں میں اے سیفیؔ
ہزار چیں ہیں بفیضِ خط جبیں پیدا

مستیٔ شوق میں ہر سرو کو جانا ساقی
سایۂ ابر میں ہر پھول کو مینا سمجھے

مولوی سیف الحق ادیب : مولانا صاحب شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ دو سو سوا دو سو برس گذرے جب شاہ صاحب بخارا سے دہلی تشریف لائے اور علم حدیث کے نور سے ہندوستان کو منور کیا۔ شاہ صاحب کا مزار قطب صاحب (مہرولی) میں کنارۂ حوض شمسی پر ہے۔

مولانا کے دادا مفتی محمد اکرام الدین خاں بہادر صدر امین (سب جج) دہلی تھے۔ جن کے نام پر دہلی دروازہ کے قریب پھاٹک مفتی والاں کا ایک محلہ ہے۔ جس میں ۱۹۴۷ء کے فسادات سے قبل تک اکثر مفتی صاحب کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔ مولانا کے والد مولوی احسان الحق صاحب تھے جن کے چار صاحبزادے

[1] خم خانۂ جاوید جلد چہارم ص ۲۲۴

مولوی وحید الحق، خان بہادر مولوی شرف الحق، مولوی انوار الحق اور مولانا سیف الحق ادیب تھے۔

یہ چاروں بھائی علمی لیاقت اور عزت وعظمت کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں تھے۔ اور مولوی انوار الحق کی زندگی ..... کتب بینی اور یاد الہٰی میں گذری نہایت منکسر المزاج فقیر دوست شہر کے رئیسوں میں سے تھے۔ آپ مدت دراز تک میر منشی گورنر پنجاب کے رہے۔ اس کے بعد بھرت پور کے سرکاری وکیل مقرر ہوئے لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے ملازمت سے علیحدگی اختیار کرلی[1] آپ نے ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعرات انتقال فرمایا اور جمعۃ الوداع کو جامع مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔[2]

اس خاندان کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا کوئی بھی فرد جاہل نہیں ہوا مولانا سیف الحق ۱۸۴۶ء میں اسی پھاٹک مفتی والاں (دہلی) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے ابتدائی تعلیم پائی اور سرکاری مدرسہ میں معمولی عربی فارسی اور برائے نام انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ مڈل کا امتحان دیا۔ انتہائی ذہین اور فہیم تھے۔ اسی معمولی تعلیم سے ان میں اتنی قابلیت پیدا ہوگئی کہ اچھے اچھوں سے ٹکر لینے لگے۔ اور بچپن میں ہی قابل رشک علمیت و لیاقت کے مالک بن گئے شعر کہنے کا شوق تھا۔ شروع میں مرزا یوسف علی خاں عزیز سے جو کہ مرزا غالب کے شاگرد تھے، اصلاح لی اور کئی برس تک ان کی طرز پر کہتے رہے۔ ایک مرتبہ کسی مشاعرے میں غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

لے جاؤ میرے سینے سے ناوک نکال کے   پر دل نکل نہ آئے کہیں دیکھ بھال کے

---

[1] یادگار دہلی ص۱۰۰   [2] واقعات دار الحکومت دوم ص۱۲۵

اس وقت مرزا غالب بھی موجود تھے پاس بلا کر پیار کیا اور فرمایا کہ میاں سیفو ہمارے پاس آیا کرو، آج سے ہم تمہیں بتائیں گے۔ مرزا غالب کی توجہ سے رنگ ہی بدل گیا۔ فکر معاش میں کچھ دن عدالت منصفی میں نائب ناظر ہوئے لیکن آزادانہ طبیعت نے اس غلامی کو برداشت نہیں کیا اور آزادانہ خیال آرائی کے لئے میو گزٹ ایک پرچہ نکالا جو بہت مقبول ہوا۔ اس میں شعرا کے کلام اور شاعرانہ مضامین شائع ہوتے تھے۔ پرچہ بند ہونے کے بعد مختلف اخباروں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے۔ اسی اثنا میں انجمن قصور کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ قصور سے انجمن کا رسالہ چلانے لگے۔ جب وہاں بھی اس آزاد منش کا جی نہ لگا تو لاہور چلے آئے یہاں دہلی کے ادیبوں کا جمگھٹا تھا وہ سب محکمۂ تعلیم میں کام کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے ساتھ کام کرنے لگے اور اسی محکمہ میں ملازم ہو گئے۔ "کوہ نور" کا جلوہ نظر آیا تو پھر اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے بڑے بڑے ادیبوں اور مشہور اہل قلم حضرات سے تحریری معرکہ آرائی رہی۔ رفیق ہند کے بعض مضامین سے متاثر ہو کر اس کے مقابلہ میں شفیق ہند کا پرچہ لاہور سے جاری کیا جس کے دو ضمیمے "نسیم صبح" اور "شام وصال" بھی نکلے ۔ ان پرچوں کا ایک ایک فقرہ شوخی سے بھرا ہوا اور مذاق میں ڈوبا ہوتا تھا جس سے ان کی قابلیت کا ڈنکا بج گیا اور پنجاب کے نامور لیڈروں نے ان کی ذہانت و فراست کا لوہا مان لیا آپ بلا کے جدت پسند تھے۔ جو سوجھتی تھی غضب کی سوجھتی تھی۔ غالب کی شاگردی نے آپ کے کلام میں ایک عجیب شان پیدا کر دی تھی۔ مومن و غالب کے رنگ کو سمو کر ایک نیا دلچسپ اور پسندیدہ طرز اختیار کیا جس میں فصاحت و بلاغت، شوکت لفظی اور نازک خیالی سب اپنی اپنی جگہ جداگانہ شان دکھاتی تھی۔ اردو و فارسی کا کلام نہایت بلند پایہ

ہے بیگران کی بے توجہی کی وجہ سے بہت سا حصہ تلف ہو گیا اور جو کچھ بچ رہا وہ بھی
نایاب ہے۔ تاریخ گوئی میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ بات بات میں مادہ تاریخ
نکالتے تھے۔ اکثر تاریخی فقرے بولتے تھے۔ ہزاروں قطعات، بیسیوں عرضیاں،
اور خطوط تاریخی تھے جن کے ہر دل کش فقرے سے سن و سال نکلتا تھا۔ چنانچہ نظام
کی پیدائش پر انہوں نے تاریخی نام، قصیدے اور قطعے اتنے موزوں و مناسب
لکھے کہ دھوم مچ گئی۔

ان کی تاریخ گوئی کا ایک دل چسپ قصہ یہ ہے کہ ۱۳۰۲ھ میں ان کے
بھائی مولوی انوار الحق نے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ وقت روانگی جہیز کے سامان کی
فہرست لکھنے کا کام ان کے سپرد ہوا۔ چنانچہ فہرست بڑی تھی مع عنوان بقید نام
جنس تمام و کمال تاریخی تھی۔ ہر شے کے ساتھ ایسے موزوں اور مناسب الفاظ
ملائے تھے کہ ہر جملے سے تاریخ نکلتی تھی۔

مختلف جلسوں اور قومی کانفرنسوں میں تقریر بھی کیا کرتے تھے۔ دہلی
سوسائٹی کے ممبر بھی تھے جس کو دہلی کے مشہور ادیبوں اور ذمہ دار انگریزی افسران
نے بنایا تھا۔

مولانا کی چاردانگ شہرت کی وجہ سے نظام حیدرآباد نے ساڑھے چار سو
روپے ماہانہ پر گورنمنٹ رپورٹری کی خدمت پر مامور کیا۔

چھیڑ خانی اور نوک جھوک کی عادت ایسی تھی کہ کسی کو بخشتے نہیں تھے۔ امیر
ارشد دہلوی، مرزا داغ، مولانا راسخ، مولانا شوکت اور احسن مارہروی سے
مزیدار چھیڑ چھاڑ چلتی رہتی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا عبدالرحمٰن راسخ ساکن پٹنہ نے غالب کی
طرز میں غزل کہی جس کے مقطع میں غالب کی ہم سری کا دعویٰ کیا۔

کہیں چھپ چھپ کے مے پیتے ہیں شاید حضرت راسخ
ترے اشعار بھی غالب کی ٹکر ہوتے جاتے ہیں

پھر کیا تھا ادیب نے میاں ملنگ سبزی فروش سے اسی زمین میں غزل پڑھوائی جس کا ایک شعر یہ ہے۔ ؎

عجب چھم چھم کا مضموں ہے کہیں لیس اپنے دعوے میں
ینت والے بھی اب غالب کی ٹکر ہو۔۔ جاتے ہیں

مولانا سیف الحق مرحوم خوبرو خوش وضع، رنگیں طبع، نازک خیال، خوش تقریر، خوش تحریر آدمی تھے۔ خوشنویسی میں بھی اچھا ملکہ تھا۔
آپ کو دق کا مرض لگ گیا تھا اسی کے نذر ہوئے۔ لیکن باہمت انسان تھے، وقت نزع دم نکلتے بھی ہوش و حواس درست تھے۔ توپ محرم کو انتقال سے چند گھنٹے پہلے جب وقت تعزیے گشت کرتے ہوئے ترا ہا بیرام خاں کے قریب پہنچے تو ماتمی تاشے کی آواز سنکر آپ نے ایک عزیز کو اپنے پاس بلایا اور یہ رباعی لکھوا کر فرمایا کہ اسے تعزیہ پر لٹکا آؤ۔ یہ وہ رباعی ہے جسے اس طوطی شکرستان سخن کی آخری نغمہ سنجی کہنا ناموزوں نہیں ہے۔ ؎

بیمار ہوں ناتواں ہوں نزار ہوں میں
وقف غم و درد و رنج و آزار ہوں میں
اے سبط رسول راکب دوش نبی
کچھ عقدہ کشائی کیجئے ناچار ہوں میں

بقول "صاحب خم خانہ جاوید" آخر کار یہ علوم ایشیائی کا زبردست ادیب و ماہر جو فن عروض میں بھی ید طولی رکھتا تھا ۵۴ برس کی عمر میں جوان ۱۸۹۱ء میں بمقام دہلی فوت ہو گیا۔" منتخب کلام حاضر کیا جاتا ہے۔ ؎

سب کچھ آدیب عشق نے جی سے بھلا دیا
جانا کہاں ہے اور تھے آئے کہاں سے ہم

کر چشم و دل کی خیر خدا سے طلب ادیب — لپکا برا پڑا ہے تجھے انتظار کا

چشم آئینہ سے بچنا کہ نہ مجھ سے بن جاؤ
آج کل شوق تو ہے تم کو خود آرائی کا

یاں شکایت ہی تو ہے اپنے ہی دل کی ظالم
تجھ سے کچھ شکوہ نہیں ہے تری غم خواری کا

رکھے عدو نے پھول سر تربت ادیب — کیا شمع زینت کر کے وہ گل خار ہو گیا

غیر تک پوچھتے ہیں ہو گئی حالت کیسی
ڈال دی آپ نے ہم پر یہ مصیبت کیسی

روز رہتی ہے یہ پامالیٔ تربت کیسی
خاک میں مل گئے جب ہم تو کدورت کیسی

کہہ دیا اس نے کہ اب یہ بھی نہ دیکھو گے کبھی
جب کہا میں نے کہ منہ دیکھے کی الفت کیسی

غیر سے چار گھڑی کو بھی جدا ہو تو کہوں
کہ گذرتی ہے کسی کی شب فرقت کیسی

جان جائیں گے یہ سب آپ ہوے بعد ادیب
علم کیا چیز ہے ہوتی ہے لیاقت کیسی

قیامت بھی مشتاق ٹھہری ہوئی ہے — وہ کب دیکھئے خوش خرامی کریں گے
نزاکت لب یار کی کہہ رہی ہے — کسی نہ ہم ہم کلامی کریں گے
اب کیا عوض میں بوسے کے لو گے کسی کی جان — بندہ نواز کہہ تو چکا میں خطا ہوئی

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو روئیے　　　دل بھی ملا یہاں تو ترے اختیار کا

آئے تھے جب تو لائے تھے کیا ساتھ واں سے ہم
حرمان و یاس لے کے چلے ہیں یہاں سے ہم

نگہ ناز سے جب دیکھتے ہو تم مجھ کو　　　ستم تازہ کا ہوتا ہے توہم مجھ کو
ہے میری طرح سے الطاف کی اس پر بھی نظر　　　حال پر غیر کے آتا ہے ترحم مجھ کو

رہا گر یہی بت پرستی کا عالم
تخلص ادیب اپنا رامی کریں گے

منشی نثار علی شہرت : آپ دہلی کے رہنے والے تھے محکمہ تعلیم ریاست جموں اور کشمیر کے آفیسر تھے۔ آپ کے والد منشی حسین علی فرحت، شاہ نصیر مرحوم کے شاگرد تھے۔ شہرت نے پہلے اپنے والد سے شاعری میں اصلاح لی پھر حکیم مولا بخش قلق کے شاگرد ہوئے۔ کوہ نور کے علاوہ اخبار انجمن پنجاب، پنجاب پنچ اور خیر خواہ عالم دہلی وغیرہ کے بھی ایڈیٹر رہے۔ جے پور اور میرٹھ میں بھی ملازمت کی۔ باوجود پیرانہ سالی قلم ہاتھ سے نہیں رکھا تھا۔ کئی سال تک لاہور میں مضمون نگاری کرتے رہے۔ دیسی ریاستوں کے معاملات پر خامہ فرسائی کا ملکہ تھا۔ ۱۹۲۰ء کے قریب لاہور میں انتقال کیا۔[1] نمونہ کلام یہ ہے۔ ؎

رکھ دیا مثل تبرک طاق میں کیوں شیشے بھی مے
ساقیا کیسا جام مے زاہد کا ایمان ہو گیا

کیا کان میں کہا کہ وہ مجھ سے بدل گیا
افسوس ہے کہ جوڑ رقیبوں کا چل گیا

---

[1] خم خانۂ جاوید ص۲۰۳

یہ ہے لحاظ تیرا مجھے کوئے غیر میں
آنکھوں کے بل گیا میں کبھی سر کے بل گیا

یہ جنت ایک پائیں باغ ہے اس گل کے ایواں کا
جہنم اک شرارہ ہے ہمارے داغِ سوزاں کا

فنا ہوتے ہی پہنچا ایک منزل اس سے بھی آگے
پتہ کوئی بتاتا ہی نہ تھا عمرِ گریزاں کا

ہیں اس میں داغ لیکن ہیں ستارے اس میں نورافشاں
کہاں ہے ماہ میں عالم ترے ماتھے کی افشاں کا

ہو گئی سرخی نمایاں دیدہ مخمور میں
آتشِ سیال آئی ساغرِ بلور میں

دریائے نور ۱۸۵۰ء کے آخر میں لاہور سے یہ ہفتہ وار اخبار وجود میں آیا۔ جو چھ صفحوں پر ہر اتوار کو شائع ہوتا تھا۔ شروع میں اس کے ایڈیٹر نجیب الدین حسین یا محب الدین حسین صاحب تھے۔ ۱۸۵۱ء میں اس کے ایڈیٹر و مہتمم منشی سندر لال مقرر ہوئے۔ مطبع دریائے نور میں طبع ہوتا تھا۔

اس اخبار کو فقیر سراج الدین کی سرپرستی حاصل تھی اور ادارت میں شہسوار الدین صاحب بھی شامل تھے۔ یہ سرکاری امداد سے محروم تھا۔ سرکاری نظم و نسق کی خرابیوں پر نکتہ چینی کرتا تھا اور پولس والوں کی بدعنوانیوں کو آشکارا کرتا تھا۔ عام لوگوں میں مقبول تھا۔ چونکہ کوہ نور کا حریف تھا اس لئے دونوں صحافیوں میں جھگڑوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ نوک جھوک زیادہ دیر تک جاری نہیں رہی آخر اس اخبار کو نقصان اٹھا کر بند ہونا پڑا۔

اس اخبار کی طباعت دیدہ زیب تھی۔ دریائے نور پنجاب کا دوسرا

اخبار تھا جو کوہ نور کے بعد جاری ہوا۔ ۸ جولائی ۱۸۵۱ء کے کوہ نور میں اخبارات کے ذریعہ نور ہی نور پھیلنے پر صاحب نور اخباروں پر تبصرہ کیا ہے۔

"خطۂ پنجاب میں خوب نور برس رہا ہے۔ یعنی کوہ نور سے لیکر دریائے نور، ریاض نور، باغ نور، تو گویا علی نور پانچ نور تو نازل ہو چکے ہیں۔"

۱۸۵۲ء میں یہ اخبار بند ہو گیا تھا۔

سیاسی آدمیوں کے لئے دو چیزیں ہوتی ہیں تخت یا تختہ یعنی سلطنت یا پھانسی ان کی قسمت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ تمثیل حاکم بلخ پر صادق آتی ہے۔ ان کا اسی قسم کا واقعہ دریائے نور مورخہ ۶ جولائی ۱۸۵۱ء میں درج ہے۔

"میر والی حاکم بلخ جو امیر دوست محمد خاں والی کابل کی قید میں پڑ گیا تھا کسی حکمت و تدبیر سے بھاگ گیا اور جمعیت بہم پہنچا کر پھر بلخ کی حکومت پر فائز ہو گیا۔ امیر دوست محمد خاں کہ بجنگ عظیم ملک بلخ کو اپنے قبضہ میں لائے تھے اس واقعہ سے نہایت مکدر ہوئے۔ اب تیس ہزار سپاہ جمع کر کے بلخ کی طرف کوچ کیا ہے اور والی بلخ نے بھی سپاہ فراوان بہم پہنچا کر مقابلہ کا ارادہ کیا ہے اور والی سبزوار دوازدہ ہزار سپاہ لیکر والی بلخ کی کمک کو آمادہ ہوا ہے۔"

گلزار پنجاب گوجرانوالہ سے ۱۸۵۰ء میں یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔ ۱۴ صفحات پر مشتمل تھا۔ مہتمم منشی گنڈا مل صاحب تھے۔

مؤلف اختر شہنشاہی تحریر فرماتے ہیں۔

"گوجرانوالہ، ہفتہ وار، ۷ ورق، اوسط، مہتمم منشی گنڈا مل، اجرائے ۱۸۵۰ء"

زائرین ہند بنارس سے یہ پندرہ روزہ اخبار ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا۔ ہربنس لال اور بھیرون پرشاد مہتمم چھوٹی تقطیع پر آٹھ صفحات پر نکلتا تھا۔ مطبع مفاد ہند میں چھپائی ہوتی تھی۔ ۱۸۵۲ء میں بند ہو گیا تھا۔

گارساں دتاسی زائرین ہند کے بارے میں لکھتا ہے۔

"زائرین ہند... وہ ہفتے میں ایک بار چھوٹی تقطیع کے آٹھ صفحات پر چھپتا ہے۔ ہر صفحہ میں دو کالم ہوتے ہیں۔ علاوہ معمولی خبروں کے جو کسی قدر تفصیل سے لکھی جاتی ہیں، اس میں مختلف قسم کے مضامین بھی ہوتے ہیں۔"

محتشم الاخبار جاورہ سے ۱۸۵۰ء میں یہ ہفتہ وار اخبار ظہور پذیر ہوا۔ چار صفحات پر مشتمل تھا۔ بانی محتشم الدولہ، مہتمم منشی مرزا نصراللہ بیگ صاحب تھے۔ سالانہ قیمت بارہ روپے تھی۔

اسعد الاخبار آگرہ مورخہ ۲۸ مئی ۱۸۵۰ء میں اس اخبار کے جاری ہونے کی خبر شائع ہے۔

"محتشم الدولہ غوث محمد خاں والیٔ جاورہ نے ایک مطبع سنگین قائم کیا۔ اور ایک پرچہ مسمی بمحتشم الاخبار دو ورقہ بعبارت فصیح اردو جاری کیا ہے۔ منشی مرزا نصراللہ بیگ صاحب اس کے مہتمم ہیں۔ اخبار کی قیمت بارہ روپے سالیانہ ہے۔"

اخبار لاہور اس اخبار کا ذکر اسعد الاخبار آگرہ کے پرچوں میں آیا ہے۔ چنانچہ ۱۸ اگست ۱۸۵۰ء کے پرچے میں اخبار لاہور سے حسب ذیل خبر نقل کی گئی ہے۔

"خبر انگلستان: راقم اخبار لاہور ایک انگریزی اخبار سے نقل

کرتا ہے کہ ماہ جون سنہ حال میں شاہزادہ آرتھر کو عیسائی دین میں ملا لیا اور اس امر کی ایک بڑی شادی اور جشن ملوکانہ کیا گیا۔ اس محفل میں شاہزادہ پروشیہ اور جمیع امرائے بادشاہی حاضر تھے۔ پادری صاحب سب رسوم لازمہ کر چکے تو شاہزادہ کو بنام آرتھر ولیم پاترک البرٹ موسوم کیا۔ نیپال کا وکیل بھی اس محفل میں حاضر تھا امرائے بادشاہی نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی۔ فرنگستان کے لوگ نیپالیوں کے طرز و انداز و لباس کی وضع دیکھ کر تعجب کرتے ہیں"۔

۲۵ اگست ۱۸۵۰ء، ۲۲ ستمبر ۱۸۵۰ء، ۸ فروری ۱۸۵۱ء کے اسعد الاخبار کے شماروں میں بھی اسی اخبار سے خبریں نقل کی گئیں اور ۲۳ مئی ۱۸۵۲ء کے صفحہ کو اس اخبار کی حسب ذیل خبر سے زینت دی گئی۔

"خبر ملتان: اخبار لاہور سے واضح ہوتا ہے کہ ضلع ملتان میں دریائے راوی کے دونوں کناروں پر ہر سال ہجوم میلہ بیساکھی ہوتا ہے، سو اب کی دفعہ بھی حسب سنین ماضیہ وہاں بہت ہجوم ہوا، اور بموجب دستور قدیم سینکڑوں آدمی کشتیوں پر سوار ہو کر پھرتے تھے۔ قضائے الٰہی سے ایک کشتی جس میں قریب ڈھائی سو آدمیوں کے بیٹھے تھے عین وسط دریا میں الٹ گئی اور تمام سواریوں میں سے سوائے بیندرہ سولہ آدمیوں کے جو ہزار محنت و مشقت جانبر ہوئے کوئی نہ بچا اور سب کے سب غرق بحر فنا ہو گئے اور داغ حسرت ناکامی اپنے عزیزوں اور دلوں پر چھوڑا۔"

یہ اخبار ۱۸۵۷ء تک نکلتا رہا۔ اس کا ذکر نمبر ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کے دہلی اردو اخبار میں بھی ہے۔ اس میں اس اخبار سے خبر نقل کی گئی ہے۔ یہ اخبار کب

جاری ہوا اس کا پتہ نہیں لگ سکا۔

بنارس ہرکارہ بنارس سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۱ء کو جلوہ افروز ہوا۔ مسرون اس کے مہتمم، ایڈیٹر سید علی یا سید احمد علی تھے۔ ماہانہ چندہ ایک روپیہ تھا۔ ریکارڈ پریس میں طبع ہوتا تھا۔

اس اخبار میں خبروں کے علاوہ اہم مضامین چھپتے تھے جو دوسرے رسائل سے اخذ کئے جاتے تھے۔ دتاسی اس کے بارے میں اپنے خطبہ ۲۹ر نومبر ۱۸۵۳ء میں لکھتے ہیں: "بنارس ہرکارہ ۱۸۵۱ء سے اب تک نکل رہا ہے۔"

مظہر السرور بھرت پور سے یہ ہفتہ وار اخبار نومبر ۱۸۵۰ء سے مہاراجہ بھرت پور کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ حافظ مرزا صفدر علی بیگ مہتمم تھے۔ یہ اردو ہندی میں شائع ہوتا تھا اور مطبع صفدری میں چھپائی ہوتی تھی۔

اخبار معمولی قسم کا تھا جس میں معاصر اخباروں کے اقتباسات کے علاوہ دوسرے مضامین بہت کم ہوتے تھے۔ دتاسی اس اخبار کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"بھرت پور صوبہ آگرہ میں ہے۔ وہاں کا اخبار مظہر السرور ہے جو راجہ بھرت پور کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ مالوہ اخبار کی طرح اس کے ایک کالم میں اردو اور دوسرے میں ہندی ہوتی ہے۔"

نومبر ۱۸۵۰ء کے اسعد الاخبار آگرہ میں "خبر مطبع جدید" کے عنوان کے تحت اس اخبار کے جاری ہونے کی اطلاع دی ہے۔

"ان دنوں بھرت پور میں بحسن سعی جناب حافظ مرزا صفدر علی بیگ صاحب ایک مطبع بھرت پور میں قائم اور جاری ہوا ہے۔ اس کا نام مطبع صفدری رکھا گیا۔ اس میں ایک اخبار چو ورقہ ہفتہ وار چھپا کرے گا۔

اخبار کے مضامین کی کیفیت اور قیمت کا حال اشتہار جداگانہ سے ناظرین پر ظاہر ہوگی۔ مہتمم کے اوصاف حمیدہ اور متانت اور ثقاہت سے ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بفضلہ مطبع نہایت حسن وخوبی کے ساتھ جاری اور رونق پذیر ہوگا۔ جس صاحب کو وہاں کا اخبار لینا منظور ہو درخواست اپنی مہتمم موصوف کے نام بلا ذریعہ خواہ بذریعہ راقم حقیر کے بھیجدے۔"

دقیق الاخبار دہلی سے یہ ہفتہ وار اخبار دسمبر ۱۸۵۱ء کو جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر پرایاداس تھے۔ مطبع دقیق الاخبار میں طباعت ہوتی تھی۔ گارساں دتاسی نے اس کو ہندوؤں کا اخبار قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۳۳)

بہادر شاہ کے اختیارات میں انگریز روز بروز کمی کرتے جاتے تھے جس سے وہ دل برداشتہ ہوکر انتظام سلطنت کو خیرباد کہہ کر حج بیت اللہ کے جانے کا ارادہ کرنے لگے تھے۔ یہ خبر ۱۹ر دسمبر ۱۸۵۱ء کے اخبار میں شائع ہوئی ہے۔

"خبر دہلی: حضرت ظل سبحانی کو بمعائنہ عدول حکمی گروہ سلطنت دنیا سے نفرت ہوئی اور طبیعت کو بطرف وسادہ آرائی مملکت دینی رغبت ہوئی۔ چنانچہ ۸ر صفر سنہ حال روز سہ شنبہ کو حضرت اعلیٰ نے جناب معظم الدولہ صاحب کلاں بہادر سے بزبان خاص کرامت اختصاص ارشاد کیا کہ بمعائنہ بے اعتنائی ارباب گورنمنٹ بہ نسبت مراتب ضروریہ متعلقہ سلطنت خاطر دریا مقاطر مستغنی اسباب کے ہوتی ہے کہ سر رشتہ مقدمات صوری کو چھوڑ کر بانکشاف سر معاملات معنوی بلدہ طیبہ میں بطریق توطن قیام دوام اختیار کیا جاوے۔ باقتضائے سعادت فرزندی واجب ہے کہ صدر سے اجازت منگا کر تدبیر عزم

معظم جو مصمم ہے ۔ ۔ ۔ عمل میں لاؤ۔"

نورٌ علی نور

لدھیانہ سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۱ء میں ظہور پذیر ہوا چھ صفحات پر چھپتا تھا۔ مہتمم محمد حسین خاں تھے مطبع نورٌ علی نور میں طبع ہوتا تھا۔ اس میں گورنمنٹ گزٹ کے اقتباسات اور روزمرہ کی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ افسوس اس نورانی اخبار کی عمر پانچ مہینے سے زیادہ نہیں ہوئی۔

کوہ نور لاہور مورخہ ۱۲ جولائی ۱۸۵۱ء نے اس اخبار کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

"ہفتہ گذشتہ میں ہم نے لکھا تھا کہ مقام لدھیانہ میں ایک مطبع مسمی بہ نورٌ علی نور قائم ہونے والا ہے۔ ہنوز اخبار شہر مفصل کی طرف روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ قطع اشتہار بابت مطبع موصوف بہ سبیل ڈاک مطالعہ مہتمم کوہ نور میں گذرا ۔ ۔ ۔ لکھتے ہیں کہ اس مطبع عالی میں ہر ہفتے ایک اخبار چھپے گا ۔ ۔ ۔"

باغ نور

امرت سر سے یہ اخبار بھی ۱۸۵۱ء میں نکلا۔ اس کی عمر بھی نورٌ علی نور جتنی ہوئی۔ غالباً یہ بھی پانچ مہینے میں بند ہو گیا تھا۔

ریاض نور

ملتان سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۱ء کو رونق افروز ہوا۔ اس کے ایڈیٹر منشی محمد مہدی حسن خاں تھے۔ مطبع ریاض نور میں طباعت ہوتی تھی۔

صاحب "صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات" لکھتے ہیں۔

"مؤلف اختر شہنشاہی نے اخبار ریاض النور کا سنہ اجراء ۱۸۵۵ء لکھا ہے جو غالباً صحیح نہیں ہے۔ ۱۸۵۲ء کی رپورٹ کے شروع میں اخبارات کی جو فہرست دی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاض نور کا اجراء ۱۸۵۲ء ہی میں ہوا تھا۔"

اختر شہنشاہی نے اخبار کا جو نام اور سنہ اجرا لکھا ہے وہ تو غلط ہے ہی لیکن ۱۸۵۲ء بھی صحیح نہیں ہے۔ ملاحظہ کیجیے کوہ نور مورخہ ۲۴ جون ۱۸۵۱ء کی خبر۔ اس میں ریاض نور کا بھی ذکر ہے۔

"ایک تحقیق کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مقام لدھیانہ میں محمد حسین نام ایک صاحب نے ایک مطبع مسمی بہ نورٌ علی نور قائم کیا ہے۔ مہتمم کوہ نور اس نام کو سنکر بہت خوش ہوا۔ خدا اس اسم بامسمی کتا در۔ صاحبان مطبع ہندوستان اپنے دل میں خیال کرتے ہوں گے کہ خطہ پنجاب میں خوب نور برس رہا ہے۔ یعنی کوہ نور سے لیکر دریائے نور، ریاض نور، باغ نور، نورٌ علی نور، پانچ نور تو نازل ہو چکے ہیں، اب اس سے آگے خدا کا نور ہے۔۔۔"

کوہ نور کی تائید اسعد الاخبار مورخہ ۲ اگست ۱۸۵۱ء کی وہ خبر کرتی ہے جو ریاض نور سے نقل کی گئی ہے۔ یہ خبر انتہائی دلچسپ اور عجیب و غریب ہے اس لئے نقل کی جاتی ہے۔

"خبر سیالکوٹ، مہتمم ریاض نور لکھتے ہیں کہ اس ہفتہ میں ایک لڑکا ایک مرگ مفاجات سے مر گیا۔ ماں باپ رو پیٹ کر تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ ناگاہ مکان کی دیوار پھٹ گئی۔ اس میں سے ایک فقیر لال لال آنکھیں منہ سے جھاگ نکلتے ایک چھرا ہاتھ میں لئے نکل آیا، اور لاش پر آکر حاضرین کو آنکھیں دکھا کر بکمال غضب بولا کہ تم سب ہٹ جاؤ میں اس مردہ کے اور کو چھین کاٹ لوں۔ حاضرین میں بعض تو ڈر کر بیہوش ہو گئے اور بعض دل مضبوط کرکے بولے ہم کاٹنے نہ دیں گے۔ فقیر نے کہا اگر تم یہاں نہ کاٹنے دو گے تو میں قبر سے کاٹ

لے جاؤں گا۔ لوگ بولے ہم قبر میں رکھوالی کریں گے۔ تب وہ فقیر نہایت غضب میں آیا اور ایک اشارہ سے ان سب کو دور پھینکا اور مردہ کے سر سے چادر اٹھا کر دو انگلی اس کے منہ میں ڈال کر دونوں کلے بناگوش کے چیر ڈالے اور پھر اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ کر زبان اس مردہ کی نکال لی، اور فوراً غائب ہوگیا۔ ایک لمحہ بعد جب ان سب کو ہوش آیا تو دیکھا کہ اس بچہ کا چہرہ سیاہ ہوگیا ہے۔ اور وہ فقیر ابلیس پر تلبیس تھا غائب ہے۔"

یہ اخبار جاری ہونے کے دو مہینے کے بعد بند ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ ایڈیٹر مہدی حسن خاں صاحب نے ملتان کے ایک تحصیلدار کے خلاف توہین آمیز مضمون لکھا تھا جس کی پاداش میں ان کو دو مہینے کی سزا ہوئی تھی۔ ان کی رہائی کے بعد یہ اخبار دوبارہ جاری ہوا۔ پہلے ہی شمارے میں انہوں نے اپنی صفائی میں دلائل کے ساتھ مقدمہ کی ساری تفصیلات پیش کیں۔

اس اخبار کی زبان شستہ تھی اور طرز تحریر بھی قابل تعریف تھا۔

منشی مہدی حسن افسرؔ: افسرؔ صاحب نے کوہ نور کے مقابلہ میں ۱۸۵۰ء میں دریائے نور اخبار لاہور سے جاری کیا اور اس کی ایڈیٹری کی ذمہ داری سنبھالی۔ نہایت سختی کے ساتھ کوہ نور کے خلاف مضامین لکھتے تھے۔ پھر ملتان جا کر ریاض نور نکالا جو ملتان کا پہلا اخبار تھا۔ ہتک عزت کے مقدمہ کی سزا کاٹنے کے بعد ریاض نور کے بند ہونے پر لکھنؤ چلے گئے۔ اودھ اخبار میں ملازم ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد وہیں انتقال ہوا۔[1]

---

[1] نقوش لاہور نمبر، ص ۹۲۱

جام جمشید

یہ ہفتہ وار اخبار آگرہ محلہ رکاب گنج سے جنوری ۱۸۵۱ء کو شائع ہوا۔ آٹھ صفحات پر ہر شنبہ کو نکلتا تھا۔ مہتمم بابو شب چندر ناتھ تھے۔ ماہانہ ایک روپیہ ششماہی پانچ روپے اور سالانہ نو روپے چندہ تھا۔ مطبع جام جمشید میں چھپتا تھا۔

اس اخبار و مطبع کے جاری کرنے کا پہلا اشتہار، جنوری ۱۸۵۰ء کے اسعد الاخبار میں شائع ہوا تھا جس کا اقتباس یہ ہے:

"واضح ولائح ہو کہ ایک چھاپہ خانہ جدید کہ رو کش نگار خانہ چین ہے ساتھ نام جام جمشید کہ واقعہ میں خبر دینے والا ہر عجیب و غریب کا ہے بیچ مقام مستقر دار الخلافہ اکبر آباد محلہ رکاب گنج کے اس نحیف بابو شب چندر ناتھ غریب نے تیار کیا ہے اور اس میں اردو فارسی ہندی و سنسکرت وغیرہ اور اخبارات اطراف منطبع ہوں گے، بالفعل واسطے رفاہ عام کے قیمت اخبار کی بارہ آنے ماہواری کہ جس کے نو روپے سالیانہ ہوتے ہیں اور بشرط پیشگی دینے کے بحساب دس آنہ ماہیانہ کے کہ جس کا سات روپیہ سالانہ ہوتا ہے۔ علاوہ خرچ ڈاک کے دہ ذمہ خرید کنندہ کے ہے، مقرر کی گئی ہے اور مہینے میں چار قطعہ بعد ہفتہ کے تقسیم ہوں تے رہیں گے اور وہ اخبار بھرے ہوں گے ساتھ اچھی اچھی خبروں کے، اور صحیح صحیح احوالوں کے کہ جس میں سر مو لغو اور جھوٹ نہ ہوگا بلکہ بے اختیار جی سماعت پر اس کے لگے گا اور سامعین اس سے محظوظ ہوں گے۔"

دوسرا اشتہار ۱۶ر جنوری ۱۸۵۱ء میں اس کے اجرا کا شائع ہوا۔ جب کہ اسی سال میرٹھ کا جام جمشید بند ہو گیا تھا، جو ایک سال تک بند رہا۔

"واضح ہو کہ ماہ جنوری ۱۸۵۱ء سے اس مطبع میں ایک اخبار موسومہ جام جمشید آگرہ باہتمام بابو شب چندر ناتھ مہتمم مطبع مذکور کے زبان اردو میں ہر ہفتہ آٹھ صفحہ شنبہ کے روز چھپا کرے گا اور اس میں خبر ہائے تازہ دیار و امصار کے اخبارات انگریزی کے ترجمہ کر کے مندرج ہوا کریں گے اور احکام گورنمنٹ مغربی بھی اس میں جو کہ بذریعہ گورنمنٹ گزٹ آگرہ جاری ہوتے ہیں لکھے جاویں گے۔ اور قیمت اس کی واسطے خریداران نزدیک دور کے ایک روپیہ ماہواری اور بحالت پیشگی نو روپیہ سالانہ اور پانچ روپیہ ششماہی ہے سوائے محصول ڈاک کے مقرر کیا گیا ہے۔ جس شخص کو لینا اس اخبار کا منظور ہو درخواست اپنی حسب معروضہ قیمت بالا کے مقام اکبرآباد محلہ رکاب گنج میں بابو شب چندر ناتھ مہتمم مطبع جام جمشید کے پاس ارسال کر فرما دے۔"

آفتاب ہند محلہ کدار گھاٹ بنارس سے یہ ہفتہ وار اخبار جنوری ۱۸۵۲ء کو جاری ہوا۔ ہر جمعرات کو آٹھ صفحات پر تین کالمی نکلتا تھا بابو کاشی داس متر مہتمم تھے۔ پیشگی سالانہ چندہ پانچ روپیہ ششماہی چار روپے ماہانہ آٹھ آنے بعد سال نو روپے تھا۔

اختر شہنشاہی میں اس کے متعلق لکھا ہے:

"آفتاب ہند: بنارس مطبع کاشی پریس، باہتمام بابو گوبند چندر شیرالی بمکان بابو کالی ناتھ بابو لی عرف راجہ بابو رام مرحوم محلہ کیدار گھاٹ نہ بھیلو پور، پندرہ پندرہ تاریخ ساتویں و بائیسویں کو شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت چھ روپے، بارہ ورق، اوسط اجرائی ۱۸۵۲ء۔"

مولف اختر شہنشاہی اس کا جاری ہونا ۱۸۵۴ء میں بتاتے ہیں اور پندرہ روزہ تحریر کرتے ہیں، حالانکہ آفتاب ہند کا جو اشتہار ۵ مئی ۱۸۵۲ء کے پرچے کے آخری صفحہ پر چھپا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۲ء میں ہفتہ وار شائع ہوا تھا اور اس کے مہتمم بابو کاشی داس متر تھے۔ اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

"ضمیر منیر دقیقہ شناسان صورت معنی پر روشن ہو کہ دریں ولا واسطے فوائد عوام اور بہبودی سکنائے اس دیار کے ایک اخبار مسمی آفتاب ہند بہ زبان اردو تاریخ غرہ جنوری ۱۸۵۲ء سے شہر بنارس کے مطبع کاشی پریس میں خلعت طبع سے مرتب اور حلیہ حکمت وصنعت سے مزین ہوتا ہے۔ بہ ملاحظہ اخبار کہ شامل اشتہار کے ہے حال مفصل ظاہر ہوگا مگر حیات اور قیام اس کا رغبت خاطر ناظرین اور شفقت دلی شائقین پر منحصر، امید کہ صاحبان ہنر اور دولت مندان کرم گستر بہ نظر توجہ زلال اجابت سے اس نونہال گلشن خوبی کو حیات جاوید بخشیں اور حال منظوری سے مطلع فرمائیں کہ ہر ہفتہ میں بلا ناغہ ارسال خدمت ہوا کرے۔

باہتمام بابو کاشی داس متر کے مطبع کاشی پریس شہر بنارس میں طبع ہوا

غرہ ماہ جنوری ۱۸۵۲ء"

ہو سکتا ہے کہ یہ پرچہ سال ڈیڑھ سال کے بعد بند ہو گیا ہو اور دوبارہ ۱۸۵۴ء میں پندرہ روزہ بابو گوبند چندر شیرالی کے اہتمام میں شائع ہوا ہو اور اس کا سالانہ چندہ چھ روپے مقرر ہوا ہو۔

اس اخبار کی کتابت وطباعت اچھی نہیں تھی، مضامین وخبروں کا معیار بھی بلند نہیں تھا۔ اس میں تاریخی مضامین، حکمت وکمسٹر، صنعت وحرفت وجوتش

کے متعلق معلومات اور انتخاب گورنمنٹ گزٹ آگرہ کے علاوہ خبریں بھی ہوتی تھیں۔

جب اس اخبار کی عمر ایک سال ہوگئی تو اس کے مہتمم و ایڈیٹر نے اخبار کی خدمات کے ساتھ اخبار میں کس قسم کے مضامین شائع ہوتے تھے اس کا ذکر ۸ جنوری ۱۸۵۲ء کے شمارے میں کیا ہے۔

"شکر کارساز بے نیاز کہ اب عمر آفتاب ہند ایک سال کی ہوئی اور قدردانی و نظر توجہ شائقین ہوتی رہی ... ... قاریان اخبار پر مخفی نہیں ... کہ کیا کیا بے انتظامی ملک و اذیت خلائق ظاہر کی ... کیسی کیسی صلاح انتظام ... ... سے صحت و تندرستی کا خواہاں ہوا۔ علم کیمیا و ہنر کل زیج صنعت و طلسمات و علم زراعت میں کیا کیا فائدہ خلائق پر بیانات اظہر و شیرہ سے احوال ہر روزگار کا ظاہر و احکامات و قوانین سرکاری خاص و عام کو اطلاع ... ..."

خورشید عالم سیالکوٹ سے یہ ہفتہ وار اخبار یکم جولائی ۱۸۵۲ء کو جلوہ افروز ہوا۔ بارہ صفحات پر ہر سہ شنبہ کو نکلتا تھا۔ مالک دیوان چند تھے۔ سالانہ چندہ بارہ روپیہ تھا۔ مطبع چشمہ فیض میں چھپتا تھا۔

مولوی باری اپنی تالیف "کمپنی کی حکومت" میں تحریر کرتے ہیں۔

"۱۸۵۰ء میں ہرسکھ رائے نے کوہ نور جاری کیا، اسی سال سیالکوٹ سے خورشید عالم اور گوجرانوالہ سے گلزار پنجاب بھی جاری ہوئے۔"

مولانا احسن مارہروی اپنی کتاب "تاریخ نثر اردو" میں اس اخبار کا جاری ہونا ۱۸۵۶ء لکھتے ہیں۔ یہ دونوں اندازے صحیح نہیں ہیں بلکہ اختر شہنشاہی نے ۱۸۵۲ء اجرا کا سنہ لکھا ہے وہ درست ہے۔

۱۶ مئی ۱۸۵۶ء کے شمارے میں ایک قتل کے مقدمہ کا دلچسپ فیصلہ درج ہے۔ جس کا عنوان ہے "سرکار مدعی بنام مان سنگھ وغیرہ جرم قتل" پہلے مقدمہ کی اصلیت وحقیقت سمجھ لیجیے۔

"ہزاری سنگھ و میدو خاں یہ دونوں شخص زمینداروں کی طرف سے زر لگان وصول کرنے پر مقرر ہوکر روپے اگانے میں سخت گیری کرتے تھے۔ اسی سبب سے لوگ ان کے دشمن ہوئے اور مدعا علیہوں نے خرمن پر جا کر ان کو شب کے وقت قتل کیا اور کئی گواہوں نے اظہار دیا کہ ہم نے مارتے ہوئے دیکھا اور قاتل مار کر کہتے جاتے تھے کہ آج اپنا مدعا پایا۔ مدعا علیہوں نے اپنی بے جرمی ظاہر کی اور ایک نے کہا زمیندار اور تحصیلدار نے جوتیاں مار مار کر گواہوں کے اظہار کرائے ہیں اور کسی نے فقط زمیندار کا نام لیا۔ صاحب سشن نے بالاتفاق رائے مجرموں کے سر جرم ثابت کیا اور لکھا، اگرچہ کئی شخص قتل میں شریک تھے، اور یہ بات تحقیق نہیں کی کہ کس کی تلوار نے مقتولوں کا کام تمام کیا لیکن ہماری دانست میں مجرموں کو سزائے قتل واجب ہے۔"

جیوری کی رائے کے بعد تین ججوں نے حسب ذیل فیصلے لکھے

"رائے بیرنگٹن صاحب حاکم صدر۔ بنظر شہادت گواہوں کے جرم ثابت مگر بجائے قتل حبس میعاد مع مشقت پا بجولانہ اور جلاء وطن کی سزا کافی ہے اس واسطے ایسے مقدمہ میں اتنے آدمیوں پر قصاص دینا ضابطہ عدالت نہیں اور کئی خاص ثبوت اس قابل نہیں کہ مانا ہی جائے۔"

"رائے بیگنس صاحب حاکم صدر : ہماری رائے میں شہادت نامعتبر ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رات میں تو مجرموں کو گواہوں نے پہچان لیا اور کسی نے مقتول کی مدد نہیں کی اور نہ یہ لکھوایا کہ فلاں دو شخص کو جس نے مارتے دیکھا اور پھر صاحب سشن جج کی عدالت میں اظہار دیا کہ دونوں تلوار کے پاس کھڑے تھے۔ اس طرح کئی اختلافات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکھائے ہوئے ہیں مگر کچھ بھول گئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب سشن جج نے تھانے اور عدالت کے اظہاروں کو مقابل نہیں کیا ورنہ یہ نہ لکھتے کہ گواہوں کے اس طرح کے اظہار پیشتر بھی دیئے ہیں اس لئے ہماری رائے بیر نگٹن صاحب سے مختلف در باب رہائی مقیدین کے لئے ہے اس لئے یہ مقدمہ تیسرے حاکم کے اجلاس میں پیش ہو۔"

" رائے اسمٹ صاحب علاوہ اور مراتب کے کہ یہ چاروں نے مارتے دیکھا تو شور وغل اس وقت کیوں نہیں کیا اور ان کو چاہیئے تھا کہ خود اس امر کی اطلاع دیتے نہ کہ اس وقت خاموش بیٹھے رہے جب کہ تھانے میں ان کے اظہار لئے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ان کو خبر کرنے سے منع کیا ہوگا اور اگر یہ نہیں دیر کی باعث ان کی رائے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ غرضیکہ کئی وجوہات سے شہادت نامعتبر ہوئی اور بنگس صاحب کی رائے سے در باب رہائی اتفاق کیا۔"

منشی دیوان چند : منشی جی وزیر آباد کے تحصیلدار تھے۔ دو سال تک اس عہدہ پر فائز رہے، اس کے بعد سیالکوٹ پہنچے۔ چونکہ ان کو ادبی ذوق تھا اس لئے

انہوں نے بھلّے شاہ کی کافیاں اردو میں ترجمہ کیں اور انہیں گنجینۂ معرفت کے نام سے شائع کیا۔ ان کو سرکاری امداد بھی ملتی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے تمام زندگی اخبار نویسی میں گذاری اور خورشید عالم سیالکوٹ کے علاوہ انہوں نے چشمۂ فیض سیالکوٹ سے یکم جولائی ۱۸۵۳ء کو، ہمائے بے بہا لاہور یکم جنوری ۱۸۵۳ء کو وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ سے ۱۸۵۳ء کو، رسالہ نور علی نور سیالکوٹ سے ۱۸۵۶ء کو چشمۂ خورشید سیالکوٹ سے اپریل ۱۸۵۶ء کو، خیر خواہ پنجاب سیالکوٹ سے دسمبر ۱۸۶۵ء کو اور رفاہ عام سیالکوٹ سے ۱۸۷۳ء کو شائع کئے۔ ان کے صاحبزادے گیان چند نے بھی صحافت میں زندگی بتائی۔ "بیربر" سیالکوٹ سے ۱۸۸۶ء میں جاری کیا، اور دوبارہ سیالکوٹ سے وکٹوریہ پیپر ۱۸۸۰ء میں نکالا۔[1] دیوان چند صاحب نے ۱۸۵۷ء سے قبل ایک اخبار انگریزی کا "پنجاب جنرل" بھی شائع کیا تھا۔[2]

جامع الاخبار

یہ اخبار سفید دبیز کاغذ پر چھپتا اور آٹھ صفحوں پر نکلتا تھا۔ ہر صفحے میں دو کالم ہوتے تھے۔ اس کے ناشر سید رحمت تھے۔ چندہ ماہانہ ایک روپیہ تھا اور بہرام جنگ کے باغ مدراس سے یہ اخبار ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر زور کے ادارۂ ادبیات میں اس اخبار کے ۱۸۵۲ء کے پرچے موجود ہیں جس کا ذکر مسٹر قاسم سجن لال نے انڈین ریکارڈس کے اجلاس منعقدہ تریونڈرم کے مقالہ میں کیا تھا۔ جس کا خلاصہ رسالہ برہان دہلی اکتوبر ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا ہے۔

اس اخبار میں مقامی مدارس کونسل کی خبروں کو بڑی نمایاں حیثیت سے چھاپا جاتا تھا۔ اس میں مدراس گورنمنٹ کے فوجداری اور دیوانی کے احکام بھی

---

[1] اختر شہنشاہی ص ۲۸۳۔ [2] چشمہ فیض سیالکوٹ ۵ فروری ۱۸۵۶ء

شائع ہوتے تھے اور بڑے بڑے حکام کی آمد ورفت اور دوسرے اعلانات درج ہوتے تھے۔

میڈیکل کالج کلکتہ کے قیام کے لئے حکومت نے جب ڈھائی لاکھ روپیہ منظور کیا تھا تو اس اخبار کے افتتاحیہ میں اس کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ دوسری اہم خبر یہ تھی کہ ناظم بنگال نے سلطان البحر جہاز کی تعمیر مکمل کر لی ہے۔ بیرون ممالک کی خبریں بھی درج ہوتی تھیں۔ روسی خطرہ کا تذکرہ خاص طور پر ہوتا تھا۔ مشرق وسطیٰ کی خبریں بھی ہوتی تھیں لیکن خبروں کا زیادہ حصہ ہندوستانی ریاستوں مثلاً حیدرآباد، ٹراونکوٹ، اندور کی نذر ہوتا تھا۔ اس اخبار کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ انگریزی اخبارات مثلاً ٹیلی گراف، فرینڈ آف انڈیا، بمبئی گزٹ اور لاہور کرانیکل کی خبریں ترجمہ کرکے شائع کی جاتی تھیں۔

وحیدالاخبار

دہلی چھتہ مومن گران سے یہ ہفتہ وار اخبار یکم جنوری ۱۸۵۲ء کو نمودار ہوا۔ مالک پیر خاں اور کاتب پنڈت سری کشن تھے۔ مطبع محمدی میں چھپتا تھا۔

گوالیار گزٹ

گوالیار سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۲ء کو حسب الارشاد مہاراجہ جیاجی سندھیا نمودار ہوا۔ مہتمم لچھمن پرشاد، ایڈیٹر پنڈت ادما چرن تھے۔ یہ اردو ہندی دونوں زبانوں میں نکلتا تھا۔ سالانہ چندہ نو روپیہ تھا۔ مطبع عالی جاہ میں طباعت ہوتی تھی۔

اس اخبار میں ریاست گوالیار کے قوانین اور احکام جاری کئے جاتے تھے۔ ریاست کے سرکاری افسروں کو پابندی کے ساتھ بھیجا جاتا تھا۔ شروع میں یہ اخبار مقامی دلچسپی کا باعث بنا۔ اس سے صرف گوالیار کے لوگ دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن بعد میں اس میں غیر مقامی وغیر ملکی خبریں اور مضامین بھی شائع ہونے لگے تھے۔

گوالیار کی تعزیہ داری مشہور ہے۔ سرکاری طور پر اس کا شاندار و بے مثال انتظام کیا جاتا ہے۔ کس شان کا اہتمام ہوتا تھا، اس کی تفصیل گوالیار گزٹ مورخہ ۲۷ر مئی ۱۸۹۸ء کے شمارے میں آٹھ صفحات پر درج ہے۔ اس کے مختصر اقتباسات دیئے جاتے ہیں۔ عنوان ہے۔ بشکر گوالیار محرم۔

"اگرچہ ہر سال روشنی کا ایک نیا ہی اہتمام عمل میں آتا ہے، لیکن امسال کی روشنی کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ باہر سے آیئے تو آپ کو دور سے یہ معلوم ہو گا کہ تمام دنیا کی روشنی اکٹھا ہو کر ایک بقعہ نور بن گیا ہے امام باڑہ میں داخل ہونے کے وقت کنوئیں کے پاس دو سبیلیں ملتی ہیں جن کے بیچ میں بجلی کی روشنی کا کھمبا گڑا ہوا ہے۔ اس میں ایک بیضاوی فانوس ہے جو بجلی کی روشنی سے نور اعلیٰ نور بن رہا ہے۔ یہاں سے چل کر امام باڑہ تک دو طرفہ آراستہ ایک بازار ملتا ہے جو روشنی سے جگمگا رہا ہے۔ اس کے آگے کے کنارہ پر امام باڑہ کی حد شروع ہو گئی ہے جہاں بیچ میں ایک محراب دار بڑا دروازہ ہے اور محراب کے بیچ میں ایک ہانڈی بجلی کی روشنی چودھویں رات کی چاندنی کو شرماتی اور محراب کے نیچے گوئی میں سفید چھوٹے چھوٹے گولے، گویا آسمان کے تارے الٹے سے ملنے کو ٹوٹے ہیں۔ جالی دار ٹٹیوں میں گلاسوں کی روشنی آنکھوں کو چکا چوند میں ڈالتی ہے اور ان ٹٹیوں کے اوپر روشنی کی محراب نکالی ہے، جو چڑھاؤ اتار کے قرینہ سے ترتیب دی گئی ہے۔ اس جالی دار اور محراب دار روشنی کا منظر دور سے دیکھنے سے عجیب خوشنما طور پر نظر آتا ہے۔ اس سراپا نور منظر سے نظر اٹھا کر امام باڑہ کی طرف دیکھئے تو سبحان اللہ

ایک قدرت خدا نظر آتی ہے، قسم قسم کے لیمپ اور فانوس اور جھاڑ اور ہانڈیاں وغیرہ ہزاروں کی شمار میں قطار در قطار روشن ہیں۔ گویا سیر کرنے والوں کو فانوس خیال دیتی ہیں اور بجلی کی روشنی مثل بخت سفید روتر روشن کی طرح اجالا کر رہی ہے جس کے مقابل آسمانی بجلی کی چمکیلی روشنی منہ چھپا جاتی ہے۔ کتوئیں کے پاس ہندو مسلمانوں کے لئے جدا جدا شکر کے شربت کی دو سبیلیں بٹھلائی گئی ہیں جس کی عمارت خاص اسی کام کے لئے چند سال گذشتہ سے تیار ہوتی ہے۔ دونوں پر صبح سے ۱۲ بجے رات تک آدمیوں کا ٹڈی دل جمع رہتا ہے اور ...... آدمی پر آدمی گرتا ہے۔ ہر روز منوں شکر گھلائی جاتی ہے جس سے ہزاروں آدمیوں کا منہ میٹھا اور کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ صبح آفتاب نکلنے کے وقت سے غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا شروع ہو جاتا ہے جو بارہ بجے تک رہتا۔ یہ کھانا پلاؤ، زردہ کھچڑا ہے جو پندرہ بیس ہزار فقرا رجماعت والے و محتاجین واپاہج کو کھلایا جاتا ہے ..... مہاراجہ صاحب بہادر نے یہ حکم تاکیداً دیدیا ہے کہ کوئی افسر و سپاہی بجز زبانی ڈانٹ ڈپٹ کے محتاجوں اور فقیروں کو کسی طرح نہ ستایا جائے۔ مثل سال گذشتہ امسال بھی تعزیہ کے سامنے یکم محرم سے عشرہ تک نئے نئے کار ور مزہ ہوتے ہیں۔"

یکم محرم سے دس محرم تک کا روزانہ کا پروگرام مقرر تھا جس پر عمل کیا جاتا تھا۔ ۵ محرم کو میلا بازار لگایا جاتا تھا جس میں انواع و اقسام کی دکانیں سجائی جاتی تھیں۔ مثلاً گندی (عطر فروش)، مٹھائی، بساطی، ربوڑی وسیلی

(نذر و نیاز کی دکان) پشمینہ، جواہرات و گوٹہ، میوہ فروش، مٹی کے کھلونے، مالی (پھولوں کی دکان) حلوائی، چوڑی، پرچونی، پنساری، تنبولی (پان فروش) صرافی، بزازی، مکان تصویر، عطاری، کسرہٹ، روٹی پکوڑی (نیچوان) کی دکانیں، پوسٹ آفس اور کوتوالی بھی قائم کی جاتی تھی۔

ہر ایک دکان کی تعریف توصیف کی گئی ہے، مالی کی دکان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"شاخ قلم خوشی سے پھولی جاتی ہے کہ مالی کی دکان کی تازہ کیفیت زبان پر آتی ہے، ہر قسم کے رنگین اور خوشبودار پھول اور پھلوں کے ہار گجرے اور دستبنویے اور گلدستہ ٹوکروں اور طشتریوں میں مہک رہے ہیں۔ خریدار یعنی گماایک دکان پر کھڑے ہوئے بلبل کی طرح چہک رہے ہیں۔ بھینی بھینی خوشبویوں سے بینا بازار تختۂ گلزار بنا ہوا ہے۔ صبح کی نرم ہوا معطر دماغ ہو کر جہاں تہاں مست پھر رہی ہے۔ بیلا، چنبیلی، گلاب، جوہی، کیتکی وغیرہ انواع اقسام کے خوش قضا پھول بے شمار موجود ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہار اس بازار کے مالک سے بار بار بلہار ہو رہا ہے۔"

۲۹ مئی ۱۸۹۸ء اور ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۹ء کے پرچوں میں ہندی کا حصہ نہیں ہے تمام صفحے اردو سے بھرے ہوئے ہیں، معلوم دیتا ہے کہ بعد میں ہندی کا حصہ ختم کر دیا ہوگا۔

نورالابصار اس نام کے اخبار ۱۸۵۲ء میں دو جگہ الہ آباد اور آگرے سے جاری ہوئے۔ الہ آباد کے نورالابصار کا

ذکر ہم نے تاریخ صحافت اردو کی جلد اول میں کیا تھا جس پر لوگوں نے اسے غلط قرار دیا اور یہ رائے دی کہ اکبرآباد کی جگہ اختر شہنشاہی میں الہ آباد لکھ دیا گیا ہوگا۔ لیکن ان لوگوں نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ یہ الہ آباد کا نورالابصار موتی کٹرہ سے نہیں بلکہ الہ آباد کے مشہور محلہ خلد آباد سے جاری ہوا ہے اور آگرہ کا اخبار ہفتہ وار ہے اور یہ پندرہ روزہ ہے۔ اور منشی صاحب کے اسی الہ آباد کے دیرینہ تعلق کی بنا پر سوہن لال ولد منشی سدا سکھ نے ۱۸۸۵ء کو الہ آباد محلہ یاقوت گنج میں وکٹوریہ پریس قائم کیا تھا۔[1] اور اختر شہنشاہی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ الہ آباد میں نورالابصار پریس تھا جس میں ۱۸۶۴ء میں آئینۂ علم ایک قانونی ماہنامہ انہی سوہن لال ولد منشی سدا سکھ نے چھپوایا تھا۔

الہ آباد کے نورالابصار کی تصدیق گارساں دتاسی نے اپنے مقالہ ۱۸۷۱ء میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ اخبار الہ آباد سے نکلتا ہے اسی نام کا دوسرا اخبار بھی ہے جس کے متعلق میں نے اپنی کتاب ادب ہند اور ہندوستانی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸۴ میں ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں بالکل الگ الگ ہیں۔ مسٹر کمپسن کی رائے ہے کہ نورالابصار جو الہ آباد سے نکلتا ہے صوبۂ شمالی مغربی کا بہترین اخبار ہے۔ ۹ مئی کے پرچے میں ایک مضمون ہے جس میں بعض مشرقی مصنفوں کے حوالے دیئے گئے ہیں اور ۱۸ مئی کے پرچے میں الہ آباد کی سڑکوں کا حال ظریفانہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے، بخصوص برسات کے موسم میں اس شہر کی سڑکوں کی جو

[1] اختر شہنشاہی ص ۲۹۳

حالت ہوتی ہے وہ نہایت دل چسپ طریقے پر بیان کی ہے۔ اس میں فسانہ عجائب کا ایک شعر لکھا ہے۔ ؎

دیکھی نئی ریت اس نگر میں جوتا ہے گلی میں آپ گھر میں"

اختر شہنشاہی میں اس نورالابصار کے متعلق یہ لکھا ہے۔

"الرأ. د. محلہ خلد آباد آٹھ ورق اوسط ہ بندرہ روزہ، سالانہ ۶ سکہ یوم شنبہ، مالک منشی سداسکھ، مہتمم مولوی تفضل حسین، کاتب فیض اللہ بیگ از مطبع نورالابصار اجرا یکم جنوری ۱۸۵۲ء"

نورالابصار

آگرہ محلہ موتی کٹرہ سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۲ء میں ظہور پذیر ہوا۔ منشی سداسکھ مالک تھے، ماہانہ قیمت ایک ایک روپیہ اور سالانہ چندہ چھ روپے تھا۔ مطبع نورالابصار میں طباعت ہوتی تھی۔

اسعد الاخبار ۵۲ء میں نورالابصار پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔

" اکبر آباد میں جناب منشی سداسکھ صاحب نے جو تعلیم انگریزی و فارسی میں اور اردو میں اپنے امثال و اقران میں ممتاز استعداد لائقہ میں بے نظیر ہیں۔ ایک مطبع جدید محلہ موتی کٹرہ میں قائم و جاری کیا ہے اور اخبار موسوم بہ نورالابصار کہ فی الواقع اسم بامسمی ہے طبع کیا ہے۔ راقم اس کے مطالعہ اور معائنہ سے از بس خوش ہوا عبارت اردو کی سلاست و متانت کی تعریف کی جائے، یا مطالب و معانی مفیدہ کا بیان ہو اس کے ترتیب اس مطالب سے کی گئی ہے کہ اول تو واقعات و سانحات شہر و دیار، پھر مطالب علمی پھر نصیحت و پند اور بیان اخلاق پھر سرکاری قانون۔ اور وہ اخبار ہفتہ وار چھپایا جاتا ہے، اور اس کی قیمت ایک روپیہ ماہوار اور

پیشگی دینے والے کو چھ روپیہ سالیانہ ہے۔"

اس تبصرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اخبار اگست ستمبر ۱۸۵۲ء میں جاری ہوا، اس میں روزانہ کی خبروں کے علاوہ انگریزی اخبارات کے اقتباسات تاریخ طبیعات، جغرافیہ، معدنیات اور تعلیم نسوں پر دل چسپ مضامین شائع ہوتے تھے۔ خبریں کثرت کے ساتھ تازہ ہوتی تھیں۔ مضامین انگریزی کتابوں سے اخذ کئے جاتے تھے، جو لفاظی اور عبارت آرائی سے پاک وصاف تھے۔ زبان صاف وستھری اور سیدھی سادی ہوتی تھی۔ اس اخبار کی دوسو کاپیاں مسٹر ریڈ سرکاری مدرسوں کے لئے خرید تے تھے۔

گارساں دتاسی کی بھی یہی رائے اس اخبار کے بارے میں تھی۔جس کا اظہار اس نے اپنے خطبہ ۲ دسمبر ۱۸۵۵ء میں کیا ہے۔

" نورالابصار اور بدھی پرکاش یہ دونوں پرچے حقیقت میں ایک ہی ہیں اور ایک ہی شخص کی ادارت میں شائع ہوتے ہیں۔ پہلا مسلمانوں کی اور دوسرا ہندوؤں کی زبان میں۔ ان دونوں کا ایڈیٹر سدا سکھ نامی ایک لائق ہندو ہے جو انگریزی میں بھی خاص لیاقت رکھتا ہے اور کئی کتابوں کا مصنف ہے، یہ اخبار بہت کامیاب ہے کیونکہ ان میں دل چسپ مضامین اور خبریں شائع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور تاریخ، جغرافیہ، ارضیات اور تعلیم پر اکثر پر مغز و مفید مضامین نکلتے رہتے ہیں، ان اخبارات کا طرز تحریر بہت پاکیزہ ہوتا ہے لیکن بہت پر تکلف نہیں ہوتا کیونکہ ان میں بڑے بڑے شاندار الفاظ و استعارات کا استعمال نہیں کیا جاتا جسے مشرقی لوگ عام طور سے استعمال کرتے ہیں۔"

چشمہ فیض

سیالکوٹ سے یہ ہفتہ وار اخبار جون ۲ ۱۸۵ء سے جلوہ نما ہوا۔ بارہ صفحات پر ہر سہ شنبہ کو نکلتا تھا۔ مالک دیوان چند صاحب تھے، سالانہ چندہ پیشگی بارہ روپیہ اور غیر پیشگی چودہ روپیہ تھا، مطبع چشمہ فیض میں چھپتا تھا۔ سرورق پر یہ رباعی درج تھی، سے

زفیض چشمہ فیض است شاداب — جہاں در ہنداین گلزار پنجاب
کہ رضواں آبیاریہاش چون دید — چنیں از بلبل فردوس بشنید

ابتدائی دور میں اس اخبار اور مطبع کو کاریگروں کی کمی اور ناتجربہ کار کاریگروں کی وجہ سے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مالی نقصان ہوا۔ لیکن سیالکوٹ کے اسسٹنٹ کمشنر کی عین موقع کی اعانت نے ان دونوں کو بچا لیا۔ ورنہ مالی نقصان کی وجہ سے ان دونوں کے خاتمہ میں کوئی کسر نہیں رہی تھی

انگریزی حکومت شروع کے زمانے میں ڈاک کے انتظام پر قابو نہیں پاسکی تھی، ایسے بھی ملازم تھے جو ڈاک ضائع کر دیتے تھے جس پر عوام پریشان ہوتے ان کو شکایتیں پیدا ہوتی تھیں۔ ان شکایتوں اور پریشانیوں پر چشمہ فیض نے تبصرہ کرتے ہوئے اس کا علاج بھی ۲۲ مئی ۱۸۵۵ء کے شمارے میں تجویز کیا ہے۔

"خبر ڈاک جہلم: فریب مردمان ڈاک کا بیچ نہ پہنچانے خطوط اور چٹھیات معہ اسٹامپ کا ظاہر ہوتا جاتا ہے۔ رعایا سرکار کی شکر گذار ہے کہ رفاہ خلائق کے واسطے محصول کی ارزانی کر دی۔ صرف اب یہ شکایت ہے کہ چٹھیات کی رسید نہیں ملتی نہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ بطور ڈاک خفیہ کے خطوط بھیجیں کیونکہ یہ امر بموجب قانون ڈاک خانہ کے ممنوع اور قابل سزا ہے۔ جو لوگ بخیال ارزانی محصول کے چٹھیات ڈالتے ہیں وہ دھوکا کھاتے ہیں۔

ازبسکہ عدم رسید خطوط کے تشکایت زبان زد خاص و عام ہوتی اور اشتباہ پیدا ہوا اور خانہ تلاشی کی نوبت پہنچی اور ایک ڈاک والہ متھرا پرشاد کے نام کے گھر میں قریب پانسو خطوط کے برآمد ہوئے ان میں سے بہت سے خطوط پوسٹ پیڈ تھے اور بعضے بیرنگ۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سابق میں جب ارزانی ہوتی تھی تو خطوط ٹکٹ دار کی بہت کثرت تھی۔ مگر اب چند روز سے بیرنگ خطوط زیادہ ہونے لگے ہیں مگر اس میں سرکار کا فائدہ ہے مگر یہ قیاس میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کو اس بات کا خیال ہو۔ صرف بنظر رفاہ خلائق کے یہ تجویز کی تھی اس واسطے گورنمنٹ کو بہتر یہ ہے کہ رسید دینے کا سلسلہ پھر جاری کرا دیں کہ اس میں فریب بند ہو جائے گا اور سرکار اور رعایا دونوں کو نفع ہو گا۔"

واجد علی شاہ کو معزول کر کے جب سلطنت اودھ پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا، تو ہندوستان کے اخباروں نے انگریزوں کے اس فیصلہ کی حمایت کی اور بعض نے مخالفت میں دل کھول کر لکھا، اور انگریزوں کے حامی اخباروں کی خوب خبر لی۔ چشمہ فیض ان اخباروں میں تھا جو واجد علی شاہ کا حامی اور سلطنت اودھ پر انگریزوں کے قبضہ کرنے کا مخالف۔ اس کے برعکس بنارس کا آفتابِ ہند انگریزوں کا حامی تھا اور سلطنت اودھ پر انگریزوں کے قبضہ کو جائز سمجھتا تھا، اور اس کی حمایت میں لکھتا تھا۔ چنانچہ چشمہ فیض مورخہ جون ۱۸۵۶ء میں آفتاب ہند کے مضمون پر سخت تنقید کی ہے۔ جس کے اہم اقتباس یہ ہیں۔

"اخبار پر بہار چشمہ فیض مطبوعہ ہفتہ پیوستہ میں ہم نے وہ مضمون ناموزوں

جو حضرت آفتاب ہند بنارس جو خوشامد سرائی سرکار الیسٹ انڈیا کمپنی کے بزعم خود موزوں کیا تھا۔ اس لحاظ سے نقلِ کفر کفر نباشد اپنے اخبار میں اس مراد سے چھاپا تھا کہ دلیل شائستہ سے تردید مضمون ناموزوں آفتاب ہند کی جاوے۔ ۔۔ ۔۔"

"فقرہ آفتاب ہند: ان دنوں ایسے اخبارات بہت کم نظر سے گذرتے ہیں جو ضیلع، صوبہ اودھ کے باب میں صفحے کے صفحے اکثر جھوٹ اور بہتان سے سیاہ نہ کرتے ہوویں، بلکہ بعض انگریزی والے بھی اس باعث سے کہ ان کے مہتمم ہندوستانی ہیں۔ شاید روپے کے لالچ میں پڑ جاتے ہیں یا پاس جانب داری کے مغلوب ہوتے ہیں بعضے وقت اس طرح کے جلبے سر وبا چھاپ کر بادشاہ ۔۔ ۔۔ وہ سامان باندھتے ہیں۔"

جواب: سبحان اللہ چھاج بولے تو بولے چھلنی کیا بولے جس میں بے شمار چھید۔ واہ واہ راست گفتاری نصفت شعاری مہتمم صاحب آفتاب ہند پر ہی ختم ہو چکی ہے۔ کیوں صاحبو کہیں کسی نے سنا ہے کہ آفتاب ہند کے مہتمم جو لکھتے ہیں سو سچ ہی لکھتے ہیں مشفقا خفا نہ ہو جائیے گا۔ اخبار نویس اتنا جھوٹ نہیں لکھتے ہیں کہ جتنا آپ تو وہ طوفان وبہتان بے نشان قائم کرتے ہیں پس خود را فضیحت دیگراں نصیحت کے کیا معنی ہیں۔ اخباروں میں جو لکھنؤ کے باب میں چھاپا جاتا ہے واقعی حق الامر ہے ہاں اور اخبار نویس آپ کی طرح سرکار گورنمنٹ کے خوشامدی نہیں ہیں اور بصورت خوشامدی بھی ہوں تو ایسا کسی

سے نہیں ہو سکتا کہ نہ اپنے ملک کی لاج کرے اور نہ ہم اپنے کی۔ اور نہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس تحریر سے اخبار نویسوں کی اِن اور ہندوستان کی آن چلی جاتی ہے۔ حضرت سلامت میں تنت متعجب ہوں اس بات پر کہ انگریزی اخبار نویس تعصب مذہب کو لکھنؤ کے معاملہ میں روا نہیں رکھتے ہیں اور امر حق کی تحریر سے درگذر نہیں کرتے ہیں اور آپ اسی ملک اور کالے رنگ کے فرقہ سے ہو کر نہ اپنے رنگ کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ اپنے ملک کا، اور طرفہ یہ کہ اوروں پر طعنہ کرتے ہیں، اور اپنے کلام کی تائید اوروں سے چاہتے ہیں مشفقا کیا ہندوستانی اور کیا انگریز سب کے سب اخبار نویس بلکہ عام رعایا کے لوگ ضبطیٔ لکھنؤ کو اچھا نہیں سمجھتے بخلاف آپ کے، سو طرفہ یہ کہ ان پر روپیہ کا لالچ کا آپ الزام دھرتے ہیں حالانکہ یہ بات ہرگز نہیں۔ بھلا صاحب اگر جمیع اخبار نویس روپیہ کے لالچ میں پڑ کر شاہ اودھ کی بہبود چاہتے ہیں تو آپ بھی فرما دیجے کہ آپ کس لالچ میں پڑ کر سرکار گورنمنٹ کی خوشامد سرائی کرتے ہیں اور کس خیال نفسانی سے بیچارہ سلطان واجد علی شاہ کی نسبت برا بھلا لکھتے ہیں۔ یاد رہے ہر اخبار نویس سلطان واجد علی شاہ کے بہبود کا سامان باندھتے ہیں، ہاں آپ تباہی کا۔۔۔

فقرہ آفتاب ہند: ایسے اس صوبہ اودھ کی کوئی بات نہیں جو ان لوگوں سے مخفی رہی ہو۔ کیونکہ کورٹ آف ڈائرکٹرس ہیں جو تین آدمی ہیں۔ ان میں ایک تو پالک صاحب ہیں جو لکھنؤ کی رزیڈنسی کر گئے ہیں اور دوسرے کری صاحب جو سکریٹر گورنمنٹ ہند تھے اور

بورڈ کنٹرول کے سکریٹری سر جارج رسل کلارک صاحب ہیں جو آگرہ کے لفٹننٹ گورنری کر گئے ہیں۔

جواب: بادشاہ کی بہبودی کے لئے اس سے اور بہتر کوئی مژدہ نہیں کہ بقول آفتاب ہند کورٹ آف ڈائرکٹرس سے بادشاہ کا حال مخفی نہیں اور یہ تینوں عہدہ داران نامی گرامی رموز مملکت ہند کے واقف بھی وہیں مقرر ہیں منفقا بادشاہ کا بھی دعویٰ ہے کہ سرکار انگریزی اپنے عہد ناموں پر خیال کرے اور میری اطاعت اور فرماں برداری کا لحاظ فرما دے پس کوئی شخص نہیں ہوگا بادشاہ اودھ کے اس دعوے کو سچا نہیں کہے گا۔ سرکار لکھنؤ کی اطاعت تمام عالم پر روشن ہے اور مضامین عہد نامجات تھے ایک زمانہ پر حالی ہیں۔ پس جس طرف سے غور کیا جاتا ہے انصاف کا بھروسا رکھا جاتا ہے۔

فقرہ آفتاب ہند: بادشاہ کا قصور اچھی طرح ثابت ہو چکا اگر کوئی تمانے اب بھی ان غیر آباد اور پھنکے ہوئے گانوں کو جاکر بچشم خود دیکھ لیویں۔

جواب: بادشاہ نے کوئی قصور نہیں کیا، اور غیر آبادی دیہات یہ قصور اس لائق نہیں ہے کہ لکھنؤ کی ضبطی ہو وے۔ دیکھو عملداری سرکار میں بھی اکثر گانوں غیر آباد ہو گئے۔ سو تانوں کا قصبہ کسی کو بھولا نہ ہوگا۔ اس تقریر کے معنی مہتمم آفتاب ہند اگر راج محل والوں سے جن کے گانوں سو تانوں نے پھونکوا دیے اور تباہ کر دیے دریافت کرے تو غالب ہے کہ پھر وہی اپنی تحریر کی آپ

تردید تحریر کریں گے، بادشاہ کی بے قصوری کے لئے۔ ہم کو یاد ہے کہ جنرل اوترام صاحب رزیڈنٹ کا وہ بیان جو انہوں نے سراجلاس کونسل کلکتہ میں بیان کیا کہ بادشاہ واجد علی شاہ سے کوئی قصور نہیں ہوا۔ اور اس کا حال بھی انگریزی اخبارات میں چھپ چکا ہے بخوبی کافی ہے۔"

یہ اخبار حریت پسند تھا۔ غیر ملکی اقتدار اس کو بالکل پسند نہیں تھا۔ انگریزی حکومت کی ناانصافیوں کے خلاف لکھتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب سرداران پنجاب کو سیاسی طور پر انگریزی حکومت نے گرفتار کر لیا، ان کی املاک ضبط کر کے ان کو جلا وطن کر دیا۔ تو چشمہ فیض میں اس پر نکتہ چینی ہوئی۔ چنانچہ اس اخبار کی اس حق گوئی پر اور سرداران پنجاب کی گرفتاری کے بارے میں ایک "حق بیں" کا ایک خط اسی ۵ فروری ۱۸۵۶ء کے چشمہ فیض میں شائع ہوا ہے، جو مہتمم چشمہ فیض کے نام ہے۔

"اس وقت میں آپ کے اخبار نویسی کا چرچا ایسا پھیلا ہے کہ ہر کہ و مہ ادنیٰ و اعلیٰ آپ کی راست نویسی پر آفریں و تحسین کہتے ہیں جو طریقہ قدیم سے اخبار نویسوں کا ہوتا ہے آپ کی ذات میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ بادشاہان پیشین واسطے رفاہ خلائق و داد دہی مظلوموں کی رات کو بہ لباس گدائی شہروں میں گردش فرما کر احوال ہر ایک کا معلوم کرتے تھے۔ سو ویسا ہی آپ کے اخبار میں رفاہت خلائق اور نیک نامی سرکار والا کی دونوں فائدہ ہیں۔ چنانچہ اخبارات بعض بعض جواب مثل لکھنؤ وغیرہ راجواروں کے جو آپ راست راست لکھتے ہیں اس میں آپ کے

حق میں دو فائدہ مقصود ہیں، یکے نیک نامی و دنیا و دوم سرخروئی عقبیٰ۔ آپ نے بہ نسبت سرداران پنجاب نے لکھا ہے کہ حکم صاحبان کورٹ آف ڈرکٹر ولایت سے در باب خلاصی ان کے صادر ہوا تھا، مگر لارڈ ڈلہوزی صاحب کو دل میں شک ہے کہ ہنوز بوئے تہور کی ان میں پائی جاتی ہے۔ اس بات سے لاٹ صاحب نے حکم آزادی کا نہیں دیا۔ اور اب لاٹ صاحب جدید کی مرضی میں ہے کہ مطابق حکم سابق تعمیل کر کر اس نیک نامی کو کارنامہ دہر میں اپنے پر درج کرا دیں۔ صاحب من اب ان بیچاروں میں کونسی بوئے ہتور کی پائی جاتی ہے۔ ظاہراً جنرل گلوٹ صاحب ولکسن صاحب اجنٹ گورنر جنرل نے ان لوگوں کے ساتھ چار شرطیں کیں۔ ایک جان بخشی، دوسرا قید معاف، تیسرا رہنا پنجاب کا اپنے گھروں مکانوں میں، چوتھا دینا وجہ کفاف کا موجب مقدور ہر ایک کے اور بعدہ بمنظوری لاٹ ڈلہوزی صاحب نے عہد و پیمان کر کر بلایا تھا۔ ان میں سے سوائے جان بخشی کے اور کچھ بات ظہور میں نہیں آئی اور دیکھئے ایسا جرم قبیح ان سے کوئی وقوع میں نہیں آیا کہ جس کے عوض میں اس قدر سزا و سختی ان پر نازل ہوتی ہے۔"

منشی دیوان چند اور منشی ہر سکھ رائے میں کافی عرصہ تک مخالفت چلی جس کو منشی نول کشور صاحب مہتمم سفیر آگرہ نے ختم کرایا۔ ان کا باہمی جھگڑا اس بنا پر تھا کہ کوہ نور اردو کو ذریعۂ تعلیم بنانا چاہتا تھا منشی دیوان چند اس رائے کے مخالف تھے۔ چنانچہ اسی دشمنی کے زمانے میں مہتمم کوہ نور نے

منشی دیوان چند کو ایک رقم کے ادا کرنے کا نوٹس دیا تھا جو کوہ نور مورخہ ۲۸ نومبر ۱۸۵۵ء میں چھپا۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

"اطلاع: بخدمت منشی دیوان چند صاحب مہتمم چشمہ فیض پنجاب۔ اس مطبع کے جو کچھ روپے آپ کے ذمے واجب الادا ہیں، بارہا ان کے ادا کرنے کے لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے اور آپ نے بجز وعدہ وعید کے کبھی مہربانی نہیں فرمائی۔ لہذا اس مرتبہ بذریعہ اخبار آپ کو تصدیعہ دیا جاتا ہے کہ اب آخر ۱۸۵۶ء ہے اسی سال میں زر دادنی دید یجئے ورنہ بذریعہ عدالت لیا جاوے گا اور جائے شکایت نہ ہو گی۔ اور آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ عبارت ہم نے اخبار میں آپ کے دھمکانے کے واسطے لکھی ہے کہ مبادا ناظرین اخبار یہ تصور فرماویں کہ نوبت اس استغاثہ کی عدالت میں بباعث رنجیدگی باہم کے پہنچی ہے۔ واللہ مہتمم کوہ نور نے اسی خیال سے آپ کو اس باب میں تصدیعہ بھی بہت دن سے نہیں دیا، اور خیال کرتا رہا کہ مبادا آپ کو کچھ اور خیال ہو۔ آپ جو کچھ مضامین رنگین و نمکین مہتمم اس مطبع کی نسبت اپنے اخبار میں لکھتے رہے مہتمم سب دیکھتا رہا۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بھی ۱۰ مئی سے ۱۴ جون تک چشمہ فیض جاری رہا، جس کو مقامی حکام سنسر کرتے رہے۔ اس کے بعد بند ہو گیا، اور منشی دیوان چند کو نوٹس دیا گیا کہ وہ اپنا پریس لاہور منتقل کر لے۔ اکتوبر میں جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد دسمبر میں ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنا پریس سیالکوٹ لے جائیں اور اپنی اخباری زندگی شروع کریں۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچکر چشمہ فیض جاری کیا جو بعد میں وکٹوریہ پیپر میں مدغم ہو گیا۔

دتاسی نے اپنے خطبہ میں اس اخبار کا ذکر تین جگہ کیا ہے۔ ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ اس کا اجرا جون ۱۸۵۲ء میں ہوا[1]۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔
شاید اس دور میں نصیحتوں پر لوگ زیادہ توجہ دیتے تھے اور قانون سے آگاہ ہونا چاہتے تھے اس لئے اس میں کافی نصیحتیں شائع ہوتی تھیں اور قانونی معلومات دی جاتی تھی اور اخبار کا بڑا حصہ اس میں صرف ہو جاتا تھا۔ نظمیں اور غزلیں بھی چھپتی تھیں۔

تیسری جگہ لکھتے ہیں۔ دسمبر ۱۸۶۵ء میں سیالکوٹ سے ایک اور جدید ہندوستانی رسالہ جاری ہوا ہے جس کا نام "خیر خواہ پنجاب" ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹر منشی دیوان چند صاحب ہیں جو ۱۸۵۷ء میں سورش عظیم سے قبل تین اخبار شائع کرتے تھے۔ میری مراد چشمۂ فیض، خورشید عالم اور اخبار پنجاب سے ہے" (۵۱۶)

فتح الاخبار

کول ضلع علی گڈھ سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۲ء میں رونق افروز ہوا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا ہر سہ شنبہ کو نکلتا تھا۔ مالک عثمان خاں، مہتمم کرپا شنکر تھے۔ سالانہ چندہ آٹھ روپیہ تھا۔ مطبع فتح الاخبار میں چھپتا تھا۔

مقامی خبریں، آگرہ گورنمنٹ گزٹ کے اقتباسات کے علاوہ اس میں عدالتی جارہ جوئیوں کے اہم نکات اور مال کے مقدمات سے متعلق کارآمد معلومات بھی درج ہوتی تھیں۔ طرز تحریر سلیس اور سادہ تھا۔

اختر شہنشاہی میں اس کا ۱۸۵۵ء میں جاری ہونا لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ سرکاری رپورٹ میں اس کا ذکر ۱۸۵۳ء کے اخبارات میں ہے۔ اور

---

[1] خطبات گارسان دتاسی ص۱۸۶۔

دتاسی نے بھی اس کا سنہ اجرا ۱۸۵۲ء لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

"۱۸۵۳ء سے ایک اردو جریدہ فتح الاخبار ضلع علی گڈھ کے قصبہ کول سے نکلتا ہے جو باوجود اپنے شاندار نام کے بہت سادہ اور سلیس زبان میں شائع ہوتا ہے۔ اس میں علاوہ خبروں کے آگرہ کے سرکاری اخبار کے انتخابات، عدالتوں کے مقدموں کی تا... بھی چھپتی ہے" (۱۸۴)

وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ سے یہ ہفتہ دار اخبار ۱۸۵۲ء میں جاری ہوا۔ اس کے مالک وایڈیٹر لالہ دیوان چند تھے۔ اس اخبار نے کافی عمر پائی، اور ۱۹۲۵ء میں بند ہوا۔ منشی دیوان چند کے بعد اس کے اہتمام کی ذمہ داری ان کے صاحبزادے منشی گیان چند نے سنبھالی تھی۔

اختر شہنشاہی میں اس کا ذکر اس انداز سے کیا ہے۔

"سیالکوٹ دو ورقہ اوسط روزمرہ لوتو لعہ ہفتہ میں دوبار لوتو للعہ مگر جمعہ اور شنبہ کے دو پرچے لوتو پانچ روپیہ وایڈیٹر و مہتمم برج لال، مالک منشی گیان چند از مطبع وکٹوریہ پیپر، اجرائے یکم جنوری ۱۸۸۰ء"

معلوم ہوتا ہے کہ روزمرہ اخبار ۱۸۸۰ء میں جاری ہوا ہوگا۔ اسی کی مناسبت سے انہوں نے روزنامچہ پر جلد اور نمبر شمار اسی سنہ سے لکھنے شروع کئے ہوں گے اور اسی بنا پر اس کا سالانہ چندہ مقرر کیا ہوگا۔

تاج التواریخ مؤلفہ مولوی نصرت علی صاحب نے غالباً ۱۹۰۵ء میں تالیف کی تھی۔ اس میں اخبارات ہندوستانی کے حصے میں اس اخبار کا ذکر ہے۔ لکھتے ہیں۔

"یہ پنجاب کا نہایت ہر دلعزیز پرانا اخبار ہے جس کو نکلتے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرا۔ اس اخبار کے مہتمم منشی گیان چند صاحب ہیں۔ پہلے منشی صاحب کے والد رائے دیوان چند صاحب مرحوم کے اہتمام سے یہ اخبار نکلتا تھا۔ اگر اس کو پند و نصائح کا خزانہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہمارے نوجوانوں کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہم منشی صاحب کی تجربہ کاری اور ہمہ دانی کے قائل ہیں، ان سے جہاں تک ہوسکا اس اخبار کو دل چسپ بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔"

تاج التواریخ کے تبصرہ کے وقت یہ اخبار ہفتہ وار تھا اور اس کا سالانہ چندہ پندرہ روپیہ تھا۔

۹ جنوری ۱۸۸۷ء کے دھرم جیون میں اس اخبار کا اشتہار شائع ہوا تھا جس کا مضمون یہ ہے۔

"وکٹوریہ پیپر جو ہندوستان کے ہر فرقے اور گروہ کے حقوق کی ادب اور متانت سے وکالت کرتا ہے، روزمرہ سیالکوٹ سے بڑی تقطیع کے آٹھ صفحے پر شائع ہوتا ہے۔ اس کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ قیمت اس کی حسب ذیل ہے۔ اگر روزمرہ لیا جائے تو اتیس روپے سالانہ اور اگر ہفتہ میں تین بار بہ حیثیت مجموعی لیا جائے تو چندہ دو روپے دس آنے منشی برج لال منیجر وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ"

وکٹوریہ پیپر ہندو دھرم کی بھی تبلیغ کرتا تھا۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۸۰ء میں وید دھرم کی تشریح کرتا ہے۔

۱۔ "دیو دھرم سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو ہمارے سامنے آجائے اس سے کھانے پینے میں شریک ہو جائیں۔

۲۔ دیو دھرم وہ تھا جسے انسان حاصل نہیں کر سکتے تھے، اگر حاصل کریں تو وہ بھی دیوتا بن جائیں۔

۳۔ دیو دھرم وہ ہے جس میں ظاہری اور باطنی پاکی کے سوا کچھ بھی نہ ہو اگر ہم دیو دھرم کے مدعی ہیں تو ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہمارا ظاہر اور باطن ویسا ہی پاک اور شدھ ہو جیسا دیوتا کا باطن پاک اور شدھ ہے۔

۴۔ ہمارا خورد و نوش ہمارا میل ملاپ اگر ہو تو وہ بھی ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جو بالکل پاک اور شدھ ہوں۔ اگر ایسے لوگوں کے ساتھ ہمارا اکل و شرب اور میل ملاپ نہ ہو تو ہم دیو دھرم کو حاصل نہیں کر سکتے۔"

شعاع شمس

ملتان سے یہ ہفتہ وار اخبار ریاض نور کی مخالفت میں وجود میں آیا۔ مہاراجہ ہولکر اس کی سرپرستی کرتے تھے۔ اس کے ایڈیٹر غلام نصیرالدین تھے۔ اس کے ابتدائی شماروں میں مضامین کا خلاصہ انگریزی اور ہندی میں دیا جاتا تھا، جو بعد میں بند ہو گیا اور خالص اردو کا اخبار رہ گیا۔

اس اخبار میں علاوہ خبروں اور مضامین کے ریاض نور کی مخالفت کی جاتی تھی، اور ریاض نور بھی اس کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس معاندانہ کشمکش کا حال مفرح القلوب کے اخبار کے ذکر میں تحریر کیا ہے، اور اسی میں نصیرالدین صاحب کے مختصر حالات لکھے ہیں۔

یہ اخبار ۱۸۵۷ء تک تو جاری رہا۔ اس لئے کہ ۲ر فروری ۱۸۵۷ء کے سحر سامری لکھنؤ میں اسی کے حوالے سے خبر شائع ہوئی ہے۔

دناسی نے "شعاع شمس" پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

"ملتان سے علاوہ اس اخبار کے جو وہاں پہلے سے موجود تھا، ۱۸۵۲ء سے ایک اور اخبار شائع ہوا ہے جس کا نام شعاع شمس ہے اور یہ مہاراجہ ہلکر کی سرپرستی میں ایک لائق درویش غلام نصیرالدین کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔"

ہمائے بے بہا لاہور سے یہ پندرہ روزہ پرچہ یکم جنوری ۱۸۵۳ء کو شائع ہوا۔ پہلی و پندرہ کو ۲۸ صفحات پر نکلتا تھا۔ مالک منشی دیوان چند تھے۔ سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔ مطبع چشمہ فیض میں چھپائی ہوتی تھی۔

فوائد الناظرین اور محب ہند کی طرح "ہمائے بے بہا" میں بھی علمی، تاریخی، ادبی اور علم و ہنر سے تعلق رکھنے والے مضامین شائع ہوتے تھے۔ نیز سرکاری سرکلر اور احکام بھی چھپتے تھے۔ ۲۸ر فروری ۱۸۵۸ء کے شمارے میں مقناطیس کی کیفیت و حالات بیان کئے گئے ہیں، جس کے تمہیدی الفاظ یہ ہیں:

"ہزار شکر و احسان خالق ہے کہ جن نے اپنی قدرت کاملہ اس سرزمین کو نعمائے گوناگوں سے ہم لوگوں کی پرورش و آسائش کے واسطے مرتب کیا۔ یہ زمین اندر باہر سے بے انتہا نعمتوں سے معمور ہے جتنا کہ ہم غور کریں اتنا ہی کرشمہ نظر آتا ہے، دیکھئے اس مٹی کو جس نے ایک ذرہ سے اسی نور کا ظہور ہے۔ چشم بینا چاہئے ورنہ جاہل کی نظر میں جوہر و کنکر ایک برابر ہے۔"

اسی شمارے میں ڈاک، بجلی، ٹیلی گراف، سیر، کرۂ زمین، وسعت عالم،

سمندر میں ہو ہے اور پتھر کا ترنا، باکو کا آتش فشاں پہاڑ وغیرہ جیسے مضامین شائع ہوئے ہیں۔

اسی شمارے میں "مژدہ فتح راحت گڑھ" کی تفصیل دی گئی ہے جس کی زبان دل چسپ ہے اور وفاداری کا اظہار بھی کیا ہے۔

"واضح ہو کہ فاضل محمد خاں نامی جاگیردار ریاست بھوپال نے راہ بغاوت اختیار کیا تھا اور بہ تبلیس ابلیس خبیث باتفاق اور اخوان الشیاطین کے قلعہ راحت گڑھ کو ملجا و ماوا بنایا تھا۔ ۲۵ تاریخ ماہ حال کو فوج ہندوستان قلبی زیر حکم میجر جنرل سر ہیو روز صاحب بہادر کے راحت گڑھ پر پہنچی۔ کنارہ جو بر محاذی قلعۂ مذکور واقع ہے کچھ مفسد نظر آئے۔ فوج سرکاری نے تاخت کی۔ باغی پیٹھ دکھا کر قلعہ میں گھس گئے۔ افسران فوج انگریزی تدابیر محاصرہ میں مصروف ہوئے اور اتواپ قلعہ شکن نصب کر کے قلعہ پر گولہ اندازی شروع کی۔ ۲۸ ویں تاریخ کو دیوار توڑ ڈالی اور حملہ کی تیاری ہوتی۔ مفسد خوف جان سے سیاہی شب میں فرار کر گئے۔ بہت سے ماخوذ بھی ہوئے۔ فاضل محمد خاں موجد فساد اور کامدار خاں بینڈارہ گرفتارین سے تھے دروازۂ قلعہ پر براہ پھانسی رہ سپر فنا ہوئے۔ کار بد کردہ را جزا این است۔"

نورِ مغربی دہلی سے یہ اخبار ۱۸۵۳ء کو رونق افروز ہوا۔ اس کے ایڈیٹر بلدیو سنگھ تھے۔ انڈین سٹینڈرڈ پریس میں طبع ہوتا تھا اس میں روزمرہ کی مقامی و بیرونی خبریں زیادہ چھپتی تھیں۔ اس کا مقصد

اہل ملک کے لئے مفید معلومات کی اشاعت کرنا اور ان کو حب بنی نوع انسان کے خیالات اور اصول سے باخبر رکھتا تھا۔

تعلیم الاخبار اس اخبار کے بارے میں گارساں دتاسی اپنے مقالہ ۱۸۷۴ء میں لکھتا ہے۔

"مدراس کے ہفتہ وار تعلیم الاخبار کو نہ بھولنا چاہئے جس کے ۱۸۵۲ء تک کے نمبر میری نظر سے گذرے ہیں" (۳۷)

نور مشرقی دہلی سے ۱۸۵۳ء کو منور ہوا۔ سید امیر علی ایڈیٹر تھے، ماہانہ چندہ چار آنہ تھا۔ مطبع نور مشرقی میں چھپائی ہوتی تھی۔ مفید معلومات کی اشاعت اس اخبار کا مقصد تھا۔ اس میں دہلی کی مقامی خبریں زیادہ ہوتی تھیں۔ بہادر شاہ کی صحت کا حال اور ان کے معمولات کا پابندی سے ذکر کیا جاتا تھا۔ بادشاہوں کا کلام اور خاص طور پر بہادر شاہ ظفر کی غزلیں چھپتی تھیں۔ لال قلعہ کے دربار کی ریشہ دوانیاں اور درباریوں کے جھگڑوں کے متعلق سنسنی خیز خبریں شائع ہوتی تھیں۔ ملکی اور غیر ملکی خبریں بھی درج ہوتی تھیں۔ نور مشرقی اپنے ہم عصر نور مغربی کی پالیسی پر نکتہ چینی کرتا تھا۔

نور مشرقی مذہبی اعتبار سے خصوصاً شیعہ خیالات کا اور اس کا مؤید مبلغ تھا۔ یہ اخبار شیعہ حضرات چلاتے تھے جو سنیوں کے خیالات اور عقائد پر نکتہ چینی کرتا تھا۔

چنانچہ اس اخبار کے ایک شمارہ ۲۴ شعبان ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۵ء میں ایک سنی عالم مولوی حیدر صاحب کی ذات پر حملہ کیا ہے۔ اس دور کی مولویانہ عبارت کا بھی اس اخبار کے اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام حیا یلہ سے بمقابلہ خلاصہ

دودمان حیدر کرار غیر فرار نقاوۂ خاندانی احبار مصطفوی یعنی
جناب مولوی سید رجب علی ۔۔۔ صاحب بہادر دام شوکتہم
دافاضنا تہم ان دنوں میں جو جناب مولوی سید رجب علی خاں
جن کا ذکر تشریف آوری وحال فضل سخنوری سابق اخباروں
میں سامعہ افروز و بصارت افزائے ناظرین اخبار ہو چکا ہے
بعزم وطن اس شہر میں تشریف فرما ہوئے جمیع احباب دیرینہ
سے ملاقات ہوئی رجناب حیدر علی صاحب سے بھی کہ فن مناظرہ
وعلم کلام میں بہت ادعا وشہرت ان کی عوام میں زبان زد ہے۔
مکان جناب مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر صدر الصدور دہلی
پر ملاقات ہوئی اس وقت صرف خوش اختلاطی درمیان رہی
لیکن ثقات سے سنا گیا کہ بعد اس کے بوساطت صدر الصدور
بہادر کچھ کلام مناظرہ درمیان آیا واسطے شکست دعویٰ منتہی
دلکلام وغیرہ تصنیفات طولیہ ۔۔ ۔۔ مولوی رجب علی خاں صاحب
نے فرمایا کہ کوئی تدبیر واسطے ختم کلام وظہور حق و باطل وسکوت
احد المتخاصمین کی بہتری اسی میں ہے کہ مباہلہ کیا جائے۔ جناب
مولوی حیدر علی صاحب نے معرفت واسطہ صاحب کے ارشاد
فرمایا کہ مباہلہ میں ہونا معصوم کا شرط ہے ۔۔ ۔۔ جناب مولوی
حیدر علی صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بتصریح صاحب
تحفہ قاضی موصل اور محمد بن میں مباہلہ ہوا ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔
مولوی سید رجب علی خاں صاحب نے ارشاد کیا کہ مولوی صاحب
کیوں لوگوں کو ہلاکت میں رکھتے ہو مرگ قریب ہے، قیامت

برحق ہے، حقوق اہلبیت طاہرہ سے غافل نہ رہو۔ بالائش سخن کو چھوڑو۔ انکار ولایت مولائے مومنین بدترین سیہ ہے۔۔۔۔
اگراس سے انکار ہے بسم اللہ میدان مباہلہ سے کیوں بھاگتے ہو جو شخص باطل پر ہے یقین جانو کہ عندالمباہلہ سزا پاوے گا۔"

اس خبر کے شائع ہونے کے بعد شہر میں چرچا ہوا اور شیعہ حضرات نے اس خبر کو زور شور سے اڑانا شروع کردیا کہ سنیوں کے مشہور و معروف مناظر اور عالم مولانا حیدر علی صاحب مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، راہ فرار اختیار کرلی۔

ان افواہوں اور نکتہ چینیوں کے جواب میں مولہ صفحہ کا بڑے سائز کا ایک پمفلٹ مولوی انوار الحق صاحب شاگرد مولانا حیدر علی صاحب نے شوال ۱۲۷۱ھ کو مطبع مرتضوی دہلی میں باہتمام حافظ غیاث الدین چھپوایا جس میں انہوں نے مولائے مومنین کی ولایت پر مدلل بحث کے ساتھ اس بات کی تردید کی کہ مولانا حیدر علی صاحب مباہلہ سے گریز کر رہے تھے بلکہ انہوں نے مفتی صدرالدین صاحب کے حوالے سے لکھا کہ "مولوی رجب علی سے میں نے جب یہ کہا کہ مولوی صاحب مباہلہ کے لئے تیار ہیں تو مولوی رجب علی خاموش ہوگئے اور ٹال گئے۔" اس کے علاوہ نواب امین الدین احمد خاں صاحب، عمدۃ الدولہ حلیم بہادر حکیم غلام نجف خاں صاحب، اخترم ال... حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب بہادر اور مرزا اسداللہ خاں غالب کی تھا... وساطت سے بھی کہلا کر بھیجا کہ "پیام بھیجو دیر نہ کرو تاریخ ٹھہراؤ، جمعہ کے روز جامع مسجد میں آؤ مناظرہ و مباہلہ کرو۔"

اس رسالہ کے آخر میں بارہ معززین و رؤسا اور علماء کرام کے دستخط ہیں

جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مولانا حیدر علی صاحب نے دعوت مباہلہ سے انکار نہیں کیا۔ ان دستخطی مہروں میں قابل ذکر نام یہ ہیں:

نواب حسن علی خاں صاحب، مفتی صدرالدین صاحب، حکیم غلام نجف خاں صاحب، نواب امین الدین خاں صاحب، نواب سعادت علی خاں صاحب۔

یہ وہ تاریخی مباہلہ ہے جس میں بادشاہ ظفر اور تمام ہندوستان کے علماء، امراء اور معززین دلچسپی لے رہے تھے۔ اس دعوت مباہلہ کی اس وقت نوبت آئی جب کہ علماء شیعہ وسنّی اپنے اپنے قلم کے زور کتابی شکل میں نکال چکے تھے، آخری مرحلہ مباہلہ ہی کا تھا جس کا حشر یہ ہوا۔

صادق الاخبار — یہ اخبار بھی ۱۸۵۳ء کو دہلی سے جاری ہوا مہتمم مصطفیٰ خاں تھے۔ رونا سی نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔

"صادق الاخبار جسے مصطفیٰ خاں، مصطفائی پریس کے منیجر نکالتے ہیں یہ پریس پہلے لکھنؤ میں تھا۔ لیکن چند خاص وجوہ کی بنا پر۔۔۔۔۔

یہ کارخانہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں نے اس کی دو شاخیں ایک کانپور اور دوسری دہلی میں قائم کیں۔ یہ پرچہ دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ اسی نام کا دوسرا اخبار فارسی زبان میں بھی شائع ہوتا ہے"۔

معلم ہند — ہیرا منڈی لاہور سے یکم جولائی ۱۸۵۴ء کو یہ ماہنامہ وجود میں آیا۔ ناشر محمد حسن صاحب احسن کلانوری تھے۔ تیس صفحات پر مشتمل تھا۔ سالانہ چندہ ڈھائی روپیہ تھا۔ اس میں سررشتہ تعلیم کے لئے امدادی مضامین چھپتے تھے۔

خوش بہار — اس اخبار کے بارے میں مؤلف اختر شہنشاہی نے صرف اتنا ہی لکھا ہے: "خوش بہار پشاور کا اخبار، اجرا، نومبر ۱۸۵۴ء"

نیرِ اعظم

بٹالہ سے ۲۲ر دسمبر ۱۸۵۴ء کو یہ اخبار رونق افروز ہوا۔ مہتمم منشی محمد بخش صاحب تھے۔ اس اخبار کا اشتہار ۲۶ر دسمبر ۱۸۵۴ء کے کوہ نور میں شائع ہوا ہے۔

"اخبار مطبع جدید : برسید اشتہار اخبار نمبر اول مطبوعہ ۲۲ر دسمبر سنہ حال روشن ہوا کہ اتفاقاً بٹالہ میں نیر اعظم نامی ایک اخبار با ہتمام منشی محمد بخش صاحب پرنٹر طلوع ہوا۔ روشنائی چھاپے سے نور دیدہ اور تمام نامی سرور سینہ بہم پہنچا۔ خداوند کریم عمر بخشے اور قدر بڑھائے۔ شکر ہے اب پنجاب میں ترقی علم کے سامان تازہ بتازہ مہیا ہوتے جاتے ہیں۔"

مطلع الانوار

گجرات سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۴ء کو جاری ہوا۔ جسے عام طور پر گجرات کا اخبار کہا جاتا تھا۔ اس اخبار کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئی۔ مؤلف اختر شہنشاہی بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھتے۔

رفاہِ خلائق

شاہ جہاں پور مقام کوٹھی دیوان منو لال سے یہ پندرہ روزہ اخبار شائع ہوا۔ مہتمم لالہ بیج ناتھ صاحب تھے۔ سالانہ چندہ دو روپے بارہ آنے تھا۔ مطبع گوری میں چھپتا تھا۔

عمدۃ الاخبار بمبئی و سورت

بمبئی اور سورت سے بقول اختر شہنشاہی دسمبر ۱۸۵۴ء کو یہ دونوں اخبار جاری ہوئے۔

صادق الاخبار

جمیل پورہ عرف چوڑیوالہ دہلی سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۴ء کو جاری ہوا۔ ہر دوشنبہ کو کبھی آٹھ کبھی چار صفحات پر نکلتا تھا۔ مالک و مہتمم سید جمیل الدین ہجر تھے۔ ماہانہ ایک روپیہ

ششماہی پانچ روپے اور سالانہ چندہ نو روپے تھا۔ اس کی منتقل پرنٹ لائن یہ تھی۔
"جمیل المطابع دہلی میں سید جمیل الدین[1] خاں پرنٹر پبلشر نے طبع کیا۔"
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران اخبار کی پریس لائن یہ ہوگئی تھی۔
"حسب فرمان واجب الاذعان شہنشاہ دہلی در جمیل المطابع خاکسار سید جمیل الدین مہتمم طبع نمود۔"

اس میں رفاہ عام کے لئے بلا اجرت مضمون چھپتا تھا، اور کوئی شخص خاص مضمون چھپوانا چاہتا تھا تو اس کو دو آنے فی سطر دینے پڑتے تھے۔

یہ اخبار اپنے دور کے اچھے اخباروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس میں ملکی و غیر ملکی خبریں شائع ہوتی تھیں اور سنجیدہ و متین مضامین بھی چھپتے تھے۔ اس کا ایڈیٹر و مالک خوددار انسان تھا۔ ملک اور قوم سے اس کو محبت تھی، ظلم و نا انصافی برداشت نہیں کرتا تھا۔ اس اخبار نے اور اس کے ایڈیٹر نے بھی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو کامیاب کرنے کی سعی کی اور قلم کے جوہر دکھائے، جس کی پاداش میں اس کو اسیر فرنگ بھی بننا پڑا۔

انگریزوں نے ہندوستانی فوجیوں کو گائے اور سور کی چربی کے کارتوس استعمال کرنے کے لئے دیئے تھے جس کی وجہ سے فوجیوں میں کافی بے چینی پیدا ہوگئی تھی اور جس نے ملک میں بغاوت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس قسم کی ایک خبر ۲۰ اپریل ۱۸۵۷ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

"سرکشی افواج انبالہ: صاحب فرینڈ آف انڈیا تحریر کرتے ہیں کہ ان دنوں سپاہ سرکاری نے نئے کارطوسوں سے سرتابی کرنی شروع

---

[1] سید جمیل الدین صاحب ہجر کے حالات زندگی تاریخ صحافت اردو جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

کم دی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ علاقہ بنگال میں کچھ پلٹنیں بگڑ گئی تھیں۔ ایک تو ان میں سے موقوف ہوئی اور اس کے افسروں کو بھی پھانسی کا حکم ہوا تھا۔ آج از روئے تار برقی معلوم ہوا کہ پلٹن گورکھ نمبر ۱۶ مقیم انبالہ نے بروقت قواعد عمل درآمد کارطوسوں سے انکار کیا۔ کہ بمجرد اطلاع افسر سپاہی نے ایک ہندوستانی ترپ کو حکم زیر کرنے سرکش پلٹن کا دیا اور ان پر فیر کرنے شروع کیے۔ کہتے ہیں کہ اس طوفان بے تمیزی میں ایک بارک گوروں کی پچھلی رات جل کر خاک ہو گئی اور ایک ہندوستانی پیادوں کا استعمال جو کہ فاصلہ میل بھر کا رکھتا تھا پھنک گیا۔ از روئے ایک چٹھی سیالکوٹ کے ظاہر ہوا کہ یہاں کے سپاہی بھی نئے کارطوسوں کے قواعد سے بگڑتے ہیں اور بجائے دانتوں کے ہاتھوں سے کارطوس توڑتے ہیں۔ لوگوں کے دل کا شک ابھی رفع نہیں ہوا۔"

مہاراجہ کشمیر کا ظلم زبان زد خواص و عوام ہو گیا تھا۔ اور ان کی خود غرضی، ہوس اور طمع پرستی مشہور ہو گئی تھی جس کے بارے میں ۱۶ مارچ ۱۸۵۷ء کا اخبار روایت کرتا ہے۔

"ظلم کشمیر: کارسپانڈنٹ صادق الاخبار مقام کوہ مری سے تحریر کرتے ہیں کہ مہاراجہ گلاب سنگھ والئے جموں و کشمیر نے اپنے علاقہ میں دست ظلم دراز کر رکھا ہے اور اٹھنے بیٹھنے پر محصول لیا جاتا ہے۔ اگر راجہ صاحب کے خاندان میں بچہ پیدا ہو یا ولی عہد وغیرہ کو بیماری سے صحت ہو یا کوئی شادی کرے یا زنار پہنے اس پر بھی محصول لیا جاتا ہے۔ اگر لڑکی پیدا ہو تو آٹھ آنہ اور لڑکا کا تولد ہو تو دس آنے

لئے جاتے ہیں اور طرح طرح کے ایسے ظلم کہ حیطۂ قلم سے باہر ہیں۔ جب اپنوں سے یہ حال ہے تو والئے بر حال رعایا کہ کیا کیا ظلم ہوتے ہیں اور سب ظلموں سے بڑھ کر یہ ستم ہے کہ اگر راجہ صاحب کسی کی گرفتاری کا حکم دیتے ہیں تو ملازمین اپنی چاق و چستی سے سر اتار لیتے ہیں اور طرفہ تر یہ ہے کہ اول گھوسی، تیلی، تنبولی، بھٹیاری، دھنے، جولاہے، گائے، بھیس، بکری وغیرہ پر محصول لگا رکھا تھا، اب طوائفوں پر فی روپیہ ایک ٹکہ تیماوتبر لگا لیتے ہیں۔ اگر احیاناً کوئی شخص محصول ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی کھینچی جاتی ہے۔ اس لئے تمام رعایا تنگ آکر مورو ملخ سے زیادہ راولپنڈی اور اضلاع پنجاب میں منتشر ہوتی جاتی ہے۔"

جس وقت جنگ آزادی ۱۸۵۷ء شروع ہوئی تو صادق الاخبار نے اپنے صفحات کو جنگ کی خبروں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جنگ کے علاوہ کوئی اور خبر شائع نہیں کی جاتی تھی۔ مجاہدین کی ہمت بڑھانے کے لئے خبریں اور رائے بلیں درج کی جاتی تھیں، غیر ملکی فوجوں کی آمد کی اطلاع چھاپی جاتی تھی۔ دہلی کی جنگ آزادی میں مجاہدین دشمنوں کا قلع قمع کرتے، ایسی خبروں سے بھی اخبار کو مزین کیا جاتا تھا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بارے میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں علاوہ "تاریخ عروج سلطنت انگلیشیہ ہند" کے، تقریباً تمام کتابوں میں اس جنگ میں انگریزی فوج کی بہادری اور مجاہدین کی ذلت اور بزدلانہ شکست دکھائی گئی ہے، مجاہدین کی بہادری اور شجاعت کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے برعکس صادق الاخبار، دہلی اردو اخبار میں مجاہدین کے دلیرانہ اور اولوالعزمی کے کارنامے نمایاں طور پر شائع کئے جاتے تھے۔

دہلی کی جنگ آزادی میں مردوں ہی تے نہیں بلکہ ایک نڈر بہادر بیباک عورت نے بھی حصہ لیا تھا۔ ۲۷ ذی قعد ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۸۵۷ء کا اخبار ان حالات کو بیان کرتا ہے۔

"کچھ اہل روم نے کیا نہ شاہ روس نے
جو کچھ کیا نصاری سے سو کار طوس نے

... حکایت ایک زمانہ میں کسی بادشاہ متوکل پر دوسرے شہنشاہ نے بہ ہمراہی سپاہ زیادہ از مور و ملخ چڑھائی کی اول تو شاہ متوکل خواہاں صلح ہوا۔ جب غنیم نے نہ مانا تو ناچار صبح پر لڑائی ٹھیری۔ اگرچہ ادھر سامان جنگ تیار نہ تھا مگر بادشاہ ارشادات الٰہیہ پر بھروسا رکھتا تھا رات کو عبادت جناب باری میں مصروف ہوا ہر چند مقربان تے سلطانی واسطے درستی اسباب لڑائی عرض کی مگر بادشاہ نے نہ سنی اور فجر ہوتے ہی لشکر کو جا مقابل کیا جو کہ شاہ متوکل کی طرف سے لشکر غیبی الٰہی ہو گیا۔ اس لئے دشمن کی نظر میں ان کے قدرے سپاہ بہت معلوم ہوتی، اور ریلے لڑے سب کا پیر اکھڑ گیا۔ شاہ متوکل نے مفت میں ایسی فتح حاصل کر لی۔ حاصل کلام جو شخص اپنے خدا سے سچا ہے اس کا کام سب اچھا ہے۔ اس ہفتہ میں یہاں کئی لڑائیاں ہوئیں۔ سواران و تلنگان شاہی نے ان معرکوں میں وہ وہ داد شجاعتیں دیں کہ زیر زمیں جگر رستم کا تپ اٹھا، یعنی گراتپ کھا کھا کر توپ کے منہ پر جا جا پڑے اور تیغ دلاوری سے ایک کو دو اور دو کو چار کیا۔ آخر کار گورے منہ پھیر پھیر گئے مگر جو کہ کل امر منحصر وقت پر ہیں تو انشاء اللہ صبح و شام میں اس بادشہ کو

فتح کرلیں گے۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ کہتے ہیں کہ منجملہ اس سپاہ مردمیدان کے سواران جالندھر سے شیخ امیر علی صاحب دفعدار اور شیخ سبحان علی و کرامت علی و قطب علی صاحبان وغیرہ اور ترب سرسہ سے فدا علی دفعدار، سید غلام سرور اور مرزا متل بیگ صاحب نے ایسی ایسی داد شجاعت دی ع فلک گفت احسن، ملک گفت آہ۔ نفس الامر میں مردانگی انہی کے لئے ہے کیونکہ اس زمرہ سواروں میں اکثر شریف ہوتے ہیں خدا نے چاہا تو ان لوگوں کو بڑے بڑے عہدہ اور منصب پیشگاہ شاہی سے ملیں گے۔ بتحقیق سنا گیا کہ رجمنٹ جھانسی ایسی لڑی کہ جو لڑنے کا حق تھا، اور پیدلوں نے بھی اپنی بساط سے زیادہ کام دیا، اور جنرل بخت خاں ہمہ تن اس میں مصروف ہیں ایک عورت جہادیوں کے ساتھ لڑائی میں خوب مردانہ کام کرتی ہے بلکہ حضور سے اوس کو ایک گھوڑا سواری کے لئے ملا ہے۔"

ایک دوسرے معرکہ میں مجاہدین کی شجاعت کی شہادت ۱۷ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۵۷ء کے اخبار کے صفحات دیتے ہیں۔

"خبر دہلی: آج کل دہلی میں جو سالہا سال سے اجڑے دیار کہلاتی تھی، سپاہ کی بہت رونق اور کثرت ہے اور باعث بارش گولہ غنیم جان کی طرف سے جو خوف ضائع ہونے کا تھا خدائے تعالیٰ کی عنایت سے یعنی ہر کوچہ و بازار میں صبح و شام ہزاروں آدمی پھرتا ہے اور دشمنوں کے گولۂ سیل سے بال بال بچتا ہے ...... دیکھو اس کی ادنیٰ عنایت کہ سولھویں رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ کو پانچ ترک سواران فرشتہ منش نے انگریزوں کا راج پاٹ ہند سے اٹھا دیا،

گویا تخت حکومت الٹ دیا۔ اور ہمارے حضرت قضا و قدرت بہادری طالع از سر نو تخت شاہی پر بیٹھے از انجا کہ آسائش رعایا ہند منظور خدا ہے اس لئے منتظم دوران جناب محمد بخت خاں بہادر جنرل کو نصفت اور عدالت اور مدبری وانتظام میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہمارا حاکم شفیق بنایا اور جناب موصوف نے حضور سے خلعت فاخرہ سپر و شمشیر پاتے ہی شہر کا انتظام بخوبی کر دیا۔ اب کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا ہے بلکہ الٹا سرکش غریب کے ہاتھ میں ہتیار دیکھ کر ڈرتا ہے۔ اور تمام سپاہ کا بندوبست بھی بخوبی ہو گیا۔ جمیع تھانیدار شہر اور سید مبارک شاہ خاں صاحب کوتوال گشت میں مصروف ہیں۔ دکاندار دکان کھولتے جاتے ہیں باہر سے غلہ بافراط چلا آتا ہے اور حال لڑائی کا یہ ہے کہ پرسوں کے روز جناب جرنیل صاحب نے براہ علی پور گوروں کا محاصرہ کیا تھا۔ سو طرفین سے مقابلہ ہوا دیر تک سپاہ شاہی داد شجاعت دیتی رہی۔ آخر کار گورے بھاگ نکلے اور لشکر منظفر نے جب کوئی حریف مقابل نہ پایا تو تین سو گھوڑا اور کچھ چھکڑے رسد وغیرہ اپنے قبضہ میں کر کر قصد بازگشت کیا سنا گیا کہ گورہ اس لڑائی میں بہت مارے گئے"۔

تیسرے معرکہ میں دشمنوں کو تہ تیغ کرنے کے واقعات ۵ اگست ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲ ذالحجہ ۱۲۷۳ھ کے اخبار میں درج ہیں۔

"فرنگیوں نے لاکھ تدبیر تسخیر دہلی کی مگر نہ گوروں کی شجاعت یہاں کام آئی نہ تقدیر کے آگے کچھ تدبیر پیش گئی۔ جہاں تہاں وہ کفار گاجر کی طرح کاٹے گئے اور ہر ایک کھیت پر ہولی کے

مانند چھانٹی گئی۔ باقی جو قدرے قلیل میدان علی پور میں ہیں ان کو بھی عنقریب سُن لیں گے کہ حیاوب قہر الٰہی سے خس کم جہاں پاک ہوئے۔ اور شاہ گیتی پناہ کا تسلط تمام ہندوستان میں ہو گیا۔ سنا گیا کہ نویں تاریخ ماہ سعید قربان کی افواج ظفر امواج نے مخالفان دین سے بوقت تماخت نو گھنٹے روز کے بادشہ پر خوب مقابلہ کیا اور مقاتلہ کیا۔ دیر تک کشت و خون مردمان طرفین ہوتا رہا۔ من بعد بارانِ رحمت الٰہی نے نزول کیا، گورے بھاگ نکلے۔ یہ حال دیکھ کر سپاہ منصور واپس آئی۔ کہتے ہیں کہ گورے اس روز لڑائی میں بہت کام آئے۔ گیارھویں شب کو نیمچہ کے کمپو نے برائے جنگ دشمنانِ مذہب علی پور کی طرف کوچ کیا۔ بسئی کے پل پر دو سو گوروں کا بکٹ معہ دو ضرب اتواپ پھرتا نظر آیا۔ شجاعانِ شاہی نے ان پر فیر بنا دیئے و اتواپ کئے اور ایک بارگی حملہ کر کے گھیر لیا اس وقت خوب تلوار چمکی۔ بارش کا پانی جو تمام ندی نالوں میں بھرا ہوا تھا، مثل جوئے خون ہو گیا۔ سینکڑوں سر گوروں کے گیند کی طرح زمین پر لڑھکتے پھرتے تھے۔ غرضکہ بہادران نیمچہ نے سب گوروں کو قتل کیا اور دو توپیں ان کی چھین لیں اور ساری رات وہیں ڈیرے جمائے رکھے۔ اگلے دن اور سپاہ جنگی دشمنوں سے لڑنے گئی اور ایکبارگی دھاواکر کے پہاڑی پر چڑھ گئی۔ کفار نگونسار میں سے جو بھی سامنے پڑا، ہلاک کیا اور مال و اسباب ان کا حتٰی کرسی، میز و شراب لوٹ لیا۔ اور کچھ سواران تہور نشان

نے سرائے محبوب علی خاں مرحوم پہنچکر میموں اور ان کے بچوں کو معہ انگریزان رذالی شان ہلاک کیا۔ واقعی یہ فوج ظفر موج ایسی جری ہے کہ آج تک چشم فلک نے دیکھی اور نہ گوش زمانہ نے سنی۔"

بہادر شاہ ظفر کو اللہ تعالیٰ کی امداد غیبی بھی حاصل تھی۔ اس قسم کا ایک خواب ۱۷ ذی قعدہ ۱۸۷۳ء کے صادق الاخبار دہلی میں درج ہے۔

"خواب: ایک صاحب فرماتے ہیں کہ ان دنوں یہ خواب دیکھا ایک بزرگ دست سیاہ متبرک صورت میرے پاس آئے اور گویا ہوئے کہ تم لوگ کس لئے اتنا ڈرتے ہو قادر علی الاطلاق نے تو سلطنت ہند کی ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی کے نام عطا کردی۔ میں نے یہ سنکر شکر خداوند تعالیٰ بجالایا اور استفسار کیا کہ حضرت یہ تو فرمائیے کہ آپ کے ہاتھ سیاہ کیوں ہوگئے۔ بجواب اس کے وہ حضرت صورت ملایک بولے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خدمت دی ہے کہ تمہارے دشمن جب تم پہ گولہ برساتے ہیں تو ہاتھوں پر روکتا ہوں اور یہی باعث ہے کہ رعایا دہلی میں سے کم لوگ ضائع ہوتے ہیں، ورنہ کیا ٹھکانا تھا۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صرف دہلی ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے ہر شہر میں لڑی گئی۔ آگرہ میں ہندوستانی جانبازوں نے جس جواں مردی کا ثبوت دیا اور غلامی کی لعنت کے خلاف جدوجہد کی اس کا ذکر ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۸۵۷ء کے شمارے میں ہے۔

"خبر آگرہ: زبانی ایک معتبر قاصد آگرہ کے مدرک ہوا کہ کمپو نیمچ کا کوچ کرتا ہوا مقام کھیری میں گوروں سے مقابلہ ہوا، دیر تک

لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار بعد مقاتلہ بسیار انگریز شکست کھا کر
آگرہ میں جا چھپے اور بکھو نے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ قتل
کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ چھاؤنی اور تمام کوٹھیاں انگریزی
پھونک دیں۔ ہزاروں روپے کا مال اور اسباب لوٹا اور سامنے
سے جو انگریز نظر پڑا مار ڈالا اور محبس خانہ میں قیدی آزاد کر دیئے
یہ حال دیکھ کر انگریز اور کچھ گورے اور کرسٹان قلعہ میں پھاٹک
بند کر کے محصور ہو گئے اور جو باہر رہا اس کو رعایا نے سنگوا لیا۔
اس وقت بکھو مذکور نے کوتوالی اور تھانہ شاہی بٹھلایا اور دکانداروں
میں سے کسی کو لٹنے نہ دیا اور جو کہ اس بکھو کے پاس خزانہ اور رسد
و اتواپ قلعہ شکن تھیں اس لئے متھرا میں آکر قیام کیا اور لکھمی
چند سیٹھ سے پانچ لاکھ روپے کا پیغام ڈالا۔ کہتے ہیں سیٹھ نے بعد
معذرت بسیار سوا لاکھ روپیہ فوج کے حوالہ کر دیا۔ اب بکھو مذکور
وہیں پڑا ہوا راہ جواب عرضی دیکھ رہا ہے۔ غالب ہے کہ چند روز
میں وہ لشکر داخل دہلی ہو۔ کیونکہ پیشگاہ حضرت ظل سبحانی سے
تنقہ در باب طلب ان کے جاری ہوا ہے۔ آگرہ میں اب انگریزوں
نے یہ تحیری رعایا اکثر لوگوں کو پھانسی دینی اور گولی مارنا شروع
کر دی ہے گویا میرٹھ کا سا حال ہو رہا ہے اور مسجد جامع آگرہ
کو غضب میں آکر شہید کر ڈالا، اور چاہا تھا کہ روضہ تاج بی بی
کو بھی توڑ پھوڑ ڈالیں لیکن رعایا کو اس کے عوض مستعد جنگ
پا کر خاموش ہو رہے ہیں۔"

انگریزی حکومت کے خلاف ہندوستان کے ہی لوگ نہیں تھے بلکہ اس

وقت ایران اور روس کی حکومتیں بھی تھیں جو انگریز کے اقتدار کے خاتمہ کے منصوبے بناتی تھیں۔ چنانچہ پشاور میں انگریزوں کی قتل وغارت گری اور پٹھانوں کا ہندوستان میں انگریزی حکومت پر حملہ کرنے اور دہلی میں آنے کی خبر ۶ر جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۷ر ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ کے پرچے میں چھپی ہے۔

"خبر پشاور: ایک دوست کی زبانی ایک قاصد آنے والے خاص پشاور کے راوی ہیں کہ کئی ہزار سپاہ نے بہت سے انگریزوں کو قتل کیا اور یہاں سید محمد اکبر والی سورت کو کہ بڑے دیندار ہیں تخت شاہی پر بٹھایا اور اس کا انتظام بخوبی کراکر لاہور کو آن گھیرا۔ اب اہل لاہور محصور ہیں یقین کہ سپاہ منصور از راہ شجاعت ذاتی فتح حاصل کرے اور جو تھوڑے بہت گورے لب گور ہیں در گور ہوں کہتے ہیں کہ سپاہ اہل اسلام جا بجا تھانہ بادشاہی تا بہ لاہور بٹھاتی چلی آتی ہے اور ارادہ رکھتی ہے کہ بعد فتح لاہور مقام پٹیالہ و دیگر مقامات دشمنانِ شاہی کو زیر و زبر کر کے قدم بوسی حضور انور حاصل کرے۔ سنا گیا کہ اب گورے اور انگریز تمام پنجاب میں باقی نہیں رہے۔ اگر قدرے قلیل ہیں تو کرنال و علی پور میں۔ سو اب ان کا بھی محاصرہ ہوا جاتا ہے ہمارے اہل شہر خاطر جمع رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پہ مہربان ہے اور جو وہ کرے گا، کوئی فعل بے جا حکمت سے نہ ہوگا۔"

شاہ ایران نے انگریزوں سے لڑنے کا جو اعلان کیا تھا وہ ۱۷ر ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۶ر جولائی ۱۸۵۷ء کے صادق الاخبار میں شائع ہوا ہے۔

"زبانی ایک آئندہ پنجاب کے مدرک ہوا کہ شاہ نصیر الدین والی

ایران نے ایک اعلام جاری کیا ہے مضمون اس کا یہ ہے کہ تمام سپاہ فارس جمع ہوں، سرحدات ملک ایران میں برائے مقابلہ و مقاتلہ دشمنان مذہب یعنی انگریزان اور اقوام عرب کو چاہیئے کہ فرماں برداری کریں کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

فرمایا آنحضرت نے کہ قتل کر رنج دینے والے کو جس طرح کہ وہ تیرے رنج دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اب چاہیئے کہ تمام پیر و جوان، خورد و کلاں، عقل مند اور جاہل، کسان اور سپاہی بغیر از تامل تائید کریں اپنے ہم مذہبوں کی، اور ہتیاروں سے جسم کو آراستہ رکھیں اور ایک جھنڈا محمدی گاڑ دیں اور تمام ہم قوم کو جہاد کی اطلاع دیں خدا کے نام پر کہ وہ برکت دے گا غازیوں کو اور ہم ان سے نہایت خوش ہوں گے اور طرفون فارس کے ہم نے امیر الامراء مرزا محمد جان کو اور شجاع الملک میر علی خاں و دیگر جنرل و حاکم دافسر پچیس ہزار سپاہ اور جانب ابوشہر کہ جہاں سے انگریز مفرور ہو کر بمبئی آ پہنچے شاہزادہ نواب صمصام الدولہ کو بافسری تین ہزار سپاہ اور کرمان کی جانب غلام حسن خاں دفعدار و جعفر علی خاں میر پنجا کو معہ رجمنٹہائے سواران کراچی ڈگیا اور مقام از ریبیا اور کر یبیا میں بیس ہزار سپاہ جرار و کرار اور بسمت کچھ اور میکرم علاقجات سندھ نواب احسام الطیبت کو معہ تیس ہزار لشکر و چالیس ضرب التواب معہ دیگر سامان جنگ تعین تا اضلاع افغانستان وغیرہ کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور زیر حکم سردار سلطان احمد خاں اور سردار شاہ

دولہ خاں اور سردار سلطان علی خاں اور سردار محمد عالم خاں
ہندوستان کو جائیں خدا نے چاہا فتح مند ہوں گے اور انگریزوں
کا ٹھکانا لندن سے ورے نہ رکھیں گے۔ بس اب یہ وقت ہے کہ
باشندے اس ملک اور افغان اور اہل ہند جو کہ قرآن شریف
پر ایمان رکھتے ہیں اور فرمودہ پیغمبر خدا پر چلتے ہیں الم نشرح جہاد
کریں اور دین کا ساتھ دیں، اور اپنے بھائی مسلمان کے دستگیر
بنیں کہ اس میں مفاد دین و دنیا متصور ہے، لازم کہ جمیع اہل اسلام
اس میں کوشش کریں اور تمام اقوام افغانستان اور ہند کو
روشن ہو کہ شاہ ایران کا یہ ارادہ نہیں کہ ملک افغانستان کو
فتح کر کر شامل ممالک محروسہ کرے بلکہ اصل منشا یہ ہے کہ قندھار
سردار رحمدل خاں اور کہندل خاں کے کبضہ میں رہے اور کابل امیر
دوست محمد خاں . . . زیر حکم خاندان تیموریہ، امیر کو چاہیئے
کہ بمصلحت رشتہ داران خود تائید اہل اسلام کریں اور لاکھ
روپے کا لالچ دل سے دور کرے حدیث کیونکہ فرمایا حضرت پیغمبر
نے کہ جو کوئی اہل مذہب کی مدد کرے گا ثمرہ اس کا نیک پاوے گا
اور قبل از اجرائی اس اشتہار کے امیر دوست محمد خاں کہا کرتا
تھا کہ اگر سپاہ ایران انگریزوں پر چڑھائی کرے گی تو میں بھی
زور زندہ رہے اس کا شریک ہوں گا، اب وہ وقت آن پہنچا سو امیر
دشمنان اہل اسلام کو ہلاک کرے جہاں تک ہو سکے کہ اس سے بہتر
کوئی نعمت عظمیٰ نہیں، کس لئے کہ اگر مر جائے تو رتبۂ شہادت پائے
اور اگر زندہ بچے تو غازی کہلائے۔ بہر حال جہاد بہت اچھی چیز ہے

اگر خدانخواستہ امیر نے اس کے خلاف کیا تو بیشک وہ کرستان کہلائے گا اور عنقریب اس پر خدا کا غضب آئے گا۔ اور شاہ ایران نے ایک نامہ بھی امیر دوست محمد خاں کے نام اس مضمون کا بھیجا" اے امیر تو انگریزوں سے شریک ہو کر بے ایمان ہو گیا مگر ہم از راہ مسلمانی تجھ کو فہمائش کرتے ہیں کہ اس قوم سے علیحدہ ہو اور ہم سے مل کر تدبیر غارت کرنے انگریزوں کی کر، اور کل اہل اسلام یہی کہتے ہیں کہ امیر نے انگریزوں سے مل کر مسلمانی کا نام ڈبو دیا اگر تجھ کو طمع زر ہے تو ہم سے دو چندلے، اور کہا تو نے نہیں سنا کہ اس قوم نے ہندوستانی شاہزادوں اور امیروں سے کیا کیا بدعہدیاں ظاہر کیں۔ امیر نے اس نامہ کی بڑی تعظیم کی اور آپ باشتمال آخوں سوات ادھر کے آنے کا قصد کیا اور شاہ ایران ہرات میں داخل ہو گیا اور سپاہ قندھار نے فوج انگریزی جو آگے بڑھی تھی ہلاک کیا۔"

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران انگریزوں نے جنگ کی خبریں حاصل کرنے کے لئے اپنے جاسوس چھوڑ دیئے تھے جو بھیس بدل کر اطلاعیں حاصل کرتے تھے ایک انگریز کی گرفتاری اور اس کی سزا دہی کی خبر ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۸۵۷ء کے اخبار کی زینت بنی ہے۔

" خبر متھرا، ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص مقطع صورت عمامہ سر پر جبہ گلے میں دس پانچ آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ سے ہٹو بڑھو کرتا ہوا فیل پر سوار کمپو بنچہ کی جانب آیا اور ظاہر کیا کہ میں شاہزادگان دہلی میں سے ہوں۔ فوج والوں نے یہ سنکر بڑی تعظیم کی اور بلا تکرار

فوج کا افسر بنا لیا، اور سب نے مل کر اس روز دعوت کی۔ جب وقت خورش آیا اور ایک سپاہی پانی سے ہاتھ دھونے لگا، بروقت دھونے ہاتھوں کے سفید سفید داغ اوس کے پشت پر پڑتے چلے۔ جوان نے جانا کہ یہ کوئی فریبی ہے۔ فوراً مشکیں کس کر اچھی طرح جسم کو جو پانی سے دھویا تو بعد اترنے روغن کے گورا ہو گیا اور سب سپاہ نے علامتیں دیکھیں۔ لارنس صاحب اجنٹ راجپوتانہ ثابت ہوا، اسی وقت توپ سے اڑا دیا، اور اس کے ہمراہیوں کو قید کر لیا۔"

۲۷ جولائی ۱۸۵۷ء مطابق ۵ ذالحجہ ۱۲۷۳ھ کے اخبار میں مولوی ظہور علی ظہور، رفقا بیدار بخت گڈھ کی حسب ذیل باغیانہ نظم شائع ہوئی ہے۔ ؎

آں قوم سیاہ دل نصارا	ظالم بہ نہاں و آشکارا
بدکیش و جہنمی و ناری	مردود جناب پاک باری
فرماں دہ ہند گشتہ بودند	از حد ادب گذشتہ بودند
القصہ شدند از سر کین	آمادہ پئے خرابئ دین
بر دیں خبیث آں بد انجام	کردند تخلق دعوتِ عام
ناگاہ عذاب حق رسیدہ	از اوج بخاک در کشیدہ
یعنی ہمہ فوج و لشکر او	گردید عدوئے پیکر او
در ماہِ صیام گشت ناگاہ	قتل و قمعش بحکم اللہ
اکثر شد از اں گروہ فی النار	مفرور شدند نیز بسیار
تاراج شدہ خزانۂ شاں	یکبار بسوخت خانۂ شاں
در بنگلہ و کمرہ آتش افتاد	شد مال و منال جملہ برباد
آں لشکر غازیاں جرار	آمد بحضور شاہ دیندار

یعنی کہ ابوظفر شہ دیں — مقبول خدا، شریعت آئیں
شد لشکر و ملک تابع او — باز آمد آب رفتہ در جو
حاضر شدہ بخت خاں بہادر — در حشمت و جاہ شد یکاتر
گردید جو حاضر آں یگانہ — شد تقویت شہ زمانہ
فرمود تفضلات بسیار — دادش لقب سپاہ سالار
حالا چندی از آں ملاعیں — یعنی ز فرنگیان بے دیں
ہستند میاں دامن کوہ — با نکبت بخت و رنج و اندوہ
یا رب بتو بحق شاہ لولاک — دہ فتح بر آں گروہ ناپاک
فی النار شوند، آں بدانجام — باشد ظفر سپاہ اسلام
منصور شود سپاہ سالار — انگریز شوند جملہ فی النار
تاریخ تباہئے نصارا — خواہم کہ نمایم آشکارا

فرمو خرد کہ اے سخن گو
انگریز تباہ شد بہر سو

۱۲۷۳ھ

اسی شمارے ۵ ذالحجہ ۱۲۷۳ھ میں انہی مولوی ظہور علی ظہور تھانیدار رئیس دادری کے قطعے چھپے ہیں۔ سے

سکہ زد در جہاں بعون الاہ — حامی دین حق بہادر شاہ
بشرق و غرب زدہ سکہ ہمچو مہر و ماہ — ابوظفر شہ عالی نسب بہادر شاہ
بہ ہر سکہ شاہی زدہ بہادر شاہ — بحق اشہدان لا الہ الا اللہ
بہر سکہ شاہی زدہ بفضل الہ — ابوظفر شہ گیتی ستاں بہادر شاہ

یہ اخبار بھی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی نظر ہوا، اور آزادی کی تحریک

کی ناکامی کے بعد بند ہو گیا۔

معلم العملہ جنوری ۱۸۵۵ء کو یہ تعلیمی، ادبی و تاریخی رسالہ آگرہ سے رونما ہوا۔ کافی ضخیم رسالہ تھا، کم از کم ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کے مہتمم منشی سداسکھ لال مالک مطبع نور الابصار تھے۔ رسالانہ چندہ پانچ روپیہ تھا۔ مطبع نور الابصار میں چھپتا تھا۔

اس کا سالانہ چندہ ادا کرنے کا طریقہ نرالا تھا، وہ اس کے مہتمم کے قلم سے سنئے۔ سلہ

"اشتہار: قیمت اس کی کتاب کی سالانہ پیشگی پانچ روپے ماہواری ۸ر مع محصول ڈاک۔ جن اہل عملہ کو خریداری منظور ہو اپنے سررشتہ کے حاکم کی معرفت درخواست بھیجیں اور جو بلا وساطت کسی حاکم سے درخواست کریں قیمت رسالہ کی اس درخواست کے ساتھ ابلاغ رکھیں۔

نسبت قیمت اس رسالے سب خریداروں کو روپیہ داخل کرنے پر ضلع کے خزانہ کلکٹری سے بل دستیاب ہو سکتا ہے۔ اس باب میں صاحبان مہتمم خزانہ کو بموجب سرکیولر صاحب اکوئنٹنٹ مندرجہ گورنمنٹ گزٹ ۲۹ مئی سنہ حال صفحہ ۴۷۸ کی اجازت ہو چکی ہے"۔

چند رسالوں کے مضامین کی فہرست سے اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں وقیع و معقول مضامین شائع ہوتے تھے۔

ستمبر ۱۸۵۵ء:

سلہ معلم العملہ ستمبر ۱۸۵۵ء

"بیان سررشتہ دیہاتی تعلیم ، کسور اعشاریہ ، مدراس کا کارخانہ ظروف چینی وغیرہ کا ، علم ہیئت ، جزائر برطانیہ کی ڈاک کا حال۔"

اکتوبر ۱۸۵۵ء:

"فہرست کتب فارسی مروجہ ، دھوئیں کی کل کا بیان ، علم ہیئت ، اخراجات پیمائش کمپاس اور بندوبست ممالک مغربی ضلع کانپور کے وزنوں کی کیفیت۔"

نومبر ۱۸۵۵ء:

"انتخاب کیفیت بندوبست پرگنہ کرنال ضلع پانی پت ، پنجاب کا انتظام فوجداری ، دھوئیں کی کل کا بیان ، بیان ہواثیقل متناسب علم ہیئت ، علم حساب۔"

یہ مضمون کس نے لکھے ہیں ، ان کے لکھنے والوں کے نام مضامین کے ساتھ بہت کم درج ہیں۔ فہرست کتب فارسی مولانا ابوالحسن صاحب مدرس آگرہ کالج کا لکھا ہوا مضمون ہے ، جو عالمانہ اور تنقیدی ہے۔

۱۸۵۷ء سے قبل یوپی کے دیہاتوں کی تعلیمی حالت کیا تھی ، محکمہ تعلیم کی رپورٹ میں پڑھئے جو ستمبر ۱۸۵۵ء کے شمارے میں چھپی ہے۔

"۔۔۔ ان مکتبوں میں بیشتر اکثر مسلمان لڑکے نہیں بھیجتے تھے۔ لیکن چند روز میں وہاں کی تعلیم کا فائدہ دیکھ کر بھیجنے لگے ، ۱۸۵۲ء میں ۶۲۹ طلبا اہل اسلام سے ہو گئے ۔۔۔ ۔۔۔ ان آٹھ ضلعوں میں کل قصبے اور موضعے ۱۴۵۷۲ ہیں۔ ان میں سے ۱۳۰۰۵ گانوں میں باوجود بندوبست جدید کے بھی کوئی مکتب نہ بیٹھتا۔ اور ہر موضع میں بالفعل مکتب ہو جانا امید سے باہر تھا۔ اس واسطے تجویز حلقہ بندی

مکتبوں کی ہوئی اور اس امر میں اقدام حکام ضلع متھرا مدین پوری اور ایٹہ اور شاہجہان پور نے کیا۔ اب علاوہ ان ضلعوں کے آگرہ بریلی اور اٹاوہ میں بھی یہ طریق جاری ہے۔ اور حلقہ بندی مکتب سے مراد یہ ہے کہ جن موضعوں میں مکتب نہ تھا، ان میں سے چند گاؤں کے بیچ میں کسی موضع کے اندر جو وسط میں قریب قریب مساوی فاصلہ پر دوسرے گانوں سے واقع ہو ایک مکتب مقرر کر دیا گیا کہ اس میں ان سب گانوں کے لڑکے پڑھنے آتے ہیں اور ان کے خرچ کے واسطے زمینداروں سے بلحاظ جمع یا جمعبندی کے کچھ روپیہ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ پہلی بھیت میں صاحب کلکٹر سابق نے وہ افضل پرگنوں میں اس دستور کو اول جاری کرنے کے واسطے یہ تجویز کی کہ ایک مقام پر زمینداروں کی مجلس ٹھیرا کے ضلع و نہ یٹر اور پرگنہ وزیٹروں کے روبرو تحصیلی مکتبوں کے طلبا کا ایسی باتوں میں امتحان لیا۔۔۔۔

عورتوں کی تعلیم اس ملک میں امر دشوار ہے لیکن سال بسال یہ دشواری کم ہوتی جاوے گی۔ بالفعل اس کو بھی غنیمت جانتا چاہیے۔ اضلاع امتحانی میں ۱۲۷۱ لڑکیاں اپنی وضع پر کچھ تربیت پاتی ہیں اور ان میں سے ۱۰۴ مکتب میں بھی جاتی ہیں اور کل تعداد میں ۱۱۵ اہل اسلام لڑکیاں قرآن حفظ یاد کرتی ہیں اور حرف شناسی بھی ان کو ہے، اور موضع ہرن پور اور کنتھولی ضلع ایٹہ میں ۱۲ قوم چوہان کی لڑکیاں مین صاحب بہادر کے بٹھائی ہوئی مکتب میں آتی ہیں اور موضع ترائی میں ۵ لڑکیاں قوم راجپوت کی ۱۶ لڑکوں کے ساتھ جو ان کے بھائی اور رشتے ناطے کے ہیں مکتب میں پڑھنے جاتی ہیں۔۔

... ہندی میں ۴۸۶ عورتیں اس قدر جانتی ہیں کہ اپنے لڑکوں کو ناگری کے حروف سکھا سکیں اور جو عورتیں اس قابل ہیں کہ اپنے خورد سال بچوں کو خوب پڑھا سکتی ہیں ان کی تربیت کے اثر سے مکتب میں جا کر لڑکا بہت جلد ترقی کر سکتا ہے ... تواریخ راجپوتانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم راجپوت میں جو محبت قدیم سے تھی ہنوز بالکل جاتی نہیں رہی۔ چنانچہ رتبہ عورتوں کا جو ان کے گروہ میں پیشتر تھا اب بھی کچھ کچھ قائم ہے۔ ضلع مین پوری میں ان لوگوں کی بڑی قومیں چوہان اور راٹھوروں کی بہت رہتی ہیں۔ اسی واسطے جتنی عورتیں اس ضلع میں پڑھی ہوئی ہیں ان میں سے آدھی راجپوتیاں ہیں اور ایٹہ میں بھی ایسا ہے۔ غرض اس ملک میں اگر بالعموم دیکھیں تو آٹھوں ضلعوں میں سے سو میں صرف ایک عورت پڑھی ہوئی ہے۔ اور یہ حساب بھی قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ تحقیقات اس امر کی ہونی دشوار ہے۔"

ابتدائی زمانہ کے برطانیہ کے ڈاک کا حال اسی شمارے ستمبر ۱۸۵۵ء میں تحریر ہے۔ اس کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

"عرصہ دو برس کا ہوا کہ اس وقت تک سرکار کی طرف سے نہ گھوڑوں کی ڈاک مقرر تھی اور نہ پیادے مامور تھے۔ مگر البتہ بہت دن پیشتر یعنی ایڈورڈ ثانی کے عہد سے لوگ بطور خانگی اپنے گھوڑے کرایہ پر چلاتے تھے اور اس طرح سے قاصدوں کو ڈاک کے طور پر مسافت طے کرنا ممکن تھا۔ پندرھویں صدی کے آخر اور سولہویں کے بعض خطوط خانگی ایسے بھی ملے ہیں جن کی پشت پر لفظ ڈاک ضروری

کا لکھا ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی اس زمانہ میں
اپنا خط اس طور پر بھیجنا چاہتا تھا تو سرکار اس کی مزاحم نہ ہوتی تھی۔
۱۴۸۱ء میں جس وقت کہ چوتھا اڈورڈ اسکاٹلنڈ کی مہم پر گیا ہوا
تھا کہتے ہیں کہ اس وقت اس نے گھوڑوں کی ڈاک بھی بیس بیس میل
کے فاصلے پر بٹھائی تھی اور اس نہج سے ۲۰۰ میل کی مسافت پر تین
دن میں اس کے فرمان پہنچتے تھے۔ ۱۵۴۸ء میں ڈاک کا یہ پتہ پایا جاتا
ہے کہ از روئے بادشاہی آئین کے یہ مقرر ہوا تھا کہ جو گھوڑے سرکاری
کام پر ڈاک میں لگائے جاویں ان کے واسطے فی میل ۸ پائی دی
جائیں۔ ملکہ الزبتھ کے عہد میں اگرچہ ڈاک کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا
مگر اس میں شک نہیں کہ سرکاری فرمانوں کے بھیجنے کے واسطے کچھ
بندوبست اس طرح کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے دور کے اندر ۱۵۸۱ء
کے واقعات میں ذکر انگلستان کے چیف پوسٹ ماسٹر کا لکھا ہے
اور ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ ایرلینڈ میں اول مرتبہ اسی
ملکہ کے عہد میں جب وہاں کے رئیس سے جنگ ہوتی تھی تو لڑائی کی
خبروں کے پہنچانے کے واسطے گھوڑوں کی ڈاک بٹھائی گئی تھی۔
غرض اگلا حال اس طرح پر بے ربط اور غیر مسلسل ہے مگر سرکار سے
خطوط رسانی کے واسطے پہلی مرتبہ۔ بادشاہ جیمس اول کی عہد
میں ڈاک بیٹھی سو وہ بھی صرف ممالک غیر کے واسطے۔ انگریزی
سوداگران کی منفعت لحاظ سے تھی اور خاص جزیرہ میں ایک شہر یا
قصبہ سے دوسرے شہر و قصبہ تک اس وقت بھی کچھ بندوبست
عمل میں نہ آیا تھا۔ بلکہ سرکاری کام پر بھی قاصد بھیجے جاتے تھے۔

ـــــ آخر بادشاہ چارلس اول کی سلطنت میں ڈاک اس طور کی
کی بھی مقرر ہوئی۔ ۱۶۳۵ء میں اس بادشاہ نے ایک اشتہار جاری
کیا۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ اس وقت تک جزیرہ انگلستان
اور اسکاٹلنڈ کے درمیان کوئی سلسلہ خط وکتابت کی آمدورفت
کا نہیں ہے اس واسطے فرمان عالی بنام پوسٹ ماسٹر انگلستان کے
جو ممالک غیر کی مراسلت کے واسطے مامور ہے مشرف نفاذ پاتا ہے
کہ اکہری یا دوہری ڈاک ایڈن برگ شہر اور لندن کے بیچ میں
بٹھا دیوے اور یہ ڈاک رات دن چلا کرے اسی نہج پر کہ ۶ دن
میں جاوے اور الٹ آوے اور اس راستہ پر یا اس کے قریب
جو شہر ہیں وہاں کے خطوط بھی لے جایا کرے اور اسی وقت دوسرے
شہروں سے خطوط کی آمدورفت کے واسطے ضلع کی ڈاک بھی مقرر ہوئی
اور محصول اول مرتبہ اس طرح پر قرار پایا کہ ایک کہری چٹھی پر ۸۰ میل
تک ۴ر۱ پائی لئے جاویں اور ۱۴۰ میل تک ۲ر۸ پائی اور اس سے
زیادہ مسافت پر انگلستان کے اندر کسی مقام تک ۴ر۰ اور
اسکاٹلنڈ میں کسی مقام تک ۵ر۴ پائی۔ بعد اس کے ۱۶۳۷ء میں اشتہار
اس مضمون کا صادر ہوا کہ کوئی قاصد یا پیدل ہرکارہ سوائے ان
کے جو بادشاہی پوسٹ ماسٹر جنرل کے مقرر کئے ہوئے ہوں
کسی کے خطوط کو پہنچانے کا مجاز نہ ہوگا لیکن جن مقاموں
تک بادشاہی ڈاک نہیں ہے وہاں معمولی ہرکارے یا قاصد
جو خاص اس کام کے لئے مقرر ہوں پہنچا سکتے ہیں یا لوگ دوست
کا خط لے جا سکتے ہیں۔ ۱۶۴۰ء سے انگلستان میں ڈاک کو منجملہ

سررشتہ سرکاری تصور کرنا چاہیے۔"

نومبر ۱۸۵۵ء کے شمارے میں کرنال پر مضمون چھپا ہے جو کرنل فریزر صاحب کی رپورٹ کا حصہ ہے۔ اس وقت کرنال میں تعلیم کا بندوبست نہیں تھا۔ حسب ذیل فقروں میں اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

"چرچا پڑھنے لکھنے کا اس پرگنہ میں بہت کم ہے صرف ۱۳ مکتب فارسی اور عربی کے اور ۵ ناگری کے ہیں اور بنئے ناگری کے بگڑے ہوئے حرفوں میں اپنا حساب کتاب لکھتے ہیں اور زمینداروں میں شاید تیس آدمی کل پرگنہ میں ایسے ہوں گے جو دستخط کرنے اور کچھ لکھ لینے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ اس وقت کل پرگنہ کی آبادی ۹۰۴۷۳۷ آدمی، ان میں سے ۹۶۶۷ مسلمان اور ۲۶۴۷۷۲"

ستمبر ۱۸۵۵ء کے پرچے میں "مدراس کا کارخانہ ظروف چینی وغیرہ کا" والے مضمون میں ایک رسالے کے اجراء کا ذکر ہے جس کو اس کارخانے کے بانی نے جاری کیا تھا۔ کیوں جاری کیا تھا، اس میں اس کی وضاحت اور تشریح ہے۔

"ڈاکٹر صاحب ممدوح نے اسی مدرسہ کے متعلق ایک علمی پرچہ چھپوانا شروع کیا تھا۔ اس کا سرنامہ تھا "فنون اور علوم اور کاریگروں کا ہندوستانی اخبار"۔ لیکن وہ اخبار بسبب قلت خریداری کے موقوف ہو گیا۔ اس میں بہت سی تصویریں بھی مندرج ہوتی تھیں اور یہ تصویر بعضے پتھر پر چھاپی گئیں بعضی چوب یا تانبے پر کندہ کی گئیں۔ جناب طامسن صاحب بہادر مرحوم لفٹننٹ گورنر سابق کو وہ رسالے بہت پسند تھے چنانچہ ان میں سے دو نمبر کا ترجمہ کرکے چھپوایا بھی ہے۔ وہ دونوں نمبر بنام رسالہ اصول نقاشی سررشتہ

میں صاحب وزیٹ جنرل بہادر کے مطبوع ہو کر شائع ہوئے ہیں۔"

اس رسالے معلم العملہ کے خریداروں میں سر سید مرحوم صدر امین بجنور اور کلیان رائے مہتمم عمدۃ الاخبار بریلی کے نام پائے جاتے ہیں۔

یہ رسالہ سرکاری تھا۔ چنانچہ ستمبر ۱۸۵۵ء کے پرچے میں درج ہے۔

"ہرچند یہ رسالہ حسب ایمار گورنمنٹ چھاپا جاتا ہے۔"

صادق الاخبار

اختر شہنشاہی میں ہے کہ دسمبر ۱۸۵۵ء کو دہلی سے صادق الاخبار ظہور پذیر ہوا۔ جس کے مالک سید محمد صادق مرحوم تھے۔

اخبار بہار

۱۸۵۵ء کو یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا۔ بارہ صفحات پر مشتمل تھا سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔

لاہور گزٹ

یہ ہفتہ وار اخبار لاہور سے ۱۸۵۵ء میں وجود میں آیا۔ اختر شہنشاہی میں اس کا سنہ اجرا ۱۸۸۵ء لکھا ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کاتب صاحب نے پانچ کے بجائے آٹھ لکھ دیا ہو۔

اس اندازے سے یہ پرچہ نز مسجد وزیر خاں سے آٹھ صفحات پر نکلتا تھا۔ مالک منشی دیدار بخش صاحب تھے۔ سالانہ چندہ تین روپے تھا۔ قبلۃ المطابع میں چھپتا۔

کشف الاخبار

علامہ برج موہن دتاتریہ کیفی نے کشف الاخبار کو ۱۸۵۷ء سے قبل کے اخباروں میں شمار کیا ہے۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ اخبار بمبئی سے ۱۸۵۵ء میں جاری ہوا۔ اور دتاسی اپنے خطبہ دسمبر ۱۸۶۲ء میں بتاتے ہیں کہ کشف الاخبار ۱۸۶۱ء میں نکلا ہے۔ دونوں حضرات معتبر ہیں لیکن اختلاف معمولی سنوں کا نہیں تھا جو نظر انداز کر دیا جاتا۔

کسی نے کوئی ثبوت بھی نہیں دیا ہے۔ انجمن ترقی اردو (علی گڈھ) میں کشف الاخبار جلد ۲۰ سنہ ۱۸۷۴ء دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور اسی کے ساتھ قاضی عبدالغفار صاحب کی عنایت و مہربانی سے اختر شہنشاہی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بھی جنوری ۱۸۵۵ء اجرا ر تحریر ہے، اس سے مزید تصدیق ہو گئی کہ ۱۸۵۵ء میں یہ اخبار جاری ہوا تھا۔

مقام اشاعت کو گاڑی محلہ کے نالے حکیم داد میاں مصری کا پڑوس تھا، یہ اخبار ہفتہ وار تھا، ہر جمعہ کو شروع میں چھوٹی تقطیع کے آٹھ صفحوں پر نکلتا تھا۔ لیکن ۱۸۷۴ء کی جلد کا سائز بہت بڑا ہے، منشی امان علی لکھنوی اس کے ایڈیٹر تھے۔ اس اخبار کے ضمیمہ کا نام کاشف الاسرار تھا، ہر نمبر کے شروع میں ٹائیٹل پر ایک نظم شائع ہوتی تھی جس میں اس نمبر کے مضامین کا ذکر ہوتا تھا۔ گویا فہرست مضامین منظوم ہوتی تھی۔ شروع کے چند مہینوں میں وہ نظم ۴۲ شعروں کی چھپی اس کے بعد چار مصرعے رہ گئے بیالیس شعروں کے منتخب اشعار یہ ہیں :-

کر چکا پہلے جب بحکم خبیر — حمدِ خالق و نعتِ پیغمبر
تب بہت دل مرا بحال ہوا — مدح اخبار کا خیال ہوا
نام اخبار کا اب کروں اظہار — کشف الاخبار کاشف الاسرار
ہے یہ امید اہل دولت سے — دستگیری کریں عنایت سے

چندہ کی شرح۔ ؎

سوا ٹکہ یہ ماہوار جو لے — وہ سوا تیرہ، سال پیشگی دے
بدھ کو اخبار چھاپ لیتا ہوں — پنجشنبہ کو بانٹ دیتا ہوں

اس اخبار میں اپنے زمانے کے دستور کے مطابق خبریں تو ہوتی ہی تھیں لیکن اس کے علاوہ معلوماتی تاریخی ادبی مضامین کے ساتھ خاص طور پر بمبئی کے مقامی واقعات وحالات پر دل چسپ اور مفید تبصرے ہوتے تھے۔ عیسائی مشنریوں کی شرارتوں

کو بیباکی سے آشکارا کیا جاتا تھا۔ کبھی کبھی پارسیوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر بڑھا تا تو مہینوں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا، کالم کے کالم سیاہ ہو جاتے تھے۔ حکومت کے محکموں کی بدعنوانیوں کے خلاف بھی آواز اٹھاتا تھا۔ اس اخبار کی پالیسی آزادانہ تھی خوشامد پسند نہیں تھا۔

۱۸۷۴ء میں اخبار نویسوں کو حکومت ہند بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اوران کو کافی مراعات حاصل تھیں، ۱۳ اپریل کی اشاعت سے پتہ چلتا ہے۔

"اخباروں کی آزادی: اخباروں کی آزادی کے باب میں پہلے تو گورنمنٹ کا یہ حکم ہو چکا تھا کہ بدون حصول منظوری گورنمنٹ انڈیا کوئی عہدہ دار سرکاری صاحب اخبار کو کسی خبر کے لکھنے پر ماخوذ نہ کرے۔ اب یہ حکم اور صادر ہوا ہے کہ کوئی لوکل گورنمنٹ بدون اجازت گورنمنٹ انڈیا کے کسی اخبار نویس پر نالش نہ کرے، اور بدون اجازت مرافعہ بھی نہ کرے۔"

اخبار نویسوں کی آزادی کے ساتھ عیسائی مشنریوں کو بھی کھلی آزادی تھی کہ وہ ہندوستانیوں کے مذہب پر برملا ڈاکے ڈالتے معصوم بچوں اور جاہل عورتوں کے دلوں اور دماغوں پر اثر انداز ہو کر ان کا مذہب تبدیل کر کے عیسائی بنا لیتے تھے۔ ۲۰ اگست ۱۸۷۴ء کے شمارہ میں یہ خبر درج ہے۔

"بمبئی: ایک شخص پر کاشی ناتھ کے مکان میں ایک لی کرسٹی مشنری عورت مسماۃ سکن بھائی جو ڈاکٹر ولسن صاحب پادری مشہور کے ہیڈ ماسٹر گنپت مشنری کی جورو کاشی ناتھ مذکور کے گھر عورتوں کو تعلیم دینے کو جایا کرتی تھی۔ ماہ حال تاریخ ۲ کو اس کاشی ناتھ کی عورت وٹیا بھائی اپنے بچوں سمیت گنپت رائے کے مکان کو گئی ...... کاشی ناتھ مکان کو آیا تو دیکھا کہ عورت اور بچے گھر میں نہیں ہیں، ہمسایہ وغیرہ میں

بھی نہیں ہے ، گنپت راؤ کے مکان میں ہے تب گنپت راؤ کے مکان میں گیا۔ مگر عورت نے آنے سے انکار کیا اور اظہار کیا کہ اب میں مذہب کرسٹی قبول کرنا چاہتی ہوں۔ اس بارے میں دونوں میں تکرار ہوئی۔ مگر گھر میں آنے سے بالکل منکر ہو گئی۔

ہندوستان انگریزوں کا غلام بنا۔ اس کی وجہ بادشاہوں، نوابوں اور مہاراجوں کی عیش پسندی، عیاشی اور غفلت شعاری تھی جو انگریز کے سائے میں آنے کے بعد اور بھی بڑھ گئی اور انگریزی حکومت ان کی عیاشیوں کو نظر انداز کرتے لگی تاکہ ہندوستانی قوم کے اخلاق اور تباہ ہوں۔ چنانچہ مہاراجہ گوالیار کی عیاشی کی داستان ۲۸ مئی ۱۸۷۴ء کا کشف الاخبار سناتا ہے۔

"ان دنوں مہاراجہ والیٔ گوالیار معہ مصاحبین خاص اور کچھ ملازمین سپاہی وغیرہ شہر لکھنؤ کے اشتیاق میں ہے۔ سابق میں ایک کسبی چندر بھاگا بہت خوب صورت مشہور ان کی داشتہ تھی۔ دو لڑکے بھی ان کے گھر میں جنی تھی۔ مگر کچھ نااتفاقی ہونے سے مہاراجہ کو چھوڑ کر لکھنؤ چلی آئی تھی۔ وہاں ایک معزز اور صاحب مقدور مسلمان منشی فضل حسین کے ساتھ آشنائی کر کے مسلمان ہو گئی، اور ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ کعبہ شریف جا کر حج کر آئی۔ اس وقت سات چوہوں کی بات برجستہ سامنے آئی ہے۔ مہاراجہ کو اس کا حال لکھنؤ میں رہنے اور شوہر دار ہونے کا سن چکے تھے، شہر میں پہنچتے ہی معشوقہ قدیم یاد آئی۔ طبیعت بے قرار ہوئی، عشق نے نیرنگی دکھائی اور کسی تدبیر اور پیام سے تمنائی ملاقات اور خواہش دلی کا اظہار ہوا۔ ادھر سے فعل حرام پر صدائے "لاحول ولا" آئی ساتھ نفرت کے انکار ہوا۔ پھر تو

جذبۂ شوق کا کیا تھا۔۔۔ چند سپاہی وغیرہ ساتھ لیکر ملک غیر، مکان شریف مقام عدالت سلطانی کا بھی خیال نہ کیا، اور سپاہیوں کو ایک ذی عزت کے گھر میں گھسا دیا اور جبراً اس عورت کو باہر نکلوایا، زبردستی سے اپنے گھر لے جانے کا ارادہ نا زیبا ٹھہرایا، چونکہ وہ مکان ذی عزت کا تھا، پولس سرکار کی دوڑ فی الفور آپہنچی تکرار عظیم ہونے پر توقف ہو گیا۔ اہالیان پولس نے عورت کو چھوڑ کر اس کے گھر میں اور مہاراجہ نامور کو فرودگاہ میں بخیریت پہنچا دیا۔"

یہ تو دنیا داری کی خبریں تھیں روحانیت سے تعلق رکھنے والی خبر ۲۸ مئی ۱۸۷۴ء کے پرچہ میں پڑھئے۔

"معجزہ: کسی شخص نے ایک مرد مزدوری پیشہ کو ایک تعزیہ اور مصارف دفن دیکر کہا کہ اس شبیہ مظلوم کربلا کو بکمال احتیاط لیجا کر کسی کربلا میں دفن کر دے۔ اس کے دین پر طمع دنیا دی نے غلبہ کیا اس تعزیے کو لے جا کر اپنے مکان میں رکھ چھوڑا، اور رات میں اس کی صحن خانہ میں دفن کر دیں اور زر مصارف کو اپنے مصرف خانگی میں صرف کیا۔ اتفاقاً دوسرے روز وہ شخص اس سرائے فانی سے سفر کر گیا اس کی زوجہ کے دل میں اس امر کے معائنہ سے آتش غضب شعلہ ور ہوئی اور کہنے لگی کہ میں اس تعزیہ کو جلا دوں گی کہ یہ ہی سبب ہلاکت میرے شوہر کا ہوا۔ اور مرتکب اس فعل شنیع کی ہوئی۔ دوسرے روز وہ بھی داخل جہنم ہوئی۔"

عورت کا چرترا اور وہ بھی ایک لکھنوی منشی امان علی کے قلم سے سنئے۔ خبر میں افسانوی رنگ کے علاوہ زبان کی سلاست و فصاحت ملاحظہ ہو۔ یکم مارچ ۱۸۷۸ء

کا اختیار روایت کرتا ہے۔

"تریا چرترجس کا نام ہے اس قسم کا ایک تازہ کلام ہے۔ فرانس کے شہر پارس میں ایک امیر دولت مند نے ایک عورت نوجوان بہت خوبصورت پری تمثال کے ساتھ شادی کی تھی۔ اس لعبتِ فرنگ کی اداۓ دلربایانہ اور کرشمۂ محبوبانہ سے فریفتہ ہو کر بہت خاطرداری کرتا تھا۔ دستور آزادی عورات کے موافق سیر اور ہوا خوری کے واسطے ایک گاڑی فٹن اس نازنین گل بے بو کی سواری کے لائق کردی تھی اور بنظر دانائی ایک کوچبان بدشکل سیاہ فام مثل سچ کے مقابل شام کو خوب صورت عورت کی صحبت میں نوکر رکھ دیا تھا۔ اس گاڑی پر میڈم صاحبہ سوار ہو کر سیر کو جایا کرتی تھی۔ تھوڑے دن بعد امیر مذکور کو اس عورت شیطان خصلت کے باب میں بہت طرح کی خبریں نالائقی اور بے دفائی فعل قبیحہ سماعت میں آنے لگیں کہ کار شیطان سے منہ کالا کرتی ہے۔ یہ سنکر اس امیر نے یہ تجویز ٹھہرائی کہ ایک دن کو چبان کو کسی دوسرے کام کو بھیجدیا، اور اپنا منہ سیاہی وغیرہ سے کالا کر کے بالکل مثل کوچبان گاڑی تیار کر کے دستور کے موافق دروازہ پر لایا۔ عورت مکارہ تو اپنے اشتیاق لذت نفسانی اور آغوش نشینی یار کے جانے کے واسطے اول ہی بَن ٹھن کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ کار آنے کے ساتھ فوراً سوار ہو کر روانہ ہوگئی۔ امیر کوچبان میڈم کے حکم کے بموجب مقام یوئی میں گاڑی لے گیا۔ اس جگہ ایک نوجوان صاحب جمال جو وہاں منتظر کھڑا تھا گاڑی میں آکر مڈم تربیت یافتہ کے پاس کمال اشتیاق سے بیٹھ گیا

عورت نے اپنے کوچبان کو حکم دیا، بلورنام جہاں بغیر شادی کے
کنوارے نوجوان مرد سب جمع ہوتے ہیں، گاڑی لے چلو۔ امیر عورت
کی حکم برداری کرکے گاڑی وہاں لے گیا۔ جب وہ عورت اور اس کا
دوست گاڑی سے اتر کر مکان میں گئے تو کوچبان بھی اپنے ساتھ
کوٹا لے گیا۔ وہاں جاکر ان سینکڑوں آدمیوں کے مجمع عام میں یکبارگی
اس نازنین بے وفا کے جسم پر متواتر سینکڑوں چابک لگائے۔ اتنا
پیٹا کہ فرش زمین کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ عورت مستانی اپنے حسن کی
خوبی اور یار دل پسند کا جوش ہم آغوشی بھول جیتیں مارنے لگی
اور امیر گاڑی لیکر گھر چلا آیا۔"

ان خوبیوں کے باوجود معاصرین اس اخبار کو جانچتے نہیں تھے۔ ۳۰ فروری
۱۸۷۶ء کا انجمن پنجاب لاہور۔ کشف الاخبار پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"یہ اخبار بمبئی میں ہفتہ وار چار بڑے ورقوں پر چھپتا ہے، اوسط
درجہ کا اخبار ہے۔ کبھی کبھی ایک آدھ مضمون باقی خبریں اور کچھ
غزلیات درج ہوتی ہیں۔ اس کے مالک منشی امان علی لکھنوی ہیں
جنہیں حمایت اسلام بہت ہے۔"

ناصر الاخبار دہلی اس اخبار کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یکم مارچ
۱۸۷۶ء کی اشاعت میں اس پر تبصرہ کرتا ہے۔

"کشف الاخبار بمبئی گردش روزگار کو چلا رہا ہے۔ باوجود اس
قدر قہر و آفت کے وضع نہیں بدلتا۔ اگلا حال تو خدا جانے ہم نے
جب سے دیکھا ہے اسی ڈھنگ پر دیکھا۔ چال وہی ڈھال
وہی جو پہلے تھی۔"

تفریح الناظرین آگرہ محلہ کٹرہ حاجی حسن مرحوم سے یہ ہفتہ وار اخبار یکم جنوری ۱۸۵۶ء کو ظہور پذیر ہوا۔ آٹھ صفحات پر نکلتا تھا۔ مالک مرزا علی حسین تھے۔ مطبع حیدری میں چھپتا تھا۔

سفیر آگرہ آگرہ سے یہ ہفتہ وار اخبار ۱۹ جنوری ۱۸۵۶ء کو جلوہ افروز ہوا۔ مہتمم نول کشور تھے بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ سالانہ چندہ بارہ روپے تھا۔

خورشید پنجاب یہ ماہنامہ رسالہ لاہور سے جنوری ۱۸۵۶ء میں جلوہ افروز ہوا ۵۰ صفحات پر نکلتا تھا۔ اس کے بانی و مالک ہرسکھ رائے تھے۔ مطبع کوہ نور میں طباعت ہوتی تھی۔ یہ رسالہ مخصوص زبان اردو کے واسطے اور آگاہ ہر امور علمی کے لئے شائع ہوا تھا۔

سید انور حسین رسول شاہی ہما لاہوری نے اس رسالہ کا تاریخی قطعہ کہا تھا جو جنوری ۱۸۵۷ء کے شمارے میں چھپا ہے۔ اس کے تین شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

ز کوہِ نور خاص شہر لاہور　　درخشاں شد چناں خورشید پنجاب

کہ ہرسکھ رائے باشد بانیٔ او　　امیر در خور القاب آداب

ہما سال تاریخش شد انور

۱۸۵۷ء

کہ نور افزائے شد خورشید پنجاب

اسی رسالے کے مالک منشی ہرسکھ رائے نے تسلیم کیا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۶ء میں جاری ہوا تھا۔ چنانچہ اسی شمارے جنوری ۱۸۵۷ء میں وہ لکھتے ہیں۔

"ہرچند سنجیدہ دانش و بنیش ہے کہ ۱۸۵۶ء میں گردش فلکی نے مطبع کوہ نور پر کس کس طرح کے جور و جفا نہ کئے اور کیا کیا خرابیاں

حاسدان بدکیش کی سبب سے نہ ہوئیں، اس کا ذکر کرنا ناگفتہ بہ ہے۔۔
اگرچہ دشمنان اہالی مطبع کی علالت طبع میں گو نہ توقف ہوا، اور یہ بات ناظرینان خورشید پنجاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس سال میں کس قدر بیماری جہانگیر ہوئی۔ بہر حال اسی وجہ سے کہ رسالے کے طبع ہونے میں توقف واقع ہوا، یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہمیشہ ہی وہی صورت رہے گی۔ نہیں بلکہ بفضلہ و کرمہ جلد اول اختتام کو پہنچی۔ ۱۸۵۷ء سے جلد دویم شروع ہوئی۔"

۱۸۵۷ء کے جنوری کے رسالے کے مضامین یہ تھے
آداب و محاورات (۱) نصائح (۵) جلد کسی بات پہ اعتقاد لانا (۹) سراج العلم، علمی طبعی (۱۹) کیفیت آگرہ (۲۵) شہر دہلی کی باہر کی عمارتوں کا حال (۲۹) مقبرہ غیاث الدین تغلق بادشاہ (۳۱) جغرافیہ ہندوستان (۳۳) تواریخ کشمیر مؤلفہ منشی ہرسکھ رائے مہتمم کوہ نور (۳۷) لطائف و ظرائف (۴۵) ترکیب نقشہ گھڑی (۴۹)
شہنشاہ اکبر کے انتقال کے بعد اس کی اولاد نے آگرہ کو دارالخلافہ نہیں بنایا تھا جس کی وجہ سے آگرہ میں آبادی ختم ہوتی چلی گئی۔ کیفیت آگرہ کے مضمون میں جو شمارہ جنوری ۱۸۵۷ء میں شائع ہوا ہے، اسی حالت زار کا نقشہ کھینچا ہے۔

"اکبر کے عہد میں پھر آبادی بخوبی ہو گئی تھی۔ بعد اکبر کے جب اس کی اولاد نے دہلی کا رہنا اختیار کیا اور سب اراکین سلطنت یہاں سے چلے گئے پھر آگرہ کی آبادی میں نقصان ہوا اور جوں جوں سلطنت میں ضعف آتا گیا آگرہ ویران ہوتا گیا، چنانچہ آخر کو سورج مل جاٹ نے خوب لوٹا اور بہت اسباب لوٹ کر لے گیا اور ہمیشہ اطراف و جوانب کے لوگوں کے دل میں ارادہ رہتا تھا کہ جس وقت بنے لوٹ اور غارت گری کریں

چنانچہ باغات وغیرہ فوج کشی اور غارت گری کی سبب سے ویران ہوگئے۔ ایسے ایسے صدموں سے آگرہ بہت ویران ہوگیا اور لوگ بسبب ظلم اور مصیبت کے یہاں سے چلے گئے اور آبادی آگرہ کی برائے نام رہ گئی۔ جہاں آبادی تھی وہاں جنگل ہوگیا۔ اسی سبب سے بالفعل کہیں تو آبادی ہے اور بیچ میں ویرانہ، بعد ویرانہ کے پھر آبادی ہے اور سابق میں برابر آبادی تھی کسی جگہ آبادی میں تفرقہ نہ تھا۔"

پنجابی اخبار

بقول اختر شہنشاہی مطبع پنجابی ۱۸۵۵ء میں قائم ہوا، اور پنجابی اخبار مارچ ۱۸۵۶ء میں دیوان شنکر ناتھ کے طویلہ متصل محمد وزیر خاں لاہور سے جاری ہوا۔ جو پہلے مہتمم منشی محمد عظیم صاحب۔ ایڈیٹر دیوان محمد اکبر سیستانی خاور تھے۔ ان کے بعد محمد مردان علی خان رعنا، میر انوار حسین ہما، قاضی نور حسین، منشی اللہ بخش نے ادارت کی ذمہ داری سنبھالی۔

یہ اخبار سنجیدہ مذاق کی ترجمانی کرتا تھا۔ اس کی پالیسی مذہب اور ذاتیات سے بالا تھی۔ یہ اپنے نامہ نگاروں کے خطوط کو نمایاں مقام پر چھاپتا تھا۔ اس میں نیم سیاسی مضامین، انگریزی اخبارات کے ترجمے، مقامی اور بیرونی مقامات، تار کی خبریں، موسمی حالات شائع ہوتے تھے۔

منشی محمد عظیم صاحب کے والد جناب محمد صالح کی وفات پر جناب انور حسین صاحب ہما کا تاریخی قطعہ ۸ر مئی ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا تھا۔ ؎

چوں محمدؐ صالح نیکو سیر | بود ممتاز و حلیم و ہم فہیم
کردہ رحلت زیں جہان بے ثبات | شد رواں سوئے مکانِ مستقیم
در سر تاریخ فوتش آنچناں | بودہ ام سر گرم کز لطفِ عمیم
اے ہما ہاتف ز روئے التفات | گفت صالح یافت جنابِ النعیم

مطبع پنجابی کا تاریخی قطعہ ۲۴ جولائی ۱۸۵۶ء کے پرچے میں چھپا تھا۔ جناب انور حسین صاحب رسول شاہی ہماؔ نے کہا تھا۔ ؎

از کمال اہتمام منشی عالی ہمم	چوں بنا ایں مطبع پنجابی لاہور شد
سال تاریخ بنایش با ہماؔ گفتہ سروش	وہ کہ اشہر مطبع پنجابی لاہور شد

۱۲۷۲ھ

جب پنجابی اخبار کو محکمہ تعلیم نے لینا شروع کر دیا تو منشی ہر سکھ رائے مالک کوہ نور نے بھی کوشش کی کہ محکمہ تعلیم کوہ نور کو بھی مدرسوں میں لگائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وفاداری کے سرٹیفکٹوں کی نقل درخواست کے ساتھ روانہ کی اور کوہ نور کی مقبولیت کے متعلق لکھا لیکن اس وقت ان کی درخواست محکمہ تعلیم کے ڈائرکٹر نے منظور نہیں کی۔[1]

اس زمانے کے اخبار کے کاتب بھی قابل لائق ہوتے تھے ان کی علمی قابلیت مسلم ہوتی تھی۔ چنانچہ پنجابی اخبار کے کاتب حافظ عمر دراز صاحب فائق تھے جو عربی فارسی زبان کے ماہر تھے۔ جس مضمون پر قلم اٹھاتے تھے اس کو خوب نبھاتے تھے۔ دو رسالے علم بیان اور علم معانی پر انہوں نے لکھے تھے۔ ایک کا نام فائق البیان اور دوسرے کا نام فائق المعانی تھا جن کو پنجاب کے تعلیمی کورس میں لگایا گیا تھا۔ ان کی فارسی نظمیں اور اخباروں کے علاوہ پنجابی اخبار میں بھی چھپتی تھیں۔ یہ عربی کا اخبار "النفع العظیم لاہل ہذا الاقلیم" بھی لکھتے تھے۔[2] ان کے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ ؎

چناں ہمنشی عالی افتادہ بود	کہ بود اوج گیرای چوں شاہباز
چوں من بندگاں وارستہ بسیار بود	برو صادق اطلاق بندہ نواز
پے بیکساں و یتیماں شہر	در دولتش بود پیوستہ باز

---

[1] شجرہ منشی محمد عظیم صفحہ ۳۰ [2] ایضاً صفحہ ۷۹۔

پنجابی اخبار اور کوہ نور اخبار میں مقدمہ بازی بھی ہوئی تھی۔ پنجابی اخبار میں طنز آمیز مضامین چھپتے تھے۔ منشی ہر سکھ رائے صاحب کی زبان دانی پر ایک طنزیہ مضمون اخبار میں چھپ گیا۔ پھر کیا تھا منشی صاحب نے پنجابی اخبار کے ایڈیٹر کو ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں طلب کر لیا۔ استغاثہ کی طرف سے پنڈت رام نرائن اور صفائی کی طرف سے مسٹر سکاٹ وکیل پیش ہوئے۔ استغاثہ نے اپنے دلائل پیش کئے۔ صفائی کے وکیل نے ثابت کیا کہ مضمون میں منشی صاحب کی تحریر پر تبصرہ کیا گیا ہے، ان کی ذات کے متعلق نہیں لکھا گیا ہے۔ عدالت نے صفائی کی دلیل کو قبول کیا اور مقدمہ خارج کر دیا۔(۳۰)

۱۸۶۱ء تک یہ اخبار جاری رہا۔ اسی زمانے میں اس اخبار کے مالک منشی محمد عظیم صاحب کو اپنے صاحبزادے محمد لطیف کے سلسلے میں دہلی جانا پڑا۔ اس لئے انہوں نے ازراہ احتیاط کہ کہیں میری عدم موجودگی میں ایڈیٹر کی قلم سے کوئی قابل اعتراض مضمون شائع نہ ہو جائے، اخبار بند کر کے دہلی چلے گئے۔ جب اہم اور ضروری کاموں سے فارغ ہوئے تو دوبارہ ۱۸۶۵ء میں پنجابی اخبار کا اجرا کیا۔ اس کے بعد یہ اخبار پچیس سال کی زندگی پا کر اپریل ۱۸۹۰ء میں بند ہو گیا۔ بند ہونے کی وجوہات کیا تھیں، وہ منشی محمد عظیم صاحب کے چھوٹے صاحبزادے محمد شمس الدین صاحب نے اپنی تالیف "شجرہ خاندانی منشی محمد عظیم" میں تحریر کی ہیں۔

"حضرت والد صاحب وفات کے بعد[۱] مطبع اور اخبار کا تنزل شروع ہوا۔ حافظ عمر دراز صاحب کی آرام طلبی سے عربی اخبار[۲] کی اشاعت بالکل بے قاعدہ ہو گئی، یہاں تک کہ کئی ہفتہ متواتر حافظ صاحب

---

[۱] منشی محمد عظیم صاحب جو ان کے والد تھے۔ ان کا انتقال ۲۷ جنوری ۱۸۸۵ء کو ہوا تھا۔

[۲] اس اخبار کا نام "المنقطع العظیم لاہل ہذا الاقلیم" تھا۔

اس کی کاپی نہ لکھ سکے، سر دست کوئی پڑھا لکھا کاتب بھی میسر نہ آیا نہ واقعی کوئی جستجو اس کے لئے کی گئی میں چیف کورٹ کے کام میں غلطاں پیچاں رہتا تھا، جہاں ۱۸۷۶ء سے مترجم ہو گیا تھا، اپنی عدیم الفرصتی دیکھ کر میں نے عربی اخبار کو بند کر دیا۔ زاں بعد پنجابی اخبار کا بھی وہی حال ہو گیا۔ آمدنی مطبع کی کم ہو گئی، حتیٰ کہ تنخواہ ملازمین کے لئے بھی مکتفی نہ رہی، مجھے فرصت مطلق نہ تھی۔ آخر میں میری تنخواہ بھی مطبع کی نذر ہونے لگی۔ اس لئے ارادہ کر لیا کہ اخبار کیا مطبع ہی بند کر دوں۔ چنانچہ آخر اپریل ۱۸۹۰ء کو مطبع اور اخبار دونوں بند کر دیئے گئے" (۴۹)

مرزا محمد اکبر خاں خاورؔ : خاور صاحب کے والد مرزا محمد مہدی سیستانی تھے۔ خاورؔ میر وزیر صبا کے شاگرد تھے۔ بڑے جید فاضل اور اکثر فنون کے ماہر تھے۔ ان کو سیاحی کا بہت شوق تھا، اکثر اطراف ہندوستان کی سیر کی تھی۔ پنجابی اخبار کے ساتھ عربی اخبار النقطع العظیم کے ایڈیٹر بھی تھے۔ پنجابی اخبار کی ایڈیٹری کے زمانے میں معقول تنخواہ ملنے کے بعد بھی کھانا منشی محمد عظیم کے ساتھ کھاتے تھے۔ اکثر مرغ پکانے کی فرمائش کیا کرتے تھے جس پر ان کے باورچی کلو نے ان کا نام مرزا مرغ رکھ دیا تھا۔ ان کا دل و دماغ علمی معلومات کا خزینہ تھا اور انہیں اپنے عہد کی زندہ تاریخ سمجھا جاتا تھا۔ مدتوں دہلی، لاہور، لکھنؤ میں رہے۔ کثیر الاحباب اور بڑے زندہ دل بزرگ تھے۔ فارسی شعر عمدہ کہتے تھے، چنانچہ پنجابی اخبار، کوہ نور وغیرہ لاہور کے پرانے اخباروں میں ان کا کلام شائع ہوتا تھا۔ اپنے دور کے اکثر مشاہیر سے روشناس تھے۔ ۶۰ برس کی عمر پائی تھی[۱] اردو میں شعر کم کہتے تھے اور مرزا محمد حسین خراسانی

[۱] خم خانہ جاوید سوم ص۱۰۱

کے بھی شاگرد تھے۔ صاحبِ سخن شعرا لکھتے ہیں، مقیم اکبر آباد، گویا یہ آگرے میں بھی رہے ہیں۔ ؎

مرتا ہوں نہ جیتا ہوں عجب دکھ میں پڑا ہوں
کیا پوچھتے ہو حال ہے کیسا مرے دل کا
دیوانگی نے بادشاہ وقت بنایا
چلتا ہے پری زادوں میں سکہ مرے دل کا
ساقی نے دیا جام مے ناب نہ خاور
پانی کی طرح بہہ گیا شیشہ مرے دل کا

بچھوڑیں گے ہم کوئے دلبر کو واعظ — یہ جنت ہماری یہ طوبا ہمارا
نہ دیکھا ہو جس نے رقصِ بسمل — وہ آج آ کے دیکھے تماشا ہمارا
بگولا بنی پھرتی ہے خاک اپنی — موئے پر بھی وہ ہے سودا ہمارا
بھری ہے ہوا شاہِ خوباں کی دل میں — ہما بن کے پھرتا ہے سایا ہمارا

ہوئے ہو تم اس بے مروت کے خاور
نہ ہے وہ کسی کا، نہ ہوگا ہمارا

محمد مردان علی خاں رعناؔ: رعناؔ صاحب ایک وجیہہ خوب صورت بلند قامت چکلے چوڑے آدمی تھے۔ پہلے تحصیلداری کے عہدہ پر مامور ہوئے تھے۔ وہاں سے جودھپور کے وزیر ہو کے چلے گئے تھے۔ اس کے بعد راجہ کپورتھلہ کے ہاں ملازمت کی۔ ان کی ایک کتاب نغمہ صنم مطبع پنجابی میں چھپی تھی جو علم موسیقی میں تھی۔ اس فن میں ان کو ید طولی حاصل تھا، اور اس فن کے استاد مانے جاتے تھے۔ اس کتاب میں انہوں نے راگ راگنیوں اور گیتوں کا مفصل حال دکیفیت بیان کی ہے اور نقشہ جات وتصاویر رقص کتاں کے ذریعہ ان کو عام فہم کر کے

دکھایا ہے[5]۔ صاحب سخن شعرا نے تحریر کیا ہے۔

راقم نے ان کو کلکتہ میں دیکھا ہے غنچہ راگ اُن کا نظر سے گذرا۔ ؎

گذرا ہے مرا نالۂ دل چرخ کہن سے
تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے

گورنمنٹ گزٹ مغربی وشمالی

یہ ہفتہ وار گزٹ آگرہ سے ۱۳؍ مارچ ۱۸۵۶ء کو وجود میں آیا۔ ہر پنجشنبہ کو سولہ صفحات پر نکلتا تھا مولوی حسن بخش میر منشی محکمہ سشن جج ہیں پوری جاری کرنے والے، پنڈت کیسری داس مہتمم منشی شیو نرائن پرنٹر تھے۔ سالانہ چندہ نو روپے تھا مطبع فوجداری احاطہ کچہری میں چھپائی ہوتی تھی۔

۱۹؍ نومبر ۱۸۵۹ء سے الہ آباد اور اٹہ سے شائع ہونا شروع ہوا اور ہر شنبہ کو باہتمام چارلس ایل برٹ ڈاڈ کپتان سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پریس الہ آباد مغربی وشمالی کے اہتمام میں چھپنے لگا۔ سالانہ چندہ آٹھ روپے آٹھ آنے مقرر ہوا۔

وکیلی رپورٹ

صاحب گنج ضلع گیا سے یہ ماہنامہ یکم مئی ۱۸۵۶ء کو جاری ہوا۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل تھا۔ مالک منشی جے جے رام مختار ترجمہ وکیلی رپورٹر تھے۔ مطبع لاسٹو پریس میں طباعت ہوتی تھی۔

طلسم لکھنؤ

لکھنؤ محلہ فرنگی محل سے ۲۶ جولائی ۱۸۵۶ء کو یہ ہفتہ وار اخبار وجود میں آیا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ ماہانہ چندہ ڈیڑھ روپیہ ششماہی ساڑھے تین روپے اور سالانہ پندرہ روپیہ تھا۔ مالک مولوی محمد یعقوب صاحب انصاری تھے۔ مطبع محمدی میں چھپتا تھا۔

---

[5] شجرہ خاندانی منشی محمد عظیم ص ۱۹ ۔

اختر شہنشاہی میں اس اخبار کی اجبار کی تاریخ جنوری ۱۸۵۷ء تحریر ہے۔ نیشنل آرکائیوز نیو دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ کے فائل میں اس اخبار کا ایک پرچہ ۱۶ جنوری ۱۸۵۷ء کا موجود ہے جس پر جلد اول اور شمارہ نمبر ۲۶ تحریر ہے جس کے حساب سے جولائی ۱۸۵۶ء میں اس اخبار کا جاری ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس اخبار کے ٹائیٹل پیج کے ابتدائی حصہ پر اخبار کے نام کو گل اور بوٹوں سے سجایا گیا ہے اور نام کے چاروں طرف حسب ذیل رباعی کا ایک مصرع لکھا گیا ہے۔ ؎

شکر حق کز نامۂ اخبار تو — یافت جان تازہ جسم لکھنؤ
گنج گوہر ہائے معنی اندر دست — چشم بکشا بر طلسم لکھنؤ

اخبار کے نام کے نیچے یہ رباعی بھی درج کی جاتی تھی۔ ؎

عنوان صحیفہ حمد حق ہے — زیبائش اول ورق ہے
پھر نعت ہے سید البشر کی — جس نے سچی ہمیں خبر دی

اخبار کی تاریخ درج ہونے کے بعد نصف کالم میں اخبار کا یہ اشتہار تحریر کیا جاتا تھا۔

"اس اخبار کے طبع کا ہر جمعے کو دستور ہے
اور خبر کی تصحیح کا التزام بالمقدور ہے
مدح و ذم کا انداز نہیں رکھا
ہاں سچ لکھنے سے قلم کو باز نہیں رکھا

۸؍ قیمت ماہواری ہے، ۴؍ ششماہی، ۶؍ سالیانہ پیشگی ہے، جو لوگ بعد سال تمام عنایت فرمائیں لہ؍ مرحمت فرمائیں اگر

مطبع محمدی میں خاکسار محمد یعقوب کے پاس نذرمر قوم آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ بروز معہود صحیفہ اخبار خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اگر درمیان میں موقوف کرنا مدنظر ہو، دوسرے پرچے کی روانگی سے پہلے راقم کو خبر ہو۔ والا حسب دستور اخبار جاری رہے گا، اور زر قیمت دینا پڑے گا۔"

اس اشتہار کے نیچے اخبار کا تاریخی قطعہ درج ہے۔

جلوہ فرما یوسفِ معنی چو از یعقوب شد
بہر دیدارش زلیخائے جہاں در آرزوست
مصرع تاریخ آغازش عنایت زد رقم
گوہر معنی نمایاں از طلسم لکھنو است

۱۲۷۲ھ

جب یہ اخبار جاری ہوا اس وقت حقیقتاً واجد علی شاہ کا طلسم اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ انگریز کے اقتدار نے واجد علی شاہ کو ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے محلات اور محلوں میں رہنے والیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا۔ چنانچہ فرنگیوں کی شاطرانہ حرکتوں کو ۲۵ دسمبر ۱۸۵۶ء کے شمارے میں پڑھیے۔

"اب تازہ سنئے! صاحب موصوف چیف کمشنر نے چودھویں تک اس امر کی میعاد ٹھہرائی ہے۔ بیگم محلات نے جو حضرت کی طرف سے جواب کے منتظر تھے مکانات خالی کر دینے میں جلدی نہ فرمائی جب میعاد سے کئی دن گذر گئے تو صاحب چیف کمشنر نے پھر تاکید کی، حسب سررشتہ صاحب منتظم شہر کے نام چٹھی لکھی منتظم نے اس پر بھی محلات کو حکومت نہ جتائی، سوا افہام و تفہیم کے کچھ

زبردستی نہ دکھائی، یہاں تک کہ تاکید شدید سے مامور ہوئے، شکست کرنے میں ناچار ہوئے مجبور ہوئے آخر غدر محرم وغیرہ محلات شاہی کا مسموع نہ کیا شبا شب مع اسباب سب کو اٹھا یا رات کے سبب سے جو کھاٹ کباڑ باقی رہا دن کو چینی بازار کے تھانیدار کی تاکید سے اٹھا، غرض بیٹھے بٹھائے کیا پریشانی اٹھائی زمانے کی گردش نے عجب ویرانی دکھائی۔ تمام خلقت کو رقت تھی یہ حیرانی دیکھ کر حسرت تھی، دیکھنے والوں کا دل کڑھتا تھا مگر کیا ہو سکتا تھا، ایک دوسرے کا منہ تکتا روتا تھا، بلکتا تھا۔" یہ منظر تو دیکھا تھا، دوسرا عبرت ناک منظر بھی ۲۵ دسمبر ۱۸۵۶ء کے اخبار کے اوراق میں پڑھیے۔

"۱۲ اکتوبر منگل سین والی کوٹھی پر نیلام ہوتا رہا۔ ہر روز صبح سے دس بجے تک وہی سودا رہا۔ ۲۶ دسمبر کے نیلام میں ایک سیف گجراتی جس کا لوہا ایسا اچھا تھا کہ اس پر سرکار ابوالمنصور خاں بہادر صفدر جنگ نے آب زر سے لکھا تھا۔ تیموریں تاریخ چھ روپے کو ایک توڑے دار بندوق کا نیلام دیکھا۔ ابوالمنصور خاں بہادر اور محمد یونس کاریگر کا نام منقوش تھا۔ ایک بندوق پر نواب شجاع الدولہ بہادر تحریر تھا، دوسری پر وزیر ممالک آصف الدولہ بہادر رقم پذیر تھا۔ پانچ پانچ سو پر دونوں چھوٹیں، دیکھنے والوں کی کمریں ٹوٹیں۔ ایک بندوق ساڑھے آٹھ روپے کو بکی تھی جس پر سونے سے یہ عبارت لکھی تھی: "حسب فرمائش خان بہادر دائم الدولہ تیار شدہ۔" دس دس بارہ بارہ روپے کی بہت سی اصفہانی

تلواروں کا نیلام ہوا، ان پر "ابوالمنصور، خاں" سونے کے پانی سے لکھا تھا۔ یکم اکتوبر کے نیلام میں اور دنوں سے بھی سستا ہوا، سو روپے کا مال ایک روپے کو بکا۔"

واجد علی شاہ نے معزول ہونے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ اپنا مقدمہ حکومت برطانیہ کے سامنے لندن میں جا کر پیش کریں۔ حکومت واجد علی شاہ کے لندن کے جانے کو خطرناک سمجھتی تھی اس لئے اس نے ایسا جال پھیلایا کہ واجد علی شاہ انگلینڈ نہیں جا سکے اور انہوں نے اس کام کے لئے اپنی والدہ کو روانہ کیا۔ اسی زمانے میں ابن الوقتوں نے لکھنؤ کی حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی اور افواج کے ذمہ دار عہدوں پر فائز ہونے لگے تھے جن کو عوام پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ہی "طلسم لکھنؤ" ایسے لوگوں کی حرکتوں کو اچھا سمجھتا تھا۔ ان حالات وجذبات کا خاکہ ۱۶ر جنوری ۱۸۵۷ء کے شمارے میں کھینچا گیا ہے۔

"عجب ناسازئ بخت ہے کیا روبکاری سخت کی ہے کہ حضرت ظل سبحانی نے بے کسوں کی تباہی پر بگڑی بادشاہی پر رحم کھا کے جبرا ٹھا کے لندن کا عزم بالجزم فرمایا بعضے بدزگواروں نے کلکتہ سے بڑھنے نہ دیا سمجھایا مجبور جناب عالیہ متعالیہ ابتدائے سفر گوارا کر کے مع مرزا سکندر حشمت بہادر اور مرزا ولی عہد بہادر لندن کو تشریف فرما ہوئیں۔۔ ۔۔ دوسری خبر یہ سنی ہے معتبر نے لکھی ہے کہ افسری سپاہ قدیم کی جدید اہتمام الدولہ کے بیٹے کو عنایت ہوئی، برطرفی بحالی اس کی رائے پر موقوف رہے۔ اس قدر رعایت ہوئی۔ غضب کا مقام ہے کہ ان نمک حلالوں کی جانفشانی پر خیال نہ کیا، انگریزی نوکری قبول نہ کی، پنشن نہ لی، پاس عیال واطفال نہ

کیا۔۔ ۔ یقین ہے کہ یہ لوگ ان کی حکومت سے رضامند نہ ہوں گے"۔
ہندوستان کے علاوہ غیر ملکوں میں بھی انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند ہو رہا تھا۔ اس قسم کی خبریں یہ اخبار نمایاں طور پر شائع کرتا تھا۔ چنانچہ ۱۶ ار جنوری ۱۸۵۷ء کے شمارے میں شولاپور اور ہرات میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے کی خبریں چھپی ہیں۔

"شولاپور: صاحب ٹائمس کو کسی نے خبر دی ہے راقم نے اس کی یہ نقل کی ہے کہ جب سے لشکر انگریز مہم فارس کی طرف راہی ہوا ہے یہاں ہر اشرار بر سر فساد ہے رعایا کی درپے تباہی ہوا ہے خصوص قوم روہیلہ سرکشی سے درپے آزار ہے، قتل و غارت ان کا شعار ہے۔ اہل شہر کا خوف آبرو سے برا حال ہے کہ گیہوں کے ساتھ گھن نہ پسے یہ خیال ہے جب ۴۷ رجمنٹ نے کوچ کیا غارت گروں نے موقع پا کر یہ امر پوچ کیا کہ نواح شہر کے اکثر گاؤں اور قریہ کو لوٹا وہاں کے باشندوں پر تکلیف کا آسمان ٹوٹا۔ بیسویں ماہ گذشتہ کو جب ۲۵ رجمنٹ وہاں سے روانہ ہوئی، تعلقہ پور کا گاؤں لوٹا ظلم کیا، کیا نہ ہوا۔ تب بنگلے کے سوار گرفتاری کو بڑی طیاری اور سامان سے گئے اور بہت روہیلے اسیر ہوئے پابزنجیر ہوئے۔ مگر اس پر بھی مفسدوں کو وسواس نہ ہوا۔ سیاست حاکم سے ہراس نہ ہوا۔ تھوڑے دنوں کے بعد شمیلہ پور کے متصل موضع برسلو میں ڈاکہ پڑا"۔

"ہرات: بیس سردار روس شریک لشکر ایران ہیں، مہیا لڑائی کے سامان ہیں اور ایک افسر کارگذار شہنشاہ روس کا فرستادہ ہے فوج کو قواعد جنگی سکھانے پر آمادہ ہے اس معرکہ میں شہنشاہ روس ہمہ تن مصروف ہیں"۔

یہ اخبار جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد نہیں نکلا۔ ایک سال بمشکل تمام اس کی عمر ہوئی۔

سحر سامری

لکھنؤ سے یہ ہفتہ وار اخبار نومبر ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۳ھ کو جاری ہوا۔ مہتمم منشی گھبیر نرائن عیاش اور پنڈت بیجناتھ تھے۔

اس میں لکھنؤ کی خبریں زیادہ ہوتی تھیں۔ غیر ملکی اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی خبریں کم درج کی جاتی تھیں۔ اس اخبار کو واجد علی شاہ سے خاص عقیدت تھی۔ اور اس کو یقین تھا کہ واجد علی شاہ کی دوبارہ حکومت قائم ہو گی۔ چنانچہ اسی انداز کی ایک خبر زیر عنوان خبر فرحت اثر، یکم دسمبر ۱۸۵۶ء جلد اول نمبر ۳ میں شائع کی گئی تھی۔

"جناب عالیہ والدہ ماجدہ واجد علی شاہ اور مرزا ولی عہد بہادر مرزا سکندر حشمت بہادر سفر ولایت میں ولی نعمت کے ہمراہ تھے۔ "اقبال" کی طرح مقبول بارگاہ تھے۔ وہاں پہنچکر ولی نعمت نے نامہ بری کا منصب عنایت کیا۔ حضرت سلطان عالم کے پاس رخصت کیا۔ انگریزی ڈاک کے جہاز پر سوار ہوئے۔ حضرت کے نام حضور کی تحریر لائے۔ گھڑی وغیرہ اور تحائف دل پذیر لائے۔ ان کی زبانی ہے دلچسپ کہانی ہے کہ ابھی ملکہ فرنگ مصروف سیر و شکار ہیں، مسافران لندن محو انتظار ہیں، دیگر تیر مدعا نشانے کے قریب ہے، ملکہ فرنگ کی شکار سے پلٹنے کی جلد خبر ہے بڑے بڑے انگریزان جلیل الشان اور اونچی کچہری پارلیمنٹ کے ارکان ہمزبان ہیں کہ دادگستر کے آنے تک تیغ انصاف کے جوہر نہاں ہیں۔ ادھر ملکہ شکار سے پھریں ادھر برگشتہ طالعوں کے دن پھر جائیں گے جتنے ستارے گردش کے اس اشک ندامت کی طرح چشم

فلک سے گر جائیں گے۔ پھر یہی شاہ اودھ کا دور دورہ ہوگا۔ شکستہ خاطروں کو تسلی دیتے ہیں اراکین دولت تشفی دیتے ہیں کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے دنیا میں کسی کو ثبات نہیں ہے۔ جناب عالیہ نے جواب لکھا ملکہ عالم رونق افروز ہیں۔ داد طلب، دادگستر جمال باکمال سے بہرہ اندوز ہولیں۔ پھر جہاں ارشاد ہوگا رہیں گے اور جب تک دامن دولت سے دور ہیں عیش کیسے آرام کہاں، ہر طرح کے جور سہیں ملکہ عالم نے یہ پھر تحریر فرمایا، تشفی کا مضمون سنایا کہ اضطراب کا مقام ہے نہ گھبرانے کا کوئی ہنگام نہیں ڈیڑھ مہینے میں ہم آتے ہیں تم کو مراد کو پہنچاتے ہیں۔ مرزا صاحب اس تحریر کے آنے سے دس روز بعد گرم سفر ہوئے۔ بائیس دن راہ بسر ہوئے۔ اس حساب سے ملکہ عالم ولایت میں آگئی ہوں گی، جناب عالیہ منہ مانگی مراد پاگئی ہوں گی"۔

لکھنؤ میں غلہ بہت مہنگا ہوگیا تھا۔ اس گرانی کا اثر عوام پر کیا تھا، اس کا نقشہ ۸ردسمبر ۱۸۵۶ء کے شمارے میں کھینچا ہے۔ اس زمانے کی مقفیٰ اور مسجع عبارت سے لطف حاصل کیجیے:۔

"ان دنوں غلہ کی گرانی ہے، گرانئ خاطر کی ارزانی ہے۔ اس قدر مہنگا اناج ہے کہ آسیائے فلک بھی دانے کو محتاج ہے۔ فاقہ کشوں کی برق آہ شرربار سے خرمن ماہ جل گیا، گردہ نان خورشید لشکر غم کے نیچے کچل گیا۔ جور فاقہ سے رفاقت نہیں۔ بے معاشی نے ہر قماش کے آدمی کا اطمینان کھودیا۔ جس ناداں دداتا نے حال برباد ہی سنا رو دیا۔ ایک تو معاش نہیں جامہ تلاش نہیں، دوسرے دفور غم سے گندمی رنگ ہر بشر نیلا ہوا گویا مفلسی میں آٹا گیلا ہوا۔ .. .. خون دل بجائے

شراب ہے۔ لخت جگر کباب ہے۔ بدحواسی سے زوال اعتدال مزاج ہوا، ہر غریب و مسکین روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہوا۔ چکنی چپڑی باتوں سے تدبیر نہیں چلتی بہت سر پٹکتے ہیں دال نہیں گلتی۔ حاکم اس طرف عنان توجہ پھیرتا نہیں۔ بس کیا کریں، اکیلا چنا پہاڑ پھوڑتا نہیں۔"

مفید خلائق

منشی شیو نرائن نے آگرہ میں ۱۸۵۶ء میں مفید خلائق پریس قائم کیا اور ۲۳ر دسمبر ۱۸۵۶ء میں رسالہ مفید خلائق جاری کیا۔ یہ اخبار محلہ چھیلی سے ہفتہ وار نکلتا تھا۔ چار ورق یعنی آٹھ صفحوں پر مشتمل تھا۔ سہ شنبہ کو جاری ہوتا تھا۔ سالانہ چندہ نو روپے تھا۔

گارساں دتاسی نے ۱۰ر فروری ۱۸۶۱ء کے خطبہ میں اس اخبار کا ذکر کیا ہے۔

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ آیا آگرہ کا ہندوستانی گزٹ دوبارہ چھپنا شروع ہوا یا نہیں۔ ہاں ایک رسالہ مفید خلائق نام کا شائع ہوتا ہے اس کے ایڈیٹر شو نرائن ہیں جو دہلی کالج کے پرانے طالب علم ہیں شورش عظیم یعنی غدر سے پہلے یہ اس کالج کی پروفیسری کی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے انگریزی سے کئی اردو ترجمے بھی کئے ہیں۔"

دتاسی نے ۲ر دسمبر ۱۸۶۱ء کے خطبہ میں پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی کے تحت مفید خلائق پر تبصرہ کیا ہے۔

"مفید خلائق بھی چل رہا ہے اس کے ایڈیٹر شیو نرائن کا شمار اچھے لکھنے والوں میں ہے۔ آپ یہ کرتے ہیں کہ اردو کے پہلو بہ پہلو ہندی کے مضمون شائع کرتے ہیں۔ ہندی کے مضامین سروپ کار کے عنوان کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ان کی اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ ہندوؤں

کو خوش کریں جو مسلمانوں کی زبان سے اپنی زبان کو تحریر کے ذریعہ الگ کرنا چاہتے ہیں۔"

یہ اخبار ۱۸۵۹ء تک نکلتا رہا۔ چنانچہ رسالہ تاریخ بغاوت ہند آگرہ کے نومبر ۱۸۵۹ء کے شمارے میں اس اخبار کا یہ اشتہار شائع ہوا تھا۔

"مخفی نہ رہے کہ اس مطبع سے اخبار مفید خلائق نام کا ہفتہ میں ایک بار سہ شنبہ کو جاری ہوتا ہے۔ اس کے نصف میں بحث علوم ریاضی تجربات علم طبعی تاریخ وغیرہ مع تصاویر چھپتے ہیں، اور نصف میں صحیح صحیح خبریں طبع ہوتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ خلاصہ نقل گورنمنٹ گزٹ کا ہفتہ وار ایک علیحدہ ضمیمہ میں چھاپتے ہیں۔ اس اخبار کا ترجمہ ہندی میں جس کا نام "سروپ کارک" ہے، اسی روز نکلتا ہے۔ چندہ دونوں کا لعہ سال پیشگی، عسہ ماہواری اردو مع گورنمنٹ گزٹ عہ سال پیشگی، ۸ ر ماہواری، ہندی صرف صر سال پیشگی، ۸ ر ماہواری مقرر ہے۔ سرکار نے قدر دانی کی راہ سے چار سو کاپی اس اخبار کی دیسی مکتبوں کے واسطے خرید فرمائی ہیں، اور علاوہ اس کے بہت صاحب قدردانی کرتے ہیں۔"

منشی شیو نرائن آرام: منشی صاحب کے بزرگ آگرے کے قدیم رہنے والے تھے۔ کایستھوں کے خاندان سے ان کا تعلق تھا۔ ان کے والد منشی نند لال تھے، دادا بنسی دھر مرزا غالب کے نانا خواجہ غلام حسین کمیدان کے جائیداد کے منصرم تھے۔ چنانچہ مرزا غالب اپنے ایک خط میں اس خاندانی دوستی کا ذکر کرتے ہیں۔

"برخوردار نور چشم شیو نرائن کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو؟ جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے

فرزند دلبند ہو، اب تم کو مشفق و مکرم لکھوں تو گناہ گار۔ تم کو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سنو۔ تمہارے دادا کے والد بخت خاں ہمارے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خان کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے دادا نے بھی کمر کھول لی اور پھر کہیں نوکری نہیں کی۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں۔ مگر میں جب جوان ہوا تو میں نے دیکھا کہ منشی بنسی دھر خاں صاحب کے ساتھ اور انہوں نے جو "کیٹھم گانوں" اپنی جاگیر کا سرکار میں دعوی کیا ہے تو منشی بنسی دھر اس امر کے منصرم ہیں وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں۔ انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر ان کی باہم شطرنج اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گذر جاتی تھی۔ چونکہ ان کا گھر بہت دور نہ تھا اس لئے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے۔ بس ہمارے اور ان کے مکان میں مچھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹڑے درمیان تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے۔ اس کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی۔ واصل خاں نامی ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹڑہ کا کرایہ ان کے پاس جمع کرتا تھا۔

منشی شیو نرائن ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ اردو، فارسی کے علاوہ انگریزی بھی جانتے تھے۔ انگریزی مشہور لغت نویس ڈاکٹر فیلن سے پڑھی۔ مفید خلائق

پریس کافی عرصہ تک چلا جس میں بہت سی کتابیں اور اخبارات چھپتے تھے۔ جس میں آخر میں معیار الشعرار بھی چھپنے لگا تھا۔

۱۸۶۱ء میں ایک ماہانہ رسالہ بغاوت ہند بھی آگرہ سے نکلا جس کے ایڈیٹر مکند لال[۱] تھے۔ یہ رسالہ بھی مفید خلائق پریس میں چھپتا تھا۔

منشی جی کے اخبار اور رسالوں میں دیگر شعرار کے علاوہ مرزا غالب مرحوم کی بھی نظمیں اور غزلیں اور قطعے چھپتے تھے۔ چنانچہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ڈپٹی کمشنر کے اعزاز میں چراغاں ہوا۔ ایک قطعہ پندرہ بیت کا آپ نے کمشنر کو بھیجا۔ اس کی نقل منشی جی کو بھیجی کہ تمہارا جی چاہے تو اس کو چھاپ دو۔ اس قطعے کے مطلع کا یہ ہدیہ تھا۔ سہ

سخن سنج غالب ز روئے عقیدت | دعا می کند در بہار چراغاں
کہ یا دا فزوں سال عمر شہنشہ | بہ روئے زمیں از شمار چراغاں

یہ ہی وہ منشی شیو نرائن ہیں جنہوں نے مرزا غالب سے ان کے دیوان چھاپنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس کے بعد مرزا غالب نے ضیار الدین صاحب سے دیوان منگوانے کے لئے رامپور لکھا جو اس کو چھپوانے کیلئے آمادہ ہوگئے۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے بعد مرزا غالب لکھتے ہیں۔

"اگر میں اپنی خواہش سے چھپوا تا تو اپنے گھر کے مطبع (مفید خلائق) کو چھوڑ کر پرائے چھاپہ خانہ میں کتاب کیوں بھجوا تا۔ آج اسی وقت میں نے تم کو یہ خط لکھا ہے اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں کو ایک خط بھیجا ہے اور ان کو لکھا ہے اگر چھاپہ نہ شروع ہوا ہو نہ چھاپا جائے

---

[۱] خطبات دتاسی ۔ صفحہ ۳۰۶ ۔

اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے پاس بھیجدوں گا۔ اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی تو میں ناچار ہوں میرا قصور نہیں ہے۔"

چنانچہ جب وہ دیوان آگیا تو فوراً مرزا غالب مرحوم نے منشی جی کے پاس روانہ کر دیا اور لکھ دیا۔ "چاہے اپنے پاس رکھو، کسی کو دے ڈالو، چاہے پھاڑ کر پھینک دو۔"

منشی شیو نرائن میونسپل بورڈ آگرے کے سکریٹری تھے، اور حکومت برطانیہ کی طرف سے ان کو رائے بہادری کا خطاب ملا تھا۔ آپ اردو ہندی کے کامیاب ادیب تھے۔ آپ نے حسب ذیل کتابیں ترجمہ کیں۔

(۱) تذکرہ دیماس تھیز (ڈبلیو ٹارکس) کا اردو میں۔ (۲) ہندوستان کا جغرافیہ اردو میں (۳) فورٹ کے رسالہ میں علم طبیعات کا ترجمہ لیشر کت سروپ نرائن کیا (۴) بقول مالک رام صاحب "ایک کتاب قصۂ قاصدانِ شاہی بھی لکھی خدا معلوم کہیں سے شائع ہوئی یا نہیں۔"

مرزا غالب کے دوست یار غار ہوں اور شاعر نہ ہوں اگر شاعر ہوں تو تعجب ہے، ایک مختصر سی غزل ان کی یادگار باقی رہے ۔ ؎

وہ چاہیں جس قدر جور و جفا ہم پر کریں
ہمیں تسلیم لازم ہے کہ پابند وفا ٹھہرے
یہ دنیا اک سرا ہے اس کو آخر چھوڑ جانا ہے
اگر دو چار دن آکر یہاں ٹھہرے تو کیا ٹھہرے
ادھر آتے کو وہ ہیں اور ادھر وقت سفر آیا
عجب مشکل ہے وہ آئیں نہ دم بھر کو قضا ٹھہرے

اسی کو زندگی کا لطف ہے اس دار نانی میں
کہ جو نزدیک اچھوں کے بھلا اور با خدا ٹھہرے
قیام اپنا ہو اس محنت سرائے دہر میں کیونکر
جہاں آفت ہی آفت ہو وہاں آرام کیا ٹھہرے

معدن القوانین محلہ کٹرہ حاجی حسن مرحوم آگرہ سے ۱۸۵۶ء کو یہ ماہانہ رسالہ جاری ہوا۔ ۱۶ ورق یعنی ۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ نام سے ظاہر ہے کہ قانونی پرچہ تھا۔ عدالتوں کے مقدمات کے فیصلے شائع کئے جاتے تھے اور قانونی مشورے دیئے جاتے تھے۔ سالانہ چندہ ساڑھے سات روپے تھا۔ مالک سید حسین علوی اور کاتب فقیر محمد خاں تھے۔

عنقائے روزگار ۱۸۵۶ء کو اس اخبار کے جاری ہونے کا اعلان ہوا۔ اس کے مالک اور ایڈیٹر سید رضا رضوی دہلوی تھے۔

رسالہ نورٌ علیٰ نور یہ ماہانہ رسالہ سیالکوٹ سے ۳۰ جنوری ۱۸۵۶ء میں جلوہ افروز ہوا جو ہر مہینے کی تیسویں تاریخ کو نکلتا تھا۔ مہتمم و ایڈیٹر منشی دیوان چند تھے، سالانہ چندہ چار روپے بارہ آنے تھا۔ مطبع چشمۂ فیض میں طبع ہوتا تھا۔

اخبار چشمۂ فیض مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۶ء میں رسالہ نورٌ علیٰ نور کا اشتہار شائع ہوا ہے جس کا مضمون یہ تھا۔

"رسالہ نور علی نور رشک کوہ طور ہر مہینے میں ایک بار علوم و فنون متذکرۃ الذیل کے تذکار ہیں ہیئت، ہندسہ حساب، حکمت طبعی، طبابت، جغرافیہ، علم حیوانات، علم معدنیات، جرثقیل و طلسمات تہذیب اخلاق و عادات و نیک، بحث قانون، تجارت، پیداوار

ملک، حکایات عبرت آمیز، لطائف و ظرائف، نکات، انتخاب اشعار، طریقہ تعلیم، عمارات و انہار ذکر ریاست ہا، تواریخ متفرقات مطبع چشمہ فیض سیالکوٹ سے مطبوع ہو کر طبائع خواص و عوام ہوا کرتا ہے اور ہر مہینے کی تیسویں تاریخ کو شائع ہوتا ہے جس کے فوائد کا بیان طول ہے بلکہ عیاں کا بیاں فضول ہے۔ مشک آنست خود ببوید نہ کہ عطار گوید، مختصر اس قصۂ مطول سے یہ ہے کہ اس کے ناظرین اور شائقین کو صرف علمی فائدہ ہی حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک بنتھ دو کاج، خوش نصیبی ان احباب کی جو اس نورٌ علیٰ نور کے فیض سے مستفیض ہیں اور حسرت ان اصحاب کی بے نصیبی پر جو اس کے فیض سے محروم ہیں رہا وجو دیکہ اس رسالہ کی ترتیب میں صرف زر کثیر ہوتا ہے تاہم اس کی قیمت ایسی خفیف ہے کہ جس کا صرف کرڈالنا اور کوڑیوں کے مول میں جواہر انمول کو مول لینا کسی پر دشوار نہیں ہے۔ اب اشتہار دیا جاتا ہے کہ اس رسالہ قلیل القیمت کی چار روپیہ سالیانہ قیمت لی جاتی ہے جس صاحب کو شوق خریداری ہو درخواست اپنی مطبع چشمہ فیض سیالکوٹ میں منشی دیوان چند صاحب مہتمم کے پاس بھیجدیں۔ شائقین رسالہ نورٌ علیٰ نور کی خدمت میں بعد شکریہ جوہر شناسی و قدر دانی گذارش ہے۔ براہ مہربانی اس رسالہ کی قیمت کو بذریعہ بل یا ہنڈوی جلد مرحمت فرمادیں اور ایسے وقت میں جب کہ ہم اس کی ترتیب کے لئے صد ہا روپے کی ضرورت ہے۔ بنظر تخفیف محصول و فائدۂ شائقین سال شروع سے اکثر اصحاب کی خدمت میں یہ رسالہ پوسٹیڈ بھیجا

گیا ہے۔ جن صاحبوں کو اس کا پوسٹیڈ منگانا منظور ہو، ۱۲ر سالانہ محصول کا بھی بھیجدیں ورنہ اجازت دیں کہ بیرنگ بھیجا جاوے۔ مگر بیرنگ جانے میں نقصان خریداران منصور ہے۔ خدمات شریف معاونان نورٌ علیٰ نور جو اس رسالے کے لئے مسودات مضامین لطف فرمایا کرتے ہیں گذارش ہے کہ وہ ہفتہ اول ہر مہینہ میں بھیجا کریں۔ ورنہ اگر اول کا بعد آدیں گے تو رسالہ ماہ آئندہ میں درج ہوں گے۔ جس مقام سے ہنڈوی یا بل کا بھیجنا دشوار ہو، اگر اس رسالہ کا خریدار ایک ایک آدھ آدھ آنہ کے ٹکٹ اسٹامپ ڈاک بطور عوض قیمت بھیجدیں گے وہ بھی بلا عذر کے لئے جا دیں گے۔"

منشی وجاہت علی وجاہت نے رسالہ نورٌ علیٰ نور کا تاریخی قطعہ کہا ہے جو اسی اخبار چشمۂ فیض مورخہ ۵ر فروری میں چھپا ہے۔ ؎

زلطف عام او رخلق است مشکور | چو نام نامیش دیوان چند است
بگردش عالمے چوں ماہے و مور | ہمیشہ چشمۂ فیض او ست جاری

وجاہت خواب چوں تاریخ گفت
سالک نام شد نورٌ علیٰ نور

۱۲۷۲ھ

نورٌ علیٰ نور کی کتنی اشاعت تھی اس کی تعداد اسی مذکورہ شمارہ میں بتائی ہے۔

"شکر ہے کہ اس مہینے کے آخر تک اس رسالہ نورٌ علیٰ نور کے خریدار پانچ سو ہو گئے اور دن بدن امید قوی ہے اور درخواستوں کا ہجوم ہے۔ پچھلے مہینے کا رسالہ گو ابتدائیہ تھا۔ آئندہ خدا نے چاہا تو یہ نورٌ علیٰ نور واقعی نورٌ علیٰ نور ہو گا۔"

مظہرالاخبار

یہ اخبار مدراس سے نکلتا تھا۔ دتاسی اس کے بارے میں اپنے خطبہ ۱۸۶۶ء میں لکھتا ہے "یہ اخبار بہت عرصہ سے جاری ہے۔" نصیرالدین صاحب ہاشمی اپنی تالیف "مدراس میں اردو" میں مظہرالاخبار کو ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں شائع ہونا بتاتے ہیں جس کی تصدیق اختر شہنشاہی سے بھی ہوتی ہے۔

یہ اخبار ہر مہینہ میں تین بار یعنی مہینہ میں دسویں روز شائع ہوتا تھا۔ بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ ہر شمارہ کے ساتھ اکثر ایک ضمیمہ بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر محمد خواجہ بادشاہ عبرت تھے۔ محلہ ترل کھڑی میں اس کا دفتر تھا۔ یورپ کی خبروں اور ہندوستان کی خبروں کے علاوہ مختلف مضامین بھی اس میں لکھے جاتے تھے۔ یہ اخبار رسومات شادی کا مخالف تھا۔ چنانچہ جب ایک شادی میں رسومات ترک کی گئیں تو اس نے اس کی تعریف ۱۸۷۲ء کے ۳۲ویں شمارہ میں کی ہے۔

"عقد تزویج ہندوستان کے اہل اسلام میں دو قسم رواج پایا ہے ایک نکاح خوانی جو اصل دین ہے یعنی فقط شروط و آداب نکاح موافق حکم شرح بجالانا۔ چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جہاں سے اسلام پیدا ہوا، اور بلاد عرب، شام، ترک و مغرب وغیرہ میں اسی آئین پر ازدواج کا رواج شائع ہے، دوسرا شادی جو مخصوص اختراع اہل ہند ہے یعنی چند رسومات غیر شرعی مسرفانہ جو ہند کے مسلمانوں نے فقط حظوظ نفسانی حاصل کرنے کے لئے سراسر ہنود سے اخذ کرکے اور ان کو تراکیب دے کر نکاح کے ساتھ منضم کردیئے، ادا کرنا یہ رسوم سوائے ہندوستان کے اور کسی ملک میں

مروج نہیں بلکہ ہندوستان کے تمامی بلادمیں ایک صورت پر ادا نہیں کئے جاتے ہیں ہر ملک میں ان کا رنگ ڈھنگ جدا ہے ان کے سرانجام کے واسطے ہزارہا روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جب تک اس قدر مبلغ فراہم نہ ہوا نہ دواج نہیں کرتے۔ اسی واسطے اکثر آن بیاہی لڑکیاں اسی عالم میں مرگئیں۔ یہ وقت مسلمانوں پر بہت نازک ہے، ترک رسوم شادی کر کے فقط نکاح پر مستحکم ہو جائیں۔"

اس تمہید کے بعد مولانا قاضی بدرالدولہ کے فرزند مولوی حسین عطاءاللہ مؤلف "مدراس میں اردو" کی شادی کا حال لکھا ہے جو سالارالملک محتشم جنگ کی دختر سے ہوئی تھی۔

"اس زمانے میں ہمارے خاندان میں ترک رسومات کا ایک دستورالعمل بنایا گیا تھا اور تمام رسومات ترک کر دیئے گئے تھے۔ یہ شادی ترک رسومات کی پہلی شادی تھی۔ اس وقت ہمارے خاندان میں رسومات بند ہو گئے۔" [1]

مظہرالاخبار کا ذکر نصرت الاخبار دہلی ۱۱ فروری ۱۸۷۶ء میں ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۷۶ء میں نکل رہا تھا۔

مظہرالاخبار کے ایڈیٹر عبرت کا انتقال ۱۵ ربیع الاول مطابق ۲۲ مئی ۱۸۷۲ء کو ہوا۔ اخبار عالم نے ان کی موت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"انسان کی زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے جو سمندر کی سطح پر

---

[1] مدراس میں اردو صد۱۴۳

تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتا ہے اور پھر لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے۔[1]

چشمۂ خورشید سیالکوٹ سے پندرہ روزہ بقول اختر شہنشاہی اپریل ۱۸۵۷ء کو جاری ہوا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ مہتمم دیوان چند تھے۔ مطبع چشمۂ فیض میں چھپتا تھا۔

لیکن اس کے برعکس چشمۂ فیض مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۶ء میں چشمۂ خورشید کے جاری ہونے پر لالہ گوری شنکر مجذوب کا حسب ذیل قطعہ شائع ہوا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار ۱۸۵۶ء میں نکلا۔ قطعہ کے اشعار یہ ہیں۔ ؎

نور بار از بسکہ ہر جا یہ آب و تاب ہے
چشمۂ خورشید گو چشمۂ پنجاب ہے
جامۂ ہستیٔ اعدا چاک ہے مثلِ کتاں
شہرت اس مطبع کی یعنی جلوہ آفتاب ہے
خیر خواہوں کے لئے ہے چشمۂ آبِ بقا
زخم حاسد پر بعینہ مرہم تیز آب ہے
وصف مطبع کیا لکھیں ہم مہتمم کو کیا کہیں
یہ اکھاڑا ہے سخن کا اور وہ میراب ہے
ختم کرتا ہوں کہ تا دردِ سر سامع نہ ہو
صاحبِ مطبع کو بس مجذوب کا آداب ہے

مخزن الاخبار سحر سامری کے ذریعہ اس اخبار کا پتہ چلتا ہے کہ اس نام کا بھی اخبار لکھنؤ سے نکلتا تھا۔ مولوی غلام رسول صاحب نے اس اخبار کا تاریخی قطعہ کہا تھا۔ جس کو سحر سامری نے نقل کیا ہے۔ ؎

---

[1] مقالات دتاسی صد ۲۹۵

جلوہ آرائے لکھنؤ گردید　　مطبع تازہ جو اہر کار
عیسوی سال گفت فکر صحافؔ　　طبع گردید مخزن الاخبار

گمان غالب یہی ہے کہ یہ اخبار نومبر ۱۸۵۶ء میں جاری ہوا ہوگا۔

مفرح القلوب و مطلع خورشید

یہ دونوں اخبار ۱۸۵۶ء میں کراچی سے نکلے۔ دونوں کے مالک ایک ہی صاحب، مرزا محمد شفیع اثنا عشری تھے۔ دونوں ہفتہ وار تھے۔ مطلع خورشید کے مہتمم مرزا محمد جعفر اثنا عشری تھے۔ دتاسی نے اپنے خطبہ ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء میں ان دونوں اخباروں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے لیکن دونوں کا منبع سندھ ہی بتایا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ اخبار کس سنہ میں دو نوں نام سے ایک جگہ مل کر نکلنے شروع ہوئے۔ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں اس کا فائل ہے۔ اس کے ٹائیٹل پیج پر دونوں نام اس طرح لکھے ہوتے ہیں "کراچی بندر سندھ مطلع خورشید مفرح القلوب"۔ اس کی پریس لائن کی عبارت یہ ہے" اخبار ہذا بمطبع مفرح القلوب کراچی مجانب جناب منشی مرزا مخلص صاحب مالک مطبع مذکور مطلع خورشید باہتمام مرزا محمد شفیع طبع شد"۔

اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ شعر لکھے ہوئے ہیں۔ ؎

کاریکہ بر توکل تو کردم ابتدا　　یارب بفضل خویش آسائش بانتہا
نامش چو مفرح القلوب است　　فرخندہ کسیکہ دل بتو بست

ماہانہ ایک روپیہ اور سالانہ دس روپے چندہ تھا۔ فارسی کا حصہ زیادہ اور اردو کا حصہ اس میں کم تھا۔ مضامین معیاری ہوتے تھے۔ پالیسی آزادانہ نہ تھی، خوشامد پسند اخبار تھا۔ تقریباً ہر ایک پرچہ میں امرار کی تعریف اور ان کی شان میں قصیدے شائع کئے جاتے تھے۔ خبروں کا انداز اپنے معاصروں کی طرح تھا۔

سائز ۲۰×۳۰/۴ دو کالمی تھا۔ صفحات کبھی آٹھ کبھی سولہ ہوتے تھے۔

عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ عورت اپنی اولاد کو بہت چاہتی ہے اور ماما میں دیوانی ہوتی ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اولاد کے سامنے اس کو اچھی نہیں لگتی۔ لیکن بعض اوقات واقعات اس کے برعکس عمل میں آئے ہیں۔ لذت نفسانی اور خواہشات شہوت اس کو اس حد تک مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب کی خاطر اولاد کو قربان کر دیتی ہے۔ ۱۶ر فروری ۱۸۶۶ء کے پرچے میں ایک اسی قسم کی خبر درج ہے۔

"کچھ عرصہ گذرا کہ ایک لڑکے کا باپ جو آدمی متمول تھا اس لڑکے کو نابالغ چھوڑ کر مر گیا تھا۔ عورت اس کی یعنی لڑکے کی ماں نوجوان تھی۔ چند صبر کیا آخر کار جب سوگ خاوند کا کم ہوا، اور ہوس دنیا کا جوش بڑا، ایک قاضی سے آنکھ لگ گئی۔ عرصہ تک باہم قاضی اور اس عورت میں رسم معاشرت رواں رہی۔ جب یہ لڑکا ہوش میں آیا یاران شاطر بار خاطر ہونے لگے۔ طعن و تشنیع کی نوبت پہنچی جو ناگوار ہوئی۔ بہت دن اس نے اپنی ماں سے تکرار رکھی پھر قاضی صاحب کے ساتھ قضیہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن قاضی کو اپنی ماں کے قضائے حاجت کرتے سو دیکھ کر نوبت زد و ضرب پہنچی۔ جوتی مارنے کو اٹھائی جو موجب اس حرکت شیطانی کی ہوئی۔ قاضی صاحب نے اس قضیہ کی قضایوں کی کہ اس کم بخت قصائی کو حوالے قضا کر دیجیے یہ نہ سمجھیے کہ انجام کار ہماری بھی قضا آوے گی۔ ایک دن وہ لڑکا بازار میں جاتا تھا۔ اس کو دے اس بہانے سے اپنے مکان میں لے گئے کہ فلاں صراف سے جو پیسے لینے تھے وہ دے گیا ہے تو لے جا اور

اپنی ماں کو دے آئے۔ لڑکا نادان اس کے مکان میں چلا گیا جہاں قاضی نے اس بچارے کو اپنے ایک نوکر کی مدد سے پکڑ کر پھانسی دے دیا۔ اس پر بھی اکتفا نہ کرکے ایک کیل لوہے کی اس کے سر میں ٹھوک دی جس کے صدمے سے کچھ خون ریزی بھی ہوئی۔ رات کو نعش محلوک کنوئیں میں ڈال دی۔ صبح کو تلاش شروع ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ایک شخص کی زبانی تھانیدار کو اتنا پتہ لگا کہ فلاں مکان میں سے آواز گریہ ہولناک سنی گئی تھی جس کے بموجب اس میں جاکر خود دیکھا تو نشان خون کا موجود پایا۔ مالک مکان قاضی گرفتار ہوئے تحصیلدار صاحب بھی آئے اور لگے قاضی جی سے فتوے کے معنی پوچھنے جب گرمی کے ساتھ ترم کئے گئے، قاضی صاحب نے مہر سکوت دہن مبارک سے اٹھایا، سارا قصہ من وعن کہہ سنایا، نعش کا بھی پتہ بتلایا اور اپنے شریک اس لڑکے کی ماں اور نوکر بھی ظاہر کیا، گرفتار ہوئے۔"

کوئی اخبار ایسا نہیں ہے جس کو اپنے معاصرین سے پرخاش نہ ہو۔ ایک دوسرے کے خلاف کیچڑ اچھالنا اخبار نویسی کی شان سمجھی جاتی ہے۔ اور خدا نہ کرے کہ کسی اخبار نویس کو کسی مصیبت کا سامنا پڑ جائے اور کسی شرمناک غلطی کا اس سے ارتکاب ہو جائے، اس کے بعد اس کی خیر نہیں۔ حاشیے لگا کر مزے لے لے کر خبر شائع کی جاتی۔ ۲۷ اپریل کے اخبار میں ایک ایڈیٹر کی گرفتاری کی خبر اس انداز سے شائع کی گئی۔ فارسی کی خبر کا اردو میں مفہوم سمجھ لیجئے۔

"بھاولپور: مولوی نصیرالدین اہل کار سرکش گرفتار ہو گیا ہے۔ راقم اخبار مفرح القلوب اس شخص کو یعنی مولوی مذکور کو مدت دراز سے جانتا ہے۔ یہ شخص ریاست بھاولپور کا باشندہ ہے۔ کچھ روز پیشتر

ریاض نور ملتان جس کے مہتمم محمد مہدی حسن خاں صاحب افسر لکھنوی تھے۔ اس کے مقابلہ میں ملتان شہر سے آپ نے ایک اخبار "شعاع شمس" جاری کیا تھا۔ مہتمم ریاض نور اکثر و بیشتر مولانا کی شان میں اپنے اخبار میں قصیدے شائع کرتے رہتے تھے۔ ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

ایک عمر ہوئی مشرق و مغرب میں ہمیشہ۔ کی میں نے سیاحت
پھر حضرت شیطان کو ملتان میں دیکھا۔ انسان کی صورت

چنانچہ کچھ دنوں تک اخبار شعاع شمس جاری رہا، آخر اس مصرع کے مصداق۔ ع

ہم ہند کے ہیں رند نہ رندوں سے اکڑ چل۔ مٹ جائے گی حشمت

آخر ایک ورنہ اخبار بند ہو گیا۔ کچھ عرصہ بے کار رہے۔ والی بھاولپور تک رسائی کی وضع ظاہری یہ تھی جسم پر عمامہ زہد، تسبیح پر یا ہاتھوں میں ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ اعتبار حاصل کیا۔ منشی محمد حسین مجروح کی موقوفی کے بعد میر منشی پر مامور کر دیئے گئے۔ مگر کسی نے کہا ہے۔

نان گندم را شکم باید کہ فولادی بود

ملازم ہونے کے بعد مغرور ہو گئے، اسی زعم میں اپنے آقا سے بغاوت کی۔

ع یہ کبر کا بدلا ہے سزا یہ ہے جفا کی

اسی جرم میں گرفتار ہوئے۔ عنقریب کیفر کردار کو پہنچیں گے

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

اس اخبار میں اردو فارسی کی غزلیں نظمیں اور قصیدے بھی شائع ہوتے تھے اردو کا کلام بہت کم فارسی کا زیادہ۔ ۸ مئی کے پرچہ میں منشی محمد علی جوہر کے اردو کے

چند منتخب اشعار پڑھئے۔ ؎

خیالِ یار آئے دل میں جب خلوت کی جا سمجھے
مرے مرنے سے وہ کافر نہ کیوں ننگ حیا سمجھے

جنوں میں ہم نہ فرقِ خویش و بیگانہ ذرا سمجھے
جگر کو چاک کر ڈالا، نہ دامن سے جدا سمجھے

ہمیشہ ساتھ رہتا ہے یہ سائے کی طرح ویسے
کسی دن تو رقیبِ روسیاہ کو وہ بلا سمجھے

کدورت سے نہ پایا صاف کوئی دل یہاں ہم نے
وہ نقش بوریا نکلے جسے تم بوریا سمجھے

سخن فہمی بھی ہے مشکل ترے نزدیک تو جویا
سخن کو پھر ترے کوئی بھلا کیونکر بھلا سمجھے

۱۳ اگست ۱۸۶۶ء کے اخبار میں رخشاں کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔ ؎

کرم ہے قہر ہے ناز و ادا معجز نمائی ہے!
بتوں کے گھر میں یا رب آج کل کیا کچھ خدائی ہے

نہ آتے ہیں نہ ملتے ہیں نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
خدا جانے کسی نے کیا انہیں پٹی پڑھائی ہے

صادق الاخبار

یہ ہفتہ وار اخبار ۱۸۵۶ء کو متصل تھانہ بھوجلہ پہاڑی دہلی سے ظہور پذیر ہوا۔ ہر پنجشنبہ کو آٹھ صفحات پر نکلتا تھا۔ مہتمم سید محمد عبدالقادر اور منہتمم شیخ خدا بخش صاحب تھے۔ ماہانہ چندہ ایک روپیہ پیشگی، پانچ روپے ششماہی اور نو روپے سالانہ تھا۔ مطبع قادری میں چھپتا تھا۔ اس کے سرورق پر ہوا لقادر اور شیخ خدا بخش صاحب ہفتاد سال

منصرم کا اخبار لکھا جاتا تھا، اور یہ اشتہار بھی سرورق پر شائع ہوتا تھا۔

"اشتہار: یہ اخبار ہفتہ میں پنجشنبہ کو جاری ہوتا ہے جن صاحب کو اس اخبار کی خریداری منظور ہو مہتمم مذکور کو بذریعہ عنایت نامہ مطلع فرمائیں اور نام اور مقام از راہ عنایت بصفائی تمام رقم کرکے مہتمم کو مرہون منت فرمائیں۔ جو مضمون مفید مطلب خاص ہوگا فی سطر دو آنے کے حساب سے چھپ سکتا ہے، اور جس مضمون میں رفاہ عام ہوگا بے اجرت بخوشی تمام مندرج اخبار ہو سکتا ہے۔ اور اس مطبع میں ہر طرح کی کتب مہیا و موجود ہیں اور بکفایت تمام مل سکتی ہیں، پس جن احباب کو ان کی خریداری مد نظر ہو قیمت عنایت فرماکے طلب فرمائیں گے۔"

انگریز دوسرے ملک میں کس طرح اس ملک کا لباس بدل کر اس کے رہنے والوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے کیا کیا جتن کرتے تھے۔ اس کا اندازہ صادق الاخبار مورخہ ۹ مارچ ۱۸۵۷ء کی خبر سے لگائیے۔

"خبر پشاور: مرتضائی پشاور سے منکشف ہوا ہے کہ لمسڈن صاحب افسر رسالہ گائیڈ کو دو سو نفر سواران رسالہ مذکور کو اپنے ہمراہ لیکے راہ قرم سے قندھار کی طرف روانہ ہوں گے اور ایک اور صاحب بھی ان کے ساتھ جائیں گے کہتے ہیں کہ صاحب موصوف نے تمام لوازم خورد و نوش ولایتوں کی طرح تیار کیا ہے اور لباس و جامہ، جبہ و عمامہ مولویانہ کابلیوں کے مانند بنایا ہے، بلکہ باورچی، سقہ، دھوبی وغیرہ ولائتی قوم کے لوگ نوکر رکھے ہیں۔"

دہلی میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے شروع ہونے سے قبل ہی شاہ

ایران کی ہندوستان پر انگریزوں کے خلاف حملہ کرنے کی خبر چھپنی شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ اسی ۱۹ مارچ ۱۸۵۷ء کے شمارے میں یہ خبر چھپی ہے۔

"ایک اشتہار بنام بہادر شاہ ایران دہلی میں گذرگاہوں پر آویزاں کیا گیا ہے۔ ہمارے ایک دوست اس اشتہار کو کہ پشت جامع مسجد پر آویزاں تھا، بعینہٖ نقل کر لائے تھے۔ اکثر لوگوں نے اس کو دیکھا خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ اہل اسلام کو نصاریٰ کی مدد و معاونت سے پرہیز کرنا واجب ہے اور مناسب ہے کہ حتی المقدور مسلمانوں کی نیک خواہی میں ساعی و عرق ریز ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ قریب ہے کہ میں سریر ہند پر جلوہ گر ہوتا ہوں اور وہاں کے بادشاہ و رعیت کو خرسند و شادماں کرتا ہوں۔ جیسا کہ انگریزوں نے ان کو نان شبینہ سے محتاج کیا ہے ویسا ہی میں اون کی تونگری میں کوشش کروں گا۔ مجھ کو کسی کے مذہب سے تعرض نہیں۔ تمام ہوا مضمون اشتہار کا۔ آگے محمد صدیق خاں نامی کوئی شخص اس اشتہار کا مشتہر ہے لکھا ہے کہ چھٹی مارچ تک نو سو سپاہی ایرانی مع افسران کلاں داخل ہند ہو چکے ہیں اور پانچسو خاص دہلی تبدیل صورت لباس کے وارد ہیں۔ خصوص بندہ محمد صدیق چوتھی مارچ کو داخل دہلی ہوا۔"

اسی نمبر ۱۹ مارچ ۱۸۵۷ء میں ایک جاسوس کی خبر شائع ہوتی جو دہلی میں گشت لگا رہا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ روس کے لوگوں کی ہندوستان پر نظر ہے اور اس کے لوگ جاسوسی کر رہے ہیں۔

"ایک شخص دہلی میں پھرتا ہے اور اس کا حلیہ مبارک یہ ہے ڈاڑھی مونچھیں مونڈی ہوئی، چار ابرو کا صفایا، میانہ قد، لاغر اندام، وضع مفلسانہ

پھٹے ہوئے کپڑے، چیتھڑے بغل میں دبے ہوئے سرمہ آنکھوں کا ٹھنڈا فروخت کرتا پھرتا ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ اگر کوئی اس سے طلب کرتا ہے تو وہ بلطائف الحیل ٹال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم مجھ کو کیوں چھیڑتے ہو میں خدا جانے کس حال سے کس رنگ میں پھرتا ہوں اور اس سے یہ عجیب زیادہ ہے کہ اگر اس کو کوئی اپنے مکان میں بلائے تو ہرگز نہیں جاتا اور کہتا ہے کہ تمہارا ارادہ مجھ کو لوٹنے کا ہے۔ غرض وہ سیاہ بخت سرمہ بیچنے کے بہانے شب و روز کوچہ گردی کرتا ہے معلوم نہیں کہ کہاں سے کھاتا ہے اور رات کو کس جگہ رہتا ہے۔ اس کی کوچہ گردی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ وہ اہلِ روس کا جاسوس ہے۔ جاسوسی کے واسطے پھرتا ہے۔"

جس طرح آجکل پولس والوں کو رات کے وقت سیٹیاں دی جاتی ہیں اور وہ اپنے ساتھیوں کو جو فاصلہ پر ہوتے ہیں، اطلاع دیتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ۱۸۵۷ء میں چوکیداروں کو دہلی میں ٹیٹریاں دی گئی تھیں۔ یہ خبر بھی ۱۹ر اگست ۱۸۵۷ء کے پرچے کی زینت بنی ہے۔ خبر دہلی۔

"حکام کا ہے بزرگ سب سے پایا — دولت نے ہما کی طرح ڈالا سایا
جو حکم کرے بجا ہے محکوموں پر — حاکم نے جب اختیار کامل پایا

دہلی میں نیا حکم جاری ہوا ہے کہ جو چوکیداروں کو ٹیٹریاں ملی ہیں کہ وہ بروقت حاجت اس کو بجایا کریں کہ اس کی آواز سے دوسرا چوکیدار متنبہ ہو جائے۔ ٹیٹر ایک چیز ہوتی ہے لکڑی یا لوہے کی بنی ہوئی۔ جب اس کو جنبش دیتے ہیں تو اس میں سے جھنکار پیدا ہوتی ہے اکثر میلہ تماشہ میں لڑکوں کے کھیلنے کے واسطے بکا کرتی ہیں۔ سرکار

نے ریاست کو کر ایک کا ژشکل ہے، گویا ایک کھیل بنا دیا۔ شاید حکام نے اس شعر پر عمل فرمایا ہے ۔ ؎

قدق بازی گر طفلاں ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلا گویا ہم کو "

اسعد الاخبار

دہلی سے یہ ہفتہ وار اخبار اپریل ۱۸۵۷ء میں ظہور پذیر ہوا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ مہتمم و ایڈیٹر میر حیدر علی صاحب تھے۔ ماہانہ چندہ آٹھ آنے تھا۔ مطبع حیدری میں طبع ہوتا تھا[1]۔ اس اخبار کے جاری ہونے کا اشتہار صادق الاخبار دہلی ۲۰ ؍اپریل ۱۸۵۷ء میں شائع ہوا تھا جس کا مضمون یہ ہے۔

"ذائقہ چمنستان سخن کو ایک حلوی بے دودھ کی ضیافت کی جاتی ہے یعنی اس امر کی شہرت دی جاتی ہے کہ اس ہفتہ سے ایک اخبار لطائف آثار اسعد الاخبار شاہجہان آباد باہتمام دقیقہ شناس میر حیدر علی صاحب کے مطبع حیدری میں جو درقہ پر بقیمت آٹھ آنہ ماہوار ہفتہ وار طبع ہونا شروع ہوا ہے۔ جن صاحب کو شوق خریداری ہو طلب کرے۔"

تاج الاخبار

سحر سامری کے ایک پرچے میں تاج الاخبار کا یہ اشتہار نظر پڑا ہے۔

جس کا نام شاہ جم جاہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اپنی زبان قدسی ترجمان سے

---

[1] صادق الاخبار دہلی ۲۰ ؍اپریل ۱۸۵۷ء

تاج الاخبار فرمایا تھا۔ جس کو بندہ سراپا عصیاں محمد عبداللہ خاں نے بایما و ارشاد کپتان سرفراز الدولہ دلدار علی خاں بہادر دام اقبالہ کے جاری کیا تھا۔"

اس عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ اخبار کہاں سے جاری کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے جاری ہونے کی تاریخ ۱۸۵۷ء کے ابتدائی مہینے کی ہی ہو سکتی ہے۔

اعجاز

اس اخبار کے بارے میں صرف اختر شہنشاہی میں صرف تحریر ہے۔

"یہ اخبار لکھنؤ سے جاری ہوا۔ اجرا جنوری ۱۸۵۷ء" (۵۸)

متھرا اخبار و گنجینۂ اسرار

متھرا میں ۱۸۵۷ء سے قبل ایک پریس تھا جو جنگ آزادی کے زمانہ میں بند ہو گیا۔ جس سے دو اخبار نکلتے تھے، متھرا اخبار اور گنجینۂ اسرار۔ ان کی اشاعت ۹۰ اور ۸۰ بالترتیب تھی اول الذکر خبروں کا معمولی اخبار تھا اور موخر الذکر نسبتاً بہتر قسم کا تھا۔ جس میں قصے اور کہانیوں کے علاوہ علمی و ادبی مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ سلہ

حبیب الاخبار

بدایوں سے یہ اخبار نکلتا تھا۔ جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین کی حمایت کرتا تھا۔ اور انگریزوں کی غلامی کو ختم کرنے کے لئے عوام کو آمادہ کرتا تھا۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اس کے ایڈیٹر کو سزا ملی اور مطبع بھی ضبط ہوا، اور اخبار بھی بند ہو گیا۔ سلہ۲

سلہ صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات، ص ۲۳۶

سلہ۲ " " " " ص ۲۳۷

اخبار سندھین

اس اخبار کا بھی صادق الاخبار کی خبروں میں جو ۱۸۵۷ء کی ہیں ذکر آیا ہے۔ یہ صادق الاخبار بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ میں پیش ہوا تھا۔ یہ پاکستانی اخبار سندھین جو کراچی سے نکلتا تھا، اس کی حسب ذیل خبر پڑھیے:

"پچاس ہزار ایرانیوں نے تین یا چار روسی افسران کے زیر کمان نوشہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن انگریزوں نے پھر چھین لیا اور تین ہزار روسی جو دواران کارزار میں ایرانیوں سے جدا ہو گئے تھے۔ پسپا ہو گئے اور سخت نقصان برداشت کرنا پڑا انتہائی لشکر کثیر جمع ہوتا ہے اور سنا گیا ہے کہ بحیرہ کاسپین اور بخارا کی طرف سے روسی طاقتیں بہت زبردست ہیں۔"

ہم نے اخبار سندھین کے جو اقتباسات دیے ہیں یہ ان اخبار کی اصل نہیں ہے بلکہ "غدر دہلی کے اخبار" مرتبہ حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ سے نقل کئے ہیں۔ انہوں نے یہ اقتباسات ایک انگریزی کتاب سے ترجمہ کرائے تھے۔

غدر کا خفیہ اخبار

بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ میں جو خفیہ خطوط انگریزوں کے ہاتھ آئے، ان میں سے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ غدر سے قبل دہلی سے جو اخبارات نکلتے تھے، اس کی اجازت بادشاہ ہی سے لی جاتی تھی۔ چنانچہ بادشاہ ظفر نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں ایک خفیہ اخبار جاری کرنے کی اجازت دی تھی۔ اس خط کا مضمون یہ ہے:

"(نمبر ۱۶) بنام نشان عظمت بندہ جمال الدین خاں۔ معلوم ہوا کہ تمہاری عرضی بنا بر اجرائے اخبار نظر سے گذری اور منظور کی گئی۔ لہذا تمہیں اجازت دی جاتی ہے کہ تم اپنے اخبار

کو بصیغہ راز جاری کرو، اور اس امر کی ہدایت کی جاتی ہے کہ غلط خبریں
یا ایسے واقعات جن سے معزز لوگوں اور شہری باشندوں کے چال چلن
پر دھبہ آئے درج نہ ہوں" (۲۴ر جنوری ۱۸۵۷ء)

ہندوستان کے اخبارات جن میں اردو کے اخبارات بھی ہیں، مجموعی اعتبار سے آزاد خیال تھے اور بہت بیباکی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے۔ برٹش انگریزی حکومت کے خلاف جس قدر جذبہ پیدا کر سکتے تھے وہ انہوں نے کیا۔ ۱۸۵۷ء میں۔ ہندوستانیوں نے انگریزی حکومت کے خلاف جو بغاوت کی تھی، اس بغاوت کی زیادہ تر ذمہ داری گارساں دتاسی نے ان اخبارات پر عائد کی ہے۔ چنانچہ جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اِن منحوس کارتوسوں کی تقسیم کے موقع پر ہندوستانی اخبارات
نے جو بددلی پھیلانے میں پہلے ہی سے مستعدی دکھا رہے تھے اپنی
غیر محدود آزادی سے فائدہ اٹھایا اور اہل ہند کو کارتوسوں کو ہاتھ
لگانے سے انکار کرنے پر آمادہ کر دیا اور یہ باور کرایا کہ اس حیلے
سے انگریز ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔" [1]

••

---

[1] خطباتِ گارساں دتاسی ص۲۱۸

حرفِ آخر

تحقیقی میدان بہت وسیع ہے اس میں تلاش وجستجو اور کھوج کرنے سے معلومات تو حاصل ہوجاتی ہے لیکن مکمل تکمیل نہیں ہوتی، جو ناممکنات میں سے ہے اور خاص طور پر تاریخ صحافت اردو کا میدان بہت ہی کٹھن ہے۔

تاریخ صحافت اردو کی پہلی جلد ۱۹۵۳ء میں طبع ہوئی تھی۔ دوسری جلد ۱۹۶۳ء میں شائع کرنے کے بعد سے میں نے تاریخ صحافت اردو کی پہلی جلد کی نظرثانی کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، لیکن تاریخ صحافت اردو کی تیسری جلد، دہلی صدیقی برادری کی شخصیتیں، رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غریبوں سے محبت، آثارِ رحمت اور روحِ صحافت کی تیاری میں مصروف ہوگیا، اور اس کی طرف توجہ نہ دے سکا۔

خدا بھلا کرے جناب محمد یوسف صاحب مالک شاہراہ بک ڈپو دہلی کا، وہ مجھ کو تاریخ صحافت اردو جلد اول کی نظرثانی کرنے کے لئے برابر ٹوکتے رہے، تقاضا کرتے رہے اور اس کی ضرورت کا احساس دلاتے رہے۔ غرض ان کا اصرار اور تقاضے کام آئے اور میں نے اس کام کی طرف توجہ دی۔

ایک روز آثارِ رحمت کے لئے مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی مرحوم ومغفور کی کتب ردِ نصاریٰ کی تلاش اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا اشرف الحق صاحب صدیقی کے کتب خانہ میں کررہا تھا کہ رسالہ معلم العلماء آگرہ مجھ کو مجلد مل گیا جس میں ستمبر ۱۸۵۵ء سے دسمبر ۱۸۵۵ء تک کے چار شمارے ہیں۔ اس سے میری ہمت بندھ گئی اور کام چل نکلا۔

اسی طرح کچھ عرصہ کے بعد رسالہ خیر خواہ ہند دہلی کا دوسرا آیا یہ نمبر اکتوبر ۱۸۳۷ء
بھی والد صاحب قبلہ کے کتب خانہ سے ملا۔ جس سے بڑی مفید معلومات حاصل ہوئی۔
یہ رسالہ ماسٹر رامچندر دہلوی نے جاری کیا تھا۔

اسی اثنا میں مجھ کو اسعد الاخبار آگرہ کے تین سال کے پرچے ملے جن کے ابتدا کے دو صفحے غائب ہیں اور آخر کے دو صفحے موجود ہیں۔ ان پرچوں میں اس دور کے اخبارات کے متعلق کافی معلومات ہے اور ان کے ایڈیٹروں، شاعروں اور ادیبوں کے بھی کافی حالات ہیں۔ جن سے میں نے استفادہ کیا۔ یہ شمارے غالباً ۱۸۴۹ء، ۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۱ء کے معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روز ملک رام صاحب کے دولت کدہ پر گفتگو کے درمیان پرانے اخبارات کا ذکر آیا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کے علم میں کن لوگوں کے پاس پرانے اخبارات ہیں۔ انہوں نے کوہ نور ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۰ء کے ..... فائل کے بارے میں بتایا کہ جناب محمد وسیم خاں شیروانی صاحب کے پاس .... ہے میں ان سے لے کر آپ کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے وعدہ ایفا کیا اور وہ فائل انہوں نے شیروانی صاحب سے لیکر مجھ کو عاریتاً عنایت فرما دیا۔ اس سے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدوں کے مقدمات کا پتہ لگا اور ان کے بہادرانہ کارنامے اور سیاسی و ادبی معلومات حاصل ہوئی۔

ایک دوست سے قرآن السعدین دہلی کے بارے میں معلوم ہوا کہ نیشنل میوزیم جن پتھ روڈ نیو دہلی کی لائبریری میں اس اخبار کی جلد ۲ نمبر ۱ (۲ جنوری ۱۸۴۸ء) تا جلد ۳ نمبر ۲۶ (۲۵ دسمبر ۱۸۴۸ء) ہے۔ جس کے انچارج وائی۔ کے بخاری صاحب ہیں۔ میں ان کے پاس دفتر میں گیا۔ انہوں نے بڑی مہربانی فرمائی اور یہ فائل لائبریری میں سے نکلوایا۔ میں پانچ چھ مرتبہ ان کی خدمت میں گیا اور اس اخبار میں سے قیمتی اور نادر اقتباسات نقل کئے۔

نیشنل آرکائیوز نیو دہلی میں بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں صادق الاخبار دہلی، دہلی اردو اخبار دہلی، صادق الاخبار (قادری)، دہلی، سراج الاخبار دہلی اور طلسم لکھنؤ کے وہ شمارے ہیں جن میں اس جنگ آزادی کے دوران کی خبریں، انقلابی مقالات اور باغیانہ فتوے اور نظمیں درج ہیں۔ ان میں سے اہم اور ضروری خبریں میں نے اخذ کیں۔

تاریخ صحافت اردو کی جلد اول کے پہلے ایڈیشن میں اچھی خاصی تبدیلی ہو گئی ہے۔ موجودہ ایڈیشن میں ترمیم و تنسیخ کے ساتھ ایزادگی کی گئی ہے۔ اور غیر مصدقہ باتوں کو حذف کر کے مصدقہ باتوں کا اندراج ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تحقیقی اصول کے مطابق یہ جلد اب بھی تشنہ ہے۔ مجھ کو معلومات کے پورے ذرائع حاصل نہ ہو سکے۔ مجھے امید ہے اس عنوان پر آئندہ لکھنے والے اس کمی کو پورا کر دیں گے۔

اخبارات کی تاریخ تحقیقی اصولوں پر لکھنا اور اس کی معلومات حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے، بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے اس میدان میں قدم رکھا ہے ان کو اس کا پورا احساس اور اندازہ ہے۔

تمام اخبارات کی معلومات ملنا کجا تو ان کے نام بھی پورے معلوم نہیں ہو سکتے۔ کوئی بھی لائبریری ایسی نہیں ہے کہ جہاں اردو کے پورے اخبارات جمع ہوں۔ مختلف مقامات پر اخبارات ملتے ہیں اور جو ملتے ہیں ان کی پہلی جلد یا پہلا شمارہ مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔ عام طور پر دوسری تیسری یا پانچویں اور آٹھویں جلد ملتی ہے۔ جن کی تاریخ اجراء حساب و قیاس اور اندازے سے نکالی جاتی ہے اور جن اخبارات کی شکل بھی دیکھنے کو نہیں ملتی ان کے اجراء کی تاریخ کا انحصار کسی کتاب یا مضمون پر کرنا پڑتا ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ انسان چونکہ خطاؤں اور غلطیوں کا مرکب ہے اس لئے بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی اخبار و کتاب سے اقتباس و تاریخ

نقل کرنے میں غلطی رہ جاتی ہے، اور تو اور حضرت کاتب بھی بعض مرتبہ اپنی ذہانت و فراست کا ثبوت دینے کے لئے اپنی مرضی سے فقرہ بنا لیتے ہیں، عبارت بھی لکھ دیتے ہیں اور الفاظ بھی تبدیل کر دیتے ہیں، اور ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ مصنف کا ذہن اصلاح کے وقت اس تبدیلی پر متوجہ نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں اسی وجہ سے تقریباً ہر ایک تصنیف و تالیف میں غلطی ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور محققین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو میری غلطی سے آگاہ کریں تاکہ میں آئندہ ایڈیشن میں اس غلطی کو درست کردوں۔

اگر کسی مصنف سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اس سلسلہ میں میرا طریقہ یہ رہتا ہے کہ میں ان کی نیت یا ان کی قابلیت پر شک نہیں کرتا اور کسی غیر معقول خطاب سے نہیں نوازتا بلکہ ان کی غلطی کو لاعلمی پر محمول کرتا ہوں اور اسی انداز سے ان کا ذکر کرتا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بعض محقق اور ناقد اس کے برعکس طریقہ اختیار کرتے ہیں اور غلطی کی گرفت کرنے کے بعد سخت سست الفاظ لکھنے سے گریز نہیں کرتے۔

چنانچہ تاریخ صحافت اردو کی جلد اول کے پہلے ایڈیشن میں کاتب صاحب نے صفحہ ۲۸۲ کی ساتویں سطر میں سحر سامری کا ذکر ختم کرنے کے بعد آٹھویں سطر کی ابتدا میں طلسم لکھنؤ کی سرخی لکھنے کے بجائے آٹھویں اور نویں سطر میں طلسم لکھنؤ کے ابتدائی تعارف کی یہ عبارت لکھ دی۔

"مولوی یعقوب انصاری اس اخبار کے مالک تھے۔ محلہ فرنگی محل سے یہ ہفتہ وار اخبار جمعہ کو نکلتا تھا۔ سالانہ چندہ پندرہ روپیہ تھا مطبع محمدی میں چھپتا تھا۔"

اس عبارت کے بعد دسویں سطر میں طلسم لکھنؤ کی سرخی تحریر کی جس کی بنا پر بظاہر طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سحر سامری کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ لیکن

اگر تھوڑی توجہ سے کام لیا جائے اور سحر سامری کا ابتدائی تعارف ۲۸۰ صفحہ پر دیکھ لیا جائے اور اس عبارت کو طلسم لکھنؤ کی عبارت سے ملا کر پڑھا جائے۔ تو یہ صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ عبارت سحر سامری کے بارے میں نہیں لکھی گئی ہے بلکہ طلسم لکھنؤ سے متعلق ہے اور نہ ہی یہ بات عقل سلیم تسلیم کرتی ہے کہ ایک اخبار کا ابتدائی تعارف دو مرتبہ ۲۸۰ اور ۲۸۲ صفحوں پر کیا جائے گا۔

اس توجیہ کے بعد بھی یہ بات ماننی پڑے گی کہ آٹھویں سطر کے بجائے دسویں سطر پر طلسم لکھنؤ کی سرخی غلط لکھی گئی اور سہو ہوا، اور ہماری نظر تصحیح کے وقت اس سرخی پر نہیں پڑی۔

لیکن اس غلطی پر ہمارے ایک کرم فرما بزرگ نے اپنے ایک مضمون میں جو غالباً اخبار سحر سامری پر انہوں نے لکھا تھا، ہمیں دل کھول کر نوازا۔ لیکن جب ان ہی قابل احترام کرم فرما کا ایک مضمون بزیر عنوان "انجمن تعمیر اور ان کا ادبی و علمی ماہنامہ" ہماری نظر سے گذرا اور صفحہ ۹۰ پر حسب ذیل عبارت دیکھی تو انسانی کمزوری و نصیان کا اصل نقشہ سامنے آگیا اور یقین ہو گیا کہ اس سے کوئی فرد مبرا نہیں ہو سکتا، سوائے انبیاء کے۔

"جن جن لوگوں نے اردو کی صحافت کی تاریخیں لکھی ہیں ان سب نے اس رسالہ کے متعلق غلط اطلاعات دی ہیں ایک بیان بھی صحیح نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی کتاب اختر شہنشاہی ہے جو ۱۸۸۸ء میں لکھی گئی تھی اور تاریخ صحافت کی انسائیکلوپیڈیا سمجھی جاتی ہے، اس میں اس کا نام "انجمن مفید عام" لکھا ہے اور تاریخ اجراء ۸ مارچ ۱۸۷۲ء حالانکہ انجمن مفید عام جس کی طرف سے یہ رسالہ نکلتا تھا، جولائی ۱۸۷۴ء میں قائم ہوئی تھی۔ پھر ضخامت ۱۶ صفحہ لکھی ہے جو ۳۲ صفحے تھی۔ اختر شہنشاہی کی نقل مولانا امداد صابری نے تاریخ صحافت اردو جلد دوم میں کر دی ہے اور اس میں وہ ساری غلطیاں موجود ہیں جو اختر شہنشاہی میں تھیں۔"

جہاں تک رسالہ کے نام اور صفحات کا تعلق ہے مضمون نگار صاحب نے صحیح اعتراض کیا ہے لیکن ۱۸۷۲ء کے اجرا کے بارے میں ان سے بھول ہوئی ہے۔ اختر شہنشاہی کے صفحہ ۴۹ پر اس رسالہ کا ذکر ہے جس میں جلی قلم سے سنہ اجراء ۸ مارچ ۱۸۷۴ء لکھا ہوا ہے، تاریخ صحافت اردو کی جلد دوئم کے صفحہ ۵۲۰ میں بھی اس رسالہ کا سنہ اجراء ۸ مارچ ۱۸۷۴ء تحریر ہے۔ ان دونوں کتابوں میں قطعاً ۸ مارچ ۱۸۷۲ء درج نہیں ہے۔ اختر شہنشاہی اور تاریخ صحافت اردو جلد دوئم کے مذکورہ صفحات دیکھے جا سکتے ہیں۔

میں اس غلطی کو ارادی نہیں بلکہ کثرت کار کی وجہ قرار دیتا ہوں۔ چونکہ اختر شہنشاہی سے مذکورہ مضمون میں ہمارے کرم فرما سے یہ تاریخ غلط نقل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکا، اس لئے اس کی درستگی اور صحت نہ ہو سکی۔

تاریخ صحافت اردو جلد اول کے پہلے ایڈیشن میں جن اخبارات کے سرورق شائع ہوئے تھے وہ اس موجودہ ایڈیشن میں شامل نہیں کئے گئے ہیں بلکہ جن اخبارات کے فوٹو پہلے ایڈیشن میں طبع نہیں ہوئے تھے وہ اس موجودہ ایڈیشن میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

جناب مالک رام صاحب، جناب وسیم خاں صاحب شیروانی، جناب محمد یوسف صاحب مالک شاہراہ بک ڈپو دہلی، جناب نثار احمد صاحب فاروقی، جناب دائی کے بخاری صاحب اور فیروز آرٹسٹ صاحب کا بیحد ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے مواد فراہم کرانے میں مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس کا ان حضرات کو اجر عطا فرمائے۔

امداد صابری

۶؍ جنوری ۱۹۶۷ء

فہرست مضامین

تاریخ صحافت اردو، جلد اوّل

۱۶۔	شمس الاخبار	کلکتہ	ہفتہ وار	۶۸
۱۷۔	اخبار سی رام پور			۶۸
۱۸۔	آگرہ اخبار و زبدۃ الاخبار	آگرہ	ہفتہ وار	۶۹
۱۹۔	منشی واجد علی واجد			۷۳
۲۰۔	آئینۂ سکندر	کلکتہ	ہفتہ وار	۷۶
۲۱۔	ماہ عالم افروز	کلکتہ	ہفتہ وار	۸۰
۲۲۔	لدھیانہ اخبار	لدھیانہ	ہفتہ وار	۸۱
۲۳۔	سلطان الاخبار	کلکتہ	ہفتہ وار	۸۴
۲۴۔	مہر منیر	کلکتہ	عشرہ وار	۹۲
۲۵۔	مراۃ الاخبار	کلکتہ	ہفتہ وار	۹۳
۲۶۔	گلشن نو بہار	کلکتہ		۹۵
۲۷۔	اردو کا پہلا اخبار جام جہاں نما	کلکتہ	ہفتہ وار	۹۶
	سنہ ۱۸۳۶ء			
۲۸۔	دہلی اردو اخبار	دہلی	ہفتہ وار	۱۲۱
۲۹۔	مولانا محمد باقر صاحب			۲۰۱
	سنہ ۱۸۳۷ء			
۳۰۔	سید الاخبار	دہلی	ہفتہ وار	۲۲۴
۳۱۔	سید محمد صاحب			۲۲۵
۳۲۔	خیر خواہ ہند	مرزاپور	ماہنامہ	۲۲۶
۳۳۔	خیر خواہ ہند	بنارس	ماہنامہ	۲۳۱
	سنہ ۱۸۴۱ء			

۵۰۔ فوائد الشائقین	دہلی	ماہنامہ	۲۹۱
۵۱۔ صدر الاخبار	آگرہ	ہفتہ وار	۲۹۷
۵۲۔ مارتنڈ اخبار	کلکتہ		۲۹۸
۵۳۔ بمبئی ہرکارہ	بمبئی		۲۹۸
۵۴۔ مراۃ الاخبار	مدراس		۲۹۸

سنہ ۱۸۴۷ء

۵۵۔ اسعد الاخبار	آگرہ	ہفتہ وار	۲۹۹
۵۶۔ مولوی قمر الدین			۳۰۹
۵۷۔ خیر خواہ ہند	دہلی	ماہنامہ	۳۱۲
۵۸۔ محب ہند	دہلی	ماہنامہ	۳۲۰
۵۹۔ عمدۃ الاخبار	بریلی	ہفتہ وار	۳۲۹
۶۰ جام جمشید	میرٹھ	ہفتہ وار	۳۳۰
۶۱۔ مطلع الاخبار	آگرہ	ہفتہ وار	۳۳۲
۶۲۔ سدھاکر اخبار	بنارس	ہفتہ وار	۳۳۳
۶۳۔ لکھنؤ اخبار	لکھنؤ		۳۳۳
۶۴۔ خلاصہ اشرافت	دہلی		۳۳۳
۶۵۔ عجائب الاخبار	دہلی		۳۳۴
۶۶۔ رجسٹر نیوز پیپر			۳۳۴

سنہ ۱۸۴۸ء

۶۷۔ مفید ہند	دہلی	پندرہ روزہ	۳۳۶
۶۸۔ پنڈت اجودھیا پرشاد			۳۳۷

۱۰۷۔ جامع الاخبار	مدراس		۴۴۴
۱۰۸۔ وحید الاخبار	دہلی	ہفتہ وار	۴۴۵
۱۰۹۔ گوالیار گزٹ	گوالیار	ہفتہ وار	۴۴۵
۱۱۰۔ نور الابصار	الہ آباد	پندرہ روزہ	۴۴۸
۱۱۱۔ نور الابصار	آگرہ	ہفتہ وار	۴۵۰

سنہ ۱۸۵۳ء

۱۱۲۔ چشمۂ فیض	سیالکوٹ	ہفتہ وار	۴۵۲
۱۱۳۔ فتح الاخبار	کول	ہفتہ وار	۴۶۰
۱۱۴۔ وکٹوریہ پیپر	سیالکوٹ	ہفتہ وار	۴۶۱
۱۱۵۔ شعاع شمس	ملتان	ہفتہ وار	۴۶۳
۱۱۶۔ ہمائے بے بہا	لاہور	پندرہ روزہ	۴۶۴
۱۱۷۔ نور مغربی	دہلی		۴۶۵
۱۱۸۔ تعلیم الاخبار	مدراس	ہفتہ وار	۴۶۶
۱۱۹۔ نور مشرقی	دہلی		۴۶۶
۱۲۰۔ صادق الاخبار	دہلی		۴۶۹

سنہ ۱۸۵۴ء

۱۲۱۔ معلم ہند	لاہور	ماہنامہ	۴۶۹
۱۲۲۔ خوش بہار	پشاور		۴۶۹
۱۲۳۔ نیر اعظم	بٹالہ		۴۷۰
۱۲۴۔ مطلع الانوار	گجرات	ہفتہ وار	۴۷۰
۱۲۵۔ رفاہ خلائق	شاہجہان پور	پندرہ روزہ	۴۷۰

۱۲۶۔ عمدۃ الاخبار	بمبئی و سورت		۴۷۰
۱۲۷۔ صادق الاخبار	دہلی	ہفتہ وار	۴۷۰
سنہ ۱۸۵۵ء			
۱۲۸۔ معلم العلما	آگرہ	ماہنامہ	۴۸۲
۱۲۹۔ صادق الاخبار	دہلی		۴۹۳
۱۳۰۔ اخبار بہار		ہفتہ وار	۴۹۳
۱۳۱۔ لاہور گزٹ	لاہور	ہفتہ وار	۴۹۳
۱۳۲۔ کشف الاخبار	بمبئی	ہفتہ وار	۴۹۳
سنہ ۱۸۵۶ء			
۱۳۳۔ تفریح الناظرین	آگرہ	ہفتہ وار	۵۰۰
۱۳۴۔ سفیر آگرہ	آگرہ	ہفتہ وار	۵۰۰
۱۳۵۔ عنقائے روزگار			۵۳۰
۱۳۶۔ خورشید پنجاب	لاہور	ماہنامہ	۵۰۰
۱۳۷۔ پنجابی اخبار	لاہور	ہفتہ وار	۵۰۱
۱۳۸۔ محمد اکبر خاں خاور			۵۰۲
۱۳۹۔ محمد مردان علی خاں رعنا			۵۰۵
۱۴۰۔ گورنمنٹ گزٹ	آگرہ	ہفتہ وار	۵۰۶
۱۴۱۔ ویکلی رپورٹ	گیا	ماہنامہ	۵۰۷
۱۴۲۔ طلسم لکھنؤ	لکھنؤ	ہفتہ وار	۵۰۷
۱۴۳۔ سحر سامری	لکھنؤ	ہفتہ وار	۵۱۳
۱۴۴۔ مفید خلائق	آگرہ	ہفتہ وار	۵۱۵
			۵۵۱